ماہنامہ
جوابِ عرض
خلش نمبر
WWW.PAKSOCIETY.COM

CPL No.220

ماہنامہ جواب عرض لاہور

جلد نمبر۔40 شمارہ نمبر۔3

خلش نمبر

ماہ اگست 2014

قیمت۔ 90روپے

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ جواب عرض لاہور

پوسٹ بکس نمبر 3202، غالب مارکیٹ، گلبرگ، لاہور

ماہنامہ جواب عرض اگست 2014 کے شمارے خلش نمبر کی جھلکیاں

جلتے خوابوں کی راکھ
عاشق حسین ساجد

ناکام محبت کے اندھیرے
رفعت محمود راولپنڈی

دل ہوا ویران
عامر جاوید ہاشمی

خلش
حسن رضا رکن سٹی

میرا مقدر
شاہد رفیق

تلافی
ساحل ابڑو

دوست یا دشمن
راشد لطیف۔

کیسا یہ عشق ہے
نجم دانش سہو

قیمت۔90 روپے

دل کے زخم
ندیم طارق تلہ گنگ

پتھروں کے شہر میں لہولہو محبت
انتظار حسین ساقی

خلش نمبر

آخری محبت
یونس ناز۔ مظفر آباد

دولت کے پجاری
اللہ دتہ چوہان

کہانیوں کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہوتی ہیں ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور تبدیل کر دیئے جاتے ہیں جن سے حالات میں تلخی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر۔ رائٹر۔ ادارہ۔ یا پبلیشر ذمہ دار نہ ہوگا۔ (پبلیشر شہزادہ عالمگیر۔ پرنٹرز زاہد بشیر۔ ریٹی گن روڈ لاہور)

تم میری ہو
سیدہ امامہ

میری آخری محبت
مقصود احمد بلوچ

میری عید لہو لہو
محمد خان انجم

زلف محبوب
کشور کرن پتوکی

محبت میں ایسا بھی ہوتا
اشرف سانول

زخم محبت
ریاض حسین چوہان

ہم سے بدل گیا
شگفتہ ناز۔ آزاد کشمیر

حال دل
سحرش شاہین

زخم پر زخم
ایم وکیل عامر جٹ

انوکھی محبت
سیف الرحمٰن زخمی

محبت زندہ ہے میری
ایم عاصم شاکر

زندگی سنوار دے مولا
عابد شاہ

اسلامی صفحہ

حضرت حمزہؓ کا کفن

حضور اقدس ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ غزوہ احد میں شہید ہو گئے اور بیدرد کافروں نے آپؓ کے کان ناک وغیرہ اعضاء کاٹ دیئے اور سینہ چیر کر دل نکال لیا اور طرح طرح کے ظلم کیے لڑائی کے ختم پر حضور اکرم ﷺ اور دوسرے صحابہؓ شہیدوں کی لاشیں تلاش فرما کر ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام فرما رہے تھے کہ حضرت حمزہؓ کو ایسی حالت میں دیکھا نہایت صدمہ ہوا اور ایک چادر سے ان کو ڈھانپ دیا اتنے میں حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ تشریف لائیں کہ اپنے بھائی کی حالت کو دیکھیں حضور اکرم ﷺ نے اس خیال سے کہ آخر ایک عورت ہیں ایسے ظلموں کو دیکھنے کا تحمل مشکل ہو گا ان کے صاحبزادے حضرت زبیرؓ سے ارشاد فرمایا کہ اپنی والدہ کو دیکھنے سے منع کرو انہوں نے والدہ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ نے دیکھنے سے منع فرمایا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے میرے بھائی کے ناک کان وغیرہ کاٹ دیئے گئے ہیں اللہ کے راستے میں یہ کون سی بڑی بات ہے ہم اس پر راضی ہیں میں اللہ سے ثواب کی امید رکھتی ہوں اور انشاء اللہ صبر کروں گی حضرت زبیرؓ نے جا کر حضور ﷺ سے اس کلام کا ذکر کیا تو آپ سرکار ﷺ نے اس کا جواب سن کا دیکھنے کی اجازت دے دی آ کر دیکھا اناللہ پڑھی اور ان کے لیے استغفار اور دعا کی ایک روایت میں ہے کہ غزوہ احد میں جہاں نعشیں رکھی ہوئی تھیں ایک عورت تیزی سے آ رہی تھی حضور ﷺ نے فرمایا دیکھو عورت کو روکو حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے پہچان لیا کہ میری والدہ ہیں میں جلدی سے روکنے کے لیے آگے بڑھا مگر وہ قوی تھیں ایک گھونسا میرے مارا اور کہا پرے ہٹ میں نے کہا کہ حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے تو فوراً کھڑی ہو گئیں اس کے بعد دو کپڑے نکالے اور کہا کہ میں اپنے بھائی کے کفن کے لیے لائی تھی کہ میں ان کے انتقال کی خبر سن چکی تھی ان کپڑوں میں ان کو کفنا دینا ہے ہم لوگ وہ کپڑے لے کر حضرت حمزہؓ کو کفنانے لگے تو برابر میں ایک انصاری شہید پڑے ہوئے تھے جن کا نام حضرت سہیلؓ تھا ان کا بھی کفار نے ایسا ہی حال کر رکھا تھا جیسا حضرت حمزہؓ کا تھا ہمیں اس بات سے شرم آئی کہ حضرت حمزہؓ کو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے اور انصاری کے پاس ایک بھی نہ ہو اس لیے ہم نے دونوں کے لیے ایک ایک کپڑا تجویز کیا مگر ایک کپڑا ان میں بڑا تھا ایک چھوٹا تھا تو ہم نے قرعہ ڈالا اور قرعہ میں جو کپڑا جن کے حصے میں آئے ان کے کفن میں لگ جائے گا قرعہ میں بڑا کپڑا حضرت سہیلؓ کے حصے میں اور چھوٹا کپڑا حضرت حمزہؓ کے حصے میں آیا جو ان کے قد سے بھی کم تھا اگر سر کو ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کیا جاتا تو سر کھل جاتا حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سر کو کپڑے سے ڈھانک دو اور پاؤں پر پتے وغیرہ ڈال دیئے جائیں تو یہ سرکار دو جہاں نبی کریم ﷺ کے چچا جان کا کفن ہے .... کشور کرن چتوکی

ماں کی یاد میں

شاہد اقبال۔ چتوکی

میں اپنی پیاری امی جان میں کے بغیر کہیں نہیں رہ سکتا کیوں کہ اگر میں ماں کو نہ دیکھوں تو مجھے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا دنیا کے سب رشتے جھوٹے ہیں ایک ماں کا ہی تو رشتہ ہے جو دنیا میں ایک مثال ہے سچا ہے مضبوط ہے پیارا ہے نرم ہے چاہتوں بھرا ہے خوشبو کی طرح مہکتا ہے حسین ہے کھلا ہوا ہے ہر وقت قربان ہونے کو تیار ہے میں اپنی ماں کے اتنے سارے رشتوں کو پل بھر کے لیے بھی کھونا نہیں چاہتا ماں مجھے وہ دن بھی یاد ہیں جب میں بہت چھوٹا تھا ایک بار مجھے بخار ہوا تو میری امی نے ساری رات نہ کھانا کھایا اور نہ ہی سوئی میں دیکھتا رہا میری امی مجھے گود میں لے کر رات بھر خدا سے دعا کرتی رہی یا اللہ میرے لال کو ٹھیک کر دے اور بھی بہت کچھ مانگا کہ میں ٹھیک ہو جاؤں مجھے وہ دن کبھی نہیں بھول پائے گا۔ جب دن ہوا تو میری امی نے مجھے سلا کر گھر کے کام کیے مگر امی کی طبیعت میری وجہ سے جاگ جاگ کر خراب ہو رہی تھی پھر بھی میری امی میرے لیے صدقے واری جاتی رہی یہ نہیں کہ صرف میری امی ہی یہ کرتیں ہیں ہر کسی کی ماں ایسی ہی ہوتی ہے لوگو ماں کی قدر کر لو ماں کو خوش کر لو میں اسی وقت کو ذہن میں رکھے ہوئے ہی جب سکول سے آتا تو میری امی نے میرے لیے ستو یا لسی ٹھنڈی کر کے رکھی ہوتی اور اگر کبھی ماں نیند میں ہوتی تو میں جگاتا نہیں تھا اور آہستہ سے چپکے سے اپنی امی کے پاؤں چوم لیتا تھا ایک دن میں پاؤں کا بوسہ لے رہا تھا تو امی کی آنکھ کھل گئی اور مجھے دیکھ کر تڑپ اٹھیں اور جلدی سے گلے لگا کر منہ ماتھا چومنا شروع کر دیا اور بولیں بیٹا تو سکول سے کب آیا اور یہ کیا کر رہا تھا میں نے اپنی امی کے ہاتھ چومتے ہوئے کہا کہ امی جان میں آپ کو جگانا نہیں چاہتا تھا لیکن مجھے معاف کرنا میری وجہ سے آپ کی نیند خراب ہوئی ہے ماں نے پھر سینے سے لگا کر کہا بیٹا میں تیرا ہی انتظار کرتے کرتے سو گئی تھی شکر ہے اللہ کا میرا بیٹا گھر آیا ہے دوستو یہ میری عادت ابھی تک نہیں گئی کہ میں جب بھی باہر سے گھر آتا ہوں تو ماں اگر سو رہی ہیں تو ان کے پاؤں چوم کر گھر بیٹھتا ہوں اگر جاگ رہی ہیں تو ان کو سلام کر کے ان کے ہاتھ چومتا ہوں میری یہ ہی عادت میرے پورے خاندان میں مشہور ہو گئی ہے مگر مجھے فخر ہے کہ میری امی جان میرے اوپر خوش ہیں میں پوری دنیا کو ناراض کر سکتا ہوں مگر ایک ماں کو نہیں میں جب بھی کبھی محفل میلاد میں جاتا ہوں تو میری دعا یہ ہوتی ہے کہ جو بھی علماء کرام آئیں وہ ماں کے بارے میں ہی خطابت کریں کیوں کہ ماں کے بارے میں سن کر میرا دل بہت خوش ہوتا ہے میں کبھی کسی رشتہ دار کے پاس جا کر نہیں رہتا شام امی کے پاس لازمی چلا جاتا ہوں کیوں کہ امی کو دیکھ کر امی کے پاؤں کا بوسہ لے کر سونا میرا سکون ہے مجھے میری ماں سے دور دنیا کی کوئی طاقت بھی نہیں کر سکتی صرف اللہ کی عطا کردہ موت کے علاوہ دنیا کی کسی مخلوقات میں ہمت نہیں جو مجھے میری ماں سے جدا کر سکے میری ماں ہی میرے لیے سب کچھ ہیں اگر ماں ہے تو دنیا میں خوشیاں ہی خوشیاں ہیں ورنہ دکھ گھیرا ڈال لیتے ہیں اور ساری زندگی دکھوں سے لڑتے لڑتے گزر جاتی ہے لیکن انسان خوش نہیں رہ سکتا کیوں ماں ہر دکھ کا سامنا کر کے اپنی اولاد تک کسی مصیبت کو نہیں آنے دیتیں اپنی ماں کے قدموں کی خاک ایک چھوٹا سا انسان۔۔۔شاہد اقبال چتوکی

جواب عرض 5

ماں کی یاد میں

شاہد رفیق سہو کی شاعری

غزل

جب سے تو نے ہمیں اپنا ہم سفر بنا رکھا ہے
تب سے ہم نے تیری خاطر کو دکو بھلا رکھا ہے
جب ہم نے تیری آنکھوں میں اشکوں کی لڑی دیکھی ہے
تب سے ہم سے تیری خاطر عرش کو ہلا رکھا ہے
تجھے کسی کی بری نظر نہ لگ جائے اس ڈر سے
ہم نے تجھے دنیا والوں کی نظروں سے چھپا رکھا ہے
جیسے جیسے تیری آنے کی گھڑی قریب آتی ہے تب سے ہم نے
اپنے گھر کو دلہن بنا رکھا ہے
اندھیری شب میں آنے والے کہیں تیرے پیروں میں چھالے نہ پڑ جائیں
اس لیے ہم نے تیری راہ میں پلکوں کو بچھا رکھا ہے
کئی صدیاں بیت گئیں مگر تیرے آنے کی آس اب بھی باقی ہے
تو آئے یا نہ آئے مگر ہم نے اپنے دل کو بہلا رکھا ہے
جب بھی میرے لبوں پر تیرا نام آتا ہے شہر میں اک قیامت گزر جاتی ہے
کل کی بات ہے لوگوں نے تیرا نام سن کو آسماں پر اٹھا رکھا ہے
سن بھٹکے ہوئے مسافر بھی کبھی نہ کبھی اپنی منزل تک پہنچ جاتے ہیں
کہیں وہ آ کر پلٹ نہ جائے اس لیے ہم سے دروازہ کھلا رکھا ہے

ناکام کہانی شاہد دی

ناکام کہانی شاہد دی جس وقت لکھیندا رو پوندا
کہیں گزرے وقت دا اک لمحہ جاں یاد کریندا رو پوندا
کتھیں ڈھنہ ابھرے کتھی شام تھئی کنویں ہر چاہت ناکام تھئی
اس سفر دی ہر اک منزل تے جاں دیرے پھریندا رو پوندا
قربان ہاں وسدے ویلے توں ڈر لگدے وقت کو ویلے توں جیہی ویلا
شام دی سرخی دا رنگ سرخ تکیندا رو پوندا
یوہے بند اکھیاں دے کھل ویندن تھئی آس دے دیوے کھل ویندن
لہو جگر دا کڈھ کے آس دے جدو دیپ جلاندا رو پوندا
ہتھ قلم دی مار تے چھٹ ویندے تحریر دے سلسلے ترٹ ویندے
جد شاہد پیار دے پیاراں دا انجام سوچیندا رو پوندا

غزل

میری زندگی کو اک تماشہ بنا دیا اس نے
بھری محفل میں تنہا بٹھا دیا اس نے
ایسی کہاں تھی اس کو نفرت اس معصوم دل سے
خوشیاں چرا کے غم تھما دیا اس نے
بہت ناز تھا اس کی وفا پہ کبھی مجھ کو
مجھے میری ہی نظروں سے گرا دی اس نے
وہ بھی ہی بے وفا میری وفا کی کرتی کیا قدر
انمول تھا میں خاک میں رلا دیا اس نے
کسی کو یاد کرنا تو اس کی فطرت میں ہی نہیں شاہد
ہوا کا جھونکا سمجھ کر بھلا دیا اس نے

قطعہ

کوئی چٹا انگور ہوسی
خون شاہد دا وفادار ضرور ہوسی
شاہد رفیق سہو کبیر والہ

گل پری کے نام

اب ان ہونٹوں پہ کوئی فریاد نہیں
ٹوٹے دل میں کوئی بھی آباد نہیں
ہم اپنی وفا پہ آج بھی قائم ہیں
وہ کم ظرف ہیں ان کو وفا یاد نہیں
اشرف زخمی دل۔ ننکانہ صاحب

محمد خان انجم کی شاعری

بھولا پن

دور جام اول شب ڈھونڈتا ہوں
مین کب نویدوں کے سبب ڈھونڈتا ہوں
غارت ار ایمان والوں کے چرچے سن کر بھی
کتنا نادان ہوں بندوں میں رب ڈھونڈتا ہوں
نیلام ہو چکا ہے وجود الفت خلوص میں
وفا کے تذکرے میں اب ڈھونڈتا ہوں
یہ تو سب یونہی غبار دل ہے اپنا
وگرنہ چارہ گر اپنے لیے کب ڈھونڈتا ہوں
انجم اک دن برق تجلی نرگس شہلا جو دیکھی
تب سے اجالوں کا مطلب ڈھونڈتا ہوں

سزا

تیرے فراق میں جلنا ہے اچھا لگتا ہے
گرنا اور گر گر کر سنبھلنا اچھا لگتا ہے
کبھی پھول تھے تیری عروسی ہے واسطے
مجھے کانٹوں سے جو کھلنا ہے اچھا لگتا ہے
میں گرد ہوں تیری گلی کی اڑی ہوئی
جیسے صحراؤں سے ملنا اچھا لگتا ہے
جانتا ہوا ان تیرا گزران راہوں سے نہیں لیکن
دیواروں پہ تیرا نام لکھنا اچھا لگتا ہے
جنون انجم کی ابتدا وانتہا تو ہے
ہر موڑ پہ تجھے نثار کرنا اچھا لگتا ہے

فیصلہ

بازی الفت اور نہ کھیلوں گا
یہ بے وفائیاں اور نہ جھیلوں گا
نصیب اپنے بیچ کر اب میں
دل کوئی پتھر کا لے لوں گا
کون کب کہاں بکھرا ہے
روتی کہانیوں سے خود ملوں گا
انجم عشق تو صحرا کی ریت ٹھہری
اب افسانہ دل کبھی نہ کھولوں گا

پنجابی شاعری

تخت تے بہہ کے ساڈے اجڑن دے گیت گایا نہ کر
ڈولی چہ آپ پے کے توں فیر لکھیاں دا دوش بنایا نہ کر
مندے چنگے اساں وی تیرے کجھ لگدے ساں
لنگدا ٹپدا ساتھوں مکھڑا لکایا نہ کر

انفرادیت

اپنی ذات کے حصار بھی تنگ وتاریک سے تھے
اپنے دکھ بھی خاموش سے تھے
تصور میں دھندلکے سے تھے
اندیشے بھی سب جھوٹے سے تھے
گھروندے بھی اپنے ریت کے تھے
لاتعداد دعاؤں کے جھرمٹ میں قبولیت کے ناتواں لمحے سے تھے
دل زخم کی تہوں میں پھیلا تھا اک انتشار
مرہم بھی آبلے سے تھے
جرم محبت میں حراست غم بہت انوکھے اکیلے سے تھے
میں اپنی اس انفرادیت پر خود بھی تھا شکستہ سا انجم
لیکن اب شاید یہ انفرادیت
میرے جسم وجاں میں تحلیل سے
خون کی روائیوں کی طرح

قطعہ

شکستیں جگا رہی ہیں نیندیں سلا رہی ہیں
یہ مفلسیاں میرے حوصلے بندھا رہی ہیں
ماتمی لباسوں میں غم ہیں محو رقص
زیست کے رونے کی صدائیں آ رہی ہیں

محمد خان انجم دیپال پور۔۔۔۔۔

پرنس عبدالرحمٰن گجر اور محمود ساحل کی شاعری

غزل

گر شوخ نظروں والے آنکھوں
مین اتر جاتے ہیں
گلفام حسینوں کی ہم دید سے مر
جاتے ہیں
گلشن میں اگر آتے گل رنگ
حسین چہرے
پھر جوش مسرت سے سب پھول
نکھر جاتے ہیں
ڈرتے ہی رہے ان کو ہم ہاتھ
لگانے سے
چھونے سے سنا ہے وہ اکثر ہی
بکھر جاتے ہیں
انداز محبت ہے کس طور عجب ان کا
اکثر میری آنکھوں سے چھپ کر
وہ گزر جاتے ہیں
لگتی ہے بہت اچھی گر سادگی ہر
صورت
ہم اور بھی خوش ہوتے ہیں جب
ٹھن کے وہ گر جاتے ہیں پرنس
تیری فرصت کی پھر کوئی نہ صدا
ہوتی
دامن وہ محبت سے اک بار جو بھر
جاتے ہیں

غزل

کسی کو پانے کی اب دل میں جستجو
ہی نہیں ہے
ہمارے پیش نظر کوئی آرزو بھی نہیں
ہماری بنتی ہے اس پھول کی مثال ہے
اب کے
جن کے دامن امکاں میں رنگ و
بو ہی نہیں
اس سے رہتا ہوں میں محو گفتگو اکثر
وہ اک شخص جو میرے رو برو ہی
نہیں
بچھڑ کے تجھ سے تماشہ بنی حیات
میری
تمہارے بعد میری کوئی آرزو ہی
نہیں
زمانے بھر کی مجھے ہمراہی ملے بھی
تو کیا
میرے نصیب میں جب میرے
دوست تو ہی نہیں
غبار راہ ہوا اس پہ بھی پرنس
اسے تو پھولنے پھلنے کی آرزو ہی
نہیں

پرنس عبدالرحمٰن گجر نین رانجھا

محمود ساحل حجرہ شاہ مقیم

غزل

میری آنکھوں سے تیری یاد کا سایا
نہیں جاتا
میں نے مان لیا تم کو بھلایا نہیں
جاتا
اک مدت سے تیرا نام لکھا ہے دل
میں کیا کروں مجھ سے وہ مٹایا نہیں
جاتا
ہونے والیل تو خود ہی اپنے ہو
جاتے ہیں
کسی کو کہہ کر اپنا بنایا نہیں جاتا

غزل

میں رویا نہیں ہوں رلایا گیا ہوں
بنا کر پسند پھر ٹھکرایا گیا ہوں
چھوڑ دیا گیا تقدیر کے سہارے
پیار کے نام پہ جلایا گیا ہوں
بے موت نہ مرتا تو کیا کرتا
بھری دنیا میں یوں ستایا گیا ہوں
کبھی جو پلکوں پہ ناز اٹھاتے تھے
ساحل آج انہیں نظروں سے گرایا
گیا ہوں

مجبوری

مجبوری میں جب کوئی جدا ہوتا ہے
ضروری نہیں کہ وہ بے وفا ہوتا ہے
دے کر وہ آپ کی آنکھوں میں
آنسو
اکیلے میں وہ آپ سے بھی زیادہ
روتا ہے

محمود ساحل حجرہ

پرنس عبدالرحمٰن اور محمود ساحل حجرہ
شاہ مقیم کی شاعری

عابدہ رانی کی شاعری

چاند کے تمنائی

ہم تو چاند تاروں کے تمنائی تھے
لیکن قسمت میں زمیں کی خاک تھے
جلس گیا جس سے میرا جیون
نصیبوں میں لکھی ایسی آگ تھے
تیری یاد ہر پل مجھے ستاتی رہی
سسکتے ہوئے گزری میری ہر رات تھی
میں نے چاہا تجھے کیوں نہ تم میرے ہوئے
میری ہر نگاہ میں تیرے آنے کی اک آس تھی
دل میرا پیار کی راہوں مین بھٹکتا ہی رہا
لیکن مجھے شاید نفرت ہی راس تھی

اک دعا

ربا منگنی تیرے کولوں اک دعا سی
کیوں پوری نہ ہوئی کیتی میں کی خطا سی
منگیا سی پیار اوہدا نہیں ہور کوئی التجا سی
دل وچ سی پیار اوہدا اکھاں وچ تصویر سی
دشمن بنیا زمانہ میرا دشمن ہوئی تقدیر سی
بے سن پلکاں دے خواب جھڑے نہ ملی مینوں اہدی تعبیر سی

میں تے تے تینو دل دے تخت تے بٹھایا سی
کجھی تینو اپنی جاگیر سی
تیری محبت میرے دل دا روگ بن گئی
بنی اے محبت میرے پیر دی زنجیر سی

ہجر کی دھوپ

ہجر کی اس دھوپ میں ہم ننگے پاؤں چل رہے ہیں
دنیا کی اندھیری نگری میں دکھا جا بجا مل رہے ہیں
کچھ ہیں رنجشوں کے حساب کچھ ہیں ادھورے خواب
یادوں کی اس تپش میں ہم لمحہ لمحہ پگھل رہے ہیں
کچھ تھی پیار میں دوریاں کچھ تھیں ہماری مجبوریاں
آرزوؤں کے کچھ حسین پل ہمارے اندر بھی پل رہے ہیں
زندگی کی دوڑ میں ہم پیچھے رہ گئے
آج بھی رانی کسی کی یادوں میں جل رہے ہیں

بوجھ

زندگی کی کڑی دھوپ تھی سر پہ سایا بھی نہیں تھا
دکھ دیتے تھے میرے اپنوں نے کوئی پرایا تو نہیں تھا
غموں کا بوجھ لیے جیئے جا رہے ہیں
جب کہ ہم نے تو کسی کو ستایا بھی نہیں تھا

شکوے

کچھ لفظ ہیں بے زبان سے
کچھ راستے ہیں انجان سے
کچھ دھڑکنیں ہیں بے چین سی
کچھ خیالات ہیں عجیب سے
کچھ رنجشیں ہیں تم سے
کچھ جھگڑے ہیں نصیب کے
کچھ الجھنیں ہیں دل کی کچھ شکوے ہیں تقدیر کے
کچھ اپنوں نے زخم دیئے کچھ مقدر بھی تھے غریب کے
کچھ تیری محبت لے ڈوبی کچھ ہم بھی ٹھہرے بدنصیب سے

دکھ

دکھ دیتا تو میتوں اپنا بنا کے
کیوں چھڈ گئیوں تو میری اکھاں وچ سپنے سجا کے
یاری لا کے جے توڑن نبھاونی سی
تسلی تے دے جاندا مینوں سینے نال لا کے

عابدہ رانی۔ گوجرنوالہ

بشارت علی پھول اور محمد عامر رحمان کی شاعری

غزل

جاگتی آنکھوں کے خواب کتنے سہانے لگتے ہیں
سوئے ہوئے خوابوں کی تعبیر سے ڈر لگتا ہے
وہ زمانہ گزرا جب عشق کو عبادت کہتے تھے لوگ
اس دور کی ہر سوہنی، سسی، ہیر سے ڈر لگتا ہے
کبھی تیری محبت میں مر کر امر ہونے کو جی چاہتا تھا
آج کیوں تیری زلفوں کی زنجیر سے ڈر لگتا ہے
عشق میں اپنی بدنامی کا مجھے ذرا بھی خوف نہیں
میرے نام کے ساتھ تیرے نام کی تشہیر سے ڈر لگتا ہے
آپ تو جفا کر کے ذرا نہیں شرماتے کسی محفل میں
ہم تو وفا کریں گے زندگی بھر ہمیں تو اپنے ضمیر سے ڈر لگتا ہے
شاید کسی روز ہم تمہیں خدا سے مانگ ہی لیتے
مگر کیا کریں ہمیں اپنی روٹھی ہوئی تقدیر سے ڈر لگتا ہے

صرف ایک بار چلی آؤ

تم جب سے گئی ہو
گھر کی درودیوار پہ اداسی بال کھولے سو رہی ہے
میرے آنگن میں بھی بہار لوٹ آئے گی
صرف اک بار چلی آؤ
جب سے تیری کلائی میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی
میری خوشیاں مجھ سے روٹھ گئی
تیری ٹوٹی چوڑیوں کے ٹکڑے
میرے پاس تجھے پکارتے ہیں
صرف اک بار چلی آؤ
تیرا وعدہ تھا سدا ساتھ جینے کا
اب کس کے سہارے مجھے تنہا چھوڑ گئی
یہ زمانہ مجھے رسوا کرے گا تیرے بن
یہ سماج مجھے جینے نہ دے گا تیرے بن
صرف اک بار چلی آؤ
تیرے نازنخرے زندگی بھر اٹھاؤں گا
تیرے آنسو میں اپنی پلکوں پہ سجاؤں گا
پھر کبھی لوٹ کر نہ جانے دوں گا
صرف اک بار چلی آؤ

بشارت علی پھول باجوہ ٹھوٹھیاں خورد

محمد عامر رحمان دھار وادی لیہ

کتنا کے پر پرندہ اپنی اڑان سے بھی گیا
زمیں کا نہ رہا اپنی آسمان سے بھی گیا
میں ایک ہاتھ سے نکلا ہوا وہ تیر ہوں
جو ہدف کو چھو نہ سکا کمان سے بھی گیا
مجھے خواہش تھی پکے مکان کی عامر
میں اپنی گلی کے کچے دکان سے بھی گیا

اے چاند

جب وہ تیری طرف دیکھیں تو
انہیں کچھ یاد دلاتا
دھیرے سے کچھ گیت سنانا اور کہنا
تمہیں کوئی یاد کرتا ہے تیری آرزو امید کرتا ہے
کوئی آج بھی تمہیں دیکھ کر عید کرتا ہے

شعر

جب لگا تیر تو اتنا درد نہ ہوا عامر
زخم کا احساس تب ہوا جب کمان دیکھی اپنوں کے ہاتھ میں

محمد عامر رحمان ۔لیہ۔ اور بشارت علی باجوہ کی شاعری

غزلیات

غزل

جو خیال تھے نہ قیاس تھے وہی لوگ ہم سے بچھڑ گئے
جو محبتوں کی اساس تھے وہی لوگ ہم سے بچھڑ گئے
جنہیں مانتا ہی نہیں یہ دل وہی لوگ ہیں میرے ہم سفر
مجھے ہر طرح سے جو راس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
مجھے لمحہ بھر کی رفاقتوں کے سراب اور ستائیں گے
میری عمر بھر کی جو پیاس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
یہ خیال سارے ہیں عارضی یہ گلاب سارے ہیں کاغذی
گل آرزو کی جو باس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
جنہیں کر سکا نہ قبول میں وہ شریک راہ سفر رہے
جو میری طلب میری آس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
میری دھڑکنوں کے قریب تھے میری چاہ تھے میرا خواب تھے
وہ روز شب میرے پاس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے

رائے اظہر مسعود آکاش

غزل

زندگی کی راہوں میں تم بھی چھوڑ گئے کیوں
بڑے ہمدرد بنتے تھے میرا دل توڑ گئے کیوں
تم پہ تو بڑے مان تھے میری امیدوں کو دکھی
اب کس سے گلہ کریں تم بھی منہ موڑ گئے کیوں
لوگ تو چلو لوگ تھے انہوں نے کیا جو کیا
بھری دنیا میں آج تم بھی تنہا چھوڑ گئے
تم تو کہتے تھے ہم وہ نہیں جو چھوڑیں اپنوں کو
اپنے واعدے اپنی قسمیں تم بھی توڑ گئے کیوں
واہ کیا پیار نبھایا تم نے اظہر دکھی
ہم کو راہ میں روتا ہوا چھوڑ گئے کیوں

اظہر سیف دکھی سکھیکی منڈی

ماں

دکھ کے لمحوں میں اک سہارا ماں ہے
میں اگر ڈوبتی کشتی ہوں کنارہ ماں ہے
ان کے قدموں میں جو جنت ہے تو مطلب یہ
آسماں سے رب سے اتاری ماں ہے
خوشبو ایسی کہ میری روح تک مہکی
روشنی ایسی کہ اس کا نور دھارا ماں ہے
تپتے صحراؤں میں کس طرح بھٹک سکتی ہے
مجھ کو جو راہ دکھائے وہ ستارہ ماں ہے
اس کے ہر دکھ کو میں لفظوں میں سمجھوں کیسے
میں نے اشکوں سے بس اک لفظ ابھارہ ماں ہے
سب نے یہ پوچھا کہ بھنور سے تو بچی کیسے
میں نے بے ساختہ یہ پکارا ماں ہے

فرخندہ جبیں بہاولپور

غزل

اچھا ہوا تو نہیں امید نہیں آس نہیں نہیں یاد
اب ہم تنہا ہوئے جینا تو سیکھ لیں گے ہم
پہلے ہر غم کی تشہیر کر دیا کرتے تھے ہم
اب غموں کو تو پینا سیکھ لیں گے ہم
جن کے آنے پہ تو نظریں چرا بیٹھی ہیں جب انہوں نے وفا کی تو دیکھ لیں گے ہم
جل چکا ہے آشیانہ حفاظت کیا ہے

ضرورت

ہر بڑھتے طوفان کو روک لیں گے ہم
پہلے کی طرح تیرے دھوکے میں نہ آئیں گے ہم
اپنی منزل کے لیے خود ہی سوچ لیں گے ہم
ڈاکٹر سدرہ سلطان پور

poetery

وہ انا پرست ہیں جو ہار کے بھی کہتے ہیں
وہ منزل ہی بدنصیب تھی جو ہم کو نہ پا سکی
قصور ہمارا تھا تو قصور ان کا بھی تھا
نگاہ ہم نے اٹھائی تھی تو وہ ہی جھکا لیتے
کیوں الجھتے ہو ان سوالوں میں
بے وفا تم ہنس تو چھوڑو ہم ہی ہوں اگے
ذکر جب چھڑ گیا قیامت کا
بات چھڑ گئی مدھوری تمہاری جوانی کی
عابد شاہ جڑانوالہ

نظم

یا رب کیوں روٹھے گا تو
اک بار نظر کرم کر دے
یارب میں ہار گئی ہوں خود سے
اب اور حوصلہ عطا کر دے
زندگی اب و میری الجھنوں میں پڑی ہے
یارب تو اب یہ الجھنیں ختم کر دے
اب تو یارب معاف کر دے سو کو
اپنے یار کے صدقے میں تو
عافیہ گوندل ۔ جہلم

کچھ پل

وہ پل سہانے بیت گئے جب ہم مسکرایا کرتے تھے
جب ہم خوابوں کو سجایا کرتے تھے
جب ہم اک دوسرے کی جان ہوا کرتے تھے
جب ہم بے خودی میں گنگنایا کرتے تھے
جب سحر و شام تیری یادوں میں ڈوبے رہتے تھے
کوئی لمحہ نہ تیری یاد سے خالی ہوا کرتا تھا
وہ دن سہانے بیت گئے

تم بن

تم بن دل کی دنیا اجڑ جائے گی
آنکھیں رونا جان جائیں گی
دنیا ویران ہو جائے گی
لب مسکرانا بھول جائیں گے
ہم جینا بھول جائیں گے
تم بن ہم مر ہی جائیں گے
کیسے جینا گوارہ کرے گا یہ دل تیرے بنا
جو تم ہم کو بھول جاؤ گے
تو ہم دنیا کو بھول جائیں
ماجدہ رشید ۔ لاہور

بتاتا نہ تھا

اپنے دل کے حالت وہ کسی کو دکھاتا نہ تھا
اسے کیا غم تھا وہ کسی کو بتاتا نہ تھا
خزاں کا موسم جب سے اس کا نصیب ٹھہرا
اسے تب سے کوئی اور موسم بھاتا نہ تھا
لوگوں کو ہنسانے کے واسطے زندگی بتا دی اس نے کتنا عجیب تھا وہ شخص جو خود مسکراتا نہ تھا
جانے کس کیا انتظار میں وہ بیٹھا رہتا تھا صبح شام
مثل مورت بنا وہ پلک بھی جھپکاتا نہ تھا
آج رہ کر یاد آیا وہ میرا ہم سفر آصف
جو دعا دے کر بھی دعا بتاتا نہ تھا

مان جانا

میں اپنی راتوں کی فرصتوں میں تجھے مناؤں تو مان جانا
اگر کسی دن میں اپنے آنسو بھی لے کے آؤں تا مان جانا
تو خوش نہیں ہے میری بقا پر تو صرف اتنا بتا دے مجھ کو
تیری خوشی کیلیے سولی پہ مسکراؤں تو مان جانا
تو بدگماں ہے میری وفا سے اک بار تو آزما لے مجھ کو
جو ہار جاؤں تو لوٹ جانا جو جیت جاؤں تو مان جانا
محمد آصف دکھی شجاع آباد

غزل

ریت جیسی محبت پانی جیسا ہوتا ہے

پیار کچے دھاگے جیسی ہوتی ہے
زندگی پتھر جیسا ہوتا ہے اعتبار
ناممکن ہو دونوں کا ملن بھی
چکور جیسی چاہت چاند جیسا ہوتا انتظار
ہے
پیار کرے جو پردیسی سے رہتی ہے
ماہی بے آب جیسی تڑپ مسافر جیسا ہوتا ہے بے قرار
عداوت الفت میں پتا نہیں چلتا زمانے کا
دیگر غیروں جیسی چوٹ اپنے جیسا ہوتا ہے تیمار دار
میرا جو بس چلتا تو تھرتھراتی لو شمع خلیل
کیوں کہ شمع جیسی روشنی پروانے جیسا ہوتا ہے طلبگار
خلیل احمد ملک شیدانی

غزل

جرم بس میرا اتنا تھا کہ میں نے
اس سے محبت کی تھی
اس کی راہوں میں پلکیں بچھائی تھیں
اس کی چاہت میں ہی سب کو بھلایا تھا
اس کی خوشی کی خاطر میں نے خود کو مٹایا تھا
میں نے اس کی وفا کی خاطر کتنی وفاؤں کو ٹھکرا دیا
میں نے اس سے پیار کیا تھا اصرار کیا تھا اور بے شمار کیا تھا
میری تو دنیا اس وقت ہی بدل گئی
تھی
جب اس نے کہا تھا میں نے تو تم سے مذاق کیا تھا
زارا
خرم شہزاد پاک آرمی

غزل

دل کے معاملات میں انجان تو نہ تھا
اس گھر کا فرد تھا کوئی مہمان تو نہ تھا
تھیں جن کے دم سے رونقیں شہروں میں جا بسے
ورنہ ہمارا گاؤں ویران تو نہ تھا
بانہوں میں جب لیا اسے نادان تھا بہت
جب چھوڑ کر گیا نادان تو نہ تھا
رستہ ہی ہی آ کے پوچھتا شہزاد حال دل
کچھ اس میں اس کی ذات کا نقصان تو نہ تھا
خرم شہزاد چاند پاک آرمی

غزل

تیری یاد بہت اب آنے لگی ہے
اک جان ہے وہ بھی جانے لگی ہے
تنہا تنہا اب رہنے لگا ہوں میں
تنہائی اب بہت تڑپانے لگی ہے
اس حال میں جینا مشکل ہے
ہر سانس تجھے بلانے لگی ہے
تیری یادوں کی جو خوشبو ہے
میری سانسوں کو مہکانے لگی ہے
کوئی لمحہ تیری یاد سے خالی نہیں
اب تو یہ آنکھ بھی اشک بہانے لگی ہے
اب لوٹ آ جا ہے تو لوٹ آؤ
اس دل کی دھڑکن بھی اب جانے لگی ہے
ملک علی رضا فیصل آباد

غزل

لباس تن سے اتار دینا کسی کو بانہوں میں ہار دینا
پھر اس کے جذبوں کو مار دینا
اگر محبت یہی ہے جانا
تو معاف کرنا نہیں ہے گناہ کرنے کا سوچ لینا
حسین کلیاں و بوچ لینا پھر اس کی آنکھیں ہی نوچ لینا
اگر محبت یہی ہے جانا تو معاف کرنا مجھے نہیں ہے
کسی کو لفظوں کے جال دینا کسی کو جذبوں میں ڈھال دینا
پھر اس کی عزت اچھال دینا اگر محبت یہی ہے جانا تو معاف کرنا مجھے نہیں ہے
اندھیری نگری میں چلتے جانا حسین کلیاں مچلتے جانا
اور اپنی فطرت ہے مسکرانا
اگر محبت یہی ہے جانا تو معاف کرنا مجھے نہیں ہے
سجا رہا ہے ہر اک دیوانا خیال حسن و جمال جانا
خیال کیا لے ہوس کا طعنہ اگر محبت نہیں ہے جانا تو معاف کرنا مجھے نہیں ہے
عارف شہزاد صادق آباد

غزل

دھواں دھواں سا ان آنکھوں میں خواب رہنے دو
ہماری ذات میں پھیلا عذاب رہنے دو
جھکی سی پلکوں پہ جذبوں کی لولرزتی ہے
حیا کا نظروں کے آگے عذاب رہنے دو
پھراس کے بعد تمہیں اور کچھ نہ بھائے گا
ہمارے چہرے کو دیکھو کتاب رہنے دو
نہ جانے کون سے لمحے میں کوئی لوٹ آئے
کھلا ہوا ہے اگر دل کا باب رہنے دو
اب اپنی یاد کی خوشبو بکھر بھی سکتی ہے
کتاب میں یہ سوکھا گلاب رہنے دو
محبتوں کا ادھورا سا سلسلہ ہی سہی
ہماری نظروں کے آگے سیراب رہنے دو
محبتوں کی تجارت سے ہم کو کیا لینا
عمر خسارہ ہے اس میں جناب رہنے دو

ایم عمر فاروق چانڈیو

غزل

پھر رات ہوئی پھر چاند نکلا پھر یادوں نے تیری دستک دی
خوشبو کے جھولے چل نکلے ہوا بننے سر گوشی کی
پھر آنسو میری آنکھوں سے بارش کی صورت بہنے لگے
اک نام لکھا تھا دیواروں پہ جو خوشبو کی صورت بکھر گیا
میں آدھی جاگی آدھی سوئی جو اس کی یادوں میں کھوئی
لفظوں کی مہک پھیل گئی جب یاد نے تیری دستک دی

ثوبیہ یاسمین کہوٹہ

غزل

تمہیں چاہتے ہیں کتنا بتا نہیں سکتے
تمہارے بنا یہ زندگی بتا نہیں سکتے
دل میں تصویر ہے صرف تمہاری
مگر وہ تصویر تمہیں دکھا نہیں سکتے
تمہاری یاد ہر وقت میرے ساتھ رہتی ہے
تمہیں ہی یاد کرتے ہیں پر اپنا نہیں سکتے
آنکھیں تمہاری دید کو ہمیشہ ترستی ہیں مگر تمہیں آنکھوں کی محبت دکھا نہیں سکتے
تم سمجھتے نہیں ہو ہماری محبت کو ایسی
اور وہ محبت ہم تمہیں دکھا نہیں سکتے

ابوبکر کراچی

غزل

ساتھ تمہارا دینا اور ساتھ تمہارا پانا ہے
پتھروں کے اس شہر میں اک کانچ کا گھر بنانا ہے
آسمانوں پہ جو رشتہ بنا اسے دنیا میں نبھانا ہے
اک نام تمہارا لکھنا ہے اک نام ہمیں بن جانا ہے
کچھ باتیں تم سے کرنی ہیں کچھ دل کا حال سنانا ہے
چپکے سے جو مانگی ہیں ان دعاؤں میں تم کو پانا ہے
تم روٹھ کے جس سمت جاؤ مجھے ساتھ تمہارا پانا ہے
تم لوٹ کے واپس آجاؤ مجھے زندگی تمہیں بنانا ہے

رخسار افضل، کہوروالی

غزل

اس کی ادا نے دیوان بنا دیا
ہمیں ہم سے ہی بیگانہ بنا دیا
بے خبر تھے پیار کی راہوں میں
اس کی اک جھلک نے مستانہ بنا دیا
نہ چاہنے کی کھائی تھی قسم کسی کو
آنکھوں کے خمار نے عاشقانہ بنا دیا
کر بیٹھے برباد اپنی چاہتوں کو
بے خودی کے نشے نے انجانہ بنا دیا
ہم تھے عادی اندھیری راہوں کے
شمع کے ذوق نے پروانہ بنا دیا
کر کے ناامید حسرتوں کی امنگوں کو
ویرانیوں کو اپنا آشیانہ بنا دیا
ٹپکتے ہیں ہر وقت آنسو آنکھوں سے
چھوٹی سی بھول نے افسانہ بنا دیا

جادو ایسا کیا جھیل سی آنکھوں نے
کنول
اپنے ہی گھر میں ہم نے میخانہ بنا
دیا

ایم افضل کھرل، عظیم والا

غزل

جو سر راہ دیا جلتا ہے
لگتا ہے کسی غریب کا جیا جلتا ہے
کوئی ایسا بھی ہو جو تم سے اتنا
پوچھے
اس طرح ستانے سے تجھے کیا ملتا
ہے
چند روز کے قصے کہانیاں ہیں
کون کسی کے ساتھ عمر بھر چلتا ہے
اتنی سی بات آج کا انسان نہیں
سمجھتا
کپڑے میلے ہوں تو کون گلے ملتا
ہے
عمر گنوادی ہم اک شخص کی تلاش میں
یاسین
لوگ کہتے ہیں ڈھونڈنے سے خدا
ملتا ہے

محمد یاسین مہلوآنہ موڑ

غزل

کبھی کبھی مجھے یہ احساس ہوتا ہے
تو جو پاس تھا تو سب میرا تھا
تو جو بچھڑا ہے تو کچھ بھی بچا نہیں
یہ دنیا یہ دولت یہ تیری محفل
سب کچھ تجھے مبارک
میں جا رہا ہوں مجھے بھول جا
بس اتنا مجھے بتا دینا کہ آخر محبت
جرم ہے تو کیوں
اس جرم کی سزا مجھے کیوں ملی
پیار تو تم نے بھی کیا تھا
پھر مجھے یاد آیا کہ تم نے تو مجھے چھوڑ
دیا تھا
پھر آج دسمبر کی رات میں نے
تیری تصویر کو دیکھا مجھے وہ سب
باتیں آنے لگیں کاش کہ میں بھی
بھول جاؤں تجھے
تیری طرح اپن تو بے وفا ہے مگر
میرا دل آج بھی تیرا
تنہا کی تنہائی میں صرف تیری
یادیں ہیں خدا تجھے تیری دنیا میں
خوش رکھے میں جا رہا ہوں مجھے
بھول جانا

امداد علی عرف ندیم عباس

چاند

ہاں مجھے چاند اچھا لگتا ہے
کیوں کہ ہم ایک سے مسافر ہیں
ایک سا مقدر ہے فرق صرف اتنا
ہے کہ میں زمیں پر تنہا ہوں
اور وہ آسماں پر

تجھے کیا خبر

تجھے کیا خبر تیرے عشق نے مجھے
کیسے ستا دیا
کبھی تنہائیوں میں ہنسا دیا کبھی
محفلوں میں رلا دیا تیرے عشق
میں کبھی یوں ہوا کہ نماز اپنی ہوئی
قضا
کبھی تیری ہی یاد نے مجھے اپنے
رب سے ملا دیا

فیضان ملک رحیم یار خاں

یاد

شام کے اجالوں میں اپنے نرم
ہاتھوں سے کوئی بات اچھی سی کوئی
خواب سچا سا کوئی بولتی خوشبو کوئی
کوئی سوچتا لمحہ جب بھی لکھنا چاہو
گے سوچ کے دریچوں سے یاد کے
خوابوں سے میرا نام چھپ چھپ
کر تم کو یاد آئے گا ہاتھ کانپ
جائیں گے شام ٹھہر جائے گی

سانحہ

تجھ کو چھوڑ کے آئی تھی جب آنکھ
میں غم کا پانی تھا
ہونٹ جو دیکھے پیاسے ہاتھ جو
دیکھے خالی
سارا جگ سوالی تھا دل میں جھانکا
خالی تھا

رینا محمود قریشی میر پور

غزل

اس گھر میں آسیب بناتے ہیں
نشیمن جس گھر میں بزرگوں کی
دعائیں نہیں ہوتیں
تم تو سمجھ رہے تھے نہ لائیں گے
تاب غم ہم نے تمہیں غم کا مسیحا نہ
سمجھا
زمیں نے آستانوں سے فلک کے
چاند تاروں میں
کوئی اہل وفا ڈھونڈو اگر ہم بے
وفا ہیں تو
ایک دن کی جو مل جاتی حکمرانی
مجھے قسم سے اس ملک میں تیری
تصویر کا سکہ چلتا

محمد قاسم رحمان ہری پور

غزل

تو جہاں رہے وہاں پیار ہو تیرے
ہر قدم پہ بہار ہو تیری آنکھ میں بھی
نمی نہ ہو تجھے جو لگے وہ نظر نہ ہو کسی
دکھ کو تیری خبر نہ ہو تیری راہ میں
قوس قزاح ہے راضی تجھ سے رب
کی رضا رہے خوشی تیرے پاؤں
کی دھول ہو یہ دعا میری قبول ہو
صنوبر جٹ ششماہی پل

غزل

وہ چیتل کا شجر وہ نہریا کا پانی
وہ پانی کی موجوں کی بہتی روانی
وہ روانی کے جیسے نار جوانی
جوانی کی آنکھوں میں پنہا کہانی
کہانیکا عنوان جفا دیکھتا ہوں
میں کیا کیا بتاؤں میں کیا دیکھتا
ہوں میں کیا دیکھتا ہوں میں نہر
کے کنارے لبوں کی خاموشی نظر
کے اشارے اشاروں کے مارے
وہ دونوں بیچارے
چلے جا رہے ہیں سہارے
سہارے میں منظر یہ پل پہ کھڑا
دیکھتا ہوں میں کیا کیا بتاؤں میں
کیو دیکھتا ہوں وہ لیکچر کے دوران
بے زار ہونا وہ اک دوجے کو پنسل
چبھونا وہ پنسل کے چبھنے سے گلنار
ہونا میں گلفام چہرا جھکا دیکھتا ہوں
میں کیا کیا بتاؤں میں کیا دیکھتا
ہوں وہ چائے کی میز پہ یادوں کی
باتیں روپے کی سگریٹ ہزاروں
کی باتیں وہ لمبی چمکدار کروں کی
باتیں وہ فرش زمیں پر ستاروں کی
باتیں میں نازوں کو بنتے گدا دیکھتا
ہوں میں کیا کیا بتاؤں میں کیا
دیکھتا ہوں
حماد ظفر ہادی گوجر

غزل

اب اکیلے رہنا سیکھ لیا ہے دل کی
باتیں خود سے کہنا سیکھ لیا ہے
ہمیں کسی کے کندھے کے
سہارے کی ضرورت ہی نہیں
آہستہ آہستہ چپکے چپکے رونا سیکھ لیا
ہے
کون بھلا کسی کے زخموں کو سی
پائے گا
اپنے زخموں کو اپنے ہاتھوں سے
سینا سیکھ لیا ہے
کون کسی کا زندگی بھر ساتھ دے
سکے گا
پل پل مرنا پل پل جینا سیکھ لیا ہے
ایم ابو ہریرہ بلوچ بہاولنگر

غزل

اعتبار کی دھول سے جب بھی تا
بدن
ہر بار گرے منہ کے بل ہر بار
اکھڑے قدم
یہ چاند تھا یا رات تھی یا خوشبو کی
بات تھی کہ آنکھوں سے اپنی دیکھ کر
بھی دھوکے میں آئے ہم یہ اجنبی
سا لہجہ یہ آنکھوں کی ویرانیاں یہ کچھ
بھی میرا اپنا نہیں سب تیرے ہیں
کرم حقیقت کی چبھن کرتی ہے
بڑا دل پہ اثر کومل
ہم خواب دیکھ کر آ گئے ہیں تنگ

غزل

ایک عرصے سے گم ہیں غموں کی
وادی میں ہمیں تو جیسے اب اپنی بھی
کوئی خبر نہیں ہے
تم جا سکتے ہو چھوڑ کر آج بھی ہمیں
تم پہ کوئی پابندی یا جبر نہیں ہے
ہاں کچھ اور دکھ ہیں میری منزل
کے راستے میں اب تو میرے پاس
کومل اپنی ہی نظر نہیں ہے
فاطمہ کومل صادق آباد

غزل

جینا تیرے بن یہ حوصلہ ہے میرا
تو بھل سکے تو بھول جا
میری سانس کٹے میری حیات
لٹے میں برباد ہو جاؤں
محو فریاد ہو جاؤں
گلیوں کی خاک ہو جاؤں یا جل
کے راکھ ہو جاؤں
میرا دل ٹوٹے ہاں میرا دل ٹوٹے
یہ معاملہ ہے میرا تو بھول جا
جا کسی گل بہار پر بھول جا میرا دل
دیوانہ میری چشم بیمار کبھی دیکھنا بھی
نہیں آنسوؤں کی قطار پر نہ جانا یاد
کر لینا مگر میرے پیار تک نہ جانا
جو تیرا فیصلہ ہے وہ میرا حوصلہ ہے
نہ شکوہ کسی سے نہ گلہ کسی سے تیرے
دل میں جگہ ہے میری یہی میرے
پیار کا صلہ ہے بس یہی صلہ ہے
سید ہمراز مظفر آباد

غزل

بزم دوستانہ بجی ہے بہار کی طرح
دل ٹوٹا ہے میرا اجڑے دیار کی

طرح گیا تھا ان کے شہر میں فقط
ان سے ملنے وہ مجھ سے لپٹ کر
روئے برسوں بچھڑے یار کی طرح
جن کو میں سمجھتا رہا بے وفا زندگی بھر
دوستو
وہ ہی میری مدد کو پہنچے مددگار کی طرح
کبھی غم دے کر رلاتے ہو کبھی
خوشیاں دے کر ہنساتے ہو تمہارا
سایا رہتا ہے ہمیشہ میرے اوپر
غمگسار کی طرح
تم خود سامنے نہ آؤ تیری صورت کو
بھی بھول جاتے ہیں
ہمیں ہر چیز میں نظر آتی ہے تیری
صورت اپنے دلدار کی طرح
اپنے غم بیچنے والو ستم گرو ہم غم
خریدتے ہیں تم غم بانٹتے ہو کم
روزگار کی طرح
اے ستم گرو رحم کرو ظلم نہ ڈھاؤ
تمہارے ستم سے خوشیوں بھرا دل
ہو جاتا ہے دل بے قرار کی طرح
کبھی آؤ نہ اس میرے گلشن میں
خیال جی
یہاں باد صبا چلتی ہے باد نو بہار کی
طرح

ہاشم یعقوب خیال مٹیلہ

غزل

سنو تم لوٹ آنا میرے ساتھی
میری یہ روح جسم سے پرواز کر
جائے تو لوٹ آنا
میری بے خواب راتوں کے
عذابوں پر سسکتے شہر میں تم بھی
ذرا سی دیر کو رکنا میرے بے نور
ہونٹوں کی دعاؤں پہ
تم اپنی سرد سی پیشانی رکھ کر رو دینا
بس اتنی سی بات کہہ دینا
مجھے تم سے محبت ہے

رابعہ ارشد منڈی بہاؤالدین

غزل

کسی سے یوں تعلق بڑھانا مجھے
اچھا نہیں لگتا
حد سے زیادہ ملنا ملانا مجھے اچھا
نہیں لگتا
پیٹ کی خاطر در در کی ٹھوکریں
کھاتے ہیں
ورنہ کسی کو بھی پردیس جانا اچھا
نہیں لگتا
جہاں ان کی آباواجداد کی قبریں
ہیں عاجز
آج بچوں کو وہ گاؤں پرانا اچھا
نہیں لگتا

حافظ محمد شفیق عاجز سلطانی

غزل

کتنا سوچتی تھی میں ان کے
بارے میں کتنا چاہتی تھی میں ان
کے ارادوں کو
وہ آئیں گے تو ڈھیروں باتیں
کریں گے
کسی شجر کی گہری چھاؤں میں
کسی ڈھلتے سورج کے سائے میں
بارش کی پڑتی تیز بوندوں میں
جب وہ ملنے آئیں گے تو سارے
غم مجھے بھول جائیں گے
کچھ وقت کی تیز رفتار تھی تب
کچھ ہم بھی جلد بازی میں تھے
وہ بھی راستہ بدل گئے
ہم بھی اس شہر سے واقف نہ تھے
سب اتنا سوچ کر خوش ہو گئے
کہ افسانہ ہی ہمارا ادھورا ہے

راشدہ شیر کھوہ جھمرہ

غزل

تیری یاد ہر پل رولاتی ہے
تیرے خواب شب بھر جگاتے ہیں
درد کا گیت تھا یا تھی کوئی غزل
جو تنہائی میں گنگناتے رہے
قدم دو قدم پہ تھی منزل مگر
جانے کیوں پھر قدم ڈگمگاتے
رہے
وہ غیروں کی محفل کا ساماں ہوئے
جن کی راہوں میں پلکیں
بچھاتے رہے

سیدہ جیا عباس کاظمی

poetery

ا کون ہے جس نے مئے نہیں چکھی
کون جھوٹی قسم اٹھاتا ہے
میکدے جو بچ نکلا ہے
وہ تیری آنکھوں میں ڈوب جاتا ہے
۲ کریں گے ترک تعلق یہ تم سے
وعدہ ہے
بدن سے سانس کا رشتہ تو ٹوٹ
جانے دو
۳ نہیں فرصت یقیں مانو ہمیں کچھ
اور کرنے کی تیری یادیں تیری
باتیں بہت مصروف رکھتی ہیں

کومل مہناز ڈی جی خان

جلتے خوابوں کی راکھ

تحریر: ملک عاشق حسین ساجد۔ ہیڈ بکائنی۔ 0308.6783157۔

محترم جناب شہزادہ التمش صاحب۔

جلتے خوابوں کی راکھ کی چوتھی قسط حاضر خدمت ہے بہت سارے قارئین اسے پوری دلچسپی اور محبت سے پڑھ کر اپنی رائے کا اظہار کر رہے ہیں ان میں تمام بہن بھائیوں کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور دل سے عید مبارک کہتا ہوں لاہور سے ریاض بھائی آپ کی بے لوث محبتوں کا مقروض ہوں۔ کشمیر سے محمد عثمان۔ محمد یونس ناز۔ فاروق آباد سے نزاکت علی سانول آزاد کشمیر سے تنویر احمد کراچی سے تانیہ لاہور سے ہی تانیہ ریشم۔ صوفی بشیر رحیم یار خان سے ثقلین تنہا حجرہ شاہ مقیم سے سونیا گجرات سے سہیل عامر منڈی بہاؤالدین سے سہیل عاجز سوہیل انجم۔ سندھ سے سمیع اللہ لاہور سے صدا حسین فیصل آباد سے شمائل کراچی سے بھائی شبیر احمد۔ حیدرآباد سے شاہد اداس۔ شاہد سلیم۔ پاکپتن سے شاہین بی بی ۔ بھکر سے شاہین کوثر۔ کلر کوٹ سے صفدر۔ ظاہر پیر سے سمیہ۔ میانوالی سے سمیع۔ وہاڑی سے ساجدہ کراچی سے سائرہ۔ اوکاڑہ سے رائے حق نواز۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ سے رشید احمد خانیوال سے راؤ مظہر الیاس ڈسکہ سے رانی خوشاب سے رئیس فیض بخش۔ کراچی سے عمیدہ کالاباغ سے نصرت۔ نصراللہ کھوسو شورکوٹ سے ناصر شہزاد۔ گجرات سے ندیم خان۔ جھنگ سے ندیم حیدر قصور سے نازیہ ۔ خانیوال سے مظہر حسین۔ فیصل آباد سے میاں طارق۔ تلہ گنگ سے حسرت عباس۔ چیچہ وطنی سے مسکان۔ اوکاڑہ سے مزمل نازش۔ بھکر سے ملک عمیر۔ جھنگ سے مصباح بی بی۔ گوجرانوالہ سے محمد ارشد ماریہ خان فیصل آباد سے منظور۔ کراچی سے ماجد خان عباسی۔ گوادر سے ماجد پنڈی سے ماہین لسبیلہ سے حق نواز اور محمد شاہد کشمیر سے محمد ساحل بھلوال سے محمد لقمان سرگودھا سے محمد فہیم۔ اسلام آباد سے کرن گل گلگت بلتستان سے خرم شہزاد۔ کشمیر سے خرم مغل خضر احمد۔ سرگودھا سے جیبہ۔ راولپنڈی سے عرفان ملک۔ دوبئی سے محمد شہزاد کنول۔ فیصل آباد سے عالیہ اور حکیم ایم جاوید نسیم چوہدری دعاؤں میں یاد رکھنے کا بے حد شکریہ۔ جھنگ سے حورین حسن۔ ظفر اقبال دوکوٹہ سے آفتاب شاد یدوبئی سے ہی مزمل رضا اور عبدالمجید کہانی کی پسندیدگی پر دل سے شکر گزار ہوں یہی محبت بھری گزارش کراچی سے راشدہ اور رانیلا کے نام پھر بھی آپ کا دل سے شکریہ کہ ہمیشہ یاد رکھتی ہیں لاہور سے محمد اختر۔ کراچی سے اللہ بخش اور محمد انور لاہور سے محمد اسد ملک محمد رمضان ممتاز نادر۔ فاروق آباد سے نزاکت علی کوئٹہ سے محمد آصف مرتضیٰ اظہر سیف دکھی رحیم یار خان۔ سے محمد ایوب راشد سلیم ساجد شاہد منیر کشمیر سے فائزہ بی بی پنڈی سے ماہین ماریہ بھکر سے شاہینہ کوثر۔ سانیہ چیچہ وطنی سے رخسانہ تونسہ شریف سے سید صفدر ملتان سے واقف ملتانی ندیم کنول اور محترمہ کنیز فاطمہ بلوچستان سے دین محمد بلتی۔ گوادر سے ماجد پنڈی سے ماہین لسبیلہ سے حق نواز اور محمد شاہد کشمیر سے محمد ساحل بھلوال سے محمد لقمان۔ اور اقرا ریاض۔

سرگودہا سے محمد فہیم۔اسلام آباد سے کرن گل گلگت ملتان سے خرم شہزاد۔کشمیر سے خرم مغل خضر احمد۔سرگودہا سے جہیہ۔راولپنڈی سے عرفان ملک۔دوبئی سے محمد شہزاد کنول۔دوبئی سے ہی مزمل رضا اور عبدالمجید کہانی کی پسندیدگی پر دل سے شکر گزار ہوں یہی محبت بھری گزارش کراچی سے راشدہ اور انیلا کے نام پھر بھی آپ کا دل سے شکریہ کہ ہمیشہ یاد رکھتی ہیں قبولہ شریف پاک پتن سے محترم ریاض حسین شاہد صاحب کافی عرصہ بیت گیا ہے آپ کی کوئی کاوش جواب عرض میں نہیں دیکھی۔تو آیئے ناں پلیز موسٹ ویلکم۔شدت سے منتظر ہیں۔راولپنڈی سے محترم محمد سلیم اختر اور رفعت محمود آپ تو سنئیر لکھاری ہیں اور مجھ جیسے بے شمار لوگوں اور بھی بے شمار ساتھیوں نے مجھے اچھا لکھنے پر مبارک باد دی سب کا بے حد شکریہ۔اور سب کو ہی سلام۔ادارے کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیے ہیں۔

پتہ نہیں کب ڈاکوؤں نے راہ فرار اختیار کی جب آنکھ کھلی تو اپنے آپ کو بالہ کے ہسپتال میں زیر علاج پایا ایک ڈاکٹر کی زبانی معلوم ہوا کہ چار روز قبل پولیس والے مجھے اور دیگر زخمیوں کو ہسپتال میں لے کر آئے تھے انہی میں سے ایک پولیس ملازم میرے سرہانے موجود تھا بعد ازاں اس کی زبانی پتہ چلا کہ اس رات ڈاکوؤں اور پولیس کے درمیان کئی گھنٹے فائرنگ ہوتی رہی۔اس فائرنگ کے دوران چار ڈاکو مارے گئے تھے ڈاکٹر نے پوری دلجمعی اور مخلصانہ فرض شناسی کے ساتھ ہماری مسیحائی کی جو ہر طرح سے قابل ستائش تھی میری طبیعت آہستہ آہستہ سنبھلنے لگی تھی۔

ایک روز میری فرمائش پر ہسپتال کی ایک نرس نے مجھے تازہ اخبار لا کر دیا میں نے تاریخ دیکھی تو ہونقوں کی طرح دیکھتا رہ گیا۔ستمبر کا مہینہ اختتام پذیر ہو رہا تھا اور عید الفطر کو گزرے بیس دن سے اوپر ہو گئے تھے ثمی سے ملاقات کے وعدے اور اسے ساتھ لے آنے کی تاریخ پندرہ روز قبل ہی گزر گئی تھی نجانے ثمی کے ساتھ کیا بیتی ہوگی اس نے میرا شدت سے انتظار کیا ہوگا۔کہیں دل برداشتہ ہو کر اس نے کوئی جذباتی قدم نہ اٹھا لیا ہو دل میں عجیب عجیب قسم کے خیالات آنے لگے زندگی میں مجھے پہلی بار اپنی شکست کا خیال آیا میں ہار گیا تھا تقدیر جیت گئی تھی اس روز میری آنکھیں شدت سے غم سے برس پڑی تھیں۔

ڈاکٹرز اور دیگر عملے نے میری ڈھارس بندھائی لیکن کسی کو کیا معلوم کہ میں کیا کچھ کھو چکا ہوں دل میں امید کی کرن باقی تھی اسی طرح تین ہفتے مزید میری مرہم پٹی اور علاج معالجے میں گزر گئے میرے جسمانی زخم بھر گئے تھے مگر دل کے زخم تازہ ہو گئے تھے جی تو چاہتا تھا کہ اڑ کر دیار محبوب پہنچ جاؤں۔مگر وسیلہ سفر ساتھ نہیں تھا ہسپتال سے فارغ ہوا تو میرے سیٹھ کی طرف سے ارسال کردہ ٹرک اور مزدوروں نے میرا استقبال کیا سیٹھ کا حکم تھا کہ ان کے ساتھ آموں کے ٹرک لوڈ کرا کر واپس چلا جاؤں جی تو نہیں چاہتا تھا کہ دوبارہ اسی جان لیوا علاقے کا رخ کروں جس نے میرا سب کچھ چھین لیا تھا مگر نہ چاہتے ہوئے بھی مزدوروں کے ساتھ باغ چلا گیا وہ اس لیے بھی ایک تو میں وہاں عزت کے ساتھ اپنی ڈیوٹی دے رہا تھا دوسرا میرے بقایا جات کا حساب وغیرہ بھی تو کرنا تھا۔اور یہ اس صورت بہتر تھا جب آموں کا سیزن نہ ختم ہوتا کیونکہ یہی ہمارا معاہدہ ہوا تھا اسی طرح کام کرتے کافی دن گزر گئے آم کا سیزن ختم ہوا تو میں نے سیٹھ سے حساب کتاب کا تقاضا کیا اور گھر آنے کی اجازت چاہی میرے سیٹھ نے مجھے پورے اڑھائی ماہ کی تنخواہ رقم دی اور کچھ تحائف بھی دیئے لہذا میں ان

سے اجازت لے کر واپس پنجاب روانہ ہو گیا میرا رخ گاؤں کی طرف تھا نہ کہ اپنے گھر کی طرف گھر تو میں بعد میں بھی جا سکتا تھا سب سے پہلے میں اپنی ثمی کی خبر لینا چاہتا تھا کہ وہ کس حال میں ہے اور اگر ممکن ہوا تو اسے میں لے کر واپس کراچی بھی جا سکتا تھا مگر یہ تو سب کچھ وہاں کی صورت حال دیکھ کر کچھ کیا جا سکتا تھا۔

ساری سفر کی مسافت ثمی کے بارے میں سوچتے ہوئے گزری رات نو بجے میں اقبال کے گھر تھا دروازے پر ہلکی سی دستک دی تو تھوڑی دیر بعد اقبال نے دروازہ کھولا مجھے پہچانتے ہی وہ دیوانہ وار مجھ سے لپٹ گیا بھابھی نے دیکھا تو بہت خوش ہوئی کافی دیر تک وہ مجھ سے گلے شکوے کرتے رہے کہ میں نے اپنی خبر نہ دی اور نہ انکی خیریت دریافت کی جب میں نے انہیں اپنی روئیداد سنائی تو ان کے سارے گلے شکوے اظہار تاسف میں بدل گئے۔ ڈھیر ساری باتیں کرنے کے بعد بھابھی جب سو گئیں تو میں نے اقبال سے ثمی کے بارے میں پوچھا۔

وہ کیسی ہے اور کس حال میں ہے کیونکہ میں ثمی کے بارے میں جاننے کے لیے بہت بیقرار تھا اقبال نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی پھر گویا ہوا۔

راول بھائی ثمی اب تمہاری نہیں رہی۔

یہ سنتے ہی زمین میرے پاؤں تلے سے نکلتی ہوئی محسوس ہوئی میں نے بمشکل اپنے آپ کو سنبھالا ۔کک۔۔کیا۔۔ہوا۔۔اسے۔

ہوا س باختہ مت ہو حوصلے سے سنو پھر اس نے دھیمے لہجے میں ٹھہر ٹھہر کر میری عدم موجودگی میں پیش آنے والے حالات سے پردہ اٹھانا شروع کر دیا۔

تمہارے جانے کے بعد ثمی نے ہمارے گھر آنا بالکل چھوڑ دیا تھا تمہارے بارے میں تو اس نے کبھی بات تک نہیں کی تھی میں سمجھتا تھا شاید اس نے حالات سے سمجھوتہ کر لیا ہے مگر حقیقتاً ایسا نہیں تھا۔ ایک روز تمہاری بھتیجی رانی ثمی کے گھر کھیل رہی تھی کہ ثمی کے پاس جا کر بیٹھ گئی ثمی شیشے کے سامنے بیٹھی رو رہی تھی اچانک ثمی نے شیشے کو دروازے کی دہلیز پر مار کر ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے بعد اس کی چھوٹی چھوٹی کرچیوں کو منہ میں رکھ کر اوپر سے پانی پی لیا پھر رانی کو مخاطب کر کے کہا۔

رانی کندو جب تمہارا چاچا راول مر گیا ہے تو پھر ثمی کو بھی اس دنیا میں زندہ رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں رانی نے اس کی حالت بگڑتی دیکھی تو بھاگتی ہوئی آئی اور مجھے بتایا میں نے اس کو زبان بند رکھنے کی سختی سے ہدایت کی پریشانی کے عالم میں میری جان نکلی جا رہی تھی ثمی جو تمہاری ذات سے بالکل لاتعلق ہو گئی تھی تمہاری موت کی جھوٹی خبر پر خودکشی کر لے گی میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ تو اس کی زندگی باقی تھی کہ عین اسی وقت اس کی ماں پہنچ گئی اور اس کے واویلا مچانے پر اسے فوراً شہر کے ہسپتال لے جایا گیا اپریشن کے ذریعے اس کے پیٹ سے شیشے کے ٹکڑے نکال لیے گئے ثمی کی زندگی تو بچ گئی مگر خودکشی کی کوشش بدنامی کا سبب بن گئی۔ پھر جتنے منہ اتنی باتیں۔

ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ مریض کی جذباتی کیفیت ابنارمل ہونے کی وجہ سے وہ دوبارہ بھی خودکشی کی کوشش کر سکتی ہے اس لیے بہتر ہے کہ کسی اچھے سے نوجوان سے اس کی شادی کر دی جائے جو مریض کا ہر طرح سے خیال رکھ سکے ثمی کے کزن جاذب سے اس کی منگنی بچپن ہی میں کر دی گئی تھی اس کی آمد متوقع تھی نجانے کس نے خط کے ذریعے جاذب کو خودکشی کے متعلق اطلاع کر دی کہ چند دن بعد جاذب کا خط آیا جس میں اس نے ثمی سے منگنی

توڑنے کا اعلان کر دیا راول بھائی ثمی تو تمہاری محبت میں اپنی ذات کو فراموش کر بیٹھی تھی اسے منگنی توڑنے کا اعلان بھلا کیا تکلیف دے سکتا تھا۔لیکن اس کیاں اپنی ممتا کے ہاتھوں مجبور بے بس ہو کر اپنی لاڈلی بیٹی کے غم میں گھلتی جا رہی تھی کہ جمشید فرشتہ بن کر اس کے سامنے آ گیا جٹ منگنی پٹ بیاہ کے مصداق ثمی گزشتہ دنوں جمشید کی شریک حیات بنا دی گئی۔اقبال جتنی دیر ثمی پر بیتے گئے واقعات سناتا رہا میری آنکھوں سے آنسوؤں کا سیل رواں بہتا رہا ثمی عظیم تھی جس نے اپنی محبت کی خاطر اپنی زندگی قربان کرنے کی کوشش کر ڈالی تھی کیونکہ جب میں طے شدہ پروگرام کے مطابق اسے لینے نہ آ سکا تو وہ سمجھ بیٹھی تھی کہ میں اس دنیا میں زندہ نہیں رہا ہوں تو پھر جینا اس کا کس کام کا میں مجبور بے بس ضرور تھا مگر بے وفا ہرگز نہ تھا ثمی سے محبت کا انمول رشتہ پہلے سے تھا مگر اب یہ رشتہ اور بھی مضبوط ہو گیا تھا میں نے اسے ہر حال میں حاصل کرنے کا تہیہ کئے ہوئے تھا لیکن اب میرا یہ ارادہ مزید پختہ ہو گیا تھا۔ میں نے اقبال سے اسی وقت ثمی سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔تو اقبال نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت تو نہیں ہاں کل کسی وقت دن یا پھر رات کو ملاقات کا وقت مل جانے پر طے کر لیں گے۔ میں نے اسے اپیل کی کہ میری آمد کو خفیہ رکھا جائے کیونکہ میں ثمی کی زندگی میں زہر نہیں گھولنا چاہتا تھا آمد کو خفیہ رکھنے کا مقصد یہ بھی تھا کہ اگر ثمی میرے ساتھ جانے پر رضامند ہو جائے تو تو کسی کا خیال میری ذات کی طرف نہ جائے رہا اقبال تو وہ میری ذات کے لیے زندگی بھر چپ رہ سکتا تھا۔ وہ رات میں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں جاگ کر گزاری مختلف قسم کے خیالات اور سوچوں نے بے چین کئے رکھا جس کی خاطر میں نے اپنا کامیاب مستقبل قربان کر کے کراچی جیسے دور دراز شہر میں بہت عرصہ گزار آیا تھا اپنی ثمی کی خاطر طویل سفر کر کے آیا تھا یا پھر جس ہستی کی خاطر میں نے قانون اور مذہب کے احکامات کو پس پشت ڈال دیا تھا وہ ہستی اب میری نہیں رہی تھی اپنے والدین کی خواہش کا احترام نہ کر کے اپنی محبت کو ترجیح دی تھی مگر اب وہی ہستی کسی اور کی ہو گئی تھی خدا جانے اب وہ میرے ساتھ رہنے پر راضی بھی ہو گی یا مشرقی روایات کے تحت اپنے مجازی خدا کے ساتھ زندگی بھر ساتھ مرنے اور جینے کا عہد کر چکی ہو گی اگلا دن سارا ہی میں نے اقبال کے گھر میں گزار دیا تھا دن کو ملاقات کی کوئی صورت نہ نکلی تو میری قوت برداشت جواب دے گئی ثمی سے ملنے کے لیے میں نے اقبال کے آگے منت اور التجا کے طور پر ہاتھ جوڑ دیئے۔

خدارا کچھ کرو اقبال میں بہت مجبور ہوں پلیز ثمی سے ملاقات کا کوئی پروگرام بنا دو۔ ورنہ میں مر جاؤں گا اقبال نے میری جذباتی کیفیت اور دیوانگی کا احساس کرتے ہوئے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا راول بھائی ٹھیک ہے میرا جمشید کو یہاں سے چار میل دور ایک ڈاکٹر کے پاس رانی کے لیے دوائی لے آنے کی اپیل کرتا ہوں کہ رانی کے پیٹ میں شدید درد کا کہتا ہوں کم از کم اسے ڈاکٹر کے پاس آنے جانے میں دو سے تین گھنٹے لگ ہی جائیں گے تم اتنی سے کم دیر کے لیے ثمی سے مل کر واپس آ جاؤ گے۔

اگلے ہی لمحے اقبال نے ایسا ہی کیا تو جمشید فوراً اپنی سائیکل نکال کر گاؤں سے چند میل دور ڈاکٹر سے رانی کے پیٹ درد کی دوائی لینے چلا گیا۔ میں نے اقبال کو ہدایت کی کہ وہ جمشید کی واپسی تک اس راستے پر بیٹھ جائے جب جمشید جلد آ بھی جائے تو وہ کسی دوسرے نام سے آواز دے دے میں سمجھ کر باہر نکل آؤں گا یہ کہہ کر میں ثمی کے گھر پہنچا

چار دیواری پھلانگی اور کمرے کے دروازے پر دستک دی دل اچھل کر حلق میں آرہا تھا چار سو گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا اور دوسری گلی میں کتے کے بھونکنے کی خوابیدہ سی آواز سنائی دے رہی تھی آسمان پر تارے شمار ہے تھے اوائل کا چاند شب کے آغاز میں ہی ڈوب گیا تھا ہر سو گہری تاریکی کا راج تھا ثمی کے آنگن میں اندھیرا تھا جبکہ کمرے کے اونچے روشندان سے چھن چھن کر آنے والی روشنی پتہ دے رہی تھی کہ اندر لیمپ ہے روشن ہے ہلکی سی چرچراہٹ سے دروازہ کھلا کسی نے گلا کھنکار کر صاف کیا اور میرے پورے بدن میں ایک سنسنی سی دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی مجھے لگا کہ جیسے سارے جسم کا لہو پنڈلیوں سے نچلے حصے میں آکر ٹھہر گیا ہے۔ دن کو تیز دھوپ محسوس ہوئی اور رات کو ٹھنڈک کا احساس ہوتا جیسے جیسے قدموں کی چاپ دروازے کے قریب آتی گئی میرے بدن کی ساری قوت خوف اور رسوائی کے تصور سے مفلوج سی ہوتی گئی گلے میں کوئی چیز پھانس بن کر اٹک گئی۔

کون۔ مترنم سی آواز نے تھرا کر پوچھا۔ یہ وہی آواز تھی جس کو سننے کے لیے میرے کان مہینوں سے بے چین تھے میں بھلا اس مانوس سی آواز کو کیسے بھول سکتا تھا۔

ش۔۔ش۔ ثمی۔ دروازہ کھولو۔

۔۔م۔ میں۔ راول ہوں۔ میری سرگوشی پر نما آواز پر وہ چونکی۔

ک۔ کک۔ کون راول۔ اس کے لہجے میں حیرت کے ساتھ ساتھ درد بھی سمٹ آیا۔

ہاں ثمی میں تمہارا راول ہوں۔ میں نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔ ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ کے ساتھ دروازے کی زنجیر کھلی ایک پٹ وا ہوا اور سامنے کمرے کے کھلے دروازے سے سفر کرتی روشنی اس کھلے کواڑ سے ثمی کے ساتھ باہر برآمد ہوئی ایک کواڑ مکمل کھلا اور دوسرے کواڑ کو پکڑے ثمی نے باہر جھانکا پہچان لینے میں ذرا بھر بھی دیر نہ لگی۔

راول۔ بے اختیار اس کے لبوں سے نکلا اور وہ چھپاک سے پوری کی پوری اندر سے برآمد ہوئی اور دیوانہ وار میرے گلے سے لپٹ گئی۔ تم کہاں تھے راول اب آئے ہو جب سب کچھ لٹ چکا ہے۔ ثمی نے دیوانہ وار اپنے گرم ہونٹ میرے کھردرے چہرے سے رگڑ ڈالے۔

تمہیں نہیں پتہ ثمی میرے ساتھ کیا گزری ہے ورنہ میں اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق تمہیں ضرور لینے آجاتا۔ ایک ایک پل تڑپتے ہوئے گزرا ہے میرا۔

ہاں تم سناؤ کیسی ہو۔ ٹھیک تو ہو ناں۔ میں نے اس کے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا جہاں مجھے ویرانی ہی ویرانی نظر آرہی تھی۔ ثمی نے وضاحت کی۔

راول میں پرائی ہوگئی ہوں تمہارا انتظار کرتے کرتے میں موت کے منہ بیماری کے ہاتھوں جا پہنچی طبیعت ذرا سنبھلی تو بیاہ کر کے گھر والوں نے سکھ کا سانس لیا۔ اور ویسے بھی طے شدہ تاریخ کو تمہارا نہ آنا میرے لیے مایوسی کا سبب بنا۔ پھر نہ چاہتے ہوئے زندہ لاش کی طرح اس گھر میں آگئی راول تقدیر نے ہمارے تمام خوابوں اور خواہشوں کو چکنا چور کر دیا ہے ہمارے ساتھ بہت ظلم کیا گیا ہے۔ بہت ظلم۔ اس نے چند جملوں میں اپنی روائیداد بیان کر ڈالی اور شدت غم سے وہ رو پڑی اچانک ایک خیال بجلی کی کوند کی طرح میرے ذہن میں لپکا۔ جو کام کل کرنا ہے کیوں نہ آج ہی کر لیا جائے۔ میں نے اسے اپنے بازوؤں کے حصار سے آزاد کیا اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کی پوروں سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا رو مت ثمی حوصلہ رکھو جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ میں تمہیں

لینے آیا ہوں چلو اپنے پیار اور نئی زندگی کے سفر کا آغاز کرتے ہیں ہم ایسی جگہ چلیں گے جہاں کوئی ہمیں دیکھ نہیں سکے گا۔ سماج کی نظروں سے دور اپنی دنیا بسائیں گے چلو۔

مگر راول میرا نکاح ہو چکا ہے مذہباً اور قانوناً جرم اور گناہ ہوگا۔ ثمی نے پریشانی کے عالم میں دلیل پیش کی۔

محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے لہٰذا اس کا حل بھی کر لیں گے تم یہاں سے نکلنے کی کر و دیر نہ کرو کیونکہ یہ باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔

ہاں اس بار ہم نے دیر کر دی تو ہم زندگی بھر نہیں مل سکیں گے کیونکہ جب کرنا ہی یہی ہے تو پھر دیر کیسی پلیز چلو میرے ساتھ میں نے محبت بھرے انداز میں سمجھاتے ہوئے اسے کہا۔

ٹھیک ہے راول میں کل بھی تمہاری تھی اور آج بھی تمہاری ہوں مگر ٹھہرو کا کہہ کر ثمی تیزی سے اندر پلٹ گئی ایسے میں گلی میں کسی جانور کے بھاگے ہوئے قدموں کی آواز اس طرف آنے لگیں جس کے تعاقب میں کتا بھونکتا ہوا آ رہا تھا۔ قریب آنے پر دکھائی دیا کہ وہ کسی کا گدھا بھاگ رہا تھا اور کتا اس کا تعاقب کرتے ہوئے اس پر بھونک رہا تھا۔ میں نے کھلے کواڑ سے اندر داخل ہو کر خود کو چھپایا اور کواڑ کو ہاتھ سے بند کر کے اسی حالت میں کھڑا رہا۔ کتے کے بھونکنے کی آواز گدھے کے قدموں کی آواز اگلی گلی میں کہیں روپوش ہو گئی تو کواڑ کھول کر باہر آ گیا میری پیشانی اور کندھوں پر پسینہ آ رہا تھا۔ ایسے میں ثمی بڑی سی چادر اوڑھے کمرے سے برآمد ہوئی کمرے کا دروازہ لاک کیے بغیر کنڈی لگا کر بند کیا اور بیرونی دروازے کی طرف گردن جھکائے چادر کا پلو سنبھالتی ہوئی میرے ساتھ بھاگ سی پڑی۔ انجانا سا خوف انجانی سی خوشی اور حیرت کی ملی جلی حالت میں ہم

دونوں گلی میں ایک دوسرے کے ساتھ آگے بڑھنے میں آگے تھے۔ جو کچھ ہم کر رہے تھے اس کی نہ تو کوئی قانون اجازت دیتا تھا اور نہ ہی ہمارا مذہب محبت کے اندھے اور بے لگام جذبے نے جمشید سے دوستی کے رشتے اور تقاضے کو بھی پس پشت ڈال دیا تھا۔ راستے اور مستقبل میں پیش آنے والے مسائل مشکلات اور حالات سے قطع نظر مقدر کے رحم و کرم پر جو کسی طور بھی محبت کرنے والوں کے حق میں نہیں رہا ہم بستی کے شمالی حصے کی طرف جا رہے تھے اس گلی میں میرے دوست اقبال کا مکان تھا جس کی بیٹھک میں بتی روشن تھی اور وہاں میرا بستر لگا تھا اقبال نے ثمی کے شوہر جمشید کو دوائی لے آنے کے بہانے سے بھیج کر مجھے ثمی سے ملنے کا موقع فراہم کیا تھا مگر اسے کیا پتہ تھا کہ میں کیا کرنے والا ہوں اب وہاں سے گزرتے ہوئے میرے ضمیر پر وزنی بوجھ تھا کہ میں اس کے اعتماد کو قدموں تلے روندھ کر اپنی خوشی پوری کرنے جا رہا تھا مگر کیا کریں کبھی کبھی انسان خودغرضی اپنانے پر بھی مجبور ہو ہی جاتا ہے۔ ہمارے بچھڑے دلوں کے زخم مندمل ہو رہے تھے مگر عجیب اتفاق تھا کہ ہمارے پیٹ اور ٹانگ کے زخموں سے ٹیسیں اٹھنا شروع ہو گئی تھیں۔ ثمی کے اپریشن زدہ پیٹ کے ٹانکے ابھی ہرے ہی تھے مگر وہ کسی تکلیف کی پرواہ کیے بغیر میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیئے تیز تیز چلتی جا رہی تھی منزل انجان تھی اور دور بھی مگر ہمیں پڑاؤ کہیں نہیں کرنا تھا پڑاؤ کی صورت میں ہم پکڑے جاتے اور ان حالات میں پکڑے جانے کا انجام بھیانک موت سے کم نہ تھا۔ رات کی تاریک میں ہمارا سفر تیزی سے جاری تھا ہم بستی کے آخری کنارے پر پہنچے کہ ہمیں مشرقی جانب سے چوکیدار کی آواز سنائی دی جو ٹارچ جگائے گلی میں لاٹھی لیے اسی جانب آ رہا تھا جاگتے رہنا بھائیو جاگتے رہنا۔ کی

آواز سن کر ثمی اور میرے ہوش اڑ گئے ثمی کی ایک
ہلکی سسکی سی نکلی اور وہ چونک کر مجھ سے آلگی تھی
میں نے اسے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ڈھارس دی
جہاں گاؤں کی آبادی ختم ہوئی تھی وہاں سے کھیتوں
کا سلسلہ شروع ہوجاتا تھا ایک طرف اونچے کماد کا
کھیت تھا اور دوسری طرف کپاس کے گنجان دراز
پودے تھے ہم کماد اور کپاس کی درمیانی پگڈنڈی کا
راستہ اپنانا چاہتے تھے تیزی سے بستی کی بیرونی گلی
پار کی اور کماد کی آڑ لے کر پگڈنڈی میں داخل
ہوگئے اسی لمحے چوکیدار کی روشن ٹارچ ہماری
طرف اٹھی مگر تب تک ہم کھیتوں میں داخل ہوچکے
تھے میں نے پلٹ کر گلی کی طرف جھانکا تو ٹارچ کی
لرزتی ہوئی روشنی تیزی سے آگے بڑھتی ہوئی گلی
میں واضح ہورہی تھی۔ چوکیدار ہمیں دیکھ چکا تھا۔
اوراب وہ ہمارا تعاقب کرنے کی کوشش
کررہا تھا۔ دوایکڑ کا فاصلہ ہم نے بھاگتے ہوئے
تنگ سی ڈنڈی پر طے کیا پھر ایک پانی کا کھال عبور
کیا جس میں پانی کھڑا تھا۔ پہلے خود چھلانگ لگا کر
میں نے اسے پار کیا پھر ثمی کا بازو پکڑ کر اسے پار
کرایا۔ اس کی چوڑیوں بھری کلائی مضبوطی سے
تھام کر اسے سنبھالا دیا وہ لمحہ جب وہ نالہ عبور کرتے
ہوئے ہوا میں تھی اس کی چادر کا پلو ڈھلک گیا تھا
اوئی اللہ اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ ایسے
میں چوکیدار کی ٹارچ نے ہمارا تعاقب اپنی روشنی
کی صورت میں کیا مگر روشنی ہم تک نہ پہنچ سکی کماد
اور کپاس کے پودوں نے اس کی راہ روک لی
ہمارے سامنے کھڑے درختوں پر پڑنے والی روشنی
بتارہی تھی کہ ٹارچ کا رخ اس طرف کچھ لمحوں کے
لیے کیا گیا تھا پھر وہی تاریکی ہر سو چھا گئی سڑک پر
سفر کرنا انتہائی خطرناک تھا لہٰذا ہم نے فیصلہ کیا کہ
شہر تک کا فاصلہ کھیتوں کے بیچ طے کیا جائے رات
کی تاریکیوں میں ایسے سفر کرنا ویسے بھی خطرناک
ہوتا ہے ہم تو ویسے بھی چور تھے رات کے عالم میں
گہری تاریکی اور پگڈنڈیوں پر چلنا خاصا مشکل تھا
مگر ہم ہانپتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے
کئی بار تنگ ڈنڈی پر چلتے ہوئے ہمارے پاؤں
پھسلے ہم بری طرح لڑکھڑائے کئی بار گرتے گرتے
بچے مگر ایک دوسرے کا سہارا لے کر آگے پیچھے ہوکر
چل رہے تھے کیونکہ رستہ اتنا تنگ تھا کہ ہم ایک
دوسرے کا ہاتھ تھام کر برابر نہیں چل سکتے تھے بستی
سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں اور وقفے وقفے
سے گدھوں کے ہنہنانے کی آوازیں لمحہ بہ لمحہ ہم
سے دور ہوتی جارہی تھیں کماد سے گیدڑوں کے
چلانے کی آوازیں وقفے وقفے سے ابھرتیں ایک
بار تو یہ آوازیں ہمارے اتنے قریب سے ابھریں
کہ ہم چونک کر ٹھٹک گئے گیدڑوں نے بھی ہماری
موجودگی کی بو پالی تھی اور ہم سے ڈر کر کماد سے نکل
کر پگڈنڈی پر آئے اور پھر بھاگ کر کپاس کے
کھیت میں گھس گئے پھر آگے چل کر کماد کا کھیت ختم
ہوگیا اور ادھر بھی کپاس کے کھیت شروع ہوگئے۔
آپریشن اور بیماری کے بعد میری طبیعت میں خاصی
کمزوری آگئی تھی یہی حالت ثمی کی بھی تھی دوسرا وہ
صنف لطیف بھی تھی دو میل کی مسافت طے کی تھی کہ
ثمی تھک کر بیٹھ رہی اس کے پاؤں میں کہیں موچ
آگئی تھی کیونکہ کئی بار وہ لڑکھڑا کر گری تھی خود
میرے بھی پاؤں شل ہونے لگے تھے لہذا میں بھی
لمحہ بھر کے لیے ٹھہر گیا اب آگے فصلیں نہ تھیں کلاٹھی
زمین تھی جس پر چلتے ہوئے پاؤں کلر شور میں دھنس
دھنس جاتے تھے ثمی ہانپنے لگی تھی اس کا ایک ہاتھ اس
کے پیٹ پر تھا اور وہ درد سے کراہنے لگی۔
مجھ سے اب نہیں چلا جاتا راول۔ ثمی نے بے
چارگی سے کہا مجھے اس پر ترس آگیا۔ میں نے اسے
دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔
ثمی ہمت کرو تھوڑی دیر تک ہم پکی سڑک پر

پہنچ جائیں گے تو کوئی سواری مل ہی جائے گی اور ہم رات بھر میں خطرے کی حالت سے باہر نکل جائیں گے۔

تھوڑی دیر بعد ہم پھر چلنے لگے لیکن اس مرتبہ ہماری رفتار میں پہلے والی تیزی نہیں تھی رات کا گہرا سناٹا ہر سو پھیلا ہوا تھا اجنبی دیس کے کٹھن راستوں پر چلنا ہم دونوں کے لیے زندگی میں پہلا اتفاق تھا اور یہی وجہ تھی کہ ہم ماحول اور علاقے سے فکرمند ضرور تھے مگر ہم کچھ دیر کے لیے ستا کر پھر نئے عزم کے ساتھ چل رہے تھے اگر یوں سمجھیں کہ ہم موت کے منہ میں جا رہے تھے تو غلط نہ ہوگا۔ پکی سڑک پر پہنچ کر ہم ٹیکسی یا کوئی دوسری سواری کے ذریعے کہیں نہ کہیں محفوظ مقام پر جا سکتے تھے۔

اچانک سامنے سے بھاگتے ہوئے تین گیدڑ ہم سے آٹکرائے ہم چیختے ہوئے اچھل پڑے گیدڑ بھی ہمیں سامنے پا کر بوکھلائے ایک گیدڑ میرے قدموں سے ٹکرا کر دوسری طرف لڑھک گیا میں بھی چیخ کر گر گیا اور ثمی بھی چیختے ہوئے میری کمر پر آرہی دوسرے دو گیدڑ بھی ایک دوسرے سے ٹکرائے اور لڑکھڑاتے ہوئے ہم پر غرائے اور پھر تینوں ہی جنوبی طرف بھاگ نکلے۔ ثمی قدرے لنگڑا کر چل رہی تھی رستے میں ہمیں ایک سوکھا ہوا جوہڑ بھی عبور کرنا تھا جو دو ایکڑ کے رقبے میں پھیلا ہوا تھا اور اس میں ہر سو خاردار جھاڑیاں اور سرکنڈے کے بلند پھیلے ہوئے پودے تھے جن کے بیچ چکراتے ہوئے چلنا پڑ رہا تھا ثمی میرا بازو پکڑے بڑے محتاط انداز میں چل رہی تھی تاروں کی مدھم روشنی بس اتنی تھی کہ دو گام تک دیکھا جا سکتا تھا ایک بھاری سرکنڈے کو عبور کیا تو خوفناک پھونکار نے ہمارا استقبال کیا کالا ناگ پھن پھیلائے ہوئے دیئے کی طرح جلتی آنکھوں کے ساتھ ہماری راہ میں حائل کھڑا تھا میرا دل دھک سے رہ گیا اور ثمی کی دبی دبی سی چیخ نکل گئی سانپ زمین سے دو فٹ اوپر پھن پھیلائے خوفناک انداز میں پھنکار رہا تھا اور سرکنڈے کے چند تار ہوا سے لرزتے ہوئے اس کے اور ہماری راہ میں حائل تھے ثمی میری کمر سے آ لگی اور تھرتھر کانپنے لگی میں دھیرے دھیرے پچھلے قدموں کھسکنے لگا۔

ثمی آہستہ آہستہ پیچھے ہوتی چلو ناگ بہت بڑا ہے ہمیں راستہ نہیں دے گا۔ بلکہ کاٹ کھانے کو دوڑے گا میں نے ثمی سے کہا اور ہم سرکنڈے کی آڑ لیتے ہوئے دو قدم تک پیچھے آ کر ناگ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے مگر اس کی پھنکار ابھی تک ہمیں صاف سنائی دے رہی تھی سرکنڈے کے مخالف سمت پہنچ کر شمال کی طرف بھاگ پڑے ہمارے بھاگتے قدموں کی آوازیں سن کر ایک جھاڑی کے عقب سے سیہہ برآمد ہوئی جس کے جسم پر لمبے لمبے نوکیلے کانٹے ہوتے ہیں اور یہ فصلوں کو بہت نقصان پہنچاتی ہے اور جب یہ خطرہ محسوس کرتی ہے تو زوردار آواز سے اپنے جسم کے کنڈے کھڑے کرتی ہے ہماری بو پا کر سیہہ نے کڑکڑاتی ہوئی آواز میں اپنے کانٹے کھڑے کئے اور ہمیں دھمکانے کی کوشش کرتے ہوئے ہماری راہ روک لی۔ ہم پھر اس اچانک افتاد پر بوکھلا کر پیچھے پلٹے اور مشرقی حصے کی طرف لپک پڑے خوف و ہراس سے پورے بدن میں سنسنی دوڑ رہی تھی اور جسم پسینے میں تر ہو رہے تھے اس پراسرار جوہڑ میں چکراتے ہوئے کافی دیر بعد ہم پار اترنے میں کامیاب ہوئے تھکن سے جسم چور چور اور پیاس سے گلا خشک ہو رہا تھا۔ اب پھر سے فصلوں سے بھرے کھیتوں کا سلسلہ شروع ہوا یہ دھان کے کھیت تھے جو پانی سے لبالب بھرے ہوئے تھے اور ہم برائے نام پگڈنڈی پر چل رہے تھے کتوں کے بھونکنے کی آوازوں نے ہمیں چونکا دیا سامنے درختوں سے

گھری کوئی چھوٹی سی آبادی کے آثار نمودار ہو رہے تھے جو کسی زمیندار کی گوٹھ تھی پھر سامنے سے کسی کی آمد کا احساس ہوا تو ہم بھاگ کر ایک گھنے پیڑ کی چھاؤں بھرے گہرے اندھیرے میں چھپ کر بیٹھ رہے دو شخص ایک بھینس کو لے کر ہمارے قریب سے گزرے ان کا رخ اس جوہڑ کی طرف تھا جدھر سے ہم گزر کر آرہے تھے رات کے اس وقت بھینس لے کر جانے والے کوئی مویشی چور ہی ہو سکتے تھے جو بھینس چوری کر کے لے جا رہے تھے جب وہ کافی آگے نکل گئے تو ہم نے پھر سے اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔ مگر ابھی ایک ایکٹر کا فاصلہ ہی طے کیا ہو گا کہ سامنے آبادی سے کچھ لوگوں کے چلانے کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ چور چور۔ چور اور ساتھ ہی تین چار ہوائی فائر بھی کیئے گئے ہمارے دلوں کی دھڑکن تھم سی گئی اور سانس رکتی ہوئی محسوس ہونے لگی تمی خوف سے چیخ سی پڑی اور کراہ کر نیچے بیٹھ گئی۔

خدا کے لیے تمی یہاں نہ بیٹھو ہم مغرب کی طرف جانے کے بجائے جنوب کی طرف نکلتے ہیں چوروں کا تعاقب کرتے ہوئے لوگ یقیناً اس رستے پر آئیں گے اور ہم مصیبت میں پھنس جائیں گے میں نے تمی کو واسطہ دے کر منت کرتے ہوئے سمجھایا۔ اور اس کا بازو پکڑ کر جنوبی فصلوں کو تقسیم کرنے والی پگڈنڈی پر ہو لیے جو بہت تنگ اور ناہموار تھی ہمارے پاؤں بار بار پھسل کر پانی سے بھرے کھیت میں اتر جاتے کیچڑ سے جوتے اور کپڑے لبریز ہو گئے اور چلنا عذاب ہو گیا پھر ہم نے جوتے اتار کر ہاتھوں میں پکڑے کپڑوں کو اوپر اڑوس کر بہتے ہوئے نالے کو پانی میں اتر کر پار کیا سامنے کپاس کا کھیت تھا اس میں چلتے ہوئے ابھی دو ایکٹر کا فاصلہ طے کیا ہو گا۔ کہ لوگوں کا شور جو ٹارچ اور لالٹین روشن کیئے اسی پگڈنڈی سے گزرتے دکھائی دیئے جس رستے پر ہم جا رہے تھے اور بھینس چوروں سے ہمارا ٹکراؤ ہوا تھا فائرنگ کرتے اور چور چور کی آوازیں لگاتے لوگ آگے نکل گئے تو ہم نے پھر مغرب کی سمت کا رخ اختیار کیا اور اس گوٹھ سے کافی آگے جا کر پھر اس سیدھے راستے میں ہو لیے جو باقاعدہ ایک راہگزر تھی مزید ایک میل کی مسافت طے کر کے ہم اپنی منزل کے قریب پہنچے تو ایک نالے میں کھڑے پانی سے کیچڑ آلود کپڑے اور کیچڑ سے بھرے جوتے اور ہاتھ منہ دھو کر ہم روڈ کی طرف بڑھے جو سنسان پڑا تھا ایسے میں دو گھوڑ سوار اس کی راہگزر سے برآمد ہوئے جس پر سفر کرتے ہوئے ہم دور تک پہنچے تھے گھوڑوں کی ٹاپیں سن کر ہم نے سڑک کنارے کھڑے شیشم کے تنے سے لگ کر خود کو محفوظ کیا بھاگتے ہوئے گھوڑے آگے بڑھ گئے تو ہم نے قدرے سکون کا سانس لیا۔ مگر اگلے ہی لمحے ایک ڈھلوان راستے پر تمی گری اور گرتی ہی چلی گئی اف اللہ میں مر گئی۔ ایک ہلکی سی چیخ فضا میں بلند ہوئی جو میرے دل کے پار ہو گئی تمی درد کی شدت کے باعث پیٹ پر ہاتھ رکھے سسکنے لگی تو میرا دل بھر آیا اور میری آنکھیں بھی نمناک ہو گئیں اس کے پاؤں سوج رہے تھے اور رات بھر کا جانسگل سفر کرنے سے نازک پاؤں میں آبلے سے پڑ گئے تھے نقاہت اور تھکن سے میں بھی چور چور تھا وہ میری خاطر اپنا سب کچھ داؤ پر لگا کر میری محبت میں اتنے کڑے امتحانوں سے گزر رہی تھی اور میں اسے پالینے کی خوشی میں یہ سب کچھ گراں نہ گزر رہا تھا۔

تمی میری جان۔ رو مت ورنہ میرا دل پھٹ جائے گا۔ میں نے اس کے حسین چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں کے حصار میں لیتے ہوئے کہا۔ میرے لرزتے ہوئے ہونٹوں اور آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو دیکھ کر وہ تڑپ اٹھی اور کہا۔

مجھے تسلی دیتے ہو مگر خود بھی تو رو رہے ہوناں۔

میرے دل میں تم رہتی ہو ثمی تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو میں روؤں نہ تو اور کیا کروں ۔میں نے دل میں اٹھتی ہوئی درد کی لہر پر جبر کرتے ہوئے کہا۔

راول۔تمہاری جھولی میں مجھے موت آجائے تو سمجھ لوں گی مجھے میری منزل مل گئی ہے وہ میری گود میں سر رکھے خاک کے بستر پر پلکیں موندے لیٹی تھی اور میں اس کی زلفوں کو سنوارتا ہوا بڑے پیار سے اس کی من موہنی صورت کو دیکھے جا رہا تھا۔ سارے وسوسے اندیشے ڈر اور خوف رات کی تاریکی میں کہیں کھو گئے تھے کائنات کی ہر چیز پر بے خودی کی کیفیت چھا گئی کاش کہ وقت تھم جاتا۔

اچانک چند دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ہمارے جسموں میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ ہم راہ فرار اختیار کرتے ثمی نے قدموں کی چاپ سنی تو مضبوطی سے میرے جسم سے لپٹ گئی قدموں کی آوازیں قریب آتی گئیں شاید موت ہمارے سروں پر پہنچ چکی تھی۔

خبردار اگر بھاگنے کی کوشش کی ۔دھمکی آمیز وارننگ دی گئی ساتھ ہی دو نالی بندوق کا رخ ہماری طرف کر دیا گیا۔

ہم نے تمہارا کیا بگاڑا ہے خدا کے لیے میں نے بندوق بردار شخص سے التجا کرنا چاہی تو میری بات کاٹ دی گئی۔

راول۔تم نے اچھا نہیں کیا ایک دوست کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی تم کسی بھی رعایت کے مستحق نہیں ہو۔بندوق بردار شخص نے کہا تو میں نے آواز پہچان لی۔

اقبال۔تم ہو کیا تم ہماری محبت کی راہ میں دیوار بن کر آئے ہو۔میں نے بے یقینی سے کہا۔

راول تم مجھے ڈھال بنا کر ایسا کرو گے اس کا تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اقبال ہم نے کوئی جرم نہیں کیا ہے ہم اپنی محبت کے آگے مجبور ہیں۔ہمیں اسی حالت میں مار دو یا پھر ہمیں اسی حال پر چھوڑ دو تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولیں گے۔ اس بار ثمی نے اقبال سے التجا کی۔

اس سے پہلے کہ رات تاریکی کی سیاہ چادر ہٹا لے تم دونوں واپس چلو ابھی تک جمشید واپس نہیں آیا ہوگا تم خود سوچو میں نے جمشید کو بچی کی دوائی کے بہانے دور دراز ڈاکٹر کے پاس بھیجا اسی رات اس کی بیوی گھر سے غائب ہو جاتی ہے تو لامحالہ مجھ پر ہی الزام آئے گا ناں۔میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں میں اتنا بڑا رسک اور الزام اپنے سر نہیں لے سکتا اگر بھاگنا ہی ہے تو کم از کم آج کی رات نہیں بلکہ کل میں بذات خود تمہارے ساتھ تعاون کروں گا تاکہ مجھ پر کوئی بھی شک نہ کر سکے۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور سب کی بہتری کے لیے کہہ رہا ہوں۔

ثمی اور میں نے اقبال کی بات کی تائید کی اور اپنے ہتھیار ڈال دیے۔ اور سر تسلیم خم کر دیا۔ ہم نے اپنا فیصلہ نہ چاہتے ہوئے واپس لے لیا۔

ثمی بظاہر ہم بازی ہار چکے ہیں مگر ہمت نہ ہارنا انشاء اللہ جیت ہماری ہوگی چاہے اس کے لیے ہمیں کتنی بھاری قیمت کیوں نہ چکانی پڑے۔

میں نے اسے پریقین لہجے میں کہا تو وہ کوئی جواب دیے بغیر میرے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر چل پڑی۔ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے ہم اقبال کے ساتھ چلتے رہے واپسی پر شارٹ کٹ راستہ اپناتے ہوئے ہم اقبال کے پیچھے بہت جلد واپس آگئے۔کافی دیر گزر چکی تھی اقبال نے ثمی کو اس کے گھر چھوڑا تھوڑی ہی دیر بعد جمشید بھی دوائی

لے کر آ گیا۔ اقبال نے اس کا شکریہ ادا کر کے اس سے دوائی لے لی اور اسے باہر سے ہی چلتا کر دیا۔ جمشید اور بستی والوں کو نہیں معلوم تھا کہ کیا سے کیا ہو چکا تھا۔ کسی کو پانے کے لیے سب کچھ کرنا اور پا کر کھو دینا آسان کام نہیں ہے۔ میں ثمی کی محبت میں وحشت کی آخری حدوں کو چھو رہا تھا ایسے وقت جب اس نے تمام تر مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے وفا کی ایک لازوال داستان رقم کر دی تھی تقدیر نے اسے مجھ سے پھر جدا کر دیا تھا۔ میرا ذہن ماؤف اور پھٹا جا رہا تھا۔ جی چاہتا تھا کہ دیواروں سے سر پھوڑ کر جان دے دوں مگر میں ایسا نہ کر سکا۔ میں اب بھی اپنے ارادے پر قائم دائم تھا کہ چاہے حالات کچھ بھی کیوں نہ ہو جائیں ثمی کو ہر صورت حاصل کروں گا۔ مجھے ثمی کی محبت پر ناز تھا اور اس کی وفا پر کامل یقین تھا وہ زندگی کی ہر کٹھن راہوں میں میرا ساتھ دینے کو تیار تھی۔

اقبال تم نے مجھے برباد کر کے رکھ دیا ہے ثمی کے بغیر میں مر جاؤں گا۔ میں نے گلوگیر آواز میں کہا تو میری آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں۔

دیکھو راول۔ تم خود سوچو جو کچھ تم کرنے جا رہے تھے وہ ٹھیک تھا بھلا۔ ہرگز نہیں اللہ نہ کرے کہ حالات ایسے ہو جائیں کہ تم دونوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں اس نے تاویل پیش کی۔

سب سمجھتا ہوں میں ثمی کے بغیر اپنے آپ کو ادھورا محسوس کرتا ہوں میں ہر لمحے صلیب پر لٹکتی زندگی برداشت نہیں کر سکتا۔ تم سنگدل ہو خود غرض ہو اور ظالم انسان ہو میں شدت غم سے سسک پڑا۔

تم اب بھی جذبات میں ہو تھوڑا سا آرام کر لو صبح میری باتیں اچھی طرح تمہاری سمجھ میں آ جائیں گی اقبال نے میری پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا تو میں نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ کیونکہ اقبال مزید ثمی کے معاملے میں میرا ساتھ نہیں دینا چاہ رہا تھا۔

ہونہہ۔۔۔ آرام۔۔۔ جا رہا ہوں میں تمہاری دوستی کا گھاؤ لے کر ہمیشہ کے لیے یہ کہہ کر میں دروازے کی طرف بڑھا اقبال نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

اتنی رات گئے کہاں جاؤ گے میرے دوست خدا کے لیے رک جاؤ۔

اقبال نے میرے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا مگر میں اس کی پرواہ کیے بغیر دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ بے اختیار میرے قدم پیپل کے درخت کی طرف بڑھ گئے۔ آج میرے دل و دماغ پر کسی قسم کا خوف مسلط نہیں تھا۔ خوف اس وقت اثر انداز ہوتا ہے جب زندگی پیاری محسوس ہوتی ہے جب دل میں زندہ رہنے کی خواہش ہی باقی نہ رہے تو پھر خوف کس بات کا۔ رات کی تاریکی میں پیپل کا درخت عفریت کی طرح بازو پھیلائے ہوئے نظر آ رہا تھا جیسے مجھے اپنی طرف بلا رہا ہو میں دیوانہ وار اس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جونہی میں اس جگہ پہنچا جہاں کبھی ثمی سے محبت بھری پاکیزہ ملاقاتیں ہوتی تھیں تو فرط غم سے نڈھال ہو کر میں رونے لگا۔ اگر میں پیپل کے موٹے تنے کا سہارا نہ لیتا تو دھڑام سے گر پڑتا۔ اس درخت کے نیچے ثمی سے ملاقات کو کئی مہینے گزر چکے تھے مگر مجھے اس درخت میں سے اب بھی ثمی کی خوشبو محسوس ہو رہی تھی میری محبت کے امین گواہ رہنا میں آج بھی ثمی سے بھرپور محبت کرتا ہوں میں اپنے اس عہد کی تجدید کرتا ہوں جو رات کی سیاہی میں تیری پناہ میں ہم نے کیا تھا۔ میں آؤں گا۔ دوبارہ اپنی محبت اپنی زندگی حاصل کرنے کے لیے۔ ہمارے ساتھ ظالم سماج نے بہت ظلم کیے ہیں دو دلوں پر برا سلوک کیا ہے میں اس وقت تک درخت سے لپٹا سہانی یادوں کے زخم چاٹتا رہا جب تک موذن نے فجر کی نماز کے لیے

آزان نہ دے دی آزان کی آواز سنتے ہی بے اختیار میرے قدم قریبی مسجد کی طرف اٹھ گئے یہ وہ جگہ تھی جہاں انسان کو دل اور روحانی تسکین حاصل ہوتی ہے غم واندوہ کے طوفان میں ہچکولے کھاتا ہوا مسجد پہنچا نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو زمانے بھر کا کرب لبوں پر آ گیا۔

اے رب عظیم مجھ پر احسان فرما میری حالت زار پر رحم کر تمی سے میرا گناہ کا نہیں وفا کا پاکیزہ رشتہ ہے اور یہ دل بھی تو تیری عطا کردہ ہے یہ دل تجھ سے اپنا حق مانگتا ہے۔اے رب کریم۔ مجھ سے اب مزید دوریاں برداشت نہیں کی جاتیں ایسا کرشمہ دکھادے کہ تمی میری زندگی میں آجائے۔

دربار خداوندی میں کافی دیر تک گڑگڑاتا رہا نہ معلوم کس وقت مجھے نیند کی دیوی نے آلیا۔ اور میں تمام دکھوں غموں سے بے نیاز خداوند کریم کے گھر محو خواب رہا آنکھ کھلی تو کافی سورج نکل آیا تھا دل میں کہ کیوں نہ بابا جی سے ملاقات کرتا جاؤں اس کے بعد اپنے گھر کا رخ کروں گا۔

بابا جی مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے مگر میری ویران اور غم زدہ کیفیت دیکھ کر خاصے پریشان بھی ہو گئے۔

راول بیٹا خیر تو ہے بڑے عرصہ بعد آئے ہو مگر اجڑے اجڑے۔ بابا جی کی اپنائیت اور خلوص کو دیکھتے ہوئے اعتماد کے طور پر سب ماجرہ کہہ سنایا۔ انہوں نے میری خاصی دلجوئی کی اور سمجھاتے ہوئے بہت ساری دعائیں بھی دیں محبت تو انسان کو رلا دیتی ہے منزل مل جائے تو زندگی جنت نہ ملے تو جینا ایک بذات خود عذاب بن جاتا ہے۔ حوصلہ رکھو اور اللہ سے امید رکھو وہ ذات کریم مایوس نہیں کرے گی جو تمہارے حق میں بہتر ہوگا وہی کرے گی۔ اللہ تمہیں آسانیاں اور راحتیں دے راول بیٹا نماز پڑھو قرآن کی تلاوت کو اپنا روزانہ کا معمول بنالو کسی کے بارے میں برا نہ سوچو اور ہر حال میں اللہ سے مدد مانگتے رہو انشاء اللہ خوشیاں اور کامیابیاں تمہارا مقدر ہوں گی۔ بابا جی نے مجھے اپنے ہاتھ سے بنی چائے پلائی اور کچھ دیر بعد بیٹھ کر میں ان سے اجازت لے کر اپنے گھر کی طرف چل دیا۔

دن ڈھلے گھر پہنچا گھر والے دیکھ کر بہت خوش ہوئے کیونکہ ان سے میرا رابطہ منقطع تھا جس کی وجہ سے وہ پریشان تھے والدین کی برہمی بجا تھی کیونکہ میں ان کی اولاد تھا مگر ان سے رابطے میں نہیں تھا۔ میں نے انہیں اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعات وحالات سے آگاہ کیا جو بتانے کے قابل تھے تو انہوں نے میرے زندہ واپس آجانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا امی کی طبیعت کچھ خراب تھی مگر میرے گھر واپس آجانے پر ان کے چہرے کی تازگی اور خوشی لوٹ آئی تھی ایک ہفتہ گزر گیا۔ ایک روز انہوں نے مہوش سے میری شادی کی خواہش کا اظہار کیا تو میں نے معذرت کرتے ہوئے صاف انکار کر دیا ایک تو مجھے ابھی شادی ہرگز نہیں کرنی دوسرا میں شادی مہوش سے نہیں بلکہ کسی اور جگہ کروں گا جہاں میرا دل چاہے گا۔ تمی کی ذات کو ابھی میں خفیہ رکھنا چاہتا تھا میرے انکار نے مہوش اور اس کے گھر والوں کا دل جہاں توڑا تھا وہاں ان کی بے عزتی بھی کی تھی مگر امی نے پتہ نہیں کیا کہہ کر انہیں مطمئن کر دیا تھا کہ وہ لوگ میری جانب امید کی آس لگائے انتظار میں تھے۔ میرے کراچی جانے کے بعد ہمارے گھر کے حالات معاشی طور پر شکستہ ہو گئے تھے زرعی زمین کی آمدنی برائے نام ہو کر رہ گئی تھی۔

ابا جان نے مجھے کوئی کاروبار کرنے کا مشورہ دیا جس سے حالات میں بہتری آنے کی امید ہو دوسرا میں نے تمی سے ملنے سے قبل گھر کے حالات

صحیح پٹڑی پر لانے کی کوشش کی جمع پونجی اور زرعی زمین کا کچھ حصہ بیچ کر کاروبار شروع کر دیا۔ جس میں اپنے ہونے والے بہنوئی کو حصہ دے دیا تا کہ جب گھر چھوڑوں تو چلتے کاروبار میں کوئی رخنہ پیدا نہ ہو مجھے کاروبار سیٹ کرتے میں کئی ماہ لگ گئے۔ کاروبار میں بہتری آنے لگی اسی عرصہ میں میں لوٹ کر نمی کی خبر نہ لے سکا۔ وہ کس حال میں ہے۔

مجھے نمی کی محبت اور وفا پر پھر اعتماد تھا۔ میں جب بھی جاؤں گا اسے ساتھ لے کر نئی دنیا آباد کروں گا بس تھوڑے ہی دنوں بعد میں نمی سے ملنے کا پروگرام بنا رہا تھا برسات کا موسم تھا جونہی ہم ملتان سے مال لوڈ کرا کر واپس اپنے گھر روانہ ہوئے طوفانی آندھی شروع ہوگئی ٹرک ڈرائیور نے ٹرک کو کسی مناسب جگہ پر کھڑا کرنے کی بجائے آہستہ رفتار سے سفر کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ گرد کے طوفان کی بدولت راست تک صاف دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ابھی ہم راستے میں ہی تھے کہ شدید بارش کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ڈبل سڑک تک تو سفر ٹھیک رہا مگر جب ہمارے علاقے کو جانے والی سنگل سڑک شروع ہوئی تو سفر میں مشکلات آتی گئیں۔ پختہ سڑک کے کنارے کچی زمین کافی کمزور تھی جونہی ٹریفک کی کراسنگ کا مرحلہ آتا گاڑیوں کے سڑک کے کنارے دھنسے کا خطرہ دو چند ہو جاتا۔

گاؤں کے بیس کلو میٹر کے فاصلہ پر ہوں گے کہ نہر کنارے پختہ سڑک کے مغربی جانب کراسنگ کے دوران ہمارا ٹرک سڑک کے کچھ حصہ میں دھنس گیا ڈرائیور نے بہت کوشش کی مگر ٹرک نہ نکل سکا۔ کناروں کی زمین بہت نرم تھی ٹرک کو دلدلی نما مٹی سے نکالنے کی کوشش میں اچانک ٹرک بائیں طرف کو جھکا اور جھولتا ہوا کئی فٹ نیچے بل کھاتا ہوا چلا گیا۔ اس سے آگے پتہ نہیں کیا ہو

جب مجھے ہوش آیا تو میں ہسپتال میں تھا۔ میرے سرہانے میرے والدین اور بہنوئی کھڑے تھے مجھے ہوش میں آتا دیکھ کرامی میری طرف بڑھیں انہوں نے میرا ماتھا چوما شکر ہے میرے اللہ۔ کہا ان کے الفاظ سنے تو میں نے بھی دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا کیونکہ ہوش میں آتے ہی ساری حقیقت سمجھ آ گئی تھی ٹرک کے الٹنے سے میں بری طرح زخمی ہو کر بے ہوش ہو گیا تھا اور شدید زخموں کی وجہ سے زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا دنیا جہاں سے بے سدھ زیر علاج تھا زخمی حالت میں میری بھی کم نہ تھی جسم پر جگہ جگہ مرہم پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اسی دوران ڈاکٹر صاحب آ گئے تھے میں نے سیدھا ہو کر بیٹھنے کی کوشش کی بہنوئی نے سہارا دیا میں تھوڑا سا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا میں نے یونہی اپنی ٹانگوں کو ہلایا اچانک فضا میں ایک دلدوز چیخ بلند ہوئی یہ کسی اور کی نہیں میری اپنی چیخ تھی۔ تقدیر اپنا کھیل کھیل چکی تھی میری بائیں ٹانگ گھٹنے سے نیچے غائب تھی۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے لہورنگ داستان کا اگلا شمارہ میں جلتے خوابوں کی راکھ کی آخری قسط پڑھنا نہ بھولئے گا۔

غزل

معصوم محبت کا اتنا سا فسانہ ہے
کاغذ کی حویلی ہے اور بارش نے بھی آنا ہے
کیا شرط محبت کیا شرط زمانہ ہے
آواز بھی زخمی ہے اور گیت بھی گانا ہے
اس تک پہنچنے کی امید بہت کم ہے
کشتی بھی پرانی ہے اور طوفان کو بھی آنا ہے
عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

☆ ---------------- محمد علی، چھترو، ڈویال

زلف محبوب

تحریر۔ کشور کرن۔ پتوکی۔ حصہ دوم۔

شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین رفعت کیوں مجبور تھی وہ اپنی مجبوری کیوں بتا نہیں پا رہی تھی کہ اس کا دل نجانے اس پر یقین کرے یا نہ وہ اس کے صاحب نے اسے ایک دن ڈھونڈ ہی لیا تھا مگر اس کی مجبوری کیا تھی جس کی وجہ سے اس نے اپنے صاحب کے پیار کو قبول نہ کیا آیئے آگے پڑھتے ہیں کہ رفعت اس کے ساتھ کیسے پیش آتی ہے۔ اور میری کہانی پسند کرنے والے تمام حضرات کا شکریہ اور جواب عرض کے تمام قارئین بہن بھائیوں کو سلام اور رسالہ جواب عرض کے ڈھیروں دعائیں
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

کردار محسن رضا۔۔ رفعت۔

قارئین محسن ایک اچھے گھرانے کا اکیلا چشم و چراغ تھا جس کا اس دنیا میں کوئی نہ تھا جب اسے پیار ہوا تو ایک بال کے ذریعے اس نے اپنے محبوب کو تلاش کرنا شروع کر دیا اور آخر اس نے اپنے یار کو ڈھونڈ ہی لیا۔

اب وہ اس سے پیار کرتی ہے یا نہیں وہ کون ہے کہاں رہتی ہے شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ وہ محسن رضا کی باتوں میں آتی ہے یا نہیں یہ جاننے کے لیے آگے پڑھئے

جو ملا تھا شاید وہ نہ ہوا گر وہ رفعت ہوتی تو ضرور مجھے دیکھ کر بلاتی وہ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتی کیوں کہ اس نے اتنے سال میری خدمت کی ہے میں اسے جانتا ہوں وہ کیسی طبیعت کی مالک ہے۔

میں اپنا سر پکڑ کر وہیں پہ بیٹھ گیا اور کافی دیر اپنی بے بسی پر روتا رہا اور دل کو حوصلہ دیتا رہا کہ ایک نہ ایک دن وہ ضرور ملے گی اور میں اسے اپنی محسنہ ضرور بتاؤں گا۔

وہ بہت اچھی تھی اچھی کیسے نہ ہوا اتنے سال میرے گھر اس کا آنا جانا رہا اور آج تک اس نے اپنی طرف میرا رحجان نہیں ہونے دیا اور نہ ہی اپنا آپ اس نے شو کروایا میں نے بھی اس ماہ پیکر کو کبھی غور سے نہیں دیکھا تھا کیوں کہ میری عادت نہ تھی۔

اس دن جب میں نے دیکھا کہ یہ زلف اسی میری محبوبہ کی تھی تو میں مبہوت رہ گیا کہ میرے گھر میں ہی چاند چھپا ہوا تھا اور میں لوگوں کی بھیڑ میں اسے تلاش کرتا پھر رہا تھا۔

لیکن میرا دل مطمئن نہ ہو رہا تھا کہ وہ آئی تھی اور میری نظروں سے بچ کے کیسے نکل گئی پھر میں اٹھا اور باہر آ کر مرغ پر بیٹھ گیا۔

اور لگا پھر سے اپنے دوست کو برا بھلا کہنے وہ ذلیل کو اسی وقت فون کرنا تھا اب میں کبھی اس کا فون نہیں سنوں گا اور نہ ہی اس کی دوستی چاہیئے مجھے وہ سفلہ ہے آج کے بعد وہ گیا مجھ سے پھر میں قنوطیت

کے ساتھ اٹھا اور اپنے کمرے میں جا کر بیڈ پر لیٹ گیا اور پھر نرس آئی تو میں رو رہا تھا۔

اس نے وجہ پوچھی میں اس سے بگڑ گیا اور اسے بولا تم اپنے کام سے کام رکھو میں کیوں رو رہا ہوں کس کے لیے رو رہا ہوں تمہیں اس سے کیا غرض یہ بتاؤ مجھے چھٹی کب ملے گی۔

ہو سکتا ہے آج ہی مل جائے۔ تمہیں کیسے پتا چلا کیوں کہ آج سر کہہ رہے تھے وارڈ نمبر فائیو کے سبھی مریضوں کو آج چھٹی کرواؤ۔

وہ اب بالکل ٹھیک ہیں اور ان سب کی رپورٹز میں نے چیک کر لیں ہیں۔

پھر وہ یہ کہہ کر چلی گئی اور میں نے خود کو جان بوجھ کر مریض بنایا ہوا تھا کیوں کہ میں نے اپنے یار کو تلاش کرنا تھا اگر میں ادھر نہ ہوتا تو اس کو کیسے دیکھتا لیکن وہ جہاں بھی ہے میں اسے پا کر ہی رہوں گا۔

اب پتہ نہیں وہ کہاں مفقود ہے کاش۔ کاش۔ کاش وہ ایک بار مل جائے تو میں کبھی بھی اسے جانے نہ دوں پھر مجھے چھٹی ہوئی تو میں باہر نکل کر گیٹ پر ہی بیٹھ گیا کہ کبھی تو یہاں سے اندر آئے گی۔

اور میں اسے پکڑ کر کہوں گا میرا کیا قصور تھا جو مجھے چھوڑ گئی اور چھوڑا بھی کس حال میں ہے دیوانہ کر کے میں اب جیسے بھی چاہوں اس کے بنا خوش بھی نہیں رہ سکتا میں نے اپنے دل کے ساتھ یہ عہد کر لیا تھا کہ اس کو حاصل کر ہی رہوں گا۔

میں پاگل بنا پھر رہا تھا نہ کھانے کی ہوش اور نہ ہی کسی کی فکر تھی میں اس کی تلاش میں پھرتا رہتا شام ہوتی تو اسی ہسپتال میں آ کر حال میں لیٹ جاتا اور اسی زلف سے اس کی باتیں کرتا رہتا۔

میں کبھی سوچتا کہ میرا اپنا گھر بھی ہے مگر میں اس میں کیا کروں گا اس کے گھر میں میرا من کیسے لگے وہ تو سارا سارا دن میرے گھر میں کبھی ادھر کبھی ادھر پھرتی رہتی تھی مگر اب وہ گھر مجھے کاٹتا ہے میرا دل نہیں چاہتا کہ میں اکیلا اس گھر میں رہوں اور اسی کی کمی مجھے محسوس ہو۔

اور کبھی میں سوچتا کہ وہ شاید کہیں اسے کچھ ہو نہ گیا ہو۔ لیکن اس بات پر میرا دل سینے سے باہر نکلنے لگتا اور یہی کہتا ہے صبا دا۔

پھر کیا تھا خیر میں نے دل کو سمجھا لیا اور یہی بات سمجھائی کہ وہ جہاں بھی ہے تیری ہے تو گھر چل وہ خود بخود ہی آ جائے گی ہو سکتا ہے اس کی کوئی مجبوری ہو جس کی وجہ سے اس نے میرے گھر میں آنا جانا چھوڑا ہو میں اپنے ٹوٹے دل کے ساتھ شکیب کر کے واپس گھر تو آ گیا۔

مگر دل کہتا کہ ابھی نکل جا اور اسے لے کر واپس آنا خیر دن گزرتے رہے میں بے بس ہوتا رہا میں زلف سے باتیں کرتا رہتا اور دل کا غبار مٹا لیتا اچانک مجھے کبھی کبھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے۔ جیسے وہ میرے ارد گرد ہے اور ابھی کہیں سے آ کر کہے گی صاحب جی کھانا لاؤں صاحب جی سب کام ہو گئے اب میں گھر جاؤں صاحب جی یہ کام کروں صاحب جی وہ کام کروں مگر اب وہ یہ باتیں نہیں کرے گی اب تو وہ خود ہی اس گھر کی مالک ہو گی کیوں کہ اب وہ میری ہے اور یہ سب اس کا ہی ہے۔

اب اس کے آگے پیچھے ملازم ہوں گے وہ آرام کیا کرے گی بہت کام کر لیا اس نے اب میں یہ کیسے گوارہ کروں گا کہ وہ مجھے کام پوچھے اور میرے کام کرے کاش وہ مجھے پہلے ہی مل گئی ہوتی اور میں اتنا پاگل نہ ہوتا۔

زلف محبوب کی خوشبو نے مجھ سے چھینا ہے مجھے
میرے محبوب میں پاگل ہوں کہاں ڈھونڈوں تجھے

میں ہمت ہارنے والا نہیں ہوں رفعت آپ آؤ گی اور ضرور آؤ گی۔ میرا پیار اتنا کمزور نہیں ہے جو آپ مجھے ٹھکرا سکو میں نے آپ کو سچے دل سے چاہا ہے اور ہمیشہ آپ کو ہی چاہوں گا اور آپ ہی میری

محبوبہ ہو اور اس دل میں آپ کے سوا کوئی اور نہیں آئے گا۔

آپ جب بھی آؤ اپنی اس زلف سے پوچھ لینا اگر میں نے کوئی بھی پل آپ کی یاد کے بغیر گزارہ ہو اور اگر میں آپ کو ایک پل کے لیے بھی بھولا ہوں تو کافر کہنا۔

کون کہتا ہے اس دل میں تمہاری یاد نہیں
کافر ہے وہ جو تیری یاد میں برباد نہیں

ایک بار آ کر میرا حال دیکھ لو پھر چلی جانا اگر آپ کا دل چاہے جانے کو تو میں آپ کو کبھی نہیں روکوں گا آپ مجھے بھی اس حال میں چھوڑ کر جانے والی نہ تھی جس حال میں چھوڑ گئی ہو میں کہاں سے آپ کو تلاش کروں کہ آ کر مجھے سنبھالو میں بہت ٹوٹ چکا ہوں اور ٹوٹنے کی ہمت نہیں ہے۔

آپ کی یاد نے مجھے میرے قابل بھی نہیں چھوڑا میں نے کوئی محلہ کوئی شہر نہیں چھوڑا جہاں آپ کو تلاش نہ کیا۔

مگر مجھے طرف سے قنوطیت ہی ملی ہے کہیں سے بھی راحت نہیں ملی میرا دل رو رو کر تھک چکا ہے آپ کی یہ زلف بھی اب مجھ سے تنگ آ چکی ہے کیوں کہ اس کے علاوہ میرے پاس اور ہے ہی کون جس کو میں اپنا دکھ سنا سکوں دنیا میری حالت دیکھ دیکھ کر مجھ پہ ہنستی ہے۔

خیر میں اسی امید پہ کہ وہ آئے گی اور پھر شکیب کر کے سو جاتا ایک دن رات کے نجانے کیا ٹائم ہو گا جب مجھے ایک انجانے نمبر سے کال آئی اور پھر میں نے او کے نہیں کی کیوں کہ اس دن ایک کال نے ہی مجھے دیدار یار نہ کرنے دیا تھا۔

اب میں کیوں سنتا کسی کی کال میں تو اپنے یار کی یاد میں مصروف تھا مجھے اپنے یار سے بڑھ کر کسی کی کوئی طلب نہ تھی اور نہ کوئی مجھے اس کی یاد سے غافل کر سکتا تھا کال مسلسل آ رہی تھی میں اگنور کرتا رہا اور پھر میں اکتا گیا کہ اب میں اس کو سناتا ہوں کہ اس کو کیا تکلیف ہے جو مجھے بار بار تنگ کر رہا تھا جو کوئی بھی تھا میں نے اگر ایک بار کال او کے نہیں کی تو کیا ضرورت تھی دوبارہ کرنے کی مجھے بہت ہی زیادہ غصہ آیا میں نے کال او کے کر کے پہلی بات ہی یہ کی۔

کیا مسئلہ ہے کون ہو تم اور کیوں مجھے بار بار تنگ کر رہے ہو کیا چاہتے ہو میں نے ایک ہی سانس میں دس سوال کر ڈالے مگر ادھر سے کوئی بات نہیں ہو رہی تھی میں ہی پاگلوں کی طرح بول رہا تھا پھر ہلکی کی آہٹ ہوئی پھر آواز ابھری۔

ہیلو صاحب جی کیسے ہیں آپ۔

جی رفعت آپ اور کہاں ہو کہاں چلی گئی ہو پلیز رفعت مجھے چھوڑ کر مت جاؤ میں نہیں جی سکتا آپ کے بنا پلیز آ جاؤ میں پاگل ہو چکا ہوں اور اگر یہی حال رہا تو ایک دن میرے مرنے کی خبر سن کو رونے کے لئے آ جاؤ گی اور اگر آپ نہ آئی تو میں رو رو کر مر جاؤں گا پلیز آ جاؤ رفعت آ جاؤ مجھ سے اور جدائی برداشت نہیں ہو پا رہی میں بہت اکیلا ہوں مجھے اس حال میں چھوڑ کر کیوں چلی گئی ہو میرا خیال نہیں تھا کیا آپ کو میری یاد نہیں آتی کیا آپ مجھے بھول گئی ہو یا پھر آپ کسی اور سے پیار کرتی ہو جو بھی ہو مجھے بتا دو پلیز میری زیست آپ کے بغیر ختم ہوتی جا رہی ہے تم ہی تو ہو جیسے میں اپنی زندگی بنا چکا ہوں۔

صاحب جی کھانا لاؤں صاحب جی سب کام ہو گئے اب میں گھر جاؤں صاحب جی یہ کام کروں صاحب جی وہ کام کروں مگر اب وہ یہ باتیں نہیں کرے گی اب تو وہ خود ہی اس گھر کی مالک ہو گی کیوں کہ اب وہ میری ہے اور یہ سب اس کا ہی ہے اب کے آگے پیچھے ملازم ہوں گے وہ آرام کیا کرے گی بہت کام کر لیا اس نے اب میں یہ کیسے گوارہ کروں گا کہ وہ مجھے کام پوچھے اور میرے کام کرے کاش وہ مجھے پہلے ہی مل گئی ہوتی اور میں اتنا پاگل نہ

ہوتا۔

دل نے بہت مجبور کیا ہوا ہے اگر سوچو تو میں نے آج تک آپ کو کبھی کچھ نہیں کہا اور آپ اس سے ہی اندازہ لگالیں کہ میں نہ تو لوفر ہوں اور نہ ہی آوارہ پن ہے مجھ میں اور میں نے آپ کی ایک زلف سے آپ کو تلاش کیا۔

اور میرے دل کی یہ ہی آواز تھی کہ جس کا یہ بال ہوگا اسی سے ہی شادی کروں گا کیوں کہ اس بال نے میرے اندر اس کی جگہ خود بخود ہی بنالی تھی میں نے اس دن سے کچھ نہیں کیا نہ ہی اپنا خیال رکھا کیوں کہ آپ میرا اتنا خیال رکھتی تھی اور یہی کہتی تھی کہ صاحب جب آپ کی بیگم آجائے گی تو اس گھر میں کتنی خوشیاں آئیں گیں کتنا اچھا لگے گا جب آپ اور بیگم صاحبہ دونوں کو دیکھوں گی۔

تو وہ بیگم آپ ہی ہو اور کتنا دکھ ہو رہا ہے کہ میں نے آپ کو اپنا سارا پیار دیا اور آپ نے میرا پیار ابھی تک قبول نہیں کیا آپ کی جو ڈیمانڈ ہے بتادو میں اپنی جان پر کھیل کر بھی پوری کروں گا کیوں کہ میں نے آپ کو سچے دل سے پیار کیا ہے اور کرتا ہی رہوں گا اور میں وہ مجنوں ہوں جو ہر بار نا کام ہی ہوا ہوں۔

ایک بار بھی آپ مجھے نہیں ملی اس دن سے میں اس شہر کی خاک چھان رہا ہوں مگر آپ کے قدموں کی دھول تک نہ ملی پلیز ایک بار مجھے اپنے گھر کا پتہ بتادو میں خود آکر آپ کو مانگ لوں گا اور اپنے پاس ہمیشہ کے لیے ہی لے آؤں گا اور پھر مجھے اپنے پیار پر رشک ہوگا کیوں کہ جس کو چاہا جائے وہ بہت ہی مشکل سے ملتا ہے آپ مجھے مل جاؤ تو مجھے دنیا کی ہر خوشی مل جائے گی میں دیوانہ وار بولے جا رہا تھا مگر وہ بت بنی سنتی رہی۔

میں نے اسے پکارا کہ کہاں ہو۔ سن رہی ہو۔ وہ ہوں کی آواز میں بولی میں نے ایک بار پھر رفعت کہا تو پھر وہی آواز آئی ہوں پھر مجھے غصہ آیا کہ میں پاگلوں کی طرح بول بول کر تھک گیا ہوں اور آپ ہو گم سم سی بیٹھی ہو نہیں صاحب میں سب سن رہی ہوں اور اپنی قسمت پر رو رہی ہوں آپ کی ہر بات میرے دل میں اتر رہی ہے اور میں آپ کو کوئی بھی جواب نہیں دے پا رہی پلیز اگر ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا اس کی اس بات پر میرا دل لرز کر رہ گیا کہ اس نے معافی کیوں مانگی ہے اسے اتنی بڑی مجبوری کیا ہے۔

اور ہو نہیں نہ کہیں تو شادی کرے ہی گی مگر میرا پیار کیوں قبول نہیں کر رہی تھی میں نے اسے پھر پوچھا کہ آپ کو کیا مجبوری ہے کس بات کی معافی مانگ رہی ہو وہ رونی سی آواز میں بولی صاحب میری مجبوری آپ سمجھ نہیں پا رہے میں آپ سے پیار تو کرتی ہوں مگر وہ پیار نہیں ایک انسانیت کے ناطے کیوں کہ میں نے آپ کے گھر کا نمک کھایا ہے اور میں وہ حرام نہیں کر سکتی اور نہ ہی آپ کو پیار و محبت کی چکر میں ڈال سکتی ہوں مجھے تو اسی دن سے ہی پیارے لگے تھے جس دن میں نے پہلی بار آپ کے گھر میں قدم رکھا تھا لیکن میں نے اپنے دل کو سمجھایا اور کہا کہ اس گھر سے عزت لیتی ہے رسوائی نہیں۔

اسی دن سے میں صرف اور صرف میں آپ کی سروینٹ تھی میں نے اس بارے میں اس گھر میں کبھی بڑی سوچ نہیں رکھی تھی اور آپ ہیں کہ کیا سے کیا کرتے جا رہے ہیں۔

اس لیے میں نے آپ کا گھر چھوڑ دیا کہ کہیں مجھ سے کوئی گستاخی نہ ہو جائے اور اسی دن سے میں آپ کو یاد کر کے بہت روتی ہوں کہ میں نے تو چھوڑ دیا ہے آپ کیا کرتے ہوں گے کیا کھایا ہوگا کیا سوچتے ہوں گے مگر آپ پر ابھی بھی عشق کا بھوت سوار ہے اور آج کے بعد میں کال نہیں کروں گی اور نہ ہی ملوں گی سمجھو میں مر گئی اس کی اس بات پر میں ایک بار پھر تڑپ اٹھا تھا۔

اس نے ایسا کیوں کہا اس کے مریں دشمن اور

خدا نہ کرے۔ پھر میں پھوٹ پھوٹ کر رو دیا اور وہ بھی میری آواز سن کر رو رہی تھی کیوں کہ اسے جو مجبوری تھی وہ اس کی وجہ سے پیار کا اظہار نہیں کر پا رہی تھی ورنہ اسے میرا بہت خیال رہتا تھا وہ میری محبت میں گرفتار ہوتی جا رہی تھی۔

میں خود کو سنبھال نہیں پا رہا تھا میں سنبھالتا بھی کیسے اس کی آواز میرے کانوں میں سر بکھیر رہی تھی اس کی سریلی آواز میں مجھے اپنا ذرا بھی ہوش نہ تھا وہ نجانے کیوں مجھے تڑپانے میں ڈٹی ہوئی تھی میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ ایسی ہو جائے گی وہ پہلے سے کتنی بدل چکی تھی شاید عورت کو اپنا یہی رویہ رکھنا چاہئے کیوں کہ اس معاشرے کے لوگ معصوم اور بھولی بھالی عورتوں کو جینے نہیں دیتے۔

اور پھر وہ میرے ساتھ بالکل ٹھیک تھی اس کو میری محبت نے اتنا سخت کر دیا تھا کہ وہ اگنور کرتی جا رہی تھی مگر کیوں وہ اپنی مجبوری بھی تو نہیں بتاتی تھی اب وہ بالکل خاموش تھی اور پھر میں بھی بول بول کر تھک چکا تھا میں نے اسے کہا مجھے اپنے گھر کا ایڈریس دو وہ ہچکچائی مگر اسے ایسے جیسے غوطہ آیا وہ نجانے میں نے کون سا اس کو کسی دریا میں پھینک دیا ہو میں اس کو اپنے لیے صیاح کرنا چاہتا تھا۔

مگر وہ تھی کہ کسی بات کا اثر نہیں لے رہی تھی خیر اس کی طوعاً تھی میرا کوئی زور نہ تھا لیکن اتنا تو میں بھی جانتا تھا کہ اس کو بھی مجھ سے لگن تھی ورنہ وہ مجھے کال کیوں کرتی اسے کیا ضرورت تھی مجھے فون کرنے کی میں نے کہا کہ میں آپ کو ایک بار ملنا چاہتا ہوں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں اور اگر ہو سکے تو مجھے ملو آج ہی اور اگر آپ مجھے نہ ملی تو میرے جیسا ایک پیار کرنے والا کھو دو گی۔

اس نے کہا سوچ کر بتاتی ہوں مگر میرے گھر والوں کو پتہ چل گیا تو میرا بہت برا حشر ہو گا میں رشتوں کے قفس میں قید ہوں میں آپ کے جذبات کو سمجھتی ہوں اور مجھے پتہ ہے کہ آپ کو مجھ سے بے حد محبت ہے میں آپ کے پیار کا احترام کرتی ہوں مگر آپ کے پیار کی کیئر نہیں کر پاؤں گی۔

مجھے معاف کرنا یہ کام میرے لیے بہت مشکل ہے اور میں جس راستے پر ہوں میں واپس نہیں لوٹ سکتی کیوں کہ آپ نے بہت دیر کر دی ہے اور اور میں مجبور ہوں اپنے آپ کو کلوز کریں میرا خیال دل سے نکال کر پہلے والی زندگی جیئے مجھے بھول جائیں میں بہت دور ہوں جیسے آپ تک آنے میں زندگی گزر جائے گی مگر آپ تک پہنچ نہیں پاؤں گی۔

اور اپنے آپ کو خوش رکھیں کوئی اچھی سی لڑکی دیکھ کر شادی کر لیں میں اسی میں ہی خوش ہوں اور پھر آپ کی شادی کے بعد میں آپ کے گھر آیا کروں گی اور پلیز میری خوشی کے لیے ہی شادی کر لیں آپ نے آج تک میرا دل نہیں توڑا تھا اور آج میری یہ آخری خواہش پوری کر دیں تو میں سمجھوں گی آپ کو مجھ سے پیار ہے اور آپ نے میری بات مان لی ہے۔

ورنہ میں اپنے آپ کو معاف نہیں کروں گی کیوں کہ میں بھی آپ کی طرح بہت مغموم ہوں کاش میں آپ کی بن رہ پاتی۔۔۔ ہیہات۔۔۔ دکھ ہے اس بات کا اور میں آپ پر انشراح نہیں ہو سکتی اور اب مجھے اجازت دیں ہو سکتا ہے پھر بات نہ ہو۔۔۔

نہیں نہیں نہیں سنو رفعت ایسا مت کہو میں مر جاؤں گا پلیز میری منت سمجھ لو ایک بار مجھے ملو میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں اور اگر یہ نہیں کر سکتی تو مجھے اپنی سٹی کا نام بتاؤ میں خود آپ کو تلاش کر لوں گا اور پھر آپ کا کام ختم ہو جائے گا۔

میں جانوں یا آپ کے گھر والے اس نے مجھے کچھ نہ بتایا اور کال بند کر دی میں نے نیٹ کے ذریعے اس کا پتہ کیا کہ اس نمبر کا کال کون سے ایریے سے آئی تھی وہ ہمارے ساتھ والا ایریا تھا میں نے اس جگہ کا چپہ چپہ چھان مارا مگر وہ نجانے کہاں چھپ کر بیٹھ جاتی

ہے اور پھر میرے دماغ میں ایک آئیڈیا آیا ایک اسی شہر کی مارکیٹ میں شاپنگ سینٹر کھولتا ہوں اور پھر وہ اسی جگہ سے شاپنگ کرنے آئے گی۔

تو میں نے اسے ملنے کی امید میں وہاں تین شاپنگ سینٹر کھولے اور سارا سارا دن وہاں بیٹھا رہتا بہت سے لوگ آتے بہت ہی خوبصورت حسیناؤں کے چہرے سامنے آتے مگر اس کی خوبصورتی کی تو بات ہی اور تھی میں جس کا چہرا بھی دیکھتا تو یہی کہتا کہ اس سے خوبصورت نہیں ہے۔

میرے سرونٹ سارا دن کام کرتے اور میں بس اسی کو لوگوں کی بھیڑ میں دیکھتا رہتا۔

خیر کئی ماہ گزرنے کے بعد بھی وہ نظر نہ آئی تو میرا دل ٹوٹ گیا کہ وہ یہاں نہیں آئے گی میرا یہاں بیٹھنا فضول ہے اور میرے شاپنگ سینٹر میں متواتر کسٹمر آتے اور اپنی ضرورت کی چیزیں لے کر چلے جاتے میری نگاہیں اسے تلاش کر کر کے تھک گئیں تھیں پھر عید آنے والی تھی اور لوگوں کا رش بڑھتا گیا کام بہت زور پہ تھا عید سے ایک دن پہلے یعنی چاند رات تھی جب وہ شام کے وقت مجھے نظر آئی۔

میں اس کے پیچھے دوڑا تو لوگوں کے رش کی وجہ سے میں اس تک بہت دیر سے پہنچا مگر پہنچ گیا تھا میں نے اس کا بازو پکڑ کر کہا کہ کیا مسئلہ ہے۔

میرا کیا گناہ ہے جس کی مجھے اتنی بڑی سزا دی ہے یا پھر اپنے آپ کو بہت ہی اونچا سمجھتی ہیں کیا میں انسان نہیں ہوں پھر میں اسے اپنے شاپنگ سینٹر لے آیا اور سرونٹ سے کہا کہ دو چائے لے کر آؤ وہ گیا اور اور دو چائے لے آیا وہ انکار کر رہی تھی مگر میرے سامنے وہ بول بھی نہیں رہی تھی کیوں کہ آج تک اس نے میری ہر بات مانی تھی شاید وہ عادی ہو چکی تھی۔

پھر میں نے اسے کہا کہ اگر میں نے اتنی مشکل سے آپ کو ڈھونڈا ہے تو اب میں نہیں جانے دوں گا کیوں کہ یہ جو کچھ بھی ہے آپ کی وجہ سے ہی ہے میرا کوئی شوق نہ تھا یہ سینٹر کھولنے کا میں نے آپ کو پانے کے لیے یہ کیا ہے۔

اور آپ کو پتہ ہے کہ میری کوئی مجبوری بھی نہیں اللہ کا شکر ہے ہر چیز ہے اور میں شوق سے نہیں بیٹھا ہوں آپ کے لیے یہاں بیٹھا تھا اب چلیں میرے ساتھ اور اسی گھر میں ہی رہنا ہے آپ نے وہ بہت مبہوت تھی میں نے اسے حوصلہ دیا کہ ڈرو نہیں اور چلو جو طوفان اٹھے گا میں سنبھال لوں گا۔

اور میں نے پہلے اس کو شاپنگ کروائی اور پھر لے کر گھر آ گیا میں نے اسے کے آگے اپنے ہاتھ جوڑ کر گریاں ہوا اور وہی بیٹھ گیا اور پھر اس نے میرے آنسو صاف کئے اور مجھے اٹھا کر کہا سر آپ کیوں رو رہے ہیں میں ہوں نا اس کی زبان سے یہ الفاظ سن کر مجھے میرے کانوں پر یقین نہ آیا میں نے اس کے دونوں بازو پکڑ کر کہا کیا بولا اس نے کہا آپ روئیں مت میں ہوں ناں میں اس کی طرف دیکھنے لگا کہ اس نے میری محبت قبول کر لی ہے۔

مگر شاید یہ میرا وہم تھا وہ بولی صاحب جی آپ میری مجبوری جاننا چاہتے ہیں ناں میں بولا جی آپ بتائیں آپ بتائیں آپ کو کیا مجبوری ہے تاکہ میں اس کے حساب سے کوقدم اٹھاؤں۔

اس نے کہا میں کل آؤں گی اور آپ کو لے کر اپنے گھر جاؤں گی آگے فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہوگا جو آپ کہیں گے مجھے منظور ہے اب مجھے جانے دیں میں لیٹ ہو رہی ہوں۔

مگر میرا دل کیسے مان جاتا کہ وہ جائے میں نے تو اس کو پانے کے لیے دنیا کو پیروں تلے روند دیا تھا اب اس کے کیسے جانے کی اجازت دیتا میرا دل بہت زور شور سے دھڑک رہا تھا میں چاہتا تھا کہ وہ ساری زندگی یونہی میرے سامنے رہے لیکن اس نے وعدہ کیا تھا کہ میں کل آؤں گی تو ضرور آئے گی۔

میں نے اپنے دل کو سمجھایا اور کہا کہ اسی میں

بہتری ہے اور اس کو جانے دو دل نادان تھا کہ ماننے کا نام نہیں لے رہا تھا اس نے بھی میرے دل کی حالت کو نہ دیکھا اور جب دونوں ایک دوسرے کی گفت و شنید کے بعد فارغ ہوئے اس نے اجازت لی میں بولا میں چھوڑ آتا ہوں اس نے انکار کر دیا اور نکل گئی میں دیکھتا رہا۔

جب وہ آٹو رکشے میں بیٹھ گئی تو میں نے بھی گاڑی اسٹارٹ کی اور اس کا پیچھا کیا اور دور سے ہی دیکھتا رہا کہ اس کا گھر کہاں ہے وہ کہاں سے آتی تھی میرے دل میں ایک ہی بات تھی کہ اس کا گھر دیکھ لوں اور جب جی چاہے گا میں چلا جایا کروں گا مگر یہ اس نے نہ ہونے دیا وہ ایک محلے میں چلی گئی اور میں نے گاڑی ایک سائیڈ پر لگا کر اس کا پیچھا بھی کیا مگر وہ چھوٹی چھوٹی گلیوں میں کہیں گم ہو گئی تھی۔

میرا دل رو رہا تھا کہ وہ کیوں چلی گئی اور کہاں چلی گئی میں کافی دیر وہاں کھڑا رہا اور پھر مایوس ہو کر واپس چلا آیا لیکن اتنا تو جان چکا تھا وہ کس محلے میں رہتی ہے اور اس کا رستہ تو یہی ہے پھر بھی میں خود کو ادھورا محسوس کر رہا تھا۔

میں نے کل ہونے کا انتظار کیا رات تھی گے گزرنے کا نام نہیں لے رہی تھی میں رات کے ساتھ جنگ کرتا رہا جلدی گزرے مگر انتظار کی گھڑیاں جلدی نہیں گزرتیں خیر خدا خدا کر کے میں نے رات گزاری اور اس کا ویٹ کرنے لگا میں نے گیٹ پر ہی ڈیرہ جمایا ہوا تھا کہ وہ یہاں سے ہی آئے گی۔

مگر دن ایسے گزر رہا تھا جیسے میں اس پر بوجھ تھا اور وہ یہ بوجھ اتارنا چاہتا تھا شام نے چار بج چکے تھے کہ ایک رکشہ میرے گھر کی طرف مڑا میں نے اسی میں دیکھا تو وہی حسن کی ملکہ بیٹھی تھی میں میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا تھا۔

میں نے رکشے والے کو کرایا دیا اور اس کو دیکھا تو وہ بہت ہی مایوس سی لگ رہی تھی میں نے اس کی خاموشی کو جاننے کی کوشش کی مگر نہ جان پایا اسے چپ دیکھ کر میں بھی خاموش ہو گیا اس نے میری خاموشی کی وجہ پوچھی تو میں نے یہ ہی کہا کہ مجھے نہیں لگتا میں آپ کے بغیر زیادہ دیر زندہ رہ پاؤں گا مگر آپ میری یہ حسرت پوری کر دو پلیز رفعت انکار مت کرنا میں تمہارا پیار حاصل کرنے میں پاگل ہو چکا ہوں۔

اور میری دلی خواہش تھی کہ آپ کو اپنا بناؤں گا ورنہ یونہی کنوارہ ہی مروں گا۔

رفعت میں تھک چکا ہوں آپ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پلیز مجھے چھوڑ کر مت جاؤ میں آپ کے بنا نہیں رہ سکتا بتاؤ رفعت بتاؤ پلیز اس کی خاموشی نجانے اسے کس الجھن میں ڈال رہی تھی میں بولتا رہا اور وہ چپ چاپ سنتی رہی تھی۔

میں نے اسے اپنی محبت کا واسطہ دیا تو وہ رونے لگی میں اس کی مجبوری جاننا چاہتا تھا اور کچھ بول بھی نہیں رہی تھی مجھ سے بچھڑنے کے بعد وہ بھی پہلے جیسی نہ تھی بتاؤ رفعت آپ کو کیا مجبوری ہے جو میری محبت کو ٹھکرا رہی ہو۔

دیکھیں میں نے آپ کو پہلے بھی کہا تھا کہ مجھے بھول جاؤ ہماری محبت نہیں ہو سکتی اور نہ ہی میں آپ کا یہ خواب پورا کر سکتی ہوں میں نے ہمیشہ آپ کی اطاعت کی ہے۔

اب میں آپ کے سامنے اور انشراح نہیں ہو سکتی میری کیا مجبوری ہے آپ یہ جاننا چاہتے ہیں تو چلئے میری ساتھ میں آپ کو بتاتی ہوں۔

میں تھوڑا خوش تو ہوا کہ چلو میں خود اس کے گھر والوں سے اسے مانگ لوں گا چاہے مجھے ان کی نوکری ہی کیوں نہ کرنی پڑے میں آج اسے حاصل کر کے رہوں گا۔

میں اس کے ساتھ اسی امید پر چل پڑا میری حالت دیکھ کر لوگ حیران تھے کہ یہ کیسا دیوانہ ہے اور کس کا دیوانہ ہے کس کا مجنوں بنا پھرتا ہے جس کو اس

کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہے۔
کتنی سنگدل ہے یہ جو ایسے دیوانے کو ٹھکرا رہی ہے ایسے دیوانے کہاں ملتے ہیں اب اور خوش نصیب ہے کہ اس کو اس جیسا پیار کرنے والا ملا ہے خیر ہم چلتے گئے۔

پھر اس نے ایک چنگ چی کو روکا اور ہم دونوں اس میں بیٹھ کر اس کے اتاق گئے اندر ایک آدمی بیٹھا تھا وہ رو کر کہنے لگی یہ لیں یہ ہیں میرے گھر کے مالک ان سے مانگ لیں مجھے۔

اور وہ آدمی یہ سن کر غصیلے انداز میں بولا کون ہے یہ اور کیوں مانگتا ہے تجھے یہ سن کر وہ اور بھی رونے لگی کہ یہ ہیں وہی میرے صاحب جن کے ہاں میں کام کرتی تھی اور میری جدائی میں انہوں نے یہ حالت بنا لی ہے اور مجھے تلاش کرتے کرتے آج مجھے دیکھ کر بے بس ہو گئے تھے۔

اور میں انہیں اپنی مجبوری بتانے کے لیے لے کر آئی ہوں تا کہ ان کو یقین آ جائے۔
اور پھر یہ اپنی حالت کو سنوار لیں یہ کہہ کر وہ پھر بولی صاحب جی میرا شوہر ہے اور یہ میرا ایک بچہ ہے اور یہ میرا غریب خانہ ہے اگر آپ یہ سب مجھ سے چھین کر اپنے ساتھ رکھنا پسند کرتے ہیں تو مانگ لیں مجھے اگر میرا شوہر مجھے چھوڑتا ہے تو میں آپ کی محبت کو قبول کرتی ہوں۔

اور ہمیشہ آپ کی وفادار بن کر رہوں گی یہ سب سن کر میرا سر چکرانے لگا اور میری آنکھوں کے آگے اندھیرا ہونے لگا اور میں سوچ کی ایک گہری کھائی میں جا کر گر گیا تھا جہاں سے مجھے کوئی بھی نہیں نکال سکتا تھا اور میں نے اس کی محبت کو حاصل کرنے کا ارادہ دل سے نکال دیا تھا۔

میں اس کی مجبوری کو سلام کرتا ہوں وہ وہ تو واقعی مجبور تھی بہت زیادہ مجبور تھی میں نے محسوس کیا کہ اس کا شوہر کچھ ٹھیک نہیں تھا میں کھڑا رہا تو اس کے شوہر نے

مجھے بہت عزت کے ساتھ کہا صاحب جی بیٹھیں بے شک آپ میری بیوی کے پیچھے آئے ہیں مگر اس میں نہ تو اس کا کوئی قصور ہے اور نہ ہی آپ کا آپ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہیں اور وہ اس رشتے کے بندھن سے مجبور ہے۔

میری بیوی بہت ہی اچھی ہے اس نے آج تک میری اور اپنی عزت کا خیال رکھا ہے اور میں چار سال سے چارپائی پر پڑا ہوں اور وہ نیک بخت اپنا میرا اور میرے اس بچے کا پیٹ پال رہی ہے مگر اس نے کوئی بھی ایسا کام نہیں کیا جس کی وجہ سے میں اسے بدکردار کہوں اس نے آج تک مجھے ایسا کوئی موقع نہیں دیا اس کی بات سن کو میرا دل ایک بار پھر تڑپ اٹھا تھا۔
میں پریشان سا ہو گیا کہ اس کو کیا ہوا ہے یہ تو ٹھیک ہیں میں نے پوچھا جی آپ کو کیا ہوا ہے پھر اس نے مجھے اپنی داستاں سنائی کہ میں ایک ڈرائیور تھا اور ایک دن ایکسڈنٹ میں میری کمر کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی اس دن سے یہ میری بیوی میری خدمت کر رہی ہے اس نے آج تک نہیں کہا کہ میں کب تک اس بیمار کے ساتھ گزارہ کروں گی۔
میں نے کئی بار اس سے بات کی ہے کہ تم مجھے چھوڑ دو میری تو اب ایسے ہی گزر جائے گی مگر تم اپنی زندگی بنا لو مگر اس نے اپنی وفاداری کا ثبوت دے دیا میں اس کا احسان مند ہوں کہ وہ لوگوں کے گھروں میں کام کر کے شام کو لا کر مجھے کھلاتی ہے۔
پھر بھی اسے کے چہرے پر کبھی شکن نہیں آئی میں کتنا خوش نصیب ہوں جس رفعت جیسی بیوی ملی ہے میں اس کی باتیں سن کو ایک سرد آہ بھر کر رہ گیا واہ خدارا تیرے بھی کھیل نرالے ہیں کیسے کیسے انسان ہیں دنیا میں۔ میں رفعت کی عظمت کو سلام کرتا ہوں میں نے اس کے بچے کو ہزار کا نوٹ دیا اور اس اس آدمی سے سلام لے کر میں اپنے مردہ دل کے ساتھ واپس لوٹ آیا۔ جاری ہے۔

وہ بے وفا نہیں تھی میں اس پہ کیوں مر بیٹھا تھا وہ تو واقعی مجبور تھی اور اس نے مجھے کوئی دھوکہ نہیں دیا وہ آج بھی میرے دل میں اسی طرح ہی ہے اور ہمیشہ اس کی یاد کو میں نے اپنی زندگی سمجھ لیا ہے۔

اور اس کی یادوں کے سہارے ہی زندہ ہوں وہ جہاں رہے خوش رہے وہ میری زندگی ہے اور میں نے سے پیار کیا تھا اور کرتا ہوں اس کی وہی زلف میری ہمدرد ہے جو میرا دوسن لیتی ہے اور آج بھی اسے میں نے اپنے سینے سے لگا کر رکھا ہوا ہے۔

اگر وہ زندگی کے کسی موڑ پر بھی ملی تو میں اسے اتنا ضرور کہوں گا کہ آپ نے مجھے پہلے ہی دن بتانا تھا کہ آپ کی شادی ہو چکی تھی اور ایک بچہ بھی تھا خیر اللہ اس کو اور اس کے گھر والوں کو تندرستی عطا فرمائے اور اس کے بچے کو نیک بنائے اور مجھے بھی اس کی جدائی برداشت کرنے کی ہمت عطا فرمائے آمین۔

نعت شریف

آئی پھر یاد مدینے کی رلانے کے لئے
دل تڑپ اٹھا ہے دربار میں جانے کے لئے
کاش میں اڑتا پھروں خاک مدینہ بن کر
اور مچلتا رہوں سرکار کو پانے کے لئے
میرے لجپال نے رسوا نہ کبھی ہونے دیا
جب بھی پکارا ہے انہیں آئے بچانے کے لئے
غم نہیں چھوڑتے یہ سارا زمانہ مجھ کو
میرے آقا تو ہیں سینے سے لگانے کے لئے
پھر میسر مجھے دیدار مدینہ ہو
وہ بلائیں گے مجھے جلوہ دکھانے کے لئے
یہ اُن کا کرم ہے کہ وہ سن لیتے ہیں
ورنہ میرے لب کہاں فریاد سنانے کے لئے
مجھ گنہگار خطاکار کو محشر میں
ہوں گے موجود اپنے دامن میں چھپانے کے لئے

☆ ---------- سید عارف شاہ۔ جہلم شہر

غزل

کچھ خواب سہانے ٹوٹ گئے
کچھ یار پرانے روٹھ گئے
کچھ اندر سے ہم ٹوٹ گئے
کچھ ہم بھی تھے طبیعت کے سیدھے
کچھ پرائے لوٹ گئے
کچھ اپنوں نے بدنام کیا
کچھ بن افسانے جھوٹ گئے
کچھ اپنی کشتی نازک تھی
کچھ ہم سے کنارے چھوٹ گئے

☆ ---------- بلقیس خان عرف بلو

ہونٹ

حُسن کی جھیل ہو تم اور کنارے ہیں۔ یہ ہونٹ
سچ تو یہ ہے کہ مجھے جان سے پیارے ہیں یہ ہونٹ
میں نے ہر بار محبت سے اُنہیں چوما ہے
اس نے ہر بار محبت سے ابھارے ہیں یہ ہونٹ
ہاتھ ہونٹوں پہ میرے رکھ کے مجھے کہنے لگا
رو کیسے ان کو بہت شوق مارے ہیں یہ ہونٹ
بند ہوتے ہیں یہ انکار کی صورت میں مگر
آدھے کھولے ہوں تو محبت کے اشارے ہیں یہ ہونٹ
آج خود اپنے مقدر پہ مجھے رشک آیا
آج ہونٹوں میں میرے اُس نے اتارے ہیں یہ ہونٹ
چوم کر ہونٹ میرے اس نے کہا تھا یہ قتیل
بس تمہارے ہیں تمہارے ہیں تمہارے ہیں یہ ہونٹ

☆ ---------- راحیہ عمر۔ تھوتھال

دل اداس ہے بہت کوئی پیغام ہی لکھ دوں
تم اپنا نہ لکھو مگر نام ہی لکھ دوں
میری قسمت میں غم تنہائی ہے لیکن
تمام عمر نہ لکھو مگر اک شام ہی لکھ دوں
یہ جانتا ہوں کہ عمر بھر تنہا رہتا ہے
مگر پل دو پل کی دو گھڑی میرے نام ہی لکھ دوں
چلو مان لیتے ہیں کہ سزا کے مستحق ہیں ہم وہی
کوئی انعام نہ لکھو الزام ہی لکھ دوں

☆ ---------- بلقیس خان عرف بلو

میرا مقدر

--تحریر-شاہد رفیق-کانویں 0300.8393291

شہزادہ بھائی۔

آج پھر میں ایک کہانی کے ساتھ حاضر ہوا ہوں امید ہے کہ آپ میری حوصلہ افزائی کریں گے اگر آپ نے ایسا کیا تو میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گا اور میں تمام قارئین کا شکر گزار ہوں کہ وہ میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں اور مجھے لکھنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔میں نے اپنی اس کہانی کا عنوان ۔میرا مقدر۔ رکھا ہے اگر آپ چاہیں تو اس کو تبدیل بھی کر سکتے ہیں۔یہ ایسی کہانی ہے جس کو چھوٹی سی عمر میں دکھوں کے بوجھ نے دبا لیا وہ بینش ابھی بچپنا لے کر پھر رہی تھی تو اچانک ہی اس کی زندگی بدل گئی اور وہ دکھوں کا مقابلہ کر رہی ہے میں اس کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں یہ آپ پر چھوڑتا ہوں۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

ہمیں تو اپنوں نے لوٹا غیروں میں کہاں دم تھا
میری کشتی تھی ڈوبی وہاں جہاں پانی کم تھا

جس کی کہانی ہے آیئے اسی کی زبانی سنتے ہیں

میں ایک کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں ہم چار بہن بھائی ہیں میرے دادا کی بہت زمین تھی دو میرے چاچا تھے اور ایک میرے ابو مجھے میرے ابو نے بہت پیار لاڈ اور نازوں سے پالا تھا میرا نام بینش ہے اور میرے ابو سڑکوں کو ٹھیکہ لیتے تھے میرے ابو نے مجھے گاؤں کے سکول میں داخل کروایا میں بہت ذہین تھی میری بڑی بہن نے مجھ پہ توجہ دی ہم دونوں بہنیں سکول جاتی تھی وہ مڈل میں تھی اور میرے ابو ہمیں اپنی گاڑی میں سکول چھوڑ آتے تھے ہماری اپنی گاڑی تھی۔

بہن نے مڈل پاس کیا اور میں دوسری میں پڑھتی تھی میری امی گھر کا کام اکیلے کرتی تھی ابو نے گھر میں نوکرانی رکھ لی ہم بہت ہی خوش حال زندگی گزار رہے تھے ایک اور بات یہ تھی کہ میرے ابو کی ایک اور بیوی بھی تھی جس کا ایک بیٹا بھی تھا ہم اپنے سوتیلے بھائی سے بہت پیار کرتی تھیں ہماری دوسری امی ہم کو اچھا نہیں سمجھتی تھی وہ شہر میں رہتی تھی اور ہم گاؤں میں ہی رہتے تھے۔

کچھ دن گزرے تو میرے چاچا جان ہم پہ باتیں کرنے لگے کہ ان کی گاڑی ہے یہ لوگ آزادی کرتے ہیں ان کی باتوں کی وجہ سے میرے ابو کی نوکری بھی چلی گئی پھر کچھ دن بعد میری سوتیلی امی نے ابو پر کیس کر دیا۔

میرے ابو بہت ہی پریشان تھے ہم پر تو جیسے قیامت آ گئی ہو میرے ابو نے جا کر کیس سنا تو میری سوتیلی ماں نے ایک ایکڑ زمین اور اور دس تولہ سونا کا کیس کیا تھا میرے ابو نے آ کر ہمیں بتایا ہم بھی بہت پریشان ہوئے۔

میرا سوتیلا بھائی ہمارے گھر آیا اس نے ہم سے بہت پیار سے بات کی پھر اس نے ہماری سونے کی انگوٹی چورائی اس پر میرے ابو نے اسے مارا وہ ہمیں بہت پہ پیارا لگتا تھا میں بہت روئی جب اسے مار پڑی تو پھر اسی طرح ہماری پریشانی بڑھتی ہی گئی ابھی مسئلہ حل نہیں ہوا تھا ہمیں زمین دینی پڑی تھی کہ پھر اکثر میرے والد نے باہر رہنا شروع کر دیا ہم سب بہت ہی پریشان تھے۔

ہم کبھی سکول جاتی کبھی نہ جاتیں اسی طرح میرے بڑی بہن نے مڈل پاس کیا اور میں چوتھی میں تھی ابو بھی کبھار آتے تھے پھر میرے ابو نے زمین بیچنی شروع کر دی اس طرح ہماری گاڑی بھی چلی گئی زمین بھی کیس میں ختم ہو گئی میری سوتیلی ماں نے سونا بھی لے لیا اور زمین بھی میرے بھائی ابھی بہت چھوٹے تھے میری بہن کا مڈل ہو گیا تو میرے چاچو نے اس کا سکول جانا بند کر دیا۔

میں پڑھتی رہی لیکن وہ نہ جا سکی میرے ابو نے میری بہن کا رشتہ اپنے کزن کے بیٹے سے طے کر دیا ایک سال بعد اس کی شادی ہو گئی میری اور کوئی بہن نہ تھی جو ہمارا خیال رکھتی میری ماں تھوڑے دماغ کی مالک تھی وہ کبھی ہم سے لڑتی رہتی کبھی میرے ابو سے ہمارے گھر سے لڑائی ختم ہی نہ ہوتی تھی میرے ابو نے گھر آنا ہی چھوڑ دیا سارا دن اپنے دوستوں میں بیٹھا رہتا ہمیں بہت ڈر لگتا تھا کہ کہیں کوئی ہمارے ساتھ زیادتی نہ کرے۔

میرا باپ جہاں کہیں مجھے دیکھتا تو ڈنڈا پکڑ کر آ جاتا کہ تم میری عزت ہو باہر نہ جایا کرو مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تھا اور نہ شوق تھا کسی کو دیکھنے کا میں بہت ہی شریف تھی میری ماں اپنے رشتہ داروں سے لے کر ہمارا پیٹ پالتی تھی۔

ابھی میری بہن کی شادی کو دو سال ہی گزرے تھے کہ اس کے سسرال والوں نے لڑنا شروع کر دیا کچھ دنوں کے بعد میرے والد نے کسی گندی عورت کے ساتھ تعلق بنا لیے اور اسے لے کر گھر آ گیا اور میری امی کو بہت مارا اور گھر سے نکال دیا۔

میری امی ہمیں لے کے اپنے میکے آ گئی وہاں کچھ دن تو ہم سہی رہے بعد میں میرے ماموں نے ہمیں نہ رہنے دیا اب میری امی سوچنے لگی کہ کہاں جاؤں ابھی ہم اسی الجھن کو شکار تھے کہ میری بڑی بہن کو طلاق ہو گئی۔

ہمارے اوپر پریشانی کے علاوہ کچھ نہ تھا پھر بھی میری ماں نے ہمت نہ ہاری وہ ہم سب کو لیکر شہر چلی گئی وہاں ہم نے کرائے پر ایک مکان لیا وہ جو بھائی مجھ سے بڑا تھا وہ ماموں کے گھر ہی رہا ماں ہم تینوں کو ہی لے گئی کچھ دن تو ہم تنگ رہے لیکن ہمارے ہمسائے بہت اچھے تھے وہ کبھی ہمیں کھانا دیتے کبھی آٹا پھر میری امی نے جو زمین میرے بھائی کے حصے کی تھی وہ بیچ دی اور ہمیں داخل کروایا ہم لوگ پڑھنے لگے پھر پرنسپل نے مجھے دوسری میں اور میرے بھائی کو اول میں داخل کیا۔

ہمارے گھر کا نظام چلنے لگا پھر ہمارے گھر کے سامنے ایک میڈیکل سٹور تھا جس پر ایک لڑکا بیٹھتا تھا وہ میری بہن کو پسند کرنے لگا میری بہن اس میں دلچسپی نہیں لیتی تھی۔

کیوں کہ وہ سوچتی کہ میں ان کے لیے یہ سب کیوں کروں آخر وہ تھی بھی بہت ہی خوبصورت میں بھی کم نہ تھی خیر دن گزرتے گئے وہ لڑکا پیچھے پڑا رہا پھر اس نے خط لکھنے شروع کر دیئے۔

آہستہ آہستہ میری بہن کو اس میں دلچسپی ہونے لگی اس نے بھی خط کا جواب دینا شروع کر

دیا پھر میری امی کو پتا چلا اسے بہت غصہ آیا لیکن وہ غصہ عارضی تھا کیوں کہ ماں نے لڑکا تو دیکھا ہی تھا اور پھر ماں کی بھی لو میرج تھی وہ ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے پھر ان کی شادی ہوئی تھی جب امی کو پتہ چلا تو تھوڑا بول کر چپ ہوگئی۔

پھر میری بہن نے کہا اپنے گھر والوں کو رشتہ کے لیے بھیجو اس نے اپنے گھر میں بات کی تو وہ لوگ مان گئے انہوں نے میری بہن کو دیکھا تو پسند آگئی پھر اسی طرح میری بہن کا رشتہ ہوگیا۔

وہ لوگ بہت امیر تھے آج پانچ سال ہوگئے ہیں ان کی شادی کو میری بہن کے پاس اب ماشاء اللہ پانچ بچے ہیں ایک بیٹا او چار بیٹیاں وہ اپنے گھر میں بہت خوش ہے۔

پھر میں نے مڈل پاس کیا اور بھائی تیسری میں تھا کہ ابو سے امی کی صلح ہوگئی اور ہمیں واپس گاؤں جانا پڑا ہم لوگ گاؤں میں چلے گئے۔

پھر ماموں میرے بھائی کو رشتہ دینے کو تیار ہوگئے ابو تو پہلے ہی خوش تھے لیکن بعد میں امی بھی خوش ہوگئیں پھر شادی کی تیاریاں ہونے لگیں ہر طرح سے گھر کو سجایا اور پھر گھر میں خوشیاں ہی خوشیاں آنے لگیں ہم نے بھائی کی شادی بہت دھوم دھام سے کی مجھے میرا کزن پسند تھا کہ بدقسمتی کہ اس نے مجھ سے شادی نہ کی۔

میرے بھائی کی شادی کے ایک سال بعد اللہ نے اسے چاند سا بیٹا دیا ہم لوگ بہت ہی خوش تھے۔

پھر جہاں سے میری بربادی شروع ہوئی میں آپ کو بتانا ہی بھول گئی ہوں میرے بھائی کی مہندی کی رات تھی میرے ماموں نے پیسوں کے لالچ میں اپنی بیٹی کو بھگا دیا مجھے پیسے چاہیں لیکن ہم اتنے پیسے کہاں سے لاتے اسی لیے جس آدمی کو بھیجا تھا اس نے کہا کہ میں واپس تب لاؤں گا جب تم مجھے اپنی بیٹی کا رشتہ مجھے دو میری ماں مجبور ہوگئی کیوں کہ شادی تو کرنی ہی تھی پھر میرا بھی نکاح ہوگیا۔

میری ہاں ہونے کے دو ماں بعد میرے منگیتر نے اپنے بھائی اور بھابی کو کو بھیجا کہ مجھے شادی کرنی ہے میری ماں نے کہا کہ میری بیٹی کی عمر ابھی بہت تھوڑی ہے اس نے کہا نہیں میں شادی کرنا چاہتا ہوں یہاں پر ایک اور بات یاد آئی کہ میرے منگیتر کی پہلے بھی شادی ہوئی تھی اس کے چار بچے تھے۔

میرے باپ نے میرے نام کچھ زمین بھی کر دی اور کچھ سونا بھی اور مجھے الگ گھر بنوا کر دیا۔

میری شادی ہوگئی میں اپنے گھر چلی گئی میں نہیں چاہتی تھی کہ ایک بوڑھے انسان سے میری شادی ہو پھر ابھی میں شادی کی عمر میں نہیں ہوئی تھی۔

خیر میرا شوہر مجھے خوش رکھتا اور میرے لیے تو میرا شوہر ہی اب سب کچھ تھا ہم ہنسی خوشی رہنے لگے دن گزرتے رہے اور ہم لوگ اپنی خوشیوں میں مگن تھے پھر اللہ نے مجھے ایک پیاری سی بیٹی دی جس کے آنے سے ہماری خوشیوں میں اور بھی اضافہ ہوگیا میری امی ابو بہت خوش تھے۔

وہ لوگ ہمارے گھر میری بیٹی کے کھلونے کپڑے اور سونے کی انگوٹھی وغیرہ لائے پھر آہستہ آہستہ میری بربادی شروع ہونے لگی میرے سسرال والے میرے شوہر کو بہت باتیں کرنے لگے کہ اس کو گھر لاؤ اور نجانے طرح طرح کہ کیا کیا باتیں کیں کہ میرا شوہر مجھ سے ڈرنے لگا۔

میری سوتن نے اپنا آپ دکھانا شروع کردیا اس نے اپنے شوہر کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور وہ مجھے طرح طرح کی باتیں کرتا یہاں رہ کر میں اپنی بہن سے بھی مل لیتی تھی لیکن میرے شوہر نے

کہا کہ تیرے بہنوئی کے ساتھ غلط تعلق ہیں۔
میں تو ان چیزوں کو جانتی تک نہ تھی کہ غلط تعلق کیا ہوتے ہیں جب مجھے پتا چلا کہ کیا ہوتا ہے میں بہت تو میں بہت روئی اور یہ تو میرا خدا بھی جانتا ہے کہ پھر میرے شوہر نے کہا کہ اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو میرے ساتھ گھر چل میں مجبور ہو گئی مجھے مجبورا جانا پڑا اگر نہ جاتی تا وہ یہی کہہ رہا تھا کہ ونہ اپنے میکے چلی جاؤ۔
میں اس کے ساتھ کیوں گئی کہ میری زندگی میں آنے والی یہ ہی ایک مرد ذات تھی اور میں اسے پیار کر بیٹھی تھی میں اسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔
پھر میں اس کے ساتھ گاؤں جہاں اس کی پہلی بیوی اور بچے رہتے تھے وہاں چلی گئی۔
پہلے تو کچھ دن میری سوتن اور اس کے بچوں نے میرے سسرال والوں نے میرے ساتھ سہی رہے پھر اپنا آپ دکھانا شروع ہو گئے میرے سسر نہیں تھے ایک دیور تھا اس کی بیوی بھی ٹھیک تھی خیر دن گزرتے رہے پھر اللہ نے مجھے ایک بیٹا دیا جس کی پیدائش پر کوئی خوش نہ ہوا الٹا میرے ساتھ لڑئی جھگڑے شروع ہو گئے اور میرے باپ بھائیوں کو آنے سے منع کر دیا کہ وہ میرے گھر نہ آئیں۔
پھر میرے باپ سے میری یہ حالت دیکھی نہ گئی وہ پہلے ہی دل کا مریض تھا برداشت نہ کر سکا اور اللہ کو پیارا ہو گیا۔
بھائی ایک بڑا تھا اور ایک چھوٹا پہلے وہ میرے باپ سے تھوڑا بہت ڈرتا تھا مگر اب اس کا ڈر بالکل ہی ختم ہو چکا تھا اور میری والدہ والد کی وفات کے بعد اپنا ذہنی توازن کھو چکی تھی۔
میرا اب کوئی نہیں تھا سوائے اللہ کے جو میری سوتن تھی وہ جادو ٹونے کرتی رہتی تھی میں چپ چاپ بیٹھی رہتی میری سوتن نے میرے شوہر کو اپنے قابو میں کر لیا اب وہ میری کوئی بات نہیں سنتا تھا نہ ہی میری کوئی بات مانتا تھا اگر میں کچھ کہتی تو وہ مجھے مارنا شروع ہو جاتا۔
اب تو میرا میکے میں بھی کوئی نہ تھا میں روتی رہتی کہ جس کو میں نے چاہا پیار کیا اپنا سب کچھ مانا مگر وہ ہی آج میرے ساتھ یہ سلوک کر رہا تھا میں کس کو بتاتی کہ میں کیسے جی رہی تھی۔
میرا بڑا بھائی کزن کی کھیتی باڑی کرتا اور چھوٹا اگر کوئی مزدوری مل جاتی تو کر لیتا تھا میں بہت دکھی ہوں اپنے دل کا حال کسی کو نہیں بتا سکتی اس لیے سوچا کہ اپنے دل کا حال جواب عرض کو شیئر کروں۔
میرے پاس اب چار بچے ہیں خاوند نے وفا نہیں کی میں اپنا سب کچھ اپنے بچوں کو ہی سمجھتی ہوں اور رہ رہی ہوں میرے خاوند نے پہلے والے دو بچوں کی شادیاں کیں ہیں وہ بھی بہت خوش ہیں۔
میری ایک سوتیلی بیٹی مجھے پیار کرتی تھی اور میرے بچوں کو بھی ٹھیک جانتی تھی میرا چھوٹا بھائی اسے آنے سے روکا گیا میں دن رات روتی کہ میں نے یہاں شادی کیوں کی تھی۔
اب میرا خاوند نہ میری عزت کرتا ہے نہ مجھے اچھا سمجھتا ہے نہ میری کوئی بات مانتا ہے نہ ہی میرا خیال رکھتا ہے اگر کرتا ہے تو صرف نفرت کرتا ہے۔
میں اندر سے ٹوٹ گئی ہوں کہ جس سے میں نے پیار کیا اس نے مجھے یہ صلہ دیا۔
میں بہت دکھی ہوں میں آپ کو ایک بات بتاؤں تو یہ کہانی بہت لمبی ہو جائے گی بس میری یہ دعا ہے اللہ تعالیٰ میرے جیسی زندگی کسی کو نہ دے اور پلیز میری یہ کہانی ضرور شائع کر دینا اگر نہ ہوئی تو مجھے بہت دکھ ہوگا۔ کیوں کہ میں تو پہلے بھی

بہت دکھی ہوں میرے پاس اب سوائے مرنے کے کوئی راستہ نہیں ہے دعا کریں اللہ میرے بچوں کے نصیب اچھے کرے اس شعر کے ساتھ اجازت دیں اللہ نگہبان۔

اچھا صلہ دیا تو نے میرے پیار کا
یار نے ہی لوٹ لیا گھر یار کا
آپ کی رائے کا منتظر رہوں گا

ہنستے بستے انسان کو دعائیں سب ہی دیتے ہیں
دولت مند یارانے کو وفائیں سب ہی دیتے ہیں
نہ ہو اک وقت کی روٹی کسی غریب کے گھر میں
ایسے وقت میں اس کو سزائیں سب ہی دیتے ہیں
کشور کرن۔

غزل

کیونکہ بھول گئے ہم کو رشتہ تو پرانا تھا
ایک یہ بھی زمانہ ہے ایک وہ بھی زمانہ تھا
رنگین فضائیں تھیں اور شوخ ادائیں تھیں
جذبوں میں جوانی تھی موسم بھی سہانا تھا
سینے سے لگایا تھا آنکھوں میں بٹھایا تھا
معلوم نہ تھا تم نے یوں چھوڑ کے جانا ہے
کیوں ہم سے خفا ہو کیوں ہم سے جدا ہو
کیا جرم ہوا ہم سے اتنا تو بتانا تھا
نفرت سے بھری آنکھ ایک جان ہی لے بیٹھی
ٹکڑے کئے دل کے کیا خوب نشانہ تھا

☆ ---------- اسد شہزاد۔ گوجرہ

سب کچھ ہار چلے

لو اپنا جہان دنیا والوں سے اس دنیا کو چھوڑ چلے...... جو رشتے ناطے جوڑے تھے وہ رشتے ناطے توڑ چلے...... کچھ سکھ لے لمحے دیکھ چلے کچھ دکھ لے لمحے جھیل چلے...... تقدیر کی اندھی گردش نے جو کھیل کھلایا کھیل چلے...... ہر چیز تمہاری لوٹا دی...... ہم کچھ نہ لے کر ساتھ چلے...... پھر دوش نہ دینا اے لوگو! ...... دیکھ لو خالی ہاتھ چلے...... ہر راہ وہ اکیلی ہے...... یہاں ساتھ نہ کوئی یار چلے...... اس پر نہ جانے کیا ہوگا...... پھر تو سب کچھ ہار چلے

☆ ---------- لعل شاہ رخ خان۔ ضلع کرک

غزل

تمہیں ہی وفا نبھاہ نہ سکا
تجھے چاہا مگر بتا نہ سکا
تیری جدائی میں رویا صبح شام
مگر تیرے سامنے آنسو بہا نہ سکا
تجھے چاہا دنیا سے زیادہ
مگر تیری دہلیز پے سر جھکا نہ سکا
خدا نے لکھ دی تھی قسمت میں جدائی
جدائی کی اس لکیر کو ہاتھ سے مٹا نہ سکا
تیرے بعد آئی بہت خوشیاں
مگر کسی بھی خوشی پر مسکرا نہ سکا
ایک ہی بات رلاتی ہے صبح شام
جسے چاہا اسے پا نہ سکا

☆ ---------- بلقیس خان عرف بلو

محبت

کبھی زندگی کا نام ہے محبت
کبھی موت کا پیغام ہے محبت
کبھی محبت سے ملتی ہے خوشی
کبھی غم کی شام ہے محبت
کبھی محبت آنسوؤں کی بارش بھی
کبھی ہنسی کا جام ہے محبت
کبھی ہے محبت دل کی جان
کبھی دل کا آرام ہے محبت
کبھی محبت ہے ملن کا روپ
کبھی تنہائی کی طرح بے نام ہے محبت
کبھی محبت ہے بے نام زندگی
کبھی زندگی کہتی ہے میرا نام ہے محبت

☆ ---------- بلقیس خان عرف بلو

اقوام زریں

زندگی ایک پھول ہے اور محبت اس کا شہد۔

دوست کو اس کی صورت سے نہیں سیرت سے پہچانو۔

تم میری ہو

تحریر۔ سیدہ امامہ علی راولپنڈی

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
آج میں معاشرے کے نازک مسئلے پر قلم اٹھا رہی ہوں اور اس کے واقعات ہمیں روز سننے یا دیکھنے کو ملتے ہیں مجھے امید ہے کہ آپ میرے قلم کی پھر ایک دفعہ رہنمائی فرمائیں گے آپ کے اس حوصلے افزئی کے لیے میں آپ کی بہت مشکور ہوں خدا آپ کو اور آپ کے ادارے کو اسی طرح ترقی کی راہ پہ رگامزن رکھے میری اس کہانی کا نام۔ تم میری ہو۔ رکھا ہے
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

حیا جلدی کرو ہماری گاڑی نکل جائے گی ہاں
ہاں آ رہی ہوں بس پانچ منٹ میں
میں جلدی تیار ہو کر اپنی دوست ماریہ کے پاس گیٹ پر آ گئی ہم دونوں اکھٹی کالج جاتی تھیں اور دونوں سیکنڈ ایر کی سٹوڈنٹ تھیں۔
بس سٹاپ پر کھڑے ہمیں پندرہ منٹ ہو گئے مگر ہماری وین نہ آئی
یار ماریہ کہیں گاڑی نکل نہ گئی ہو میں نے فکر مندی سے ماریہ سے کہا۔
نہیں یار ہم دس منٹ پہلے آ گئے ہیں۔
سٹاپ کر کھڑے کھڑے مجھے کسی کی نظروں کی تپش محسوس ہونے لگی میں نے دیکھا تو ایک لڑکا سڑک کے پار مسلسل مجھے دیکھے جا رہا تھا۔
ماریہ۔۔ ماریہ میں نے ماریہ کو کہنی ماری۔۔ وہ دیکھو وہ لڑکا مجھے گھور رہا ہے۔
ارے یار گھورنے دو ان لڑکوں کو اور کام ہی کیا ہے سوائے لڑکیوں کو گھورنے کے ماریہ لا پرواہی سے کندھے اچکاتی ہوئی بولی۔

مگر مجھے اس لڑکے سے ٹینشن ہو رہی تھی اتنے میں ہماری وین آ گئی اور ہم بیٹھ گئے کالج میں بھی میرا ذہن بار بار اس لڑکے کی طرف جاتا پتہ نہیں اس کی عجیب سی نظریں تھیں پھر میں سب کچھ جھٹک کے پڑھائی میں مصروف ہو گئی چھٹی تک وہ میرے ذہن سے نکل بھی چکا تھا۔
میں ماریہ کے گھر واپس آ گئی وہ ہمارے ساتھ والے گھر میں رہتی تھی اور پڑوسی ہونے کے ناطے ہماری فیملو کلوز تھی اور آنا جانا لگا رہتا تھا دوسرے دن کالج جاتے ہوئے پھر وہ لڑکا اپنی مخصوص جگہ پر کھڑا نظر آیا۔
دیکھو ماریہ وہ لڑکا پھر مجھے گھور رہا ہے۔
ارے ہاں یار یہ تو واقعی بڑا ڈھیٹ ہے ماریہ اس کی طرف دیکھ کر بولی۔
چلو دفع کرو دیکھنے دو خود ہی مایوس ہو کر چلا جائیگا جب اسے لفٹ نہ ملے گی۔
پھر اگلے دن ماریہ کی طبیعت خراب تھی میں اکیلی ہی چلی آئی۔

ابھی مجھے کھڑے ہوئے پانچ منٹ بھی نہیں ہوئے ہوں گے کہ وہ لڑکا چل کر میرے پاس آ گیا اور میں ڈر کر تھوڑی آگے ہو گئی وہ پھر میرے قریب ہو گیا اور کہنے لگا۔

حیا میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں اس لیے سیدھا آ کر تم سے اظہار کر دیا۔

میرا مارے خوف سے میرے ہاتھ پاؤں میں پسینے آنے لگے میں ڈر رہی تھی کہ یہ میرا نام کیسے جانتا ہے پھر وہ کہنے لگا۔

حیا پریشان مت ہو میں تمہارے بارے میں تمہارے بارے میں سب جانتا ہوں اور جن سے محبت کی جاتی ہے ان کی خبر رکھی جاتی ہے اور مجھے تم سے محبت نہیں بلکہ عشق ہو گیا ہے جس دن تمہیں نہ دیکھوں ایک پل بھی چین نہیں آتا۔

اور مجھ میں بولنے اور سہنے کی سکت بھی نہیں ہے اتنے میں وین آ گئی اور میں جلدی جلدی بیٹھ گئی واپس گھر آ کر میں یہ بات ماریہ کو بتانے اس کے گھر جا رہی تھی میں یونہی باہر آئی وہ ہمارے گھر کے پاس کھڑا تھا۔اس لیے میں واپس اندر جانے ہی لگی اتنے میں اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

حیا صرف ایک بار میری بات سن لو پلیز صرف ایک بار پھر میں تمہیں تنگ نہیں کروں گا۔

میں ادھر ادھر دیکھنے لگی کہ اگر کسی نے دیکھ لیا تو بہت بدنامی ہو گی۔

کہو جلدی کیا کہنا ہے۔

حیا میرا نام نعمان ہے اور میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں اور تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں میری محبت کو قبول کر لو اور بدلے میں مجھے میری محبت دے دو میں نے تمہیں جو کہنا تھا کہہ دیا۔

اب میری بات دھیان سے سنو نہ تو میں تم سے محبت کرتی ہوں اور نہ ہی کر سکوں گی سمجھے میری منگنی میرے کزن کے ساتھ ہو چکی ہے اور میں اسی سے ہی شادی کروں گی میں اس سے ہی محبت کرتی ہوں اور آئندہ میرے راستے میں مت آنا۔

میں نفرت سے اسے دیکھ کر ماریہ کے گھر آ گئی۔اور پھر میں نے ماریہ کو کل سے لیکر آج تک کی ساری بات بتا دی ماریہ اب تو ہی بتا میں کیا کروں کیا امی کو بتا دوں۔

اے نہیں حیا آنٹی خواہ مخواہ پریشان ہوں گی اور پھر تم شاید کالج بھی نہ جا سکو گی اور تم نے بہت اچھا کیا جو اسے کھری کھری سنا دیں اور اگر اس کے اندر عزت نفس ہوئی نہ تو پھر وہ تمہارے سامنے نہیں آئے گا۔اچھا اب میں چلتی ہوں صبح ملاقات ہو گی او کے خدا حافظ۔

میں ماریہ سے ملاقات کر کے نکلی تو دیکھا تو وہ وہاں ہی کھڑا تھا جہاں میں اسے چھوڑ کر گئی تھی۔

ارے تم تو واقعی ہی بہت ڈھیٹ ہو تم نے سنا نہیں میں اپنے منگیتر سے محبت کرتی ہوں۔بہرے ہو کیا اب جاؤ یہاں سے نہیں تو میں گھر والوں کو تمہارے بارے میں سب بتا دوں گی تم مجھے تنگ کرتے ہو جاؤ یہاں سے ابھی اور فورا۔

حیا میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا پلیز مجھے میری محبت کی اتنی بڑی سزا مت دو میں مر جاؤں گا مگر تم سے الگ ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتا میں بہت آگے نکل چکا ہوں جہاں سے واپسی ہونی ناممکن ہے وہ میرے اور بھی قریب ہوتے ہوئے بولا۔اتنی قریب کے میں اس کی سانسیں گن سکتی تھی مجھے لگا میری دھڑکن رک گئی میں بے ساختہ اندر کی طرف بھاگی کمرے میں آ کر میری سانسیں میرے قابو میں نہیں رہیں۔میں نے کبھی کسی کو اتنے قریب سے محسوس نہیں کیا تھا کیا کوئی کسی سے اتنی محبت کر سکتا ہے میں چاہ کر بھی اسے ذہن سے جھٹک نہیں پا رہی تھی مگر مجھے ایسا کرنا تھا کیوں کہ میں کسی کے ساتھ منسوب تھی۔

امی ابو نے کہا تھا زبیر کے دبئی سے آتے ہی

تیری شادی کر دینی ہے نعمان ہر روز اپنی مخصوص جگہ پر کھڑا ہوتا اور میں ہر روز ہی اسے اگنور کرتی رہی۔ پھر میں نے سوچا مجھے اس سے نرمی سے بات کر کے اسے سمجھانا چاہئے پھر میں نے ایک لیٹر لکھا۔
دیکھو تم ایک اچھے انسان ہو اور تمہیں بھی کوئی اچھی لڑکی مل جائے گی اپنا وقت ضائع مت کرو میرا خیال اپنے دل سے نکال دو میں تمہاری نہیں ہو سکتی کیوں کہ میرا منگیتر آنے والا ہے اور جلد ہی ہماری شادی ہو جائے گی اس لیے مجھے بھول جاؤ اور اپنی زندگی میں آگے بڑھ جاؤ۔

حیا زبیر۔

میں نے خط لکھ کر ماریہ کو دیا کہ وہ نعمان کو دیدے اس نے وہ خط اسے دیا میں مطمئن تھی کہ اب وہ سنبھل جائیگا۔ اتنے میں امی نے بتایا کہ زبیر آنے والا ہے اور دونوں گھروں میں تیاریاں ہونے لگی۔ میں اور ماریہ شادی کی کچھ خریداری کر کے واپس آرہی تھیں کہ دیکھا تو نعمان ہمارے گھر کے سامنے کھڑا تھا۔
ارے یہ یہاں کیا کر رہا ہے۔ ماریہ اسے دیکھ کر حیرانی سے کہا۔
ماریہ تم یہ سامان لے کر اندر جاؤ میں اس سے بات کرتی ہوں۔
کیا ہے تم یہاں کیوں کھڑے ہو تمہیں ایک بار بات سمجھ میں نہیں آتی۔
نہیں آتی نہیں آتی۔ وہ درشتگی سے میرا ہاتھ پکڑ کر بولا۔
چھوڑو میرا ہاتھ کوئی دیکھ لے گا۔
کوئی کیا ساری دنیا دیکھ لے میں چاہتا ہوں تمہیں دنیا دیکھے میری دیوانگی جو تمہیں نظر نہیں آئی حیا ابھی بھی وقت ہے شادی سے انکار کردو اور چلو میرے ساتھ میں ساری زندگی تمہیں اتنا خوش رکھوں گا اتنا پیار دوں گا کہ تم اپنے آپ پر رشک کرو گی اور خود کو دنیا کی خوش قسمت لڑکی سمجھو گی۔
کیا کہا بکواس کر رہے ہو تم جانتے ہو کیا کہہ رہے ہو واقعی پاگل ہو گئے ہو پندرہ دن بعد میری شادی ہے اور میں شادی صرف زبیر سے ہی کروں گی وہ ایک سائیکو انسان ہے۔
میں اپنا سر جھٹک کر جانے لگی تو اس نے پھر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔
نعمان میں کہہ رہی ہوں میرا ہاتھ چھوڑ دو میں شور مچادوں گی۔
مچادو مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا مگر ایک بات یاد رکھنا تم صرف اور صرف میری ہو اور تمہیں مجھ سے الگ کوئی نہیں کر سکتا کوئی نہیں اور اگر تم میری نہ ہوئی تو کسی کی بھی نہیں ہو گی تم نے ابھی تک میرا پیار محبت اور دیوانگی دیکھے ہیں جنون نہیں میں کل پھر آؤں گا اور تمہیں میری محبت قبول کرنا ہوگی تم نہ آئی تو میں انکار سمجھ کر چلا جاؤں گا پھر مجھ سے گلہ مت کرنا اچھی طرح سوچ کر فیصلہ کرنا میں جا رہا ہوں اور ہاں تم اپنا خیال رکھنا میری امانت سمجھ کر۔
وہ چلا گیا اور میں بت بنی وہی کھڑی رہی ارے تم ابھی تک یہاں ہی کھڑی ہو چلا گیا وہ نعمان کی بچہ ہاں میں اپنے حواس قائم کر کے بولی۔
کیا کہہ رہا تھا۔
کچھ نہیں بس ویسے ہی اچھا چھوڑو اسے اور چلو اندر۔
میں ماریہ کے ساتھ اندر چلی گئی اتنی رونق تھی کہ میں چاہ کر بھی کوئی تلخ بات یاد نہ رکھ سکی اگلہ دن پتہ ہی نہ چلا اور گزر بھی گیا اور میری مہندی کا دن آگیا۔ میں تیار ہونے ماریہ کے گھر جانے لگی گئی اور جب تیار ہو کر گاڑی کے پاس آئی تو نعمان گاڑی کیساتھ ہی کھڑا تھا۔
نعمان تم یہاں میں اسے دیکھتے ہوئے خوف زدہ لہجے میں بولی۔

ہاں میں ۔توقع نہیں تھی میرے آنے کی جب میں نے کہا تھا میں آؤں گا تو آ گیا اور تم نہیں آئی تھی ۔پھر میں نے سوچا کیوں نہ تمہاری مہندی پہ ہی تم سے ملاقات کروں کیا تمہیں اچھا نہیں لگا میرا تمہارے سامنے کھڑے ہونا۔

نہیں ایسی بات نہیں ہے تم گھر چلو میرے مہمان بن کر۔

حیا تمہیں یاد ہے میں نے تمہیں کہا تھا کہ اگر تم میری نہ ہوئی تو کسی بھی نہیں ہو گی کہا تھا نہ۔ مجھے نعمان کی آنکھوں میں وحشت سی نظر آ رہی تھی۔

پلیز نعمان راستہ چھوڑو بہت دیر ہو رہی ہے ہمیں۔

ہاں سہی کہہ رہی ہو دیر ہو رہی ہے۔

اتنا کہہ کر اس میرے اوپر آگ انڈیل دی میں تکلیف اور قرب سے جلنے لگی قریب کھڑے لوگوں نے نعمان کو پکڑ کر پولیس کو دیدیا۔ اور مجھے آئی سی یو میں رکھا گیا کیوں کہ میری حالت کافی نازک تھی میرا چہرہ اور گردن بری طرح جھلس گئے تھے اور چہرے کے ساتھ ساتھ میری پوری زندگی بھی جھلس کر رہ گئی تھی۔

نعمان نے مجھے اپنے آپ کے قابل بھی نہیں چھوڑا تھا نعمان تو آج نہیں تو کل باہر آجائے گا مگر میں پوری زندگی خول سے باہر آ پاؤں گی کیا۔ میں ساری زندگی نقاب کے پردے میں گزار سکوں گی ہمیشہ خدا کی تخلیق کردہ حسین مخلوق کو ہی گورا کیوں کہا جاتا ہے اس کی زندگی پر سیاہ رات کیوں طاری کر دی جاتی ہے۔

کیا کبھی کوئی عورت کو سمجھ سکے گا اس کی تکلیف کو جان پائے گا اسے انصاف دلا پائے گا یہ بات مجھے آپ سے جانتی ہے اپنے قارئین سے جو ہر روز ایسے واقعات رونما ہوتے دیکھتے ہیں پڑھتے ہیں مگر آواز نہیں اٹھا پاتے۔

تو قارئین یہ تھی بنت حیا کی کہانی جسے باقی کی زندگی ایک حیا میں ہی لپیٹ کر گزارنی ہے اب دیکھنا ہے کہ یہ کب تک اس زندگی سے لڑ سکتی ہے کیوں کہ یہ بات میں بھی اور آپ بھی جانتے ہیں اس لڑائی میں آج تک کسی کی جیت نہیں ہوئی۔ آپ کی قیمتی آراء کا انتظار رہے گا دعا گو۔

اب او جھل ہے نگاہوں سے نشان منزل
زندگی تو ہی بتا کتنا سفر باقی ہے

غزل

کچھ زندگی بے وفا کبھی کچھ تیری دعا میں فرق تھا
کچھ ہم سے خطا ہوئی کچھ تیری وفا میں فرق تھا
شاید کبھی ہم دونوں ایک ہو ہی جاتے
کچھ میں بھی تھا انا میں کچھ تیری صدا میں فرق تھا
تم نے بھی دیکھا شاید زمانے کی طرح مجھے بے در
کچھ بھول گئے تھے ہم بھی کچھ تیری نگاہ میں فرق تھا
بڑا ناز کیا کرتے تھے تیرے پیار پہ
کچھ دل کے ہاتھوں مجبور تھے کچھ تیری رضا میں فرق تھا

☆ ----------------- اسد شہزاد۔ گوجرہ

غزل

تیرے لوٹ آنے کا انتظار کرتا ہوں
دیکھ میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں

میں بناتا ہوں کاغذ پہ تیری تصویریں
پھر اُن سے باتیں ہزار کرتا ہوں
تیرے دکھ بھی خلوص نیت سے اپنے دکھوں میں شمار کرتا ہوں
یوں میں تیرا اعتبار کرتا ہوں
آج بھی سوچتا ہوں تو میری آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
اے میرے دوست میں تم سے اتنا پیار کرتا ہوں

☆ ----------------- اسد شہزاد۔ گوجرہ

جہاں بھی جاؤ اپنی خوشیاں چھوڑ دو تا کہ لوگ تمہیں یاد رکھیں۔

محمد اقبال کی شاعری

نون۔ 0315.1260796

شکوہ زندگی

شکوہ زندگی تقدیر لکھ رہا ہوں
سربازار بے مول بک رہا ہوں
اے انسان تو راہ منزل سے کیوں
بھٹک رہا ہے
جب کہ میں دور سے ہی دیکھ
رہا ہوں
کچھ حاصل نہیں اس تجارتی بازار
سے
نادان نہیں ہے تو ازل سے حشر
تک سمجھ رہا ہوں
سمجھ اس زندگی حقیقت کو
سنبھل جا میں تجھے پھر سے اپنا
رہا ہوں

میں ہر انسان کے بدلتے رنگ
رہا ہوں
کیا ہے تیری خدائی بس یہ دیکھ
رہا ہوں
سوچتا ہوں کبھی کبھی کہ اپنی حدوں
کو پار کرلوں
مگر صرف اب تک تیری رضا دیکھ
رہا ہوں
کردے ایسا کرم کہ میں کسی کے
کام آسکوں
ہوگا تیرا احسان میری زندگی پر یہ
التجا کررہا ہوں

اتنے بھی ستم نہ کرسی پر کہ وہ
زخموں سے چور چور ہوجائے
ایسا نہ ہو کہ حالات سے لڑتے
لڑتے تیری خدائی سے دور
ہوجائے
مانا کہ زندگی بھی امانت ہے تیری
اور امتحان لینا حق ہے تیرا
مگر ساری زندگی بھی کسی کے
امتحان نہ لے کہ اس کی زندگی بے
نور ہوجائے

جس کی سوچ ہوتی ہے بلند
چٹانوں میں
اس کی زندگی بسر ہوتی ہے
اکثر میخانوں میں
کھو دیتا ہے وہ اپنا سب کچھ اک
لفظ وفا کی خاطر
تنہائی اس کی محفل ہوتی ہے
اور منزل ہوتی ہے آسمانوں میں

....

ہوکر دور ساری خدائی سے اس شخص
کی پوجا کی تھی
کھو گیا تھا ان آنکھوں میں جس نے
محبت کی انتہا کی تھی
اس محفل میں خاموشی نے ہمیں گھیر
رکھا ہے
پھر بھی پیاری آنکھوں نے گفتگو محبت
کی تھی

بزم شناسائی کے عالم میں تھا
وہ محبت کے مارے ہوئے دیوانوں
میں سے تھا
وقت عشق نے زخموں کو ناسور کردیا
ورنہ وہ اپنے زخموں کو خود ہی سی لیتا تھا
وقت حالات کا مارا ہوا یہ بے جان
پنچھی
کبھی عاشقوں کی محفل کی جا ہوا
کرتا تھا

کھڑا ساحل پہ سمندر کی گہرائی دیکھ
رہا تھا
بدلے ہوئے لہجے برستے ہوئے
ماحول کو دیکھ رہا تھا
بک رہا تھا ہر انسان کاغذ کے ٹکڑوں
کی خاطر اقبال
خوشیوں کے بازار میں ماتم سرعام
دیکھ رہا تھا

محمد اقبال۔ انارکلی لاہور

گل پری کے نام

امید ہے کہ آپ ٹھیک ہوں گی میری
طرف سے آپ کو بہت بہت عید
مبارک قبول ہو میری دعائیں آپ
کے ساتھ ہیں اور ہمیشہ رہیں گی کبھی
بھی خود کو دکھی یا پریشان نہ کرنا

محمد اشرف زخمی دل۔ ننکانہ صاحب

خلش

۔۔تحریر۔حسن رضا رکن سٹی۔ph0345.4552134

شہزادہ بھائی ۔السلام وعلیکم ۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
ایک بار پھر آپ کی خدمت میں ایک نئی داستاں بعنوان ۔انتقامی خلش ۔ لے کر حاضر خدمت ہوں امید کرتا ہوں پہلے کی طرح میری یہ کاوش بھی سب کو پسند آئے گی یہ داستاں مجھے ایک دوست نے پوسٹ کی ہے اور اسی کی خواہش پر میں جواب عرض کی نظر کر رہا ہوں اپنی قیمتی رائے سے ضرور نوازئے گا نثار احمد حسرت کو سلام دعاؤں میں یاد رکھنا۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

کردار جونی۔۔کنزہ۔
آج موسم بہت دلکش ہے اور آسماں پر کالے سیاں بادلوں کا بسیرا ہے اور کالے بادلوں کے ساتھ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی ہے جو ان کی خوبصورتی میں چار چاند لگا رہی ہے۔
میں اس بار گرمیوں کی چھٹیوں میں اپنی پھوپھو کے گھر گئی کیوں کہ میری کزنوں نے بہت اصرار کیا تھا اور ان کے اصرار کی وجہ سے ابو نے مجھے پھوپھو کے ساتھ گاؤں میں بھیج دیا اور مجھے پہلی بار گاؤں کی زندگی کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔
گرمیوں کا موسم تو گاؤں کی فضاؤں سے اور خوبصورت ہو جاتا ہے جب بارش کا دن آتا ہے تو عید کا سماں لگتا ہے ساری لڑکیاں اکھٹی ہو کر کھیتوں میں سیر کو جاتی ہیں مجھے کچے آم بہت پسند تھے۔
گھر میں تو کوئی کچے آم کھانے نہیں دیتا تھا کیوں کہ گلا خراب ہو جاتا ہے مجھے آم کے درخت اور ان کے اوپر سے اپنے ہاتھ سے آم توڑنا بہت پسند ہے ایک دن جب آسماں پر کالے بادل آئے اور ہلکی ہلکی بارش شروع ہوئی تو ایسا موسم مجھے اکیلے میں بہت اداس کر دیتا ہے میں ایسے موسم میں اکیلے نہیں رہ سکتی چاہے اپنے آپ کو جتنا بھی مصروف کر لوں جتنے مرضی کام کروں اسی لیے میں اپنی کزنوں کے ساتھ باہر جانے کے لیے پھوپھو سے پوچھنے لگی۔
مجھے اجازت مل گئی جب ہم گھر سے باہر نکلی تو گاؤں کی اور بھی لڑکیاں مزہ کے لیے گھر سے باہر تھیں کنزہ کے گھر کے سامنے ایک بہت بڑا شیم کا درخت تھا اور لڑکیوں نے اس درخت کیساتھ ایک جھولا ڈالا ہوا تھا اور ایسے موسم میں بہت سی لڑکیوں کے ساتھ جھولا جھولنے کا تو اپنا ہی مزہ ہے۔
میری کزن مجھ سے چھوٹی تھی اور کنزہ میری

ہم عمر تھی اس لیے وہ میری بہت اچھی سہیلی بن گئی میں جب فارغ ہوتی تو کنزہ سے ضرور ملتی آج ہم نے آموں کے باغ میں جانا تھا باغ ہمارے گھر سے ایک میل کے فاصلے پر تھا۔

ہم سب ایک دوسرے سے باتیں کرتے کھیتوں کو دیکھتے باغ میں جمع تھے۔

باغ نہر کے ایک کنارے پر واقع تھا یہ باغ گاؤں کے ایک آدمی کا تھا اس کا گھر کنزہ کے گھر سے کچھ فاصلے پر تھا اسی لیے وہ اس باغ کو اپنا ہی باغ سمجھتی تھی اور ہمیں اس باغ میں لے گئی جب ہم باغ میں پہنچے تو نہر کے دوسرے کنار پر بھی ایک باغ تھا کنزہ کی نظر جیسے اسی باغ میں ہو اور وہ اس میں سے کچھ تلاش کر رہی ہو۔

کنزہ بولی وہ باغ پتہ ہے کس کا ہے وہ میرا باغ ہے میں نے اسے ٹوکا تمہارا کیسے پاگل تو نہیں ہو گئی اس نے پھر کہا نہیں تو میرا ہے مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا کہ اس نے ایسا کیوں کہا ہے مگر مجھے اس بات سے کیا غرض میں نے اپنی پسند کے کچھ آم توڑے اور آرام سے بیٹھ کر کھانے لگی مگر وہ جیسے اڑ کر اس باغ میں پہنچنا چاہتی تھی۔

میں نے اسے کہا تمہیں پتہ ہے نہر کا پل کتنا دور ہے اس باغ تک پہنچنے میں ہمیں کتنا اور پیدل چلنا پڑے گا تو وہ بولی میں کون سا جا رہی ہوں ہم واپس آ رہی تھیں کہ ہمارے پیچھے ایک سیا رنگ کی کار آ رہی تھی جب کار آگے چلی گئی تو کنزہ نے کہا میں تم سے ایک بات پوچھوں تم مجھے ایک مشورہ تو دو یہ گاڑی جو ابھی گزری ہے پتہ ہے کس کی ہے۔

مجھے کیا پتہ۔ یہ گاڑی اس باغ کے مالک کی ہے اس کا نام جونی ہے تو میں کیا کروں جونی کا تو اس پر کنزہ بولی میری بات تو سنو اس نے مجھے ایک لڑکی کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ مجھ سے دوستی کرو میں کیا کروں پھر میں نے کنزہ کو روکا کہ اس سے دور ہی رہے کیوں کہ میں جانتی ہوں کہ بڑے لوگ کبھی بھی کسی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے۔

ایک بار تو اس نے میری بات مان لی کے وہ اس سے دور رہے گی اس طرح وہ نہ اس سے انکار کرے گی نہ اقرار میں بھی گھر واپس آ گئی اور رات باتوں ہی باتوں میں میں نے پھوپھو سے پوچھا۔

وہ باغ کس کا ہے یونہی باتوں باتوں میں جونی کا ذکر ہوا تو میں جاننا چاہتی تھی کہ وہ کیسا لڑکا ہے۔

پھوپھو نے مجھے بتایا کہ وہ لڑکا اچھا نہیں ہے کتنے ہی لوگوں سے انتقام لے چکا ہے نا جانے کتنی لڑکیوں کی زندگیوں سے کھیل چکا ہے وہ اپنی بے عزتی کا انتقام لینا تو اپنی فرض سمجھتا ہے اس لیے ہم تو اس کو کبھی منہ بھی نہیں لگاتے نہ آمنا سامنا ہو نہ ہی کوئی بات بنے۔

میں کنزہ کو اس کے بارے میں بتانا چاہتی تھی مگر گھر سے کال آئی کہ امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے میرے تو ہوش ہی اڑ گئے اور میں رات کو ہی اپنی امی کے پاس پہنچنا چاہتی تھی صبح ہوتے ہی مجھے کچھ بھی یاد نہیں تھا سوائے امی کے میری کنزہ سے ملاقات تو ہوئی مگر میں اس سے کوئی بات نہ کر سکی کیوں کہ میری پھوپھو ساتھ تھیں میں کنزہ سے اس کا نمبر بھی نہیں لے سکی کیوں کہ اس کے پاس بائل نہیں تھا۔

پھر میں پھوپھو سے کنزہ کا ضرور پوچھتی تھی اور کنزہ کا معلوم کر لیا مگر میں اس سے اس لڑکے کا تو نہ پوچھ سکی وہ مجھ سے ہر بات شئیر کر لیتی تھی پھر جب میں دو سال بعد پھوپھو کے دیور کی شادی پر کنزہ کے گاؤں گئی تو کنزہ تو جیسے وہ کنزہ نہ تھی اس کی تو حالت ہی بدل چکی تھی۔

وہ کنزہ جو ہر وقت ہنستی مذاق کرتی رہتی تھی

اب تو لگتا ہے سارے جہاں کی اداسیاں اور ویرانیاں اس کے نصیب میں لکھی جا چکی تھی مجھے دیکھ کر وہ میرے گلے لگ کر بہت روئی میرے چپ کروانے پر بھی چپ نہیں ہو رہی تھی۔

کنزہ کے دو بھائی اور ایک بہن تھی کنزہ سب سے چھوٹی اور لاڈلی بھی تھی اور گھر میں کبھی اسے کسی نے ڈانٹا بھی نہ تھا مگر اب تو لگتا ہے وہ گھر میں نہیں کسی قید خانے میں رہ رہی ہے کنزہ کا باہر جانا بند ہو چکا تھا جب کچھ دن گزر گئے مجھے وہاں گئے ہوئے تو میں ایک دن کنزہ سے ملنے اس کے گھر گئی وہاں مجھے کنزہ نے بتایا کہ اس کے ساتھ اسی جونی لڑکے نے کیا ظلم کیا ہے کنزہ بولی۔

مجھے اس نے تنگ کیا ہوا تھا دوستی کرنے کو جب میں نے انکار کر دیا۔ تو اس نے میری کزن سے کہا کہ ایک بار کنزہ سے کہو مجھ سے کال پہ بات کرے میں کب سے اسے چاہتا ہوں میں جب بھی اسے دیکھتا ہوں بے تاب ہو جاتا ہوں میں نے اپنا نمبر دینے سے انکار کر دیا مگر میری کزن کے پاس موبائل تھا اس کا نمبر بھی اسی لڑکے کے پاس تھا۔

ایک دن میری کزن نے کہا تم بات تو کر کے دیکھو وہ بے چارہ کب سے تڑپ رہا ہے اس کی تڑپ کا تمہیں تو اندازہ بھی نہیں ہے۔

جب میں اپنی کزن کی باتوں میں نہ آئی تو اس لڑکے نے ایک اور لڑکی کو جو کہ اس کی محبوبہ رہ چکی تھی اس نے مجھے کہا۔

میں نے اپنے منگیتر سے بات کرنی ہے تم مجھے کچھ دیر کے لیے اپنا موبائل تو دو میں نے جب اسے پریشان دیکھا تو اسے اپنا موبائل دے دیا مگر اس نے اپنے منگیتر کو نہیں اپنے عاشق کو کال کی تھی۔

کچھ دنوں بعد ایک نمبر سے کالیں آنے لگیں میں کب تک برداشت کرتی ایک دن جب میں کال او کے کی تو اس نے مجھے کہا۔

میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں تمہارے بغیر جی بھی نہیں سکتا میرا اعتبار کرو میں مر جاؤں گا۔

میں نے جب کہا کہ تم ہو کون۔

اس نے کہا میں تمہاری جان ہوں۔

مجھے غصہ آ گیا میں نے اسے گالیاں دینا شروع کر دیں مگر اس نے مجھے اپنے پیار کے اپنے جواب دیئے اتنے دعوے کیئے کہ میں بھی پگھل کر موم ہو گئی۔

اور آہستہ آہستہ میں اس سے اتنا پیار کرنے لگی کہ اس کو دیکھے بغیر مجھے چین نہیں آتا تھا پھر آہستہ آہستہ ہماری محبت اور گہری ہوتی گئی بات ایک دوسرے کی ملاقات تک آن پہنچی تھی میں اس سے کیسے ملتی مجھے میرے بھائیوں کا ڈر تھا پھر میں نے اپنی اس کزن کو اپنے ساتھ ملایا جس کو اس نے دوستی کا پیغام دے کر بھیجا تھا۔

وہ بھی یہی چاہتی تھی کہ میں برباد ہو جاؤں پھر ہم ایک دن کھیتوں میں ملے خوب باتیں کیں وعدے کیے اس دن اس نے میری تصویر بھی بنائی اپنے موبائل میں پھر وہ مجھے استعمال کرنا چاہتا تھا۔

وہ جب بھی کوئی بات کرتا میں نہ مانتی وہ کہتا تمہاری تصویر تمہارے بھائی کو دکھاؤں گا میں مان گئی پھر ایک دن بھائی نے موبائل چیک کیا تو اس میں اس کا نمبر تھا۔

جب انہوں نے پوچھا تو میں نے ٹال دیا مگر جب بھائی نے اس نمبر کی چھان بین کی تو بھائی اس تک پہنچ گیا بھائی نے مجھے خوب مارا اور گھر سے نکل جانے کو کہا مگر میں کہاں جاتی میرے ساتھ میری امی کو بھی سزا ملی بھائی نے مجھے اپنی بہن کے پاس بھیج دیا۔ اور اپنے گاؤں آنے سے

روک دیا مگر میرے سر پر بھی عشق کا بھوت سوار تھا بھائی نے موبائل لے کر توڑ دیا تو میں نے جون کو بتایا تو اس نے نیا لے کر دیا اور میں باجی کے پاس رہ کر بھی اس سے چھپ کر بات کرنے لگی۔

باجی کو میرا اور جونی کا معلوم نہ تھا باجی نے میرے بھائی کو سمجھایا تو وہ مجھے گھر لے آیا مگر میرے آتے ہی جونی نے مجھے ملنے کا پھر کہہ دیا۔

میں اب کیا کرتی اس بار ملنے پر ہم سے اتنا پیار کیا کہ ہر حد توڑ دی پھر جونی مجھ سے ہر قسم کی بات کرنے لگا اور میں بھی جب میں نے اس سے ضرورت سے بڑھ کر بات کی جو کہ میں بتا نہیں سکتی اس نے میری بات بھی موبائل میں ریکارڈ کر لی مجھے کیا پتہ تھا کہ اس نے ریکارڈ کی ہے۔

میں تو صرف اس سے پیار کرتی تھی اس کا اعتبار بھی کرتی تھی میں تو اپنی جان سے بھی زیادہ جونی کو چاہتی تھی اس بار جب ہم ملے تو اس کی آنکھوں میں کچھ ایسا تھا جیسے کسی کو مار کر آیا ہو اور سچ میں ہی کچھ دنوں بعد گاؤں کے ایک آدمی کو اس نے مارا تھا جس کو اس نے مارا تھا ان لوگوں کا ہم سے بہت اچھا تعلق تھا مگر میرا تو اب صرف جونی سے تعلق تھا۔

میں جونی کے لیے اپنے آپ کو بھی بھول گئی تھی میرا تو جینا حرام ہو گیا تھا میری تو پوری دنیا اندھیری ہو گئی تھی میں رات دن مصلے پہ بیٹھی رہتی تھی جونی کے لیے دعائیں مانگتی رہتی تھی۔

میں نمازیں اور وظیفے کرتی تھی میں رات کے پچھلے پہر کہیں جونی سے بات کرتی تھی اور میں ان لوگوں کے گھر بھی جاتی جس کو جانی نے مارا تھا اور پھر ساری معلومات جونی کو دیتی رہتی وہ جلد ہی مصیبت سے باہر نکلا۔

آتے ہی مجھ سے مل کر بہت بڑا گناہ کرنے کو کہا جو میں نہ مانی میں نے انکار کر دیا تو اس نے کہا میں تمہاری تصویریں اور باتیں ریکارڈ کی ہیں وہ تمہارے بھائی کو سناتا ہوں میں ڈر گئی اور اپنی باجی کے گھر چلی گئی میرے پیچھے میری کزن نے اور یہاں پر سب رشتہ داروں نے میرا جینا حرام کر دیا۔

میرے بھائیوں کو میرے خلاف کر دیا وہ مجھے ایک آنکھ دیکھنا نہیں چاہتے تھے مجھ سے نفرت کرتے تھے اس دن اس نے مجھے اپنے دامن کو داغ دار کرنے کو کہا میری عزت پر ہاتھ ڈالا مگر میں نے انکار کر دیا کہ پیار کرتی ہوں تم سے اپنی عزت کو برباد نہیں کر سکتی تمہارے لیے اس نے میری تصویریں اور ریکارڈنگ میرے بھائیوں کو سنا دیں۔

جس پر مجھے اتنی مار پڑی کہ میں خود سے پانی بھی نہ پی سکتی تھی پھر اس نے مجھے پیغام بھیجا کہ میں انتقام ضرور لیتا ہوں اپنی ہر ناکامی کا تم نے جس دن پہلے دن مجھے انکار کیا تھا میں نے سوچ لیا تھا کہ میں تمہیں سبق ضرور سکھاؤں گا اور آج تم جس حال میں ہو وہ کافی ہے تمہارے دامن کی پاکیزگی میرے پیار سے اہم تو نہیں تھی اب اپنے دامن کو پاکیزہ رکھو پھر بھی کوئی تمہاری بات پر یقین نہیں کرے گا۔

جب تم نے مجھے انکار کیا تھا سوچ لیتی تم کس سے انکار کر رہی ہو مجھے یعنی جونی کو کائی بھی انکار نہیں کرتا جب میں نے یہ باتیں سنی تو میرے تن بدن میں آگ لگ گئی مگر میں کیا کر سکتی ہوں مجھے تو بھائی ختم کر دینا چاہتا تھا اس نے مجھے زہر لا کر دیا کہ میں اس کو کھا کر مر جاؤں۔

مگر میں نے بھائی کو بہت تسلیاں دیں قسمیں کھائیں قرآن کو اپنے سر پر رکھا میرا دامن صاف ہے میں آپ کی عزت کو نہیں اچھالنا چاہتی تھی اس بات پر اب بھائی جونی کے پیچھے ہو گیا تھا اور اس

سے بدلا لینے کے لیے ہر وقت تیار رہتا تھا اپنی
عزت اور بے عزتی کا بھائی کو سب سمجھاتے کہ تم
اس جونی کا مقابلہ نہیں کر سکتے مگر بھائی کے سر پر
بدلے کا جن سوار تھا اور بھائی نے اسے جا کر
روک لیا اور خوب لڑائی ہوئی تو جونی نے کہا کہ میں
اب تمہاری بہن کو زندہ نہیں چھوڑوں گا میں اسے
اٹھالوں گا۔

پھر ایک دن جب گھر میں کوئی بھی نہیں بھائی
بھی گھر پر نہیں تھے اس دن جونی اور اس کے
بندے آئے اور مجھے ساتھ جانے کو کہا میں نہیں مانی
تو مجھے بھی دھمکانے لگے کہ تم نے آج پھر مجھے
جانے سے انکار کر دیا ہے اب میں تمہیں ایسا سبق
سکھاؤں گا کہ پورا گاؤں یاد رکھے گا۔

اب اس نے مجھے واقعی ہی زمانے بھر میں
رسوا کر دیا اور بدنام کر دیا میں کسی کو بھی منہ
دکھانے کے قابل نہ رہی اور اب میں اپنے ماں
باپ کے گھر کی دہلیز پر پڑی ہوں اپنی باقی کی
سانسیں پوری کر رہی ہوں اس نے میری
تصویروں کو انٹرنیٹ کے ذریعے استعمال کیا مجھے تو
معلوم بھی نہ تھا وہ ایسا بھی کرے گا میری تصویریں
مجھے اپنی لگتی بھی نہیں تھیں۔

پہلے اس نے تصویروں کو اتنا گھٹیا بنایا کہ جس
کو دیکھ کر ایک عزت دار انسان کی آنکھ کھل جاتی
ہے وہ تصویریں اتنی گندی تھیں کہ میرا دل چاہتا تھا
میں خود کو ابھی آگ لگا دوں پورے زمانے میں
ذلت کی زندگی جینے سے بہتر ہے کہ میں اپنے وجود
کو ہی ختم کر لوں میں نے جب اپنی تصویریں
دیکھیں تو میں مرجانا چاہتی تھی یہ بات ابھی صرف
مجھے پتہ تھی مگر اس کے غصے کی آگ ابھی ٹھنڈی نہ
ہو سکی۔

اس نے وہ سب کچھ میرے بھائی کو دکھایا
جس کی وجہ سے میرا ایک بھائی اپنا دماغی توازن
کھو بیٹھا اور پاگل ہو گیا اور میرے امی ابو کی
حالت بھی ایسی ہی تھی سب میرے وجود کو ایک
گناہگار سمجھتے تھے۔

میں نے اتنا بڑا گناہ کر لیا تھا مجھے اپنے آپ
پر غصہ آتا تھا میں نے جن باتوں سے بچنے کے لیے
اپنے آپ کو اس دن بچایا تھا اب اس نے مجھے
کہاں اس قابل چھوڑا تھا کہ کوئی میرا اعتبار کرتا
میرے ماں باپ کو بھی مجھ پہ یقین نہیں آرہا تھا وہ
رو رو کر ہلکان ہو رہے تھے۔

دوسری طرف میری باجی کی زندگی اس کے
سسرال والوں نے عذاب بنا دی تھی تم لوگ ہو ہی
ایسے باجی کو بھی مجھ سے نفرت ہونے لگی تھی میرا
کوئی بھی نہ تھا جس سے میں اپنا دکھ اور غم بانٹ
لیتی ایک دن میں نے اپنے آپ کو ختم کرنے کا
فیصلہ کر لیا تھا میں زندہ نہیں رہنا چاہتی تھی۔

اتنی بدنامی کے ساتھ مگر پھر مجھے خواب میں
ایک اللہ کے ولی ملے تو انہوں نے میری رہنمائی
کی میں پانچ وقت نماز پڑھنے لگی اور رو رو کر اللہ
تعالیٰ سے انصاف مانگنے لگی کیوں کہ میرا قصور اتنا
تو نہ تھا میں نے تو انصاف مانگا کیوں کہ وہ ہی جانتا
تھا کہ اصل حقیقت کیا ہے نادانی میں لڑکیاں لڑکوں
کے باتوں میں آ کر پیار تو کر لیتی ہیں مجھے ابھی بھی
اس سے پیار تھا ایک طرف میں رو رو کر اسے پیار
کرتی تھی کیوں کہ میں نے اس سے بہت پیار
کیا تھا اور بہت ہی زیادہ پیار اسے دیا بھی تھا مگر
دوسری طرف جب مجھے اس کی ظلم اور زیادتیاں
یاد آئی تو میں رو رو کر اپنے رب سے انصاف مانگتی
تھی۔

کیوں کہ اب میرا اس کے سوا کوئی نہ تھا ماں
مجھے چڑیل بولتی کہتی کہ تم اپنے بھائیوں کو کھا گئی ہو
میں اب اپنے بھائی کے ٹھیک ہونے کے لیے بھی
دعا کرتی تھی کیوں کہ میرا رب میرا ساتھ دے رہا

تھا۔

اس نے میرا بھائی کو ٹھیک کر دیا اب بھائی مجھے زندہ نہیں دیکھنا چاہتا ہر وقت بھائی مجھے مارتا ہے باہر کے لوگ بہت بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں میں یہ باتیں آرام سے برداشت کر لیتی ہوں۔

کیوں کہ جب بھائی مجھے مارتا ہے تو میں کہتی ہوں اور مارو تا کہ تمہارا غصہ مجھ پہ نکلتا رہے میں نے جب اسے انکار کیا تو اپنے ماں باپ کی عزت کے لیے کیا تھا اب اس نے وہ عزت تو خاک میں ملا دی جونی نے نا صرف میرے ساتھ ایسا کیا بلکہ ہر لڑکی کی عزت سے کھیلا ہے مگر وہ تمام لڑکیاں اتنی بزدل تھیں آرام سے اس کی باتیں مانتی گئیں۔

مگر وہ میری طرح اتنا ذلیل تو نہیں ہوئی نہ اور نہ ہی ان لڑکیوں کی زبان سے آج تک اس کے لیے کوئی اچھی بات نہیں تھی پھر جونی نے ایک لڑکی جس کا باپ کر چکا تھا اور بھائی تھی نہیں تھا اس سے شادی کی اور اس کی ساری دولت کو اپنے نام کروا لیا وہ لڑکی عمر میں اس سے بڑی تھی اور اتنی پیاری بھی نہ تھی ہر لڑکی کے دامن کو آگ لگانے والا ایک لڑکی جو معمولی شکل کی تھی اس کیساتھ کیسے رہ سکتا تھا۔

اس نے ساری دولت لوٹ کر اس کو بھی طلاق دے دی اور اپنے ڈیرے پر لڑکیوں کا ایک کوٹھا بنا لیا اب اس کوٹھے پر ہر وقت شراب اور ناچ گانا ہوتا ہے جونی کا باپ ایک شریف انسان تھا مگر اس نے اپنے باپ کی عزت کو بھی مٹی میں ملا دیا تھا پورا گاؤں اب جونی سے نفرت کرنے لگا۔

اب جونی کی باری آ گئی تھی کوئی ایک تھا جو جانی سے نفرت انتقام کا بدلہ لینا چاہتا تھا میری زندگی تو اس نے ایسے ہی بنا دی کہ ہر خوشی روٹھ گئی ہمارے گھر میں سب مجھے منحوس قرار دینے لگے تھے

جب میں نماز پڑھ کے اٹھتی تو سب مجھے بولتے کہ سات چوہے کھا کے بلی حج کو چلی میرا دل لوگوں کی باتوں سے بہت دھلتا تھا میں سوچتی تھی کہ لوگ کسی بھی حالت میں جینے دیتے ہیں یا نہیں ہر وقت طعنے اور غصہ میری وجہ سے میرے ساتھ دوسرے گھر والوں کو بھی بدنام کر دیا۔

اب میرے بھائیوں کے لئے رشتہ تلاش کرنا تھا تو میرے امی ابو مجھے بولتے تھے کہ جس گھر میں ایسی منحوس ہو اس گھر میں کبھی خوشیوں کے شازیانے نہیں بج سکتے۔

لوگ جب اس کو ہمارے گھر میں دیکھیں گے تو باتیں بنائیں گے میں تو اب اس دنیا کی تھی نہ اس دنیا کی اب مجھے انتظار تھا تو صرف اس کے انجام کا تھا اب باری بھی اس کی تھی انتقام بھی اسی کا تھا۔

جونی کے بھائی کو اچانک دل کا دورہ پڑا اور وہ اس دنیا سے چل بسا تھا پھر اس کے دوسرے بھائی کا ایکسیڈنٹ ہوا تو وہ بھی چلنے پھرنے کے قابل نہ رہا تھا جونی کے کیئے کی سزا اس کے گھر والوں کو کیوں مل رہی تھی اس بات کا تو مجھے بھی علم نہیں تھا۔

پھر اس بہن بھی اپنے باپ کے دروازے پر آن پڑی تھی اتنی خوبصورت تھی کہ ایک پری معلوم ہوتی تھی مگر اپنی بہوؤں کو گھر سے نکلنے نہیں دیتے تھے مگر اب رب نے انصاف کیا اور اسے بھی طلاق ہو گئی پیچھے صرف جونی بچا تھا جو ابھی تک ٹھیک تھا۔

اس پر بھی ابھی اس آدمی کو مارنے کی سزا تھی وہ پھر سے شروع ہو گئی مگر وہ بچتا ہی رہا لوگ اس سے بہت تنگ تھے اب وہ اپنی جان چھڑا کے بیرونی ملک چلا گیا لوگوں کی تو جان چھٹ گئی مگر

معصوم لڑکیوں کی بد دعائیں اس کے پیچھے ابھی تک ہیں۔

وہ جہاں مرضی جائے بد دعا تو ہر جگہ پہنچ جاتی ہے یہی بد دعائیں اس کو آہستہ آہستہ موت کے منہ میں لے جا رہی تھیں۔

اب نہ تو اس کا کوئی وارث تھا نہ ہی اس کے بھائی بچے تھے اور نہ اس کی جائیداد بچی تھی۔

قبیلے والے اس کی موت کے منتظر تھے ہر برائی کی سزا ملتی ہے اس نے ہر کسی سے انتقام لیتے لیتے ادھر توجہ ہی نہ دی کہ اس کے سوا بھی کوئی ہے بہتر انتقام لینے والا آج تک اس کے گھر سے کوئی اچھی خبر نہ ملی تھی۔

میری دوست کنزہ تو اپنی بے بسی کا کارونا رو رہی تھی اس نے تو صرف پیار کیا پہلے اپنی ماں باپ کی عزت کے لیے ڈرتی رہی اور جب اس کے جال میں پھنسی تو اپنی خوشیوں سے بھی ہاتھ دھونا پڑے میں نے اپنی دوست کنزہ کو سمجھایا وہ کہتی تھی میں اپنے چہرے کو آگ لگا لوں گی مگر میں نے اسے کہا تم ایسا کچھ نہیں کرو گی اپنے ساتھ جب اللہ نے تمہاری مدد کی ہے اور اس ظالم کو اپنے انجام تک پہنچایا ہے تو وہ تمہارے لیے بھی کوئی انتظام کر دے گا۔

آج میں نے کنزہ کے گھر والوں سے بات کی کہ وہ بے گناہ ہے اسے چھوڑ دو مگر وہ کہتے ہیں وہ مر گئی ہے ہمارے لیے میں نے کنزہ کو اپنی بہن بنا لیا اور اس کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے آئی ہوں۔

آتے ہی میرے ایک کزن کو کنزہ بہت اچھی لگی تو ابو نے کنزہ کی شادی میرے کزن سے کر دی اور آج کنزہ اپنے گھر میں بہت خوش ہے مگر جونی اپنی زندگی کی سانسیں گن رہا ہے میرے کزن نے تو کنزہ کو قبول کر لیا مگر اکثر لوگ ایسی لڑکیوں کو قبول نہیں کرتے مگر اس کہانی میں سادہ لو لڑکیوں کیلیے یہی سبق ہے کہ وہ کسی پر بھی اعتبار مت کریں۔

وہ اور زمانے اور تھے جب ہیر اور رانجھا جیسے پاکیزہ داستانیں بنتی تھیں۔

اب تو ہر کوئی اپنے مطلب کے لیے کسی نہ کسی کو اپنے جھوٹی دوستی اور پیار جتلاتا ہے۔

اس لیے ہر بہن سے گزارش ہے کہ ان مردوں کے جھوٹے پیار سے جتنا بچ سکتی ہیں بچ جائیں اور اپنی اور اپنے خاندان کی عزت کا خیال رکھیں۔

کیسی لگی کہانی ضرور آگاہ کرنا۔

آخر میں یہ غزل اپنی پیاری اپچ ہے نام۔

سمندر سے پوچھو۔

سمندر کی لہروں سے پوچھو۔۔۔ پیار کیا ہے
کسی اجنبی سے کسی مسافر سے پوچھو
کسی بھی طرح پوچھو پیار کیا ہے
پیار ایک میٹھا موسم ہے
کبھی آنسوؤں میں بھرتا ہے
کبھی مسکراہٹوں میں بھرتا ہے
پیار زندگی کی آبادگاہ ہے
جو کسی کے دل میں کسی کے لیے دھڑکتا ہے
پیار ایک پر سرور خوشبو ہے
جو دلوں میں سما ہے مچلتا ہے
پیار نہ جانے پیار کیا ہے
حسن زندگی جانے پیار کیا ہے
آخر میں سب کو سلام۔۔۔

خلش

دوست وہ ہے جو مشکل وقت میں کام آئے۔

اپنی خامی کا احساس ہی انسان کی کامیابی کی کنجی ہے۔

ہم سے بدل گیا

تحریر۔شگفتہ ناز۔آزاد کشمیر۔

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
آج میں معاشرے کے نازک مسئلے پر قلم اٹھا رہی ہوں اور اس کے واقعات ہمیں روز سننے یا دیکھنے کو ملتے ہیں مجھے امید ہے کہ آپ میرے قلم کی پھر ایک دفعہ رہنمائی فرمائیں گے آپ کے اس حوصلے افزئی کے لیے میں آپ کی بہت مشکور ہوں خدا آپ کو اور آپ کے ادارے کو اسی طرح ترقی کی راہ پر گامزن رکھے میری اس کہانی کا نام۔تم میری ہو۔رکھا ہے
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

کرن کی سٹوری کرن کی زبانی سنئے

میں نے ایک ایسے گھر میں جنم لیا جہاں صرف لڑائی جھگڑا ہی تھا کیوں کہ میری دادی اور میری امی کی آپس میں نہیں بنتی تھی۔

ابو سرکاری ملازم تھے گھر میں کسی چیز کی کمی نہ تھی اگر کمی تھی تو صرف سکون کی جو ہمارے نصیب میں نہیں تھا۔

ابو امی اور دادی کے ساتھ ہر طرح کا کمپرومائز کرتے مگر دادی کوئی داد خالی نہ جانے دیتی میرے علاوہ میری ایک اور بہن پیدا ہوئی جو پیدائش کے چند منٹوں بعد ہی فوت ہو گئی۔

امی کچھ دن چار پائی پر رہیں پر نہ چاہتے ہوئے بھی اٹھنا پڑا میں چھوٹی تھی سکول جاتی تھی اور گھر کے سارے کام امی کے ذمہ تھے وقت گزرنے لگا تقریبا تین سال بعد اللہ نے مجھے بھائی جیسی نعمت سے نوازہ میں بہت خوش تھی کیوں کہ پہلے میں اکیلی تھی اب مجھے ایک کھلونا مل گیا تھا امی ابو بھی بہت خوش تھے۔

مگر دادی جب بھی امی سے لڑتی یہ ہی کہتی یہ نہ سوچنا کہ بیٹا پیدا کر کے کوئی معرکہ مار دیا ہے کسی خوش فہمی میں نہ رہنا میں اپنے بیٹے کی شادی اپنی مرضی سے کرواؤں گی۔

کیوں کہ میری امی کو میرے دادا ابو نے پسند کیا تھا اور میرے دادا اور میرے نانا ابو کا آپس میں ریلیشن تھا اور دادا ابو میری امی کی شادی کے کچھ ہی عرصے بعد وفات پا گئے تھے۔

میری امی ہر ممکن کوشش کرتی کہ دادی خوش رہ سکے مگر ایک عورت ہی دوسری عورت کا گھر تباہ کرنے میں تلی ہوئی تھی میں نے کئی بار اپنی امی کو روتے ہوئے دیکھا وقت گزرنے کے ساتھ میرا بھائی ایک سال کا ہو گیا لڑائی اور جھگڑے روز روز شدت اختیار کرنے لگے پھر ایک دن ایسا بھی آیا کہ ابو نے امی کو ڈیووس دے دی۔

اور امی مجھے اور بھائی کو لے کر اپنے میکے آ گئی امی کئی دنوں تک روتی رہی میرے نانا اور نانی تو نہیں تھے۔مگر ماموں اور ممانیوں نے کافی سپورٹ دی ایک ماموں انگلینڈ میں تھے۔

اور باقی گاؤں میں ہی تھے کافی زمینیں بھی تھیں یعنی مالی لحاظ سے بہت اچھے تھے میرے ماموں نے مجھے سکول داخل کروایا اور امی نے کہہ دیا تھا میں نہ تو دوسری شادی کروں گی اور نہ ہی اپنے بچے ان کو واپس دوں گی۔

خیر سب نے امی کا ساتھ دیا اور وقت تیزی سے گزرتا رہا اور میں نے میٹرک کلیئر کر لیا آگے ماموں نے کالج میں میرا ایڈمشن کروادیا بھائی بھی سکول جاتا کبھی کبھار ابو کی یاد آتی تو میں بہت روتی تھی۔

پھر ایک دن خبر ملی کہ ابو نے دوسری شادی کر لی ہے خیر وہ تو دادی کی خواہش تھی انہوں نے پوری تو کرنا ہی تھی۔

میری امی نے بھائیوں سے کہا کہ مجھے الگ گھر بنوا دیں میرے بچے بڑے ہو چکے ہیں ماموں نے کہا۔

جیسے آپ کی مرضی انہوں نے ہمیں الگ مکان بنا دیا تین چار کمرے پر مشتمل گھر تھا اور کچھ زمین بھی امی کے نام کر دی انگلینڈ سے ماموں پیسے بھی بھیج دیتے تھے میرے ماموں بہت اچھے انسان تھے میں نے ایف اے مکمل کر کے کچھ کورسز بھی کیے۔

اب میں گھر میں بور ہو جاتی تھی میں نے سب سے مشورہ کر کے ایک پرائیویٹ کمپنی میں جاب کر لی میرے علاوہ وہاں اور بھی بہت سے لڑکے لڑکیاں کام کرتے تھے مجھے جاب کرتے ہوئے پانچ ماہ گزر گئے تھے میں نے محسوس کیا کہ ایک لڑکا عادل جو مجھ میں کافی انٹرسٹ لے رہا ہے کبھی میری طرف دیکھ کر مسکرا دیتا ہے اور کبھی کوئی اشارہ کر دیتا ہے۔

عادل مجھے بھی اچھا لگتا تھا پھر ایک دن میں گھر جا رہی تھی مجھے گاڑی نہیں مل رہی تھی میں سڑک کے کنارے کھڑی ہو کر گاڑی کا ویٹ کرنے لگی اچانک بائیک کی آواز پر میں چونک گئی جب مڑ کر دیکھا تو عادل تھا میرے قریب ہو کر کہنے لگا کہ چلو میں تمہیں گھر تک ڈراپ کر دوں۔

پہلے میں نے انکار کر دیا پھر اس کے کہنے پر بیٹھ گئی وہ مجھے گھر ڈراپ کرنے کے بجائے ایک کینٹین پر لے گیا پہلے کچھ کھا پی لو پھر چلتے ہیں۔

میں نے بہت انکار کیا کہ میں لیٹ ہو رہی ہوں امی پریشان ہو جائیں گی مگر اس نے کہا کہ تھوڑی دیر تک چھوڑ آؤں گا اس نے کھانے کا آرڈر دیا اور مجھ سے اظہار محبت بھی کر دیا۔

کرن میں تمہیں بہت چاہتا ہوں زندگی بھر تمہارا ساتھ دوں گا میں نے کہا سوچ کر بتاؤں گی عادل نے کہا۔

کرن پلیز انکار مت کرنا پھر اس نے مجھے گھر کے قریب ڈراپ کیا۔

آج میں بہت خوش بھی تھی اور اداس بھی خوش اس لیے کے کوئی مجھے کتنا چاہتا ہے اور اداس لیے کہ اگر اس نے مجھے دھوکہ دیا تو میرا کیا ہو گا میں کیا کروں اسی سوچ میں رات گزر گئی لیکن میرے دل نے فیصلہ اس کے حق میں کیا۔

صبح ہوئی میں تیار ہو کر آفس گئی عادل پہلے ہی میرا منتظر تھا سلام دعا کے بعد عادل نے کہا کرن کیا فیصلہ کیا ہے میں کچھ دیر کے بعد بولی کہ میرے دل نے تمہارے حق میں فیصلہ کر دیا ہے اور پلیز مجھے کبھی چھوڑنا مت کبھی دھوکہ نہ دینا میری زندگی میں پہلے ہی بہت دکھ ہیں۔

عادل کہنے لگا کہ ایسا سوچنا بھی مت میں تمہیں کبھی کوئی دکھ نہیں دوں گا پھر ہم اپنے کام میں مصروف ہو گئے وقت گزرنے لگا ہماری محبت پروان چڑھنے لگی روزانہ ہماری ملاقات آفس میں ہی جاتی کبھی کبھار باہر بھی مل لیتے لیکن ایک حد میں رہ کر کیوں کہ محبت تو ایک عبادت ہے جسے چھو لیا جائے اسے پوجا نہیں کرتے۔

ہماری محبت کو ایک سال بیت گیا میرے کئی

رشتے آئے لیکن میں انکار کر دیتی امی مجھ پہ دباؤ ڈالتی کہ یہی عمر ہوتی ہے شادی کی میں اپنی زبان سے عادل کو شادی کے لیے کہنا نہیں چاہتی تھی امی کی ہر روز کی نصیحتیں سن سن کر میں پریشان رہنے لگی۔

عادل نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو میں نے بتا دیا اس نے کہا کہ میں اسی ہفتے اپنے گھر والوں کو تمہارے گھر بھیجتا ہوں۔

میں بہت خوش ہوئی ان دنوں میرے ماموں بھی انگلینڈ سے آئے ہوئے تھے وہ بھی چاہتے تھے کہ میں جانے سے پہلے کرن کی شادی کر دوں پھر ایک دن سنڈے کو عادل نے گھر والے ہمارے گھر آئے میں نے امی کو عادل کے بارے میں بتایا امی پہلے تو تھوڑی سی ناراضگی کے بعد مان گئیں۔

پھر میرے رشتے کی بات ہوئی ماموں نے کہا کہ میں پہلے خود عادل سے ملوں گا پھر کوئی بات کروں گا پھر ایک دن عادل ہمارے گھر آیا ماموں نے اسے پسند کیا اور میرا رشتہ بھی دے دیا۔

شادی کی تیاریاں شروع ہوگئی میں نے آفس جانا بھی چھوڑ دیا شادی کی ساری شاپنگ میں نے خود کی تھی میں بہت خوش تھی جسے میں نے چاہا وہ مجھے مل گیا شادی ہوگئی۔

رخصتی کے دن میں اپنے ابو کو یاد کر کے بہت روئی میں سب کی دعاؤں تلے پیا گھر آگئی عادل کے گھر والے بھی مجھے بہت پیار کرتے عادل بھی میرا بہت ہی خیال رکھتے تھے وہ میرے بغیر ایک پل بھی نہیں رہتے تھے۔

میرے ماموں اور امی سب ہی میرے فیصلے پر خوش تھے وقت تیزی سے گزر رہا اور میں دو بچوں کی ماں بن گئی اس دوران عادل کو بیرون ملک جانے کا شوق ہوا اور وہ اپنے ایک دوست کے ساتھ جرمنی چلا گیا میں بہت اداس ہوگئی خیر میرے ساس سسر اچھے تھے میرا اور بچوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔

عادل بھی روزانہ بات کرتے تھے اور پیسے بھی بھیج دیتے تھے ایک سال تک نظام ایسے ہی چلتا رہا پھر عادل کال بھی کم کرتے اور پیسے بھی کبھی کبھار بھیجتے تھے میں بہت پریشان رہنے لگی۔

عادل سے اس کی وجہ پوچھی تو وہ ٹال دیتے کرتے کرتے چار سال گزر گئے عادل کے ماں باپ بھی اسے گھر آنے کا کہتے مگر ہر بار وہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا لیتے اب میں نے ارادہ کر لیا کہ عادل کال کرے تو اس سے اس رویہ کی وجہ پوچھ کر ہی رہوں گی۔

خیر دو دن بعد عادل کی کال آگئی میں نے خیر خیریت کے بعد عادل سے پوچھا کہ جو کچھ بھی ہے مجھے سچ سچ بتا دو تم نے میرے صبر کا بہت امتحان لے لیا ہے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس کے بتایا کہ میں نے ادھر جرمنی میں شادی کر لی ہے اور میری بیوی بہت اچھی ہے اگر تم چاہو تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا تم بھی اپنی مرضی سے اپنی زندگی گزارو اور میرے بچے میری ماں سنبھال لے گی۔

مگر میں نے اسے واسطے دیئے کہ مجھے طلاق مت دینا میں اپنے بچوں کے بغیر نہیں جی سکتی مجھے تم سے کچھ نہیں چاہئے میں اپنی ساری زندگی تمہاری یادوں اور انتظار میں گزار دوں گی۔

یہ بات میں نے اپنے ساس سسر کو بھی بتائی انہوں نے میری بہت حوصلہ افزائی کی اور عادل کو بہت سمجھایا مگر وہ کسی طرح نہ مانا عادل کے سنگ گزرا ہوا ایک ایک پل مجھے بہت رولاتا تھا مگر رونے کا کیا فائدہ مگر رونے سے نصیب بدل تو نہیں جاتے یہ آنسو دل کا بوجھ کم کر دیتے ہیں یہ ہر موسم کے ساتھی ہیں مگر جو کچھ بھی تھا مجھے بچوں کے لیے جینا تھا۔

میرے ساس سسر بھی کہتے کہ بیٹی ابھی تم جوان ہو ہماری زندگی کا کیا بھروسہ کب تک تنہا زندگی گزارو گی میں نے یہ عہد کر لیا تھا کہ اپنی زندگی اپنے ساس سسر کی خدمت میں گزار دوں گی اور پھر

بچے کے لیے بھی مجھے جینا ہے۔
میری ساری فیملی کو خبر ہو گئی تھی کہ عادل نے جرمنی میں شادی کر لی ہے سب حیران ہو گئے کہ عادل تو بہت اچھا تھا اس کو کیا ہو گیا ہے یہ کیوں بدل گیا ہے اب تو عادل بہت کم کال کرتا اور خرچا بھی کبھی کبھی بھیجتا مجھ سے تو بات کرنا بھی گوارہ نہ کرتا۔
میرا قصور کیا تھا جس کی عادل نے اتنی بڑی سزا دی تھی مجھے میں تو سانس بھی عادل کی مرضی سے ہی لیتی تھی یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ عادل یوں بدل جائے گا۔

یہ جو تیری چند لمحے کی ملاقاتیں تھیں
میری عمر بھر کی عبادتیں تھیں
میں تیری وفاؤں کا انصاف مانگنے کہاں جاتی
تیرا شہر تیرے قاضی تیری عدالتیں تھیں

اب میرے بچے بھی سکول جاتے اور میرے ماموں مجھے کافی سپورٹ کرتے رہتے اب آخری خواہش یہ تھی کہ بچے پڑھ لکھ کر کسی مقام پر جائیں۔
قارئین یہ تھی کرن کی داستان اپنی تعریفی وتنقیدی آراء سے ضرور نوازنا اپنی ذاتی شاعری کی ایک غزل کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں۔

تیرے غم ہجر کو دل میں بسا رکھوں گی
تیرے عکس کو آنکھوں میں چھپا رکھوں گی
تیری جفائیں ہی اگر مقدر ہیں میرا تو
نام ان جفاؤں کا میں وفا رکھوں گی
تیرے جانے سے اب ہر شے سے نفرت ہے
میں تو خود کو بھی خود سے خفا رکھوں گی
تیرا یوں مجھ سے بدل جانا سمجھ نہ آیا
تیری یہ سزا ابھی میں اس ادا رکھوں گی
جب دل چاہے تو لوٹ آنا میری نگری میں
اسی آس پہ میں درودیوار سجا رکھوں گی
بے دردی میں تجھے بددعا بھی نہ دے سکی
ہر پل لبوں پہ میں تیرے لئے دعا رکھوں گی

سب کو سلام ادارہ جواب عرض کو ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ اللہ حافظ

قارئین کے نام۔۔
میں کچھ مصروفیات کے باعث کچھ ماہ سے جواب عرض سے غائب رہی ہوں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مجھے جواب عرض سے محبت نہیں رہی تھی میں جواب عرض ہر ماہ پڑھتی تھی اور پڑھتی رہوں کچھ پریشانیاں ایسی تھیں کہ میں کچھ بتا نہیں سکتی لیکن زندگی میں دکھ سکھ تو آتے رہتے ہیں باہمت لوگ ہوتے ہیں جو ان دکھوں کا مقابلہ کرتے ہیں جیسے میں کر رہی ہوں امید ہے کہ آپ بھی دکھوں کا مقابلہ کرنا سیکھیں گے۔ میں ان قارئین کی مشکور ہوں جنہوں نے مجھے اپنے دلوں میں یاد رکھا ہوا تھا میں ایک بار پھر لکھنے کے لیے پھر سے میدان میں آ گئی ہوں امید ہے کہ پہلے کی طرح مجھے ویلکم کہیں گے اور مجھے ویسے ہی شائع کریں گے جیسے کرتے رہے ہیں مجھے بہت خوشی ہوتی ہے جب کوئی میری تحریر جواب عرض میں شائع ہوتی ہے۔ میری طرف سے سب قارئین کو دل کی گہرائیوں سے دلی عید مبارک قبول ہو۔امید ہے کہ عید کی ان خوشیوں میں مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے ----
شازیہ جاوید شازی۔ ڈنگہ-----

ناکام محبت کے اندھیرے

--تحریر۔رفعت محمود پنڈ مہلو، راولپنڈی 0300,5034313

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
اس بار میں ایک نئی کہانی جس کا نام۔ناکام محبت کے اندھیرے۔رکھا ہے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں محبت اگر کامیاب ہو جائے تو دنیا میں اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا کیوں کہ وہ دنیا کی خوش نصیب محبت ہوتی ہے اگر ناکام ہو جائے تو ٹوٹ کر بکھر جاتی ہے اور پھر ساری زندگی ہی تنہا گزارنا پڑتی ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

زندگی کبھی آگ ہے اور کبھی شبنم ہے میں جب تک ڈولی سے نہ ملا تھا زندگی کے دوسرے رخ سے ناواقف تھا ہنسی قہقہے اور زندگی میں رنگ ہی رنگ تھے بی کام کے بعد میں مزید تعلیم کے لیے امریکہ پہنچا۔
امریکہ میں زندگی بڑی مصروف تھی تین ماہ پڑھائی اور تین ماہ جاب وہی میں نے ڈولی کو دیکھا اٹھارہ سالہ معصوم اور بھولی بھالی سی صورت آنکھوں کے راستے دل میں اتر گئی میرے دل نے اس سے پہلے محبت کی چوٹ نہ کھائی تھی۔
ڈولی کو دیکھ کر اسے مل کر میں سب کچھ بھول گیا ڈولی کا اس دنیا میں ایک چھوٹے بھائی کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔
اس کا بھائی میرے ساتھ ہی پڑھ رہا تھا اور وہ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے جاب کر رہی تھی اس کے بھائی جوزف سے میری دوستی دن بدن گہری ہوتی گئی تھی ڈولی کی سالگرہ پر جوزف نے مجھے اپنے گھر آنے کی دعوت دی ایک چھوٹا سا گفٹ خرید کر میں اس شام ڈولی کے گھر پہنچا تھا۔
سبز گھنے درختوں میں گھرا ان کا خوبصورت سا گھر تھا جو انہوں نے کرائے پر لے رکھا تھا یہاں ڈولی اور جوزف دو کمروں میں رہتے تھے اس کے دوسرے پورشن میں مالک مکان اپنی بیوی کیساتھ رہتا تھا اس شام میں نے پہلی بار ڈولی کو دیکھا تھا۔
سرخ سائے میں وہ گلاب کا حسین پھول لگ رہی تھی تر و تازہ شاداب بڑی بڑی نیلی آنکھیں پلکوں سے سجی آنکھوں میں ستاروں کی دھمک اور معصومیت تھی یا قدرتی خوبصورت محرابی ہونٹ سرخی مائل سنہرے تراشیدہ بال گداز جسم کسی شاعر کے تخیل سے زیادہ خوبصورت کسی مصور کے شہکار سے زیادہ دلآویز تھی۔
سالگرہ میں ڈولی کے مالک مکان کی بیوی کے علاوہ قریب رہنے والے پڑوسی بھی آئے ہوئے تھے سالگرہ بہت خوبصورت طریقے سے ختم

ہوئی۔
ڈولی نے مجھ سے ڈھیر ساری باتیں کیں بہت سے سوال تھے پاکستان اس کے سنہرے خوابوں کی جنت تھا جہاں دن کو سورج پوری آب وتاب سے چمکتا تھا اسے بڑا شوق تھا پاکستان دیکھنے کا پاکستان جہاں دن کو سورج پوری آب وتاب سے چمکتا ہے وہاں راتیں بڑی کیف اگیں ہواؤں سے بوجھل گزرتی ہیں۔
جہاں مشرقی لڑکیاں آنچلوں میں چہرہ چھپا کے شرماتی ہیں جہاں غیرت مند مرد بستے ہیں ڈولی میرے گرد پروانے کی طرح چکر لگاتی رہی اس کی حسین دمکتی آنکھوں میں میرے لیے بے پناہ کشش تھی شوق اور آرزو کا ملا جلا احساس تھا پھر رات گئے میں جوزف اور ڈولی سے دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے اپنے گھر لوٹ آیا۔
گھر کیا تھا ایک کمرہ تھا جس میں میں اور میرا پاکستانی دوست کامران رہتے تھے میں گھر آیا تو کامران سو چکا تھا پھر میں کئی مرتبہ جوزف کے ساتھ ان کے گھر گیا ڈولی میرے حواسوں پر چھاتی جا رہی تھی ہم تینوں ساتھ بیٹھے گھنٹوں دنیا کی باتیں کرتے رہتے میں جب بھی باتیں کرتا وہ بڑے غور سے میری باتیں سنتی رہتی اس کی جھیل جیسی آنکھوں سے پیار بھرے ساغر چھلکنے کو بے تاب رہتے مگر شاید وہ میرے پیار کے اظہار کی خواہش مند تھی۔
اور میں اس کے پیار میں ہوش خروش سے بیگانہ ہونے کے باوجود اظہار محبت سے مجبور تھا وہ میرا ایمان تھی میری دنیا تھی مگر میرے لبوں پر مجبوریوں کے پہرے تھے میں آتش شوق کو ہوا دینے سے گریز کر رہا تھا مستقبل کے خواب میرے ذہن میں دھندلے تھے۔
ابھی تو میں پڑھ رہا تھا کس بنیاد پر میں ڈولی کو محبت کی راہوں میں قدم سے قدم ملا کر چلنے کو کہہ دیتا۔ اتوار کو ہم ساحلی علاقوں میں پکنک مناتے سمندر کی موجیں ساحل سمندر پر دور دور تک بکھری رنگین چھتریاں اور اس کے نیچے جوڑے بیٹھے ہوتے ڈولی کبھی تھک کر ریت پر لیٹ جاتی کبھی سمندر کی مچلتی موجوں میں پھرتی رہتی اس وقت میرے جذبات مچل مچل جاتے دل چاہتا اسے اپنی مضبوط بانہوں میں جکڑ لوں اس کے سنہرے بالوں میں چہرہ چھپا کر کہہ دوں ڈولی تم میری زندگی ہو جاوید تم سے بے پناہ پیار کرتا ہے۔
مگر میں کچھ نہ کہتا خاموش رہتا وہ میرے قریب ہوتے ہوئے بھی بہت دور تھی میرے اور اس کے نزدیک ہزاروں میل کا فاصلہ تھا وہ ایک کرسچین لڑکی تھی اور میں مسلمان تھا۔
پھر میرے والدین کیسے گوارہ کر لیتے کہ سالوں سے سید چلے آنے والی نسل کو داغ لگے ڈولی کی تنہائیاں میرے وجود سے آباد تھیں پھر وہ میرے صبر کو آزما رہی تھیں میری محبت اس کی آنکھوں میں خمار گھولتی رہتی وہ اپنے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹوں کی کرنیں لیے خاموش رہتی۔
اس کشمکش میں چار سال گزر گئے وقت کسی کا ساتھی نہیں یہ ظالم وقت اپنے دامن میں کسی کے لیے پھول اور کسی کے لیے انگارے بھرے چپکے سے گزر جاتا ہے میرا ایگزام ختم ہو چکا تھا میرے واپس جانے کے دن قریب آ گئے تھے ڈولی بے چین تھی اور میں کھویا کھویا سا رہتا۔
کسی کو پا کر کھو دینا کتنا اذیت ناک ہے یہ کوئی میرے دل سے پوچھے میرا دل جس نے پیار کی دنیا بسائی جسے دنیا کے رواجوں نے اجاڑ دیا ہم سب کتنے مجبور ہوتے ہیں۔
بہت سوچ سمجھ کر میں نے پاکستان خط لکھا چھوٹی بہن تارا کو جس میں ڈولی اور اپنی محبت کی داستان لکھی اور ساتھ ہی اس کی ایک تصویر بھی بھیج

وی

پیاری گڑیا سی بہن۔

سلام عقیدت ۔ تارا تم ڈولی کو اپنی بھابی بنا لو اس کا اس دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے والدین ایک عرصہ ہوا ہے فوت ہو چکے ہیں اپنے بھائی جوزف کے ساتھ زندگی گزار رہی ہے۔

میں نے اسے اپنی زندگی بنا لیا ہے یقین کرو تارا وہ تمہاری ہی طرح بڑی شرمیلی لڑکی ہے مغرب کی کوئی ادا اس میں نہیں ہے امی اور پاپا کو بتاؤ وہ بہت معصوم سی لڑکی ہے آپ سب کو ہمیشہ خوش رکھے گی میری بھی یہی خواہش ہے کہ میں اسے دلہن بنا کر اپنے ساتھ پاکستان لے آؤں آپ کا بھائی جاوید۔

تارا کو خط بھیج کر میں آس اور امید کے بھنور میں ڈوبنے اور ابھرنے لگا تھا کبھی آس مجھے رنگین وادیوں میں کھینچ کر لے جاتی تھی جہاں چاروں طرف پھول ہی پھول ہوتے تھے جہاں سبزہ کی تراوٹ آبشاروں کی گنگناہٹ اور ڈولی کی محبت ہوتی اس کے خوبصورت لبوں پر نغمے ہوتے اس کی جھیل جیسی نیلی گہری آنکھوں میں محبت کے گیت ہوتے۔

میرا دل دیوانہ اس کے حسین جذبوں میں ڈوبا اس رنگین وادی میں اس کو اپنے بازوؤں میں سنبھالے ہوتا کبھی ناامیدی کی پرچھائیاں گہری ہونے لگتی تپتے صحرا میں ڈولی کا وجود کانپتا سسکتا نظر آتا اس کی حسین آنکھوں میں آنسو ستاروں کی طرح لرزتے اس کے گداز شانوں پر اس کی سنہری اس کی زلفیں پریشان ہوتیں اور میں کسی خزاں کے پتے کی طرح بے نام ونشاں صحرا میں اڑتے بگولے کی طرح پریشان سا رہتا انتظار کے دن بڑے اذیت ناک ہوتے ہیں۔

مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ والدین کو ناراض کر کے ڈولی کو چپکے سے اپنا لوں اور نہ ہی اتنا حوصلہ تھا کہ اپنی محبت کو چھوڑ دوں جو میرے جسم میں زندگی بن کر دوڑ رہی ہے۔

دل وحشی کو کہیں قرار نہ تھا جب بھی ڈولی کے گھر جاتا حسرت بھری نگاہ سے اس کو دیکھتا رہتا اور وہ بھی پروانے کی طرح میرے گرد پھرا کرتی میری چھوٹی چھوٹی ضرورتوں پر اس کی کڑی نظر رہتی۔

اب تو وہ اردو بولتی اور سمجھتی تھی اور اردو پڑھنا لکھنا سیکھ رہی تھی۔

جاوید وہ مجھ سے کہتی جب میں پاکستان جاؤں گی تو زبان کی اجنبیت اچھی نہیں لگے گی اس لیے میں خوب محنت سے تمہاری زبان سیکھ رہی ہوں تمہاری زبان بہت پیاری ہے۔

میں جس سے محبت کروں گی اس سے کبھی اظہار نہیں کروں گی اپنی بے تابیوں کا اپنی چاہت کا وہ محبت ہی کیا جو نگاہوں کی زبان نہ سمجھے اور میں اس کے مطلب کو سمجھ کر چپ رہتا میں نگاہوں کی زبان اچھی طرح سمجھتا تھا۔

اور شاید وہ بھی خوب سمجھتی ہوگی میں نے اس سے ٹوٹ کر محبت کی تھی ایسی پر جوش محبت جو طوفانوں کو سمندر سے ہوتی ہے۔

میرے دل میں اس کی محبت کے طوفان برپا تھے جیسے چاند کی چودھویں رات کو پرسکون سمندر کے پانیوں میں اس کی کرنیں طوفان برپا کر دیتی ہیں لہریں مچلتی ہیں مچل مچل کر ساحل کے کناروں سے گلے ملتی ہیں اور پھر بچھڑ جاتی ہیں۔

ڈولی کا قرب بھی ایسے ہی ہلچل مچا دیتا کہتے ہیں جوانی دیوانی ہوتی ہے میں اس کے عشق میں سودائی ہو رہا تھا اس کے حسین چہرے کے علاوہ مجھے اور کوئی صورت بھاتی ہی نہیں تھی۔

پھر اس کے کردار کی مضبوطی نے مجھے اور بھی دیوانہ کر دیا تھا کون کہتا ہے مغرب کی لڑکیاں شرم

وحیا کی عادی ہوتی ہیں ڈولی تو شرم حیا کی دیوی تھی چار سال کے طویل عرصے بعد میں نے کتنے لمحات ساتھ گزارے مجھے اپنے خاندان کی عظمت وشرافت کا بھرم رکھنا تھا۔

میری رگوں میں دوڑنے والا خون اتنا ہلکا نہ تھا کہ میں اس کی محبت میں اس کے عشق کی گہرائیوں میں اپنا سب کچھ گنوا دیتا ہر آن مجھے اپنے ضبط کی طنابیں سنبھالنی پڑیں اور ڈولی وہ واحد لڑکی تھی جس نے اخلاق وحیا کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیا وہ مجھ سے پیار کرتی تھی جنون کی حد تک اسے میری ذرا ذرا سی ضرورتوں کا خیال رہتا تھا۔

میں کون سا رنگ پسند کرتا ہوں کون سی ڈش شوق سے کھاتا ہوں اور وہ یہ سب چیزیں بہت شوق سے کرتی تھی آہ محبت تو وہ جذبہ ہے جو ہزار پردوں میں چھپائے نہیں چھپتا اس کی ہر ادا اس کی ہر نگاہ پکار پکار کر کہتی تھی۔

جاوید مجھے تم سے پیار ہے تم میری زندگی ہو میری آرزو ہو کاش میں اس کو بتا سکتا مجھے اس سے کتنا پیار ہے جتنا موجوں کو ساحل سے جتنا پھولوں کو بھنوروں سے جتنا چاند کو چاندنی سے ہوتا ہے مگر میں اسے کچھ بھی نہ بتا سکا وہ آنکھوں میں محبتوں کا سمندر لئے میرے اقرار کی منتظر تھی۔

اس کے پڑوسی ٹومی کا آنا جانا اس کے گھر بڑھ گیا تھا ٹومی گاڑیاں مرمت کرنے والے ایک بہت بڑے گیراج کا مالک تھا اس نے بڑی سنجیدگی سے ڈولی کو پرپوز کیا تھا جوزف کو بھی ٹومی پسند تھا وہ چاہتا تھا کہ ڈولی اب شادی کر لے۔

نہیں جوزف میں شادی نہیں کروں گی اس نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا تھا ویسے بھی ابھی تم پڑھ رہے ہو تمہیں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنی ہے ابھی میں تمہارا ساتھ دوں گی۔

جاوید ایک روز جوزف نے مجھ سے کہا تھا آپ ہی ڈولی کو سمجھائیں آپ کی بات شاید مان جائے ٹومی سے زیادہ اچھا لڑکا اس کو کہاں ملے گا۔

میں یہ سن کے تڑپ کر رہ گیا تھا جوزف کتنا بھولا تھا اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ یہ کیا کہہ رہا ہے ڈولی کو کسی کا ہوتے ہوئے میرے لیے دیکھنا کتنا مشکل تھا۔

پھر مجھے اس سے وعدہ کرنا پڑا کہ میں اسے سمجھاؤں گا مگر میں ٹال مٹول کرتا رہا مجھے تارا کے خط کا انتظار تھا مجھے امید تھی شاید جواب ہاں میں آ جائے آخر انتظار کی کیفیت ختم ہوئی ایک شام میں اپنے فلیٹ میں گیا تو میرے دوست کامران نے خط مجھے پکڑا دیا۔

میں نے خوشی خوشی خط کھولا تارا نے لکھا تھا مجھے بھیا ہزاروں سال جیو سلام عرض آپ کا خط ملا ڈولی کی تصویر دیکھی آپ کی چوائس بیسٹ ہے حقیقت میں ڈولی حسین ترین لڑکی ہے۔

کاش آپ اسے اپنا سکتے میں اسے اپنی بھابی بنا سکتی مگر بھیا مجھے یہ لکھتے ہوئے شدید دکھ ہو رہا ہے کہ امی اور پاپا نے اس کو پسند نہیں کیا وہ آپ سے بھی سخت ناراض ہیں پاپا نے کہا ہے کہ اسے کہو وہاں جا کر بہت سے گمراہ ہونے والوں میں اپنا نام نہ لکھوائے امی نے کہا کہ وہ بہت بدتمیز ہے اتنی دور سے مذاق کر رہا ہے اسے کہو کہ اتنے خطرناک مذاق نہ کیا کرے میرا دل دہل جاتا ہے۔

بھیا پلیز ڈولی کو بھولنے کی کوشش کیجئے مجھے آپ کے جذبات کا احساس ہے قسم سے یہ الفاظ لکھتے ہوئے میرے ہاتھ کانپ رہے ہیں اور دل رو رہا ہے مجھے معاف کر دیجئے گا بھیا میں آپ کے لیے کچھ بھی نہ کر سکی آپ کی بہن تارا۔

خط کے الفاظ نیلے پیلے سرخ دھبوں کی شکل میں میری آنکھوں کے سامنے ناچنے لگے میرے قدم لڑکھڑائے آنکھوں میں اندھیرے سمٹ آئے

اور میں لہرا کر گر پڑا۔

جاوید کیا بات ہے میرے دوست کیا ہوا تمہیں ڈوبتے دل کے ساتھ میں نے کامران کے الفاظ سنے اور اندھیرے میں کھو گیا جانے کتنے گھنٹے صدیاں بن کر بیتے میری آنکھ کھلی تو امریکہ کی فلک بوس بتیاں جگمگا رہی تھیں کامران میرے پاس بیٹھا ہوا میرے سر پر پانی کی سفید پٹیا رکھ رہا تھا مجھے شدید بخار تھا۔

اس نے شاید میرا خط پڑھ لیا تھا اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں میری آنکھ کھلی تو وہ مجھ پر جھک گیا حوصلہ کرو میرے دوست تم مرد ہو اور مرد حوصلہ نہیں ہارا کرتے وہ آہستہ سے بولا اس کی باتیں سن کر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔

آنسو میری پلکوں سے دریا کی طرح بہنے لگے میں سوچنے لگا ڈولی میں تمہارے اس شہر سے دور چلا جاؤں گا یہ روشنیوں کا شہر اور میرے دل میں نامرادیوں کے اندھیرے اور میرے گرد پھیلے یہ صحرا میں اندر سے ٹوٹ پھوٹ گیا ہوں بکھر بکھر سا گیا ہوں جانے اکیس بیس دن گزرے تھے بخار نے شدت اختیار کر لی تھی۔

کامران میری دیکھ بھال کرتا تھا دوا لاتا پھل لاتا اس نے میرے سختی سے منع کرنے کے باوجود بھی ڈولی اور جوزف کو بھی بتا دیا تھا۔

اس دن جوزف تنہا آیا تھا کافی دیر بیٹھا رہا ایک دن میں تنہا تھا اور کامران یونیورسٹی گیا ہوا تھا اور بخار ایک سو چار تھا میری آنکھ کھلی تو ڈولی کو اپنے گرد دیکھا اس کی آنکھیں لہو رنگ ہو رہی تھیں وہ حیران حیران میری صورت دیکھ رہی تھی۔

اس کا نرم اور گداز ہاتھ میری پیشانی پر رکھا ہوا تھا ڈولی جس کو نا پانے کا دکھ مجھے جہنم کی سلگتی بھٹیوں میں لے گیا تھا اس کے چھن جانے کا زیادہ مجھے ہوش وخروش سے بیگانہ کر گیا تھا۔

اس وقت میرے ضبط کی سب گھڑیاں ٹوٹ گئیں تھیں میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا وہ میرے کندھے سے لگ کر رو رہی تھی جاوید تم اتنے بیمار ہو اتنے دکھی ہو تمہیں کیا دکھ ہے مجھے بتاؤ تمہیں میری قسم ہے وہ روتے ہوئے بولی۔

پھر میں نے اپنے جلتے ہاتھ سے اس کا آنسوؤں سے تر چہرہ اوپر اٹھایا اس کی دلکش آنکھیں خاموش خاموش تھیں۔

ڈولی چپ کیوں ہو کچھ تو بولو۔۔ میرے لب کہہ اٹھے۔

کیا کہوں جاوید کیا سنو گے وہ تڑپ کو بولی تم سب کچھ جانتے ہو تم سب سمجھتے ہو مجھے مجبور نہ کرو مجھے اپنی نگاہوں میں آپ نہ گراؤ کہہ دو ڈولی کہ تمہیں مجھ سے پیار ہے۔

میں کیسے کہہ دوں ضدی بچے کی طرح مچل کر بولا کہہ دو جاوید تمہاری زندگی ہے تم اس سے پیار کرتی ہو تمہیں ثبوت چاہئے اس نے اداس نگاہوں سے میری جانب دیکھ کر کہا۔

تمہیں اقرار چاہئے میری تمہاری یہ ضد ضرور پوری کروں گی شاید تم مجھ سے پیار نہ کرو تمہاری مجبوری ہے خدا حافظ۔

وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی خدا حافظ میں نے کہا اور وہ چلی گئی میں اداس سا ہو گیا کتنا بزدل تھا میں جو اس کو کھلونا سمجھ کر بھی اس کے زخموں سے کھیلتا رہا تھا پھر کامران آ گیا وہ ڈاکٹر کو اپنے ساتھ لایا تھا ڈاکٹر نے مجھے انجکشن لگایا تھا اور آرام کا کہہ کر چلا گیا۔

کامران نے مجھے گولیاں کھلائیں اور سر دبانے بیٹھ گیا پلیز جاوید اب تم سو جاؤ اور آرام تمہارے لیے ضروری ہے اس نے میرے زخم پر مرہم رکھتے ہوئے کہا تمہیں ابھی بہت جینا ہے یہاں سے بہت دور تمہارے گھر والے تمہارے منتظر ہیں انہیں تمہاری محبتوں کی ضروت ہے۔

آہستہ آہستہ بخار ٹوٹتا گیا اور میں صحت یاب ہو گیا ڈولی اس دن کے بعد میرے پاس نہ آئی جوزف روز آتا تھا ڈولی کیسی ہے بہت دنوں سے مجھے دیکھنے نہیں آئی ہے ایک دن میں نے اس سے پوچھا۔

خدا جانے جاوید اس نے افسردگی سے کہا وہ یہاں سے کسی اور ملک جانے کوشش کر رہی ہے کئی دن پہلے ہاتھ بھی جلا بیٹھی ہے وہ کیسے میں نے تڑپ کر پوچھا پتا نہیں وہ بہت غصے سے بولا۔

اس کے سیدھے ہاتھ کی کلائی جل گئی ہے مجھے دکھاتی بھی نہیں اس پر ہر وقت رومال لپیٹے رکھتی ہے۔ م ہنستی ہے نہ بولتی ہے بند کمرے میں لیٹی ر(و)تی رہتی ہے میں تو تم سے بھی بہت شرمندہ ہوں (ج)ب تم۔ ملنے کے لیے بھی تیار نہیں ہے۔

جوزف کی بات سن کر ایک دلکش مسکراہٹ میرے ہونٹوں پر بکھر گئی اس مسکراتے ہوئے پھول کی خوش رنگ چرانے کا مجرم میں ہی تو تھا۔

پھر دو ماہ بعد میرے جانے کی تیاریاں مکمل ہو گئیں اس روز میں ڈولی سے ملنے اس کے گھر گیا جہاں کئی دن میں نے ڈولی کے ساتھ گزارے تھے جب میں وہاں پہنچا تو جوزف گھر پر موجود نہ تھا ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی ڈولی شیشے کے پاس کھڑی بارش کی پھوار کو دیکھ رہی تھی اس بارش میں اس کا حسن سوگوار مجھے تڑپا گیا اس کی آنکھوں کی جھیل ساکت تھی مجھے دیکھ کر اس کے نازک لب یوں لرزے جیسے ہوا کے ساتھ گلاب کے پھول لرزیدہ ہوں۔

کیسے ہو جاوید بہت دیر کے بعد اس نے پوچھا صحت ٹھیک ہوئی ہے یا ابھی تک بیمار ہو۔

ٹھیک ہوں ڈولی تمہاری دعا ہے میں درد سے بولا۔

میری دعائیں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گی آؤ بیٹھو اس نے دوسری کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا میں خاموشی سے دوسری کرسی پر بیٹھ گیا میں مضطرب تھا بے چین تھا اور وہ پرسکون نظر آنے کی کوشش میں زرد ہوئی جا رہی تھی۔

باہر ہلکی ہلکی بارش نے زور پکڑ رہی تھی پھر وہ اٹھی

تمہارے لیے چائے بنا لاؤں تمہیں چائے پسند ہے ڈولی میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا پلیز تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھ جاؤ پرسو میں جا رہا ہوں میں نے اس کا بازو پکڑا تو رومال کھل کر اس کا جلا ہوا بازو میرے سامنے تھا۔

یہ کیسے ہوا ہے ڈولی میں نے تڑپ کر کہا یہ اتنا گہرا داغ کیسے لگا بتاؤ۔

یونہی ایسے ہی جل گیا تھا ٹھیک ہو جائے گا۔

اس نے ہاتھ چھپاتے ہوئے کہا میں نے غور سے اس کا ہاتھ دیکھا تو آہ میری بدنصیب آنکھیں یہ کیا دیکھ رہی ہیں اس کا ہاتھ جلا نہیں تھا وہ تو جلایا گیا تھا کسی تپتی ہوئی سرخ انگارہ سلائی سے اس کی نرم و نازک کلائی پر میرا نام لکھا تھا میرا بیسٹ فرینڈ جاوید علی۔ ڈولی یہ تم نے کیا کر لیا ہے۔

میں چیخ کر بولا اتنی تکلیف اتنی اذیت تم نے کیوں اپنے آپ کو پہنچائی پاگل نہ بنو جاوید یہ داغ نہیں تمہارا نام ہے جو میں اپنے ساتھ لے کر جا رہی ہوں تم نے کہا تھا نہ کہ تمہیں میرے پیار کے اظہار کی ضرورت ہے اقرار کی کمی ہے یہ کیا کم نہیں کہ یہ نام اب مرتے دم تک میرے ساتھ رہے گا۔

لڑکیاں بے وفا نہیں ہوتیں وہ وفا کے آشنا سے مفہوم ہوتی ہیں۔

میرا سر جھک گیا میں اس کے پاس رک نہ سکا ایک آخری نگاہ اس پر ڈال کر باہر نکل آیا بارش جاری تھی اور میری روح میں انگارے دہک رہے تھے دو دن بعد میں پاکستان آ گیا۔

گھر والے سب بہت خوش تھے کہ ان کا بیٹا ایک مغرب کی لڑکی کے دام سے بچ کر تنہا آ گیا ہے کاش میں اپنے والدین کو بتا سکتا کہ ڈولی کیسی لڑکی ہے میں گھر آ کر سوچنے لگا کہ ڈولی تم نے اتنا کٹھن سودا کیوں کیا تپتی سلاخوں سے اپنی پھول جیسی کلائی پر جاوید کا نام کیوں لکھا تم نے جو اذیت اپنائی وہ کتنی روح فرسا ہے تم نے یہ انداز مغرب میں رہ کر کہاں سے سیکھے ہیں شاید محبت سب کچھ سکھا دیتی ہے تمہاری پھول جیسی کلائی پر میرا لکھا نام مجھے تا عمر جلاتا رہے گا میری روح تمام زندگی جلتی رہے گی تمام عمر تمہاری محبت کو اپنے سینے کی اتھاہ گہرائیوں میں چھپا کر سسکتی رہے گی مچلتی رہے گی۔

گزرتی عمر کا ہر لمحہ تمہاری یاد دلاتا رہے گا وہ خوبصورت گھر جہاں تم رہتی تھی مجھ جیسے بزدل سے محبت کی تھی اور اس کی محبت کا داغ اپنے دل میں چھپائے وہ ملک بھی چھوڑ گئی تھی۔

جہاں کی جگمگاتی روشنیوں نے اس کی مسکراتی آنکھوں میں خوشیوں کے اجالے چھین کر ناکام محبت کے اندھیرے بھر دیئے ڈولی تم مجھے بھول جانا مجھے معاف کر دینا شاید ہماری ناکام محبت کا یہی انجام ہونا تھا قسمت کے فیصلوں کے آگے کون لڑ سکتا ہے۔

آج ڈولی سے بچھڑے کئی سال ہو گئے ہیں والدین کی ضد نے میرا شادی بھی کروا دی ہے چاند سی بیوی اور ہنستے مسکراتے بچے بھی ہیں ایک خوب صورت سا گھر ہے دنیا کی ہر آسائش موجود ہے۔

مگر آج بھی جب راتیں چاندنی اور گہری ہوتی ہیں میری روح کے داغ رسنے لگتے ہیں مجھے اس کی یادوں کے ناگ ڈسنے لگتے ہیں جوزف کے خط آج بھی میرے نام آتے ہیں وہ اب اپنی تعلیم مکمل کر کے ایک ادارے میں جاب کر رہا ہے اس کی بھی شادی ہو گئی ہے۔

مگر ڈولی آج بھی تنہا زندگی کے دن گزار رہی ہے ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن چکے ہیں ہر تعلق توڑ چکے ہیں پھر بھی اس کی یادوں کے گھنے بادل آج بھی میری روح کو چھلنی کیے ہوئے ہیں یہ کیسے اجنبی ہوتے ہیں جو بھلائے نہیں بھولتے ہمیشہ یاد رہتے ہیں

قارئین کیسی لگی میری کاوش اپنی قیمتی آراء سے ضرور آگاہ کیجئے گا مجھے بے چینی سے انتظار رہے گا۔

وہ مجھ پر بچھڑ کر اب تک سویا نہیں
عثمان
کوئی تو اس کا ہمدرد ہے جو اس کو
رونے نہیں دیتا

ہم سے کیا پوچھتے ہو بیوفائی کی انتہا
یارو
ہم سے پیار سیکھتا رہا وہ کسی اور کیلئے

اگر وہ جان جائے میری بے تابی کا
باعث عثمان
تو مجھے نہیں اسے مجھ سے محبت ہوتی

روز ناز اٹھاتے تھے زمانے میں عثمان
وہ ہم کو تنہا دیکھ کر راستہ ہی بدل گیا

ان کی یاد سے غافل ہوں تو کیسے
ہوں عثمان
آنکھ بند ہو تو خواب ان کے کھلے تو
خیال ان کا
عثمان ورک۔ ۴۸ ورک

حال دل

--تحریر۔ سحرش شاہین

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین ثناء کتنی مجبور تھی جس نے اپنی مجبوری کو دیکھ کر پیار کو ایک سچے پیار کو ٹکرا دیا وہ ایسا کیوں رہی تھی اور کیا تھا اس کے دل میں کہ کوئی اس کو اس کی غربت کا طعنہ نہ دے اور کوئی اس کو کمزور نہ سمجھے اس کا ایک سچا پیار کرنے والا خلیل اسے کی محبت کو ترستا ہی رہا آخر اس نے اپنی شادی کے تین دن پہلے بھی اسے کال کر کے ہاں جاننے کی کوشش کی مگر اس نا انکار اسے توڑ کر رکھ گیا تھا امید ہے آپ کو پسند آئے گی میں نے اس کا نام حال دل۔ رکھا ہے

دارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

مئی کی گرمی تھی اور ہوسٹل میں خاموشی کاٹ کھانے کو آتی تھی چلتے چلتے میں ایک کمرے پاس رک گئی کیوں کہ وہاں سے رونے کی آواز آ رہی تھی۔

چھٹیوں کی وجہ سے زیادہ تر ہوسٹل خالی تھا پہلے سوچا چھوڑے تمہیں کیا پھر دل نے کہا شاید وہ تکلیف میں ہو میں نے دستک دی اتنے میں ایک لڑکی نکلی اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں اس نے پوچھا جی آپ کون۔؟

میں نے کہا او ہو میری بہن سارے سوال دروازے میں ہی کرو گی یا اندر آنے کا بھی کہو گی۔
اس نے راستہ چھوڑ دیا مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی بات کہاں سے شروع کروں میں نے اس کا نام پوچھا تو اس نے ثناء بتایا میں نے کہا کہ آپ سوچ رہی ہوں گی کہ میں کون ہوں یقین مانئے مجھے آپ کے رونے نے مجبور کیا کہ میں آپ سے پوچھوں کہ آپ کو کیا مسئلہ ہے مجھے کوئی حق تو نہیں ہے۔

درد بتانے سے ختم تو نہیں ہوتا مگر کم ضرور ہو جاتا ہے کچھ دیر ثنا نے مجھے دیکھا پھر اپنی کہانی سنائی جو اسی کی زبانی سنتے ہیں۔

ہم دو بہنیں اور تین بھائی ہیں مجھے پڑھنے کا بہت شوق تھا غریبی اتنی تھی کہ دو وقت کی روٹی مشکل سے پوری ہوتی تھی میں دن کو سکول جاتی اور شام کو دوپٹہ کڑھائی کرتی تھی تا کہ اپنا شوق پورا کر سکوں میری بڑی بہن نے بھی پرائیویٹ میں تعلیم حاصل کی تھی اکثر کھانے کو کچھ نہ ہوتا۔

میری چھوٹا بھائی باغ سے کبھی امرود اور کبھی شہتوت چوری لے آتا تھا جن سے ہم تھوڑی بہت بھوک مٹا لیتے تھے میرے والد ایک لوہے کے کارخانے میں کام کرتے تھے ایک دن ان پر گرم لوہا

گرا اور وہ معذور ہو گئے میٹرک کرنے کے بعد مجھے کالج جانے کا شوق تھا کیوں کہ میں ایک قابل طالبہ تھی میرے شوق کو دیکھتے ہوئے میرے ماموں نے مجھے حامی بھرلی تھی۔

میں اس کا خرچہ برداشت کروں گا جن کی لگن سچی ہو خدا ان کی مدد ضرور کرتا ہے میں نے پہلے ڈی کوم پھر بی کام اچھے نمبروں سے پاس کیا خدا کی رحمت تھی کہ میرے بڑے بھائی نے اپنی دکان کھول لی تھی دن کے وقت ابو دوکان پر ہوتے اور رات کو بھائی ہوتے تھے اسی طرح ہمارے حالات کافی بہتر ہو گئے اور اگر میں آج یونیورسٹی میں ہوں تو بھائی کی وجہ سے اور میرے بھائی دوکان کے ساتھ ساتھ ایک کارخانے میں بھی کام کرتے تھے۔

بھائی نے میرا بہت ساتھ دیا ہے لیکن آج ایک خبر نے مجھے کمزور کر دیا ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب میں ڈی کوم میں تھی باقی لڑکیوں کی طرح میرے پاس کچھ بھی نہ تھا یہاں تک کہ کتابیں تھی میں اپنی کلاس فیلوز سے لے کر نوٹ بنا لیتی تھی اور گلی کے بچوں کی ختم شدہ کاپیاں لے کر ان کے آخری دو پیج جمع کرتی اور انہیں نوٹ کے طور پر استعمال کرتی تھی برے وقت میں میرا ایک کلاس فیلو خلیل نے میری بہت مدد کی میں چپ رہتی تا کہ کوئی مجھے کمزور اور غریب نہ سمجھے خلیل مجھے ہر وقت دیکھتا رہتا تھا۔

اس کا دیکھنا مجھے اچھا لگنے لگا تھا لیکن میں کبھی بھی اس سے فضول بات نہیں کرتی تھی وہ پڑھائی کا بہانہ بنا کر اکثر مجھ سے بات کرتا دل ہی دل میں میں اسے چاہنے لگی اکثر میری فیس لیٹ ہو جاتی تو وہ بھرتا تھا میں اس بات پر اسے ڈانٹتی تھی وہ مجھے بہت چاہتا تھا لیکن میں گھریلو حالات کی وجہ سے اس سے اکثر بے رخی سے بات کرتی تا کہ وہ ہٹ جائے لیکن اس نے میرے گھر کا سارا پتا لگوایا اور میری ہر مدد کرتا تھا لیکن میرے سخت لہجے کی وجہ سے وہ میرا خیال بھی

رکھتا۔ جب تک میں گھر نہیں پہنچ جاتی وہ باڈی گارڈ کی طرح میرے پیچھے رہتا تھا۔

انسان جب مصیبتوں میں گرا ہو تو ذرا سی کیئر ملے تو بہت بڑی بہار لگتی ہے ایک دن بہت تیز بارش تھی میں بہت بھیگ چکی تھی اتنے میں خلیل نے گاڑی میرے پاس لا کر روک دی میں نے سنی ان سنی کر دی اس نے غصے میں مجھے گاڑی میں ڈالا۔ میں نے رونا شروع کر دیا اس نے تھوڑے ویرانے میں گاڑی روک دی اور جب میں نے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

میں نے کہا خدا کے لیے خلیل اب مجھے چھوڑ دو اس نے کہا چھوڑ دوں گا نہیں تمہاری بے رخی اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتی چار سال کوئی کم عرصہ نہیں ہوتا اگر مجھ میں کوئی کمی ہے تو بتاؤ کیوں مجھے تکلیف دیتی ہو۔ میں نے کہا میں تم سے نفرت کرتی ہوں اس نے کہا میری آنکھوں میں دیکھ کر بولو سچ تو میں جانتی تھی یا میرا خدا لیکن میں نے غریبی اور بھوک پیاس دیکھی تھی میں کیسے خود غرض بن سکتی تھی۔

میں نے ہمت کر کے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا میں تم سے نفرت کرتی ہوں اس کے بعد خلیل نے گھر کے پاس اتار دیا اور کالج آنا بند کر دیا میں نے بہت دعا کی کہ خلیل کالج آئے آخر اللہ نے میری سن لی اور وہ فائنل ایگزام میں آیا میں بے بس کھڑی تھی کچھ نہ کر سکی آج دو سال بعد اس کی کال آئی اس نے کہا کہ ثناء میں آج بھی تم سے پیار کرتا ہوں تین دن بعد میری شادی ہے۔

تم ابھی ہاں بولو تو میں سب کچھ چھوڑ کر تمہارا ہو جاؤں لیکن آج بھی میں مجبور تھی خلیل کو دل تو دے دیا تھا مگر ماں باپ، بہن بھائیوں کو وہ سب کچھ دینا چاہتی تھی جو مجھے نہیں ملا تھا عورت مجبور ہوتی ہے بے وفا نہیں۔ کیا ثناء نے ٹھیک کیا یا نہیں۔ قارئین یہ فیصلہ آپ پہ چھوڑتی ہوں ضرور آگاہ کرنا اپنی رائے دیں۔

آخری محبت

۔۔تحریر۔یونس ناز۔ڈنوی وادی کوٹلی، 0313.5250706

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میری اس کہانی کا نام ہے۔آخری محبت۔یہ کہانی باپ اور بیٹے کے گرد میں گھومتی ہے وقت نے ان کے ساتھ کیا کچھ کیا یہ آپ پڑھ کر ہی بتانا امید ہے سب کو پسند آئے گی جواب عرض کے دوستوں کا مشکور ہوں جو میری کہانی کو پسند کر کے میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں ان تمام دوستوں کو تہہ دل سے سلام قبول ہو
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

کہتے ہیں دل ہمیشہ جوان رہتا ہے اور محبت کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں ہوتی اور نہ محبت پر کسی کا کوئی زور چلتا ہے کب اور کیسے ہوتی ہے بندے کو اندازہ نہیں ہوتا اور کوئی دوسرا اس کے دل کا مالک بن جاتا ہے۔

محبت کرنے والے بھی عجیب انسان ہوتے ہیں یکطرفہ محبت تو برباد کر کے رکھ دیتی ہے کسی کی ہاں میں ہاں ملانا اس کو محبت نہیں کہتے بعض لوگ محبت کے نام پر اپنے مزموم مقاصد حاصل کرتے ہیں بعض لوگ دولت سے محبت کرتے ہیں۔

ان کو اس چیز سے کیا غرض کوئی جیتا ہے یا مرتا ہے یہ دنیا ہے اور یہاں پر ہر طرح کے لوگ ملتے ہیں اور ایسے لوگ بہت کم ہیں جو محبت کی حقیقت سے واقف ہیں جو بے لوث محبت کو ترجیح دیتے ہیں اور جس سے محبت کرتے ہیں۔

اس کے لیے اپنی زندگی داؤ پر لگا دیتے ہیں مگر خالق محبت نایاب ہو کر رہ جاتی ہے ہر کوئی دوسرے کو بے وقوف بنا رہا ہے لوگ محبت کے نام پر تماشہ کر رہے ہیں گھر اجڑ رہے ہیں دل ٹوٹ رہے ہیں۔

لیکن محبت زندہ ہے اور جہاں وفا ہے وہاں بے وفائی کی کمی نہ ہے انسان مخلص ہو اس کا جذبہ سچا ہو تو وہ کبھی بکھر نہیں سکتا اور نہ ہی ٹوٹ سکتا ہے

محبت میں انسان کو اپنے پرائے کی پہچان ہو جاتی ہے ٹھوکر کھانے کے بعد انسان خود کو سنبھال سکتا ہے مگر کچھ دیوانوں کی کمزوری ہے کہ وہ زخم کھا کر بھی مسکراتے ہیں سچی محبت کی تلاش میں رہتے ہیں مگر ان کیساتھ بھی عجب تماشہ ہو جاتا ہے۔

لوگ محبت میں اپنے مقاصد پورے کر کے ایسے بھول جاتے ہیں جیسے کبھی ان سے کوئی تعلق نہ رہا ہو یہ کیسی دنیا ہے کیسے لوگ ہیں ہم کس معاشرے میں رہتے ہیں یہ سوال تو ہر کسی کی زبان پر ہوتا ہے مگر جواب کسی کو نہ ملے گا۔لیکن پھر بھی لوگ زندہ ہیں آخر ایسا کیوں ہوتا ہے۔دلوں کو کھلونا سمجھ کر توڑنے والے اتنے سنگدل کیوں ہیں۔

لیکن جب اپنا دل ٹوٹتا ہے تو احساس ہوتا ہے محبت کو بدنام کر کے لوگوں کو کیا ملتا ہے۔

اپنے مقاصد پورے کر کے تنہا چھوڑنے والو اس بات سے ڈرو کبھی تمہارے ساتھ بھی ایسا ہو سکتا ہے کوئی تمہارا دل بھی توڑ سکتا ہے کوئی تمہیں بھی بے وقوف بنا سکتا ہے۔

مگر آدمی کس کو سمجھائے یہاں ہر کوئی خود کو سمجھدار اور دوسروں کو بے وقوف سمجھتا ہے یہاں ہر کوئی استاد بنا پھرتا ہے کسی کو اچھا مشورہ دینا تو بے وقوفی ہی ہوگا یہاں ہر کوئی پیدائشی استاد ہے۔

اس بات کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ حقیقت میں دوسروں کو بیوقوف سمجھنے والے خود بلا درجے کے بے وقوف ہوتے ہیں دوسروں کو کردار کشی کرنے والے اپنے گریباں میں جھانک کر دیکھیں تو اندازہ ہو جائے کہ وہ کیا ہیں اور دوسروں کو کیا سمجھتے ہیں یہ دنیا فانی ہے کر کسی نے فنا ہو جانا ہے بس نظام قدرت چلتا ہے اور چلتا ہی رہے گا۔

کسی ایک آدمی کے مخلص ہونے سے نہ تو رواج بدل سکتے ہیں اور نہ ہی لوگوں کے ذہنوں کو بدلا جا سکتا ہے بس نظام کو درست کرتا ہے تو آدمی اپنی اصلاح کرے تو خود بخود سب ٹھیک ہو سکتا ہے ہر کوئی اپنی ذات کے ساتھ مخلص ہو تو کوئی گلہ نہیں کر سکتا۔

اپنے لیے تو سب ہی جیتے ہیں اس جہاں میں
مگر
ہے زندگی کا مقصد اوروں کے لیے جینا

اس کہانی کا مرکز بھی اوروں کے لیے جینا ہے اپنے لیے جیو تو کیا ملتا ہے اوروں کے لیے جیو تو کیا۔

قارئین نواز کی کہانی اس کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔

میرا نام نواز ہے میرا تعلق ایک بڑے گھرانے سے ہے مگر میں بچپن سے ہی ایک الگ قسم کا ذہن رکھتا ہوں اپنی شناخت خود بنانا چاہتا ہوں اور اس میں کافی حد تک کامیاب بھی ہو رہا ہوں۔

مگر محبت کے معاملے میں کچھ زیادہ ہی بد نصیب ہوں لوگ خود میری زندگی میں آتے ہیں اور خود ہی چھوڑ جاتے ہیں میں نے کبھی کسی کو محبت کی دعوت نہ دی اگر کسی نے مجھے پسند کیا تو اس کو مایوس نہیں کیا اور جب تک اس کے ساتھ چلا تو مخلص ہو کر چلا اور جب اس نے چھوڑ دیا تو کبھی اس کا پیچھا نہیں کیا کیوں کہ جانے والے کب لوٹ کر آتے ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان کو عقل آ ہی جاتی ہے مگر جہاں سوال دوسروں کی خوشیوں کا آتا ہے وہاں انسان سب کچھ بھول جاتا ہے کیوں کہ جب کوئی آدمی آپ کا انتخاب کرتا ہے تو آپ میں کوئی بات ایسی ہوتی ہے جو دوسروں کو متاثر کرتی ہے وہ جیسا بھی ہو آپ کا حق بنتا ہے اس کے ساتھ مخلص رہو اور جو آپ کو چھوڑ جاتے ہیں تو ہو سکتا ہے اس کی کوئی مجبوری بھی ہو۔

نجانے کن مجبوریوں کا قیدی ہے وہ
اگر ساتھ چھوڑ جائے تو اسے برا مت کہنا
مگر سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ کوئی کیسے کسی کو چھوڑ دیتا ہے۔

اس وقت انسان صرف مجبور کیوں ہوتا ہے اس کے پاس کچھ نہیں ہوتا جب اس کی کوئی منزل نہیں ہوتی جب روتا اس کا مقدر ہو جب ہر کوئی اس سے نفرت کرتا ہو اسی کی زندگی اپنی زندگی نہ ہو اور ایسے موقع پر جب کوئی اس کی زندگی میں آئے اس کو جینے کی ترغیب دے اس کی زندگی میں بہار بن کر آئے اس کے دکھوں کا مداوا کرے اس

کا ہر ممکن ساتھ دے کہ جس کا کبھی اس نے سوچا بھی نہ ہو اس کی زندگی میں بہار ہی بہار ہو کبھی خزاں کا کوئی رنگ نظر نہ آئے اس کی شخصیت کو بدل کر رکھ دے اس کی اپنی پہچان ہو اور لوگ اس کو پہچاننے لگیں وہ منفرد مقام رکھتا ہو اور وہ اپنے ہی محسن کو یکدم فراموش کر دے آخر ایسا کیوں ہوتا ہے اور کب تک ہوتا رہے گا کبھی تو وفا کرنے والوں کو ان کی وفا کا صلہ ملے گا یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں اپنی زندگی میں مطمئن تھا۔

سب کچھ ٹھیک جا رہا تھا عمر کے اس حصے میں تھا جہاں انسان کو محبت اک فضول چیز نظر آتی ہے محبت تو نوجوان لوگوں کو مشغلہ تھا اور بڑھاپے کی جانب بڑھتے آدمی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ بچگانہ حرکت کرے مگر دل پہ کس کا زور چلتا ہے یہ 2009 کی بات ہے کہ میری زندگی میں رمشہ آئی یہاں پہ یہ بتا دوں کہ وہ عام سی ایک لڑکی تھی۔

اور اس میں کوئی ایسی خاص بات نہ تھی کہ کوئی اس کی طرف مائل ہو اس کی عمر تیس سال کے لگ بھگ تھی جبکہ میری عمر اڑتیس سال کے لگ بھگ ہو گئی تھی دونوں اپنی عمروں کے برعکس منفرد تھے۔

کوئی بھی محسوس نہیں کر سکتا تھا کہ ہماری عمر بیس یا پچیس سال سے زیادہ ہوں گی اس کی شادی کو پانچ سال ہو چکے تھے جبکہ میری شادی کو دس سال ہو چکے تھے میں تو اپنی زندگی سے مطمئن تھا۔

مگر وہ اپنی زندگی سے تنگ تھی اس کے گھر کے حالت ٹھیک نہ تھے اور اس کا خاوند ایک کم تنخواہ دار ملازم تھا بڑی مشکل سے وہ گھر کا نظام چلا رہی تھی جبکہ میں تو اس کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا جہاں دولت کا حساب نہیں لگایا جا سکتا ذاتی گاڑی تو ہر فرد کے پاس ہوتی ہے اور میرے بچے مہنگے سکولوں میں زیر تعلیم تھے جہاں ان کے اخراجات لاکھوں میں تھے۔

رمشہ کو میں نے اپنے بارے میں کچھ نہ بتایا تاکہ وہ احساس کمتری کا شکار نہ ہو جائے سب کبھی کبھار فون پہ بات کر کے اس کی حوصلہ افزائی کر لیتا ہمارے درمیان ایک بے نام سا تعلق قائم ہو گیا اور اس کو نام نہیں دیا جا سکتا ہے۔

لیکن آہستہ آہستہ یہ تعلق بہت گہرا ہوتا چلا گیا اور روزانہ گھنٹوں باتیں کرنا مجبوری بن گیا تھا اور اگر کبھی بات نہ ہوتی تو دل بے چین سا ہو جاتا ایسے محسوس ہوتا کہ جیسے کوئی چیز گم ہو گئی ہو اور اسے حالات میں گھر والوں کا خیال دل سے نکلتا جا رہا تھا۔

بلکہ گھر والوں کو میں نے نظر انداز کرنا شروع کر دیا تھا اس بات کا اندازہ ان کو ہو گیا تھا کہ کہیں میرا کوئی چکر تو نہیں چل رہا میں نے غیر محسوس انداز سے ان کو ٹالنا شروع کر دیا اور کسی حد تک ان کو مطمئن کر دیا اب میری ساری توجہ رمشہ کی طرف تھی۔

اس کی ایک فون کال پہ میں اس کے بہت کام کر دیتا تھا اور اس کی ہر ممکن مدد بھی کرتا تھا بلکہ میں ان کی فیملی کا ایک فرد بن چکا تھا ان کے گھر والوں سے بھی میرا رابطہ رہتا رمشہ مکمل میری طرف مائل ہوتی جا رہی تھی اور میں بھی اس کی کمزوری بن چکا تھا اور وہ ہر بات مجھ سے شئیر کرتی اور بہت سے معاملات میں ہم راز بن چکے تھے۔

لیکن اس نے ہمیشہ گھر والوں کو مجھ پہ ترجیح دی جبکہ میرا معاملہ اس سے مختلف تھا اب صحیح معنوں میں اس کا دیوانہ بن چکا تھا اور رمشہ میری کمزوری بن چکی تھی۔

میں دن رات اس کے پیار میں مگن رہنے لگا اور اس کی ہر فرمائش پوری کرتا میں فخر محسوس کرتا تھا

اور وہ بھی میری حوصلہ افزائی کرتی رہتی میں نے اس کی ہر مشکل میں اس کا ساتھ دیا اس کے ہر دکھ درد میں شریک ہوتا تھا اس کا ہر خواب پورا کرنا میرے فرائض میں شامل تھا وہ جس طرح معصوم اور سادھا نظر آتی تھی حقیقت میں وہ خطروں کی کھلاڑی رہ چکی تھی۔

اور اس کے مختلف لوگوں کے ساتھ تعلقات رہ چکے تھے مگر شادی کے بعد اس نے تمام لوگوں سے رابطے منقطع کر لیے تھے مگر یہ اس کی بھول تھی ماضی کے کچھ لوگوں نے اس کو تنگ کرنا شروع کر دیا تھا۔

مگر میں نے اسے یقین دلایا کہ میری زندگی میں تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا اور مختصر عرصے میں اس ہر راز سے واقف ہوگیا وہ کیا تھی اور اب کیا ہے مگر اس کا ہم راز بن گیا تھا وہ جس قدر ہوشیار تھی مگر اس سے زیادہ بے وقوف بھی تھی اس کی سب سے بڑی کمزوری گفٹ اور دولت تھی اور میرے پاس کبھی روپے پیسے کی کمی نہ تھی میں نے یکدم اس کو بدل دیا۔

اور اب تو اس نے اپنا حلیہ بھی بدل لیا اس کا شمار بھی امیروں میں ہونے لگا اس کے گھریلو حالات بھی بدل گئے اور اس کے دکھ درد بھی کم ہو گئے تھے اور اس کے بچے بھی ماڈرن سکولوں میں پڑھنے لگے تھے۔

اور اب وہ اپنی زندگی سے مطمئن نظر آنے لگی تھی اور گھر والوں کی نظروں میں اس کا ایک منفرد مقام تھا اس کے رویے میں تبدیلی محسوس ہونے لگی تھی اور اب تو کبھی کبھار اس سے رابطہ ہوتا تھا اور وہ مصروفیت کا بہانہ بنا کر ٹال دیتی تھی میں تنہا اس کے پیار میں چلتا رہا وہ تو بدل چکی تھی اور پیار محبت کے لفظ اس کے لیے فضول تھے اور میں بھی اک عجیب طبیعت کا عاشق تھا۔

اس سے کبھی کوئی گلہ نہ کرتا سوچتا اس کی کوئی مجبوری ہوگی ویسے بھی وہ اکثر کہا کرتی تھی کہ ہم تو صرف دوست ہیں اور دوستوں کا کام تو صرف منزل تک پہنچانا ہے ماضی تو ماضی ہوتا ہے۔

یاد ماضی عذاب ہے یارب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

رمشہ نے اب اپنی اصلیت دکھانا شروع کر دی اور اس نے یکدم رابطہ منقطع کر دیا اور اپنے فون نمبر تبدیل کر دیئے مگر وہ اس بات کو بھول گئی تھی کہ بندہ جس کے ساتھ طویل عرصہ گزارے اس سے یوں ناطہ توڑنا آسان نہیں ہوتا ہے۔

اس کا نمبر حاصل کرنا میرے لیے کون سا مشکل بات تھی اس نے میری کال اٹھانا ہی چھوڑ دی تھی اب میرے بچے بڑے ہو گئے تھے ہم بھی بڑھاپے کی طرف جا رہے تھے۔

اور اب اس نے اپنی گاڑی لے لی کبھی کبھی ہماری گاڑیوں کا سامنا ہو جاتا تھا اور وہ نظریں چرا کر پاس سے گزر جاتی تھی اب مجھے اس کی ان حرکات سے دکھ بھی ہوتا شاید میں خود کو ایڈجسٹ بھی کر لیا تھا محبت اور دوستی کا تعلق دو اشخاص سے جڑا ہوا ہوتا ہے تنہا آدمی بے بس اور مجبور ہوتا ہے۔

اب میں تنہائی کی آگ میں جلنا نہیں چاہتا تھا کیوں کہ خوب کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا زندگی بھر کون کسی کا ساتھ دیتا ہے درخت بھی تو سوکھے پتوں کو گرا دیتے ہیں اور اب آندھیاں اور طوفان اور تیز و تند ہوائیں آتی ہیں اور خشک پتوں کے ساتھ ساتھ ہرے اور سبز پتے بھی گر جاتے ہیں یہاں موسموں کی بات نہیں ہوتی انسان کا جب حسن ماند پڑ جائے تو بہت سے رشتے اس سے دور ہو جاتے ہیں پرانے ہو جاتے ہیں۔

مگر زندگی کے اس موڑ پر اپنے بھی ساتھ

چھوڑ جاتے ہیں انسان پھر سے تیار ہو جاتا ہے رمشہ بھی ایک عجیب قسم کی تھی باکمال حیات سے محبت پہ اداکاری کی اور اپنے بہتر مستقبل کے لیے مجھ سے دوستی کی اور اس کی زندگی میں جو کمی رہ گئی تھی۔

اس کو پورا کرنا میری مجبوری بن چکی تھی میں اس کے بنا خود کو ادھورا تصور کرتا تھا اور میں اس کی ضرورت تھا اور مجھ سے تعلق رکھنا اس کی مجبوری تھی محبت تو وہ کسی اور سے کرتی تھی مگر مجھے اس سے کیا غرض تھی وہ مجھ سے مسکرا کے بات کر لے میرے لیے اتنا ہی کافی تھا وہ جس قدر معصوم اور سادہ نظر آتی تھی حقیقت میں وہ اس کے برعکس تھی کبھی کبھار وہ ویسی حرکات کرتی کہ میں اس سے تنگ آ کر اس سے خود ہی رابطہ منقطع کرلوں مگر میں بھی اس کے ساتھ چلا ہوں اس کی ہر خوبی خامی سے واقف ہو چکا تھا۔

رمشہ کو میں نے کہاں سے کہاں تک پہنچایا وہ اک عام سی لڑکی تھی میں نے اسے خاص بنا دیا اس کو جینے کا حوصلہ دیا اس کا ساتھ دیا

ہم نے خود تراشے ہیں منازل کے سنگ راہ
وہ اور تھے جنہیں زمانہ بنا گیا

اب وہ اس قابل تھی کہ اسے میرے سہارے کی ضرورت نہ تھی بلکہ میں اس کے لیے ردی کاغذ کا وہ ٹکڑا بن چکا تھا جس کو کوڑے کرکٹ میں کسی لمحے پھینک دیا جا سکتا ہے۔

کیوں کہ اس کی اپنی اک الگ پہچان تھی اس کے پاس وہ سب موجود تھا جس کا اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا اور کبھی اس کے وہم گمان میں بھی نہ تھا کہ کوئی شخص اس کی زندگی کو بہار بنا دے گا۔

اب تو وہ ہواؤں میں اڑنے لگی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا حسن ماند پڑ گیا اور اس کے بچے بھی جوان ہونا شروع ہو گئے میں بھی اب بڑھاپے کی طرف گامزن تھا اور پھر یکدم ہمارا رابطہ منقطع ہو گیا۔

اور میں ملازمت سے ریٹائر ہو گیا بچوں کی شادیاں کر دیں اور بیگم کسی محکمے میں سرکاری آفیسر ہیں اور مجھ پر کسی قسم کی ذمہ داری نہ تھی اور عمر کے اس حصے میں آدمی کی یادداشت کمزور ہو جاتی ہے اور پھر اسی عمر میں بہت سی یادیں ان میں نے نکل جاتی ہیں محبت تو محبت ہوتی ہے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ سب کچھ بدل جاتا ہے اور نت نئے لوگوں کی آمد سے بندہ کچھ مصروف ہو جاتا ہے میرا ایک بیٹا جو سب سے چھوٹا ہے یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہے۔

کبھی کبھا اس کی ضد کی وجہ سے اس کی یونیورسٹی میں چلا جاتا ہوں قمر میرا بیٹا ہونے کے ساتھ ساتھ میرا دوست بھی ہے اور مجھ سے کوئی چیز کبھی نہیں چھپاتا قمر نہایت ہی شریف اور پڑھائی میں دلچسپی لینے والا انسان ہے مگر کچھ دنوں سے وہ کچھ بجھا بجھا سا لگ رہا تھا فون پر بھی بات کرتے ہوئے وہ پریشان دکھائی دے رہا ہوتا اس کی ماں کو میں نے بتایا کہ تم قمر کی ماں ہو تم اسے سے پوچھو اس کو کیا پریشانی ہو سکتی ہے۔

میں نے تینوں بیٹوں کو یہ حق دے رکھا تھا کہ وہ شادیاں اپنی مرضی سے اور پسند کی کر سکتے ہیں لیکن ایک شرط یہ کہ خاندان کی عزت کا خیال رکھنا کہ کوئی قدم ایسا مت اٹھانا جو کہ بیکار میں رسوائی کا سبب بنے بڑے دو بیٹوں کی شادی خاندان والوں کی مرضی سے ہوئی اور وہ دونوں آج کل لندن میں ہیں جبکہ قمر کو میں نے کہا تھا کہ تمہاری شادی پاکستان میں ہی ہو گی اور تم میرے ساتھ رہو گے۔

والدین کا اتنا حق تو ہوتا ہے کوئی ایک بیٹا ان کے سہانے کا سبب بنے یہ کہاں کا انصاف ہے

کہ جس اولاد کو پال پوس کر بڑا کرو ان کی ہر خواہش پوری کرو اور جب بھی وہ اس قابل ہو جائیں کہ ان کو کسی کے سہارے کی ضرورت نہ ہو اور بیگم کو جہاں جی چاہے لے کر جائیں اور والدین کو نظر انداز کرتے رہیں۔

قمر کی پریشانی کی کوئی خاص وجہ نظر نہیں آرہی تھی اس کے پاس سب کچھ تھا ذاتی گاڑی بینک بیلنس اور ہر مہینے کے اخراجات اس کے اس کی ضرورت سے زیادہ ملتے تھے۔

آخر کار اس کی پریشانی کی وجہ کیا ہوسکتی ہے یہ بات مجھے پریشان کررہی تھی۔

ہم لوگ گاؤں کے رہنے والے تھے جبکہ قمر مظفر آباد یونیورسٹی میں پڑھتا تھا عمر کے اس حصے میں سفر کرنا قدرے مشکل تھا اور پھر میں نے بھی قمر کو آزاد چھوڑ دیا کہ اگر اس کی پریشانی کوئی خاص قسم کی ہوئی تو وہ مجھ سے ضرور شیئر کرے گا۔

بڑے دونوں بیٹوں کی ضد تھی کہ ماما اور پاپا دونوں لندن میں وزٹ کے لیے آئیں مگر میں ان کو ٹالتا رہا قمر ایم ایس سی کے فائنل میں ہے جبکہ وہ فارغ ہو جائے گا تو ہم آئیں گے مگر انہوں نے ویزے بھیج دیئے اور ان کی ماں کی ضد تھی کہ قمر بچہ نہیں ہے وہ ہوسٹل میں رہتا رہے گا ہم ایک ماہ تک آجائیں گے اب بات میری بیگم کی آگئی تھی جسے ٹالنا بہت مشکل تھا اس طرح ہم لندن چلے گئے۔

قمر کو بتایا کہ ہم جلد واپس آجائیں گے وہاں جا کر فکر واپسی کی تھی مگر وہاں ہمیں تین ماہ لگ گئے اس دوران قمر سے مسلسل رابطہ رہا وہ کچھ بجھا بجھا سا دکھا دے رہا تھا آخر کار ہم لوگ واپس آگئے۔

میں نے سوچا کہ اب قمر کو بتائے بغیر مظفر آباد کا رخ کیا جائے اور اس کی جاسوسی کی جائے کہ آخر اس کی پریشانی کی وجہ کیا ہے میں نے بہانہ بنایا کہ کراچی ایک دوست کے پاس جا رہا ہوں بیگم نے اجازت دے دی۔

میں کراچی کے بجائے مظفر آباد چلا گیا قمر کو میں نے بتایا کہ کراچی ہوں جبکہ مظفر آباد تھا اس طرح روزانہ میں قمر کی جاسوسی کرتا وہ پڑھتا یونیورسٹی میں تھا اس کی رہائش پرائیویٹ تھی جبکہ اس کی ٹیوشن کے اوقات بھی مجھے پتہ تھے میں فون پر اس سے دریافت کرتا کہ کیا کررہے ہو وہ مجھے بتا دیتا تھا کدھر ہوں ایک دن میں گاڑی لیکر دریا پر جا رہا تھا میری اچانک نظر پڑی کہ میری سامنے والی گاڑی میں قمر بیٹھا ہوا تھا اور اس کی فرینڈ سیٹ پر ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔

میں گاڑی کی رفتار کم کی اور قمر کو کال کی بیٹا کیا کررہے ہو اس نے کہا پاپا میں گاڑی چلا رہا ہوں بعد میں بات کروں گا اور فون بند کردیا میں نے اس کا پیچھا کیا اور وہ ایک کچی سڑک کے کنارے لڑکی کو اتار کر آگے نکل گیا۔

میں نے گاڑی کھڑی کی اور پیدل اس کچی سڑک پر چل پڑا تھا اور اس لڑکی کا غیر محسوس انداز میں پیچھا کیا کہ اس کو معلوم ہو کہ کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے سڑک کے ساتھ آبادی بھی تھی میں پیدل چلتے چلتے میں ماضی کے خیالوں میں کھو یا گیا۔

کیوں کہ یہ راستہ میرے لیے اجنبی نہ تھا میں تو اس وقت سے اس کا عادی تھا جب یہاں آبادی بہت کم تھی پھر یکدم میں تیز تیز چلنے لگا تا کہ وہ لڑکی آنکھوں سے اوجھل نہ ہو جائے۔

پھر اچانک وہ گلی کی طرف مڑ گئی اور میں اس کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا وہ اپنے مکان کے اندر داخل ہوگئی مجھے ایک جھٹکا سا لگا۔

میں فوری واپس مڑ آیا کب اور کیسے واپس آیا اس کا کوئی اندازہ نہ لگا سکا گھر آکر قمر کو فون کیا مگر اس نے ٹال مٹول سے کام لیا میں اس کو بتائے

بنا ہی واپس اپنے گھر آ گیا اب اس موقع کی تلاش میں تھا کہ کس طرح قمر سے پوچھوں کہ تمہارا اس لڑکی سے کیا تعلق ہے۔

پھر یہ سوچ کر خاموش ہو جاتا کہ شاید اکٹھے پڑھتے ہوں اور اس کو لفٹ دے دی ہو مگر ایسا کیونکر ہو سکتا تھا اور اگر حقیقت میں ایسا ہوا کہ وہ اس لڑکی سے پیار کرتا ہے تو بہت گڑ بڑ ہو سکتی ہے کیوں کہ میں نے رمشہ کو بھلانے کی کوشش کی اور کافی حد تک اس میں کامیاب بھی ہوا ہوں۔

اب قمر کی زندگی کا سوال تھا اور جو راز میں طویل عرصہ سے اپنے دل میں چھپا کر بیٹھا تھا اس کو راز ہی رکھنا چاہتا تھا پھر ایک دن قمر یونیورسٹی سے چھٹیوں میں گھر آیا تو اس میں منگلا ڈیم لے گیا اور اس سے کہہ دیا کہ قمر میں بہت جلد تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں اس سلسلے میں فیملی کی کچھ لڑکیاں میرے ذہن میں ہیں بس تم یونیورسٹی سے فارغ ہو جاؤ ویسے بھی وقت اور حالات کا کیا پتہ ہوتا ہے۔

قمر نے کہا پاپا شادی میں جلدی کی کیا ضرورت ہے ہو جائے گی ویسے بھی اب کہیں جاب کروں گا میں نے قمر کو جواب دیا کہ تمہیں جاب کی کیا ضرورت ہے کون سا شادی تم نے اپنے پیسوں کی کرنی ہے یہ تو ہمارا مسئلہ ہے اور ہم بھی چاہتے ہیں کہ تم جلد از جلد اس بندھن میں بندھ جاؤ اور ہاں اگر تمہیں کوئی لڑکی پسند ہو تو بتا دینا کیوں کہ زندگی آپ نے گزارنی ہے ہمیں تو گھر میں بہو چاہیے۔

مگر اس نے ٹال مٹول سے کام لیا پھر ایک روز میں نے چوری پکڑ لی اور اس کو مجبوراً بتانا پڑا تھا کہ اصل چکر کیا ہے۔

میں نے قمر کی ہر جائز خواہش کا خیال رکھا مگر کچھ معاملات ایسے ہوتے ہیں جن میں کسی بھی قسم کی رعائت نہیں ہو سکتی میں نے قمر کے دوست کو گھر بلایا جو قمر کا ہم راز بھی تھا۔

اس نے بتایا کہ قمر کسی لڑکی سے چکر ہے آخر میں نے قمر سے راز لے ہی لیا اس نے بتایا کہ میرے ساتھ صبا پڑھتی ہے اور وہ مجھے جان سے زیادہ چاہتی ہے اور میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں صبا دو بھائیوں کی اکلوتی بہن ہے والدین ریٹائر ہو چکے ہیں اس کے والدین کسی محکمہ میں ملازم تھے۔

صبا نے میرے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائیں ہیں اور اس نے اپنے گھر والوں کو بھی بتایا ہوا ہے کہ وہ شادی مجھ سے کرنا چاہتی ہے مگر اس کے گھر والوں نے کہا ہے کہ لڑکا مظفرآباد میں مکان بنوائے اور ادھر ہی جاب ہو تو پھر ہم شادی کریں گے۔

میں نے قمر سے پوچھا کہ تم نے کبھی اس کے گھر والوں سے ملے ہو اور اپنے بارے میں کچھ بتایا ہے اس نے کہا کہ کچھ خاص نہیں بس ان کو یہ پتہ ہے کہ میں اور صبا ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔

آپ صبا کے گھر والوں سے ایک بار مل لیں ان کے نظریات کا پتہ چل جائے گا قمر تو میری جان ہے میں اس کی کسی بات کو کب ٹال سکتا تھا میں نے کہا کہ آپ ایک بار صبا سے بات کرنا کہ ہم ان لوگوں کے گھر آئیں گے۔

یوں ہم کو ایک ماہ لگ گیا پھر قمر کی ضد پر ہم نے صبا کے گھر اس کے رشتے کے لیے جانے کا فیصلہ کر لیا قمر کو یقین تھا کہ اگر میں نے اس کے والدین سے رشتے کی بات کی تو وہ میری بات کب ٹالیں گے جبکہ وہ تو ابھی بچہ تھا اس کو کیا معلوم کہ لوگوں کے کتنے روپ ہوتے ہیں۔

میں قمر کو ساتھ لے کر صبا کے گھر کی طرف

روانہ ہو گیا جوں جوں اس کا گھر نزدیک آتا میرے دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی اور ان راستوں پر پیدل چلتے چلتے میں نے اک عمر گزار دی تھی مگر اب فیصلہ کچھ اور تھا۔

کہتے ہیں تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے اور طویل عرصہ کے بعد اپنے بیٹے کی خوشی کی خاطر صبا کے گھر پہنچ گئے گھر پر صبا کے والد تھے اور دونوں بیٹے اور ماں گھر سے باہر تھی صبا کے والد جن کا نام جواد تھا انہوں نے آنے کا فوری مقصد پوچھا قبل اس کے قمر بولتا میں نے موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے فوری جواد کو تعارف کرا دیا کہ قمر اور صبا یونیورسٹی میں ساتھ ساتھ پڑھتے تھے

اب ہم لوگ واپس چلے جائیں گے صبا کی دعوت پر ہی آئے ہیں جواد نے فوری رمشہ اور صبا کو فون کیا جو نزدیک ہی محلے میں کسی کی تیمارداری پر گئے ہوئے تھے۔

یہاں کے رواج ہیں کہ مرد اور عورتیں الگ الگ کمروں میں بیٹھتے ہیں۔

چونکہ ہماری ساتھ کوئی عورت نہ تھی اور اس دوران جواد نے مکمل تعارف بھی پوچھنے کی کوشش کی مگر میں نے اس کو دوسرے موضوع کی طرف لگا دیا۔

اس دوران چائے آگئی اور چائے رمشہ نے لائی جونہی اس نے کمرے کے اندر قدم رکھا تو میں یکدم پریشان ہو گیا لیکن اچھا ہوا اس نے پہلی نظر میں مجھے پہنچانا نہیں میں نے جواد سے کچھ پوچھتا جا رہا لیکن اس نے تعارف کروانے میں جلدی کی اور کہا کہ یہ صبا کی امی رمشہ ہیں۔

اور میں نے فوری جواب دینے کی بجائے رمشہ کی طرف دیکھا جو آج ہی پرکشش نظر آرہی تھی قمر نے اپنا تعارف کروایا کہ آنٹی میں صبا کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتا رہا ہوں اور صبا نے کہا تھا کہ کسی دن ہمارے گھر آنا تو آج موقع تھا کیونکہ میری ڈیڈی میرپور سے آئے ہوئے تھے سوچا یہ بھی گھوم آئیں اسی دوران جواد کسی ضروری کام کا بہانہ کر کے باہر گیا اور صبا کو موقع مل گیا۔

اس نے ہمیں سلام کیا اور آکر امی کے ساتھ بیٹھ گئی اس نے امی سے بات کی ہوئی تھی مگر رمشہ کی نظر میں جھکی ہوئی تھی اور وہ گہری سوچوں میں گم میں نے اس سکوت کو توڑا اور آنے کا مقصد بیان کیا آپ نے ہمیں پوچھا ہی نہیں کہ ہم کس مقصد کے لیے آئے ہیں ویسے تو ہماری زندگی کے کئی قیمتی سال مقصد کے بغیر ہی بیت گئے ہیں مگر آج کا ہمارا آنا کسی خاص مقصد کے لیے ہے اور شاید صبا نے آپ کو کچھ بتایا ہوا بھی ہو رمشہ کسی سوچ میں پڑ گئی۔

اس دوران قمر نے آنکھوں کے اشارے سے صبا کو کچھ سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ شاید کسی خیالوں میں گم تھی یکدم صبا کے موبائل پر کسی کا میسج آیا اور وہ باہر چلی گئی اب کمرے میں صرف رمشہ تھی وہ بھی باہر جانے کا بہانہ تلاش کر رہی تھی۔

مگر میں نے اسے موقع ہی نہ دیا اور قمر بھی واش روم میں چلا گیا مجھے موقع مل گیا میں نے رمشہ سے پوچھ ہی لیا کہ تم اتنا عرصہ کہاں غائب تھی کبھی تم نے رابطہ نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں یاد کرنے کی کوشش کی ہے کہ طویل عرصہ کے بعد تم سے ملاقات ہوئی اور وہ بھی کسی مقصد کے لیے وہ خاموشی سے سب کچھ سن کر خاموش ہو گئی شاید وہ اپنی زندگی سے خوش نہ تھی۔

صبا اور قمر دونوں کمرے میں موجود تھے صبا کے موبائل پر کسی کا پھر میسج آنا اور صبا کا باہر جا کر بات کرنا قمر کو ناگوار گزرا قمر نے مجھے منع کر دیا کہ اب کسی قسم کی کوئی بات نہ کرنا بس اور ہمیں آج ہی

میر پور جانا ہے میں نے لاکھ کوشش کی کہ قمر کو راضی کرلوں مگر وہ اصولوں پر قائم تھا جو کہتا وہ کرتا تھا۔

آخر بیٹا کس کا تھا اور اس نے صبا کی چوری پکڑ لی تھی شاید وہ بھی ماں کی طرح فلرٹ کر رہی تھی۔

میں نے سوچا تھا اگر ماں نے کسی کے ساتھ وفا نہیں کی تو بیٹی تو ایسی نہ ہوتی۔

لیکن یہ سب کچھ مختلف تھا اور ہم وہاں سے نکل آئے کسی نے ہم کو نہ روکا تھا اور نہ ہی کسی نے کچھ محسوس کیا قمر بظاہر خوش تھا مگر اندر سے ٹوٹ چکا تھا۔

اور یہ کیا کم دکھ کی بات تھی جن کو وہ اپنا سمجھ رہا تھا وہ محض وقت گزاری کے لیے قمر کے ساتھ تھی آخر قمر سے نہ رہا گیا کہنے لگا پاپا سب لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں اور وہ صرف دولت کی خاطر انسان کے ساتھ چلتی ہیں صبا نے مجھے دھوکہ دیا ہے اور اس کی کئی لڑکوں کیساتھ دوستی ہے اور جب اس کے فون پر میسج آیا تو باہر جا کر اس نے اپنے دوست سے کہا کہ انتظار کرو مہمان آئے ہوئے ہیں جب وہ چلے جائیں گے تو میں تم سے بات کرتی ہوں۔

بس ڈیڈ میں تو اس چیز کا قائل ہوں وہ میرا ہے تو خوب بھی میرے ہی دیکھے شاید میں نے غلط لڑکی کا انتخاب کرلیا تھا آپ کو بھی دکھ ہوا ہوگا۔

مگر اب میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کسی پر اعتماد نہیں کروں گا اور شاید یہ میری آخری محبت ہو صبا کو میں نے بہت سپورٹ کیا کیوں کہ وہ غریب گھرانے کی لڑکی تھی اور اس کی مدد اس کی اوقات سے بڑھ کر کی اب وہ اس قابل ہوگئی ہے کہ اب اس کو میری ضرورت نہیں ہے۔

شاید ڈیڈ اس کی ماں نے اس کی تربیت ٹھیک نہ کی ہو ورنہ وہ تو ہمیں پوچھتی کہ تم کیوں آئے ہو آخر کچھ تو بولتے مگر میں نے محسوس کیا کہ شاید اس کی ماں بھی ایسی ہو اور اس کا مشغلہ بھی یہی ہوا ہو۔

میں نے قمر کو فوری روک دیا کہ بیٹا وقت اور حالات انسان کو مجبور کر دیتے ہیں ورنہ پیدائشی کوئی بھی انسان برا نہیں ہوتا آپ نے وقت سے پہلے ہی بہت کچھ سیکھ لیا ہے یہی تجربہ عین زندگی میں کام آئے گا کہ جو لوگ دولت کے پوجاری ہوتے ہیں ان کو صرف دولت سے غرض ہے اور محبت کے نام پر لوٹتے ہیں اور جب ان کا مقصد پورا ہو جاتا ہے تو اجنبی بن جاتے ہیں۔

اور پھر ہم میر پور کی طرف روانہ ہوگئے میں دل میں سوچتا رہا کہ ماں نے باپ کے ساتھ بے رخی کی اور اب بیٹی نے میرے ہی جگر کے ٹکڑے کا دل توڑ دیا باپ بیٹا دونوں آخری محبتوں کا دکھ درد غم اور بے وفائی کا بوجھ لیے گھر آگئے۔

اور اب نہ وہ محبت کا نام لیتا ہے میں تو ہوں ہی مجبور الوادع آخری محبت اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور نجانے کب تک جاری رہیں گے اپنی تو شاید گزر جائے گی۔

مگر قمر کا دکھ درد رلا دیتا ہے مگر دل سے ایک آہ نکلتی ہے۔ بے وفا شہر میں رہنے والوں کو الوادع

قطعہ

ہم مر جائیں گے اک دن دیکھ لینا
رو دو گے اس دن تم بہت دیکھ لینا
دنیا میں ہے تو پرواہ نہیں ہماری
چھوڑ جائیں گے تمہیں اک دن دیکھ لینا
آنسو چھپاتے پھرو گے سب سے تم
اتنا ہی ہم یاد آئیں گے دیکھ لینا

☆ ---------------- بلقیس خان عرف بلو

انوکھی محبت

--تحریر۔سیف الرحمٰن زخمی

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
کتنی خوش نصیب ہے سدرہ جس نے اپنے پیار کو پالیا تھا اور پا کر کھو دیا یہ بھی نصیب کی بات ہے سدرہ نے جسے چاہا پیار کیا اور اسے ہی خدا سے مانگا اور وہ اسے مل گیا مگر نصیب یہ کہ وہ دونوں ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کو کھو بیٹھے میں نے اس کہانی کا نام انوکھی محبت رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

اس دنیا میں اب بھی وفا کرنے والے موجود ہیں جو آج بھی اپنے محبوب سے وفا کرتے ہیں جو منزل کے قریب ہو کر بھی دور ہو جاتے ہیں ان کو نہ تو کبھی کھانے کی ہوش ہوتی ہے اور نہ ہی پینے کا شوق ان کی ایک الگ ہی دنیا ہوتی ہے بس وہ ہر وقت اپنے محبوب کو یاد کر کے آنسو بہاتے ہیں ظاہر تو وہ دنیا کے سامنے مسکراتے ہیں مگر تنہائی میں وہ دل کھول کر روتے ہیں۔

یہ دنیا بہت ظالم دنیا ہے یہ کبھی نہیں چاہتی کہ دو دل پیار کرنے والے مل جائیں اگر کبھی دو دل پیار کرنے والے مل بھی جائیں تو یہ دنیا جلتی ہے کاش اس دنیا میں ہر طرف پیار ہی پیار ہو جائے اگر ایسا ہو رجائے تو پھر نہ تو کوئی دکھی ہوگا اور نہ کوئی زخمی ہوگا جب اپنے چاہنے والے ہی زخم جدائی سے کر چلے جاتے ہیں پھر ان کی یادیں ہی رہ جاتی ہیں یہ یادیں دل کا روگ بن جاتی ہیں جو آخر زندگی کی شام کر دیتی ہیں پھر اس دنیا کو سکون مل جاتا ہے۔

اس ظالم دنیا میں ہم سب شامل ہیں اگر ایک انسان خود کو ٹھیک کر لے تو سب ہی ٹھیک ہو جائیں گے میں آج آپ کی نظر میں ایک اپنی دوست کی کہانی پیش کرتا ہوں آیئے اس کی کہانی اسی کی زبانی سنتے ہیں

میں جب پیدا ہوئی تو میرے گھر والوں نے میرا نام پیار سے سدرہ رکھا تھا۔

گھر میں سب مجھے بہت پیار کرتے تھے میرے والد تو بہت ہی پیار کرنے والے تھے میں سب کی آنکھ کا تارہ بن بیٹھی تھی جب میں پانچ سال کی ہوئی تو ابو نے مجھے سکول میں داخل کروایا جو ہماری گلی کیساتھ ہی تھا پہلے دن تو میرا دل ہی نہ لگا تھا خیر پھر آہستہ آہستہ میں نے دل لگا کر پڑھنا شروع کر دیا تھا جس کی وجہ سے استاد محترم مجھے بہت پیار کرتے تھے میں بہت خوب صورت تھی میری آنکھیں بڑی پیاری تھیں۔جو بھی دیکھتا پیار کرتا جب میں پورے سکول میں اول آتی تو میرے گھر والے بہت خوش ہوتے تھے اسی طرح میں نے ہائی سکول میں داخلہ لے لیا۔

وہاں میری کچھ دوست بھی بن گئیں راحیلہ اور بانو ہم نے کبھی ایک دوسرے سے کوئی شکایت نہیں کی تھی اس طرح ہماری دوستی پورے سکول میں مشہور ہوگئی ہم تینوں اکھٹی سکول آتی اور ایک ساتھ ہی واپس جاتی تھیں ایک دن راستے میں ایک لڑکا ملا جو بہت خوبصورت تھا میں بار بار اس کو دیکھ رہی تھی اور وہ بھی مجھے دیکھ رہا تھا۔

مجھے یہ بھی پتہ نہ چلا کہ میری دوست بھی میرے ساتھ ہے راحیلہ کہنے لگی سدرہ سکول نہیں جانا پھر میں کچھ شرما گئی اور اپنی دوستوں کے ساتھ سکول چلی گئی مگر میرا دل اس کے پاس ہی رہ گیا تھا میں نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی دوستوں کیساتھ سکول آ گئی لیکن آج میرا دل سکول میں نہیں لگ رہا تھا میرا دل یہ چاہتا تھا کہ میں جلدی سے اسے دیکھ لو میں بہت پریشان ہوگئی اب نا جانے کیا ہوگا۔

اس طرح میرے سر میں درد ہونے لگا میں نے اپنے استاد سے بات کی کہ میرے سر میں درد ہو رہا ہے انہوں نے کہا بیٹی آپ گھر چلی جاؤ اور جا کر آرام کرو میں نے اپنی دوستوں کو بتایا کہ میں گھر جا رہی ہوں مگر میرے دل میں اسے دیکھنے کی حسرت تھی میں اپنے محبوب کا دیدار کرنا چاہتی تھی۔

میں آج پہلی بار اکیلی گھر آ رہی تھی کہ راستے میں وہ مجھے مل گیا میں اس کے دیدار کے لیے پاگل ہو رہی تھی میں نے آہستہ سے اسے پکارا میری بات سنو وہ پیار سے بولا جی کیا بات ہے میں نے دل کی بات اسے بتا دی وہ حیران رہ گیا تھا۔

وہ کہنے لگا محبت تو میں بھی آپ سے کرتا ہوں جب سے آپ کو دیکھا ہے میں تو آپ کا دیوانہ ہوگیا ہوں مگر آپ سے ڈرتا تھا کہیں آپ میری محبت کو ٹھکرا نہ دو۔ میں نے پوچھا۔

تمہارا نام کیا ہے۔

وہ مسکراتے ہوئے بولا ریحان

میں نے کہا بہت پیارا نام ہے

وہ مسکراتے ہوئے بولا آپ کا نام کیا ہے

میں نے جلدی سے کہا سدرہ

کہنے لگا آپ اپنے نام کی طرح بہت پیاری ہو میں نے جب دیکھا کہ بہت دیر ہوگئی ہے مجھے گھر سے ڈانٹ پڑے گی

میں نے کہا پھر ملیں گے میں جلدی سے گھر آ گئی۔

امی نے پوچھا بیٹی آج جلدی کیوں آ گئی ہو

میں نے کہا

امی سر میں درد تھا اس لیے چھٹی لے کر آ گئی ہوں امی نے گولی دی اور کہا

کھا کر آرام کرو

میں نے کہا اچھا ٹھیک ہے امی جان۔ مگر میرے دل دماغ میں ریحان تھا میں ریحان کے خیالوں میں ہی کھوئی ہوئی تھی اتنے میں میری دوست بانو آ گئی کہنے لگی

سدرہ جی آپ کا کیا حال ہے۔

اب میں نے کہا ٹھیک ہوں

پھر ہم دونوں سکول کی باتیں کرنے لگیں امی جان اس کے لیے چائے اور بسکٹ لے آئیں میری امی میری دوستوں کی بہت قدر کرتی تھی میں بھی اپنی امی سے ہر بات کر لیتی تھی

سدرہ جی کل سکول جاؤ گی

میں نے کہا کیوں نہیں جاؤں گی وہ مسکراتے ہوئے اپنے گھر چلی گئی۔

پھر میں اور ریحان کے خیال تھے میں ریحان کے پوجنے کی حد تک چاہنے لگی تھی ہماری پہلی ملاقات ہی بہت خوبصورت تھی میں آج اپنے خدا کا بہت شکر ادا کرتی ہوں مجھے ریحان جیسا پیار کرنے والا ملا میں اپنے ریحان سے کبھی بھی جدا نہیں ہوں گی۔

میرے لئے گلاب کا پھول ہو تم
اور میرا کوہ نور ہو تم
چاند کی چاندنی ہو تم
میں تو صرف جسم ہوں میری روح ہو تم
اسی طرح آج میں ریحان کے خیالوں میں ہوئی سو گئی تھی میں نے خواب میں کیا دیکھا ہے کہ ہم ایک باغ میں ہیں اور میرا سر ریحان کی گود میں ہے ریحان مجھے بہت پیار کر رہا ہے۔
میں نے ریحان سے کہا مجھے چھوڑ تو نہ جاؤ گے تو وہ کہنے لگا
سدرہ میں زندگی بھر آپ سے وفا کروں گا میں اپنی زندگی کی ہر خوشی تمہارے نام کرتا ہوں سدرہ تم میری ہو صرف میری میں ساری دنیا سے چھین کر تمہیں اپنا بنا لوں گا۔
پھول کھلتے ہیں زندگی کی راہ میں
ہنسی چمکتی رہے آپ کی نگاہ میں
قدم قدم پر ملے خوشی کی بہار آپ کو
دل دیتا ہے یہی دعا بار بار آپ کو
ابھی ہم پیار بھری باتیں کر ہی رہے تھے امی نے مجھے جگایا
سدرہ اٹھ جاؤ نماز پڑھو۔
میں دل میں کہنے لگی امی ابھی تو ریحان میرے پاس تھا کہاں گیا ہے وہ۔ میں نے نماز پڑھی اور ریحان کا پیار مانگ لیا مجھے اپنے خدا پہ یقین تھا وہ ضرور میری دعا سنے گا میں نے جلدی سے ناشتہ کیا اور سکول جانے کی تیاری کرنے لگی۔ اتنے میں راحیلہ بھی آ گئی
جلدی کرو سدرہ
میں نے کہا ٹھیک ہے میری جان
پھر ہم سکول جانے کے لیے گھر سے نکل پڑی
راستے میں میں نے راحیلہ کو اپنے اور ریحان کے بارے میں بتایا وہ بھی بہت خوش ہوئی

کہنے لگی سدرہ کی بچی اپنا بھی خیال رکھنا۔
اتنے میں سکول آ گیا آج میں بہت خوش تھی مجھے ریحان کی پیار مل گیا تھا میں نے دل لگا کر پڑھائی کی وہ کہتے ہیں اگر دل لگا موسم اچھا ہو تو ہر چیز اچھی لگتی ہے۔
آج میں بہت خوش تھی آج مجھے اپنی زندگی سے کوئی شکائت نہ تھی میں نے جسے چاہا اسے پا لیا آج زندگی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔
شکائت نہ کرتا زمانے سے کوئی
اگر مان جاتا منانے سے کوئی
کسی کو بھی یاد ہم بھی نہ کرتے
اگر بھول جاتا بھلانے سے کوئی
میں بھی یہ چاہتی تھی میں اور ریحان ساری زندگی پیار کرتے رہیں اس طرح کبھی کبھی ہم مل لیا کرتے تھے ہماری محبت پاک تھی میں تو ریحان کی پوجا کرتی تھی ریحان میرے دل میں رہتا تھا آج بہت دن ہو گئے تھے میری ریحان سے ملاقات نہ ہوئی میں نے راحیلہ سے کہا
کاش آج ریحان سے ملاقات ہو جائے
راحیلہ کہنے لگی یہ پیار بھی بہت ظالم ہوتا ہے دل کرتا ہے محبوب ہر پل آنکھوں کے سامنے ہی رہے
میں نے کہا آج میں سکول نہیں جاتی اپنے ریحان سے مل لیتی ہوں پہلے تو راحیلہ کہنے لگی یہ اچھی بات نہیں ہے آپ کے گھر والے کیا کہیں گے
میں نے کہا کچھ نہیں بس آج میرا ساتھ دو
اس نے کہا چلو مل لو اپنے دیوانے سے تم میں تمہارے ساتھ ہوں۔
ہم ان سے محبت کر کے دن رات صنم روتے ہیں
میری نیند گئی میرا چین گیا اور چین سے وہ سوتے ہیں
اسی طرح ہم نے ریحان کو بتایا کہ کل ہم

دونوں پارک میں لیں گے پھر ہم دونوں
باتیں کرتے کرتے سکول آگئی آج میں بہت خوش
تھی کہ کل میں نے اپنے صنم کا دیدار کرنے جانا تھا
۔پھر پتہ نہیں کب چھٹی ہوئی اور راحیلہ کہنے لگی

آج گھر نہیں جانا کیا

میں حیران رہ گئی اور جلدی سے راحیلہ کے
ساتھ گھر آگئی امی نے جب دیکھا تو کہا

میری بیٹی آج بہت خوش ہے

میں نے امی سے کہا کوئی بات نہیں ہے میں تو
ہر روز خوش ہوتی ہوں۔

پھر امی نے کھانا دیا میں نے جی بھر کے کھایا
پھر سونے چلی گئی جب میری آنکھ کھلی تو امی نماز پڑھ
رہی تھیں مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ کب صبح ہو گئی تھی میں
نے بھی نماز پڑھ کر دعا میں خدا سے ریحان کی پیار
مانگا پھر جلدی سے ناشتہ کیا اور سکول آگئی آج میں
دل میں بہت خوش تھی کہ آج میں نے ریحان کا
دیدار کرنا تھا میں جلدی سے راحیلہ کے گھر گئی جب
اس نے مجھے دیکھا تو مسکرانے لگی

کہنے لگی جناب آج کیا بات ہے اتنی جلدی

میں نے کہا راحیلہ کی بچی باتیں مت بناؤ
جلدی کرو

اسی طرح ہم باتیں کرتے کرتے پارک میں
چلے گئے۔

ریحان پہلے سے ہی ہمارا انتظار کر رہا تھا
راحیلہ ہم سے دور جا کر بیٹھ گئی ہم دونوں پیار بھری
باتیں کر رہے تھے کہ ہمیں ایک آدمی نے دیکھ لیا تھا
میں تو ڈر گئی تھی کہ اب کیا ہوگا کچھ نہیں ہوگا۔

آپ دل چھوٹا مت کرو سدرہ جی پھر ہم سکول
چلے گئے لیکن میرے دل میں ڈر تھا آج کچھ ہونے
والا ہے جب سکول سے چھٹی ہوئی تو میں گھر آگئی
گھر کا ماحول کچھ خراب تھا میرے ابو بہت غصے میں
تھے جیسے ہی مجھے دیکھا تو کہنے لگے

بیٹی یہ تم نے کیا کام کیا ہے

میں نے ابو سے کہا میں ریحان سے پیار کرتی
ہوں اور وہ بھی مجھ سے پیار کرتا ہے

میرے ابو نے جب یہ سنا تو مجھے مارنا شروع
کر دیا۔ پھر مجھے کچھ پتہ نہیں میں کتنے دن بے ہوش
رہی تھی جب مجھے ہوش آیا تو میری امی کی گود میں
میرا سر تھا میں بہت پریشان تھی نجانے اب کیا ہوگا
پھر میری امی نے مجھے حوصلہ دیا

بیٹی میں آپ کو کچھ نہیں ہونے دوں گی

میں نے امی کو ساری بات بتا دی جب ابو
میرے پاس آئے تو وہ بھی رونے لگے کیوں کہ وہ
مجھے بہت پیار کرتے تھے کہنے لگے

بیٹی ریحان کو بتاؤ اپنے ماں باپ کیساتھ مجھے
ملے ۔

میں نے جب یہ سنا تو میری خوشی کی کوئی انتہا
ہی نہ رہی تھی میں کبھی ابو کو کبھی امی کو دیکھ رہی تھی میں
نے اسی وقت ریحان کو کال کی اور سب کچھ بتا دیا
ریحان شام کو اپنے امی اور ابو کو لے کر ہمارے گھر
آ گیا جب ابو نے ریحان کو دیکھا تو بہت خوش
ہوئے اس طرح ہماری منگنی ہو گئی بلکہ ہماری شادی
کی تاریخ بھی رکھی گئی کچھ ہی دنوں میں مجھے میری
منزل مل رہی تھی میری دوست راحیلہ اور بانو بھی
بہت خوش تھیں وہ بھی ہماری خوشی چاہتی تھیں۔

پھر وہ دن بھی آ گیا جب ہماری شادی ہونی
تھی جس دن بارات آنی تھی نجانے کیوں میرا دل
دھڑک رہا تھا اور مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا گھر
کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا ادھر ریحان اور اس
کے گھر والے بھی بہت خوش تھے اتنے میں ریحان
کے دوستوں نے ہوائی فائرنگ کر دی نجانے کس کی
گولی ریحان کے سینے میں جا لگی اور وہ تڑپنے لگا
تھا۔

ریحان کو ہسپتال لے کر جا رہے تھے کہ اس

تھے راستے میں ہی دم توڑ دیا تھا جب یہ بات مجھے پتہ چلی تو مجھے کوئی ہوش نہ تھا میں ریحان ریحان کرتی اس کے گھر آ گئی

امی کہنے لگی بیٹی وہ ہم سے دور چلا گیا ہے

میں روتے روتے بے ہوش ہو رہی تھی۔

وہ گھر جہاں کچھ دیر پہلے خوشیاں تھی وہاں اب ماتم تھا ہر آنکھ اشک بار تھی جواب بیٹے کی موت دیکھ کر اس کی ماں بھی فوت ہو گئی اور باپ پاگل ہو گیا اس گھر سے ایک نہیں دو جنازے اٹھے تھے۔

قارئین ریحان کو آوازیں دیتے دیتے سدرہ بھی پاگل ہو جاتی ہے اور ریحان ریحان کرتی گلیوں میں پھرتی ہے اور جب بھی ریحان کی قبر پر جاتی ہے اور یہی کہتی ہے ریحان مجھے بھی اپنے پاس بلا لو میں آپ کے بغیر نہیں جی سکتی کچھ دنوں کے بعد سدرہ بھی مر جاتی ہے۔اور اس طرح دو پیار کرنے والے اس دنیا سے چلے جاتے ہیں

قارئین ان دو پیار کرنے والوں کی کہانی ہمارے دلوں میں ہمیشہ رہے گی۔

قارئین ان دونوں کے لیے دعا کرنا اور میری تمام لوگوں سے گزارش ہے کہ شادیوں میں ہوائی فائرنگ نہ کیا کریں نجانے کتنے گھر اجڑ جاتے ہیں اگر شادی میں فائرنگ نہ ہوتی تو ریحان نے آج اپنی سدرہ کو پالیا ہوتا اور سدرہ بھی اپنے ریحان کی ہوتی آؤ ہم سب ان دونوں کے لیے دعا کریں خدا ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

برسی اکھیاں جس کی یاد میں برسات کی طرح
وہ بھی بدل گیا میرے حالات کی طرح
حال جیتے جی انسان کا کوئی پوچھتا نہیں
پھر میت پہ کیوں آتے ہی سب برات کیطرح

دوست یا دشمن

۔۔تحریر۔راشد لطیف۔صبرے والا۔0304.7177039

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
دوستو دوستی کے نام کو بدنام مت کرو ایسی دوستی نبھاؤ کہ دنیا رشک کرے دوستوں کی زندگی کو ایسی عادت نہ ڈالو کہ وہ اپنی ہی پہچان بھول جائیں ایک اسی کہانی جو یقیناً آپ کو پسند آئے گی میں نے اس کہانی کا نام ۔دوست یا دشمن رکھا ہے۔اب ندیم اپنے دوستوں کو دوست کہے یا دشمن اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھے تو دوست مگر دشمن سے بھی بدتر نکلے۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

آج جو کہانی پیش کر رہا ہوں وہ میرے اپنے بھائی کی ہے جو دماغی مریض ہے

کوئی تو ہو جسے میں غیر سمجھ کر رولوں

ڈسنے والے بھی تو میرے یار نظر آتے ہیں

جو اس وقت اس کا حال ہے اس کی وجہ دوستی جی ہاں میرے کہنے کا مطلب ہے آج وہ جس حال میں ہے وہ اس کے ذمہ داران کے بہت ہیں اب کوئی پتہ ہے دوستی کیا ہوتی ہے اب تو میں بتاتا ہوں میرے پیارے دوستو جب کوئی دوست بنتا ہے تو زندگی کتنی پیاری لگتی ہے اور کتنی خوبصورت لگتی ہے۔
دوست ہمارے دکھ درد بانٹتا ہے ہماری خوشی میں شامل ہو جاتا ہے۔ اور جینے کی راہ دکھاتا ہے دوست تو بن بنائے بھی بن جاتے ہیں ایسا دوست ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا جو اپنوں کی طرح جاننے لگے اور پیار دے کیونکہ دوستی خلوص پیار اور محبت اور اعتماد کی پیاس ہوتی ہے۔
لیکن جب کوئی دوستی کی آڑ میں کسی کو دھوکہ دیتا ہے اور اعتماد کو ٹھیس پہنچاتا ہے تو جانتے ہو کیا ہوتا ہے جی ہاں دل پھول کی طرح مرجھا جاتے ہیں یاد رکھو جب تم کسی کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ کسی کو اپنا بناؤ تو اس کا دکھ بانٹ لو۔اسے اپنی ہر خوشی میں شامل رکھو اتنا پیار دو دوستی جیسے مقدس رشتے کو اس پر کوئی آنچ نہ آئے۔
کیوں کہ دوستی کا رشتہ خون کے رشتے سے بھی زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔
میں یہ نہیں کہتا کہ آپ نے اسے پاگل کیا پر آپ اسے سمجھا تو سکتے تھے ایک وفادار دوست کی طرح ایک دفعہ میں اسے ہسپتال لے گیا اس نے بتایا کہ میں آج جس حال میں ہوں اس کی وجہ میرے دوست ہیں۔
آب مجھے تھوڑا سا بھی ڈانٹتے تو میں سیدھا ان کے پاس جاتا تھا۔
آج پھر مجھے بھائیوں نے ڈانٹا ہے دراصل ہم نے بچپن سے ان کی منگنی کر دی تھی۔

ماموں کی بیٹی سے وہ اسے بہت پیار کرتا تھا حالات کی تنگی کی وجہ سے ہم اس کی شادی نہیں کر رہے تھے ہم اسے کہتے ندیم تھوڑا صبر کرو۔

قارئین میں اس کا نام بتانا بھول گیا تھا میرے بھائی کا نام ندیم تھا پھر ندیم کہنے لگا ہم اسے تھوڑا سا سمجھانے سے دوستوں کے پاس چلا جاتا تھا۔

یار آج میرے بھائی کہتے ہیں حالات کی تنگی ابھی شادی نہیں ہو سکتی یار میں نے بہت صبر کیا ہے اب مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔

میرے دوست کہتے وہ تمہاری شادی نہیں کروانا چاہتا پھر مجھے کہتے کہ چھوڑ یار شادی وادی کو ہم تیری شادی ایک ایسی چیز سے کریں گے تو اسے بھول نہیں پائے گا وہ تجھے نہیں بھولے گی۔

یارو کون سی چیز ہے مجھے بھی تو دکھاؤ ایک دوست نے مجھے سگریٹ دی میں نہیں پیتا۔ کچھ نہیں ہوتا یار پی لو۔ ایک بار پی کر تو دیکھو پھر تم کہو گے بار بار اور دو نا جانے وہ مجھے کیا کیا کہتے رہے اور میں پیتا رہا وہ میرے دوست نہ تھے وہ میرے دشمن تھے۔

ان کے کہنے پہ میں لڑتا رہا آپ بہت اچھے ہو مجھے معاف کر دینا یوں پھر وہ رونے لگا۔

میں نے اسے چپ کرایا۔ میں ٹھیک ہو جاؤں گا بھٹی مجھے جینا ہے اپنے لیے اور اپنی بیوی کے اور آنے والے بچے کے لیے۔

قارئین جب اس نے نشہ شروع کیا تو ہم نے اس کی شادی کر دی تھی ہم نے سوچا کہ شاید یہ نشہ چھوڑ دے مگر ایسا نہیں ہوا ندیم نشہ کرتا رہا وہ نشے کا عادی ہو چکا تھا جب اس کو اس کی بیوی نے سمجھایا تو تب اسے سمجھ آئی اس نے کہا بھائی میرا علاج کرواؤ میں ٹھیک ہو جانا چاہتا ہوں۔

نشے کی وجہ سے اس کا دماغ اتنا خراب ہو گیا تھا کہ سب گھر والوں سے لڑتا اپنی بیوی سے بھی لڑتا خیر ہماری بھابی بہت اچھی ہے اس نے کبھی اپنے ماں باپ کو نہیں بتایا تھا کہ ندیم مجھ سے لڑتا ہے اس نے اس حال میں بھی اسے برداشت کیا تھا۔

اللہ نے اس کے اس صبر کے بدلے میں ندیم کو ٹھیک کر دیا تھا ندیم گھر سے بھاگ جاتا اور کئی کئی دن نہ آتا تھا ہم بھائی اسے نجانے کہاں کہاں ڈھونڈتے تھے سب سے زیادہ امی پریشان ہوتی تھیں ماں تو ماں ہے۔

ماں تو ماں ہے ماں کے بغیر گھر قبرستاں ہے
ماں کی ہی اپنی شان ہے ماں کا اپنا مقام ہے
ماں پھر بھی ماں ہے ماں ادب کا اک مقام ہے
ماں جنت کا اک مقام ہے ماں باعث خلقت ہے
ماں روح کی دولت ہے ماں رب کی عظمت ہے
ماں باعث برکت ہے ماں رب کی عنائت ہے
ماں سایہ رحمت ہے ماں جلوا قدرت ہے

ماں کا دل کتنا نازک ہوتا ہے کبھی آپ نے سوچا ہے اسے لوگ جانے کیا کیا کہتے ہوں گے پھر وہ برداشت کرتی ہے۔

میرے پیارے دوستو آپ کے ماں باپ بھی آپ کی خوشی کے لیے نا جانے کیا کیا کرتے ہیں آپ پھر بھی ان کو غم دیتے ہو اس چار دن کی زندگی میں آپ نے یہ سوچا ہے کہ ہم نے کیا کیا اور کیا کرنا ہے ہمارا دین ہمیں ایک بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم کوئی برا کام کریں نشہ تو حرام ہے نشہ کر کے ہم کو ماں بہن بیٹی اور اپنے ہی گھر والوں کی پہچان نہیں رہتی۔

میرے پیارے دوستو کبھی آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ ہم اپنے پیارے رب کو کیا منہ دکھائیں گے جو لوگ اچھا کام کرتے ہیں ان کا نام قیامت تک زندہ رہتا ہے جو لوگ برا کام کرتے ہیں ان کا نام ونشان دنیا میں بھی نہیں رہتا۔

میرے پیارے دوستو ایک تو اپنا وقت ضائع کرتے ہو اور دوسرا اپنی دولت جائع کرتے ہو اور پھر اپنے ماں باپ کو ٹھیس پہنچاتے ہو آپ لوگ نشہ کرتے

وقت یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ آپ کسی ماں کے بیٹے ہو کسی بہن کے بھائی ہو اور اگر آپ کی شادی ہو چکی ہے تو یہ بھی نہیں سوچتے کہ میری بیوی بچوں کا کیا بنے گا ہمارے مذہب میں نشہ حرام ہے۔

پھر بھی آپ اسے کرتے ہو آج ندیم کی طبیعت کچھ سنبھلنے لگی ہے وہ آج اپنے گزرے دنوں پر بہت پچھتاتا ہے اب ندیم کہتا ہے میرے دوست نہیں میرے دشمن تھے۔

کسی دشمن نے بھی کسی دشمن کو ایسی سزا نہ دی ہو گی جو میرے دوستوں نے مجھے دی ہے۔

میں نے چھ سال زندگی کیسے پاگلوں کی طرح گزاری ہے آج میں سنتا ہوں ہر کوئی مجھے پاگل اور آوازہ کہتے ہیں حتیٰ کہ میرے اپنے رشتہ دار بھی دوستوں میں آپ کو دعا دوں یا بددعا پھر بھی انسانیت کے ناطے سے میں آپ کو دعا ہی دیتا ہوں۔

اس میں قصور آپ کا بھی نہیں ہے میں آپ کے پاس نہ آتا نہ یہ حال ہوتا جب میں ہسپتال میں تھا کسی دوست نے آنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

آج میں ٹھیک ہو رہا ہوں تو میرے دوست کہتے ہیں یار ندیم کام کی وجہ سے آپ کو ہسپتال میں ملنے نہ آسکے سوری۔

اب مجھے ان سے کوئی بھی شکوہ نہیں ہے جو میرے نصیب میں لکھا تھا وہ مجھے ملنا تھا۔

قارئین میں اپنے بھائی ندیم کے دکھ لکھنے بیٹھوں تو لکھتے لکھتے تھک جاؤں گا پر اس کے دکھ نہیں لکھ سکوں گا یہ باتیں آپ سے اس لیے شیئر کی ہیں آپ بھی کسی کے دوست ہوں گے میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کسی دوست کو بری راہ نہ دکھاؤ دوستی ایک سچی حقیقت ہوتی ہے پر لوہے سے سخت ہوتی ہے مگر دوستی کے لیے انسان کا جسم سمندر سے بھی گہرا ہوتا ہے دوستی دو دلوں کے درمیان جذبہ پیدا کرتی ہے دوستی ایک چھوٹا سا لفظ ہے مگر اس میں دو دلوں کی زندگی سما جاتی ہے سچی دوستی آنکھ سے نہیں دل سے دیکھی جاتی ہے۔

آپ اتنے اچھے ہوں کہ دوست تو آپ کو اچھا کہتے ہی ہیں مگر دشمن بھی آپ کو اچھا کہے۔

میرا دشمن بھی میرے دل میں اتر سکتا ہے
میں اپنے اندر کوئی دیوار اٹھاتا ہی نہیں

آخر میں سب پیارے قارئین کو یہی کہتا ہوں کہ آپ بھی خوش رہیں اور اپنے دوستوں کو بھی خوش رکھیں اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے بہت سلام۔

چھتے ہیں یونہی ہنس کر رلا جاتے ہیں لوگ
ملتے ہیں یونہی مل کر جدا ہو جاتے ہیں لوگ
پل دو پل کی محبت کو عمر بھر کا ساتھ نہ سمجھنا
محبت بھی کرتے ہیں اور خفا بھی ہو جاتے ہیں لوگ
نصیب میں پیار نہ تھا جو مجھے ملا ہی نہیں
کر کے اظہار محبت بے پرواہ ہو جاتے ہیں لوگ
اب کس سے شکوہ کریں اپنی قسمت کا اے دل
کر کے وفا کے وعدے بے وفا ہو جاتے ہیں لوگ

☆ ---------- محمد علی۔ چھترو

اے کاش! کہ ایسا ہو جائے

اے کاش! کہ ایسا ہو جائے
جسے چاہا تم نے ہر لمحہ
جسے سوچا تم نے ہر لمحہ
وہ شخص تمہارا ہو جائے
تم جس سے محبت کرتے ہو
جسے دیکھ کر جیتے مرتے ہو
جسے کھو دینے سے ڈرتے ہو
وہ شخص تمہارا ہو جائے
وہ جس کی یادوں میں کھو کر
تم وقت گزارا کرتے ہو
وہ جس کی باتوں میں کھو کر
تم خود سے کنارا کرتے ہو
ان تنہا تنہا راتوں میں
تم جس کو پکارا کرتے ہو

پتھروں کے شہر میں لہولہو محبت

--تحریر۔انتظار حسین ساقی۔ph0300,6012594

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین میں جو کہانی آپ کی خدمت میں لایا ہوں یقینا آپ کی آنکھوں سے آنسو ضرور بہیں گے یہ ایک دکھی گڑیا کی داستاں ہے جو کہ ابھی تک میرے دل پر نقش ہے اور میں اسے کبھی بھی بھول نہیں پاؤں گا میں نے اس کہانی کا نام۔پتھروں کے شہر میں لہولہوں محبت ہے۔رکھا ہے امید ہے آپ سب کو پسند آئے گی اور اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازے گا
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

کردار سونیا عرف گڑیا۔فیضان احمد۔ساجد الرحمن۔علی رضا۔

ڈوبتے ڈوبتے کشتی کو اچھالا دے دوں
میں تو نہیں کوئی تو ساحل پہ اتر جائے گا

اندگی جتنی خوبصورت ہے اس سے کہیں زیادہ بدصورت اور خوفناک بھی ہے زندگی کے جتنے رنگ ہیں جتنی رنگینی ہے اتنے ہی زندگی کے روپ ہیں۔
مجھے باقی لوگوں کا تو کچھ پتا نہیں ہے مگر میں نے زندگی کے بہت سے رنگ دیکھے ہیں بہت سے روپ دیکھے ہیں مجھے زندگی کے سارے روپ اچھے لگتے ہیں کیوں کہ زندگی مختلف نشیب وفراز سے عبارت ہے۔
زندگی میں عروج وزوال تو آتے رہتے ہیں انسان کو حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے مگر کبھی کبھی حالات ایسے بھی آتے ہیں کہ انسان تنگ آجاتا ہے اپنے آپ سے اپنی زندگی سے اپنے معاشرے سے لوگ صرف ہنستے ہوئے چہروں کو دیکھتے ہیں کبھی کوئی ان اداس چہروں سے کچھ نہیں پوچھتا کہ ان اداس چہروں میں نمی کیوں ہے۔
چونکہ میں ایک رائٹر ہوں اور ایک صحافی ہوں میں روز مرہ کی حالات کو بہتر گہرائی سے دیکھتا ہوں اور ہر وقت اس کھوج میں رہتا ہوں کہ مجھے کب نا جانے کہاں سے کوئی داستاں مل جائے جو میرے دل اور میرے قلم کی آواز ہو۔
کچھ عرصہ پہلے میری آنکھوں نے ایک بہت ہی اذیت ناک قابل شرم واقعہ دیکھا جس کو دیکھ کر میری آنکھ نجانے کتنی ہی راتیں سو نہ سکی نجانے کتنے دن میرے دل پر اس واقعہ کا نقش قائم رہا تھا۔
میرے دل نے صدا دی کہ تم اس وقعہ کو کیا اپنے اندر ہی دفن کرو گے تو خد غرض بن جاؤ گے اگر تم خاموش بن جاؤ گے تو قلم کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔
اس لیے میں نے اپنے ضمیر کی عدالت میں شرمندہ ہونے سے بچنے کے لیے آج ایک بار پھر ایک ایسے سانحہ کو ایک ایسی داستاں کو۔

آپ لوگوں کے لیے لایا ہوں جسے پڑھ کر آپ لوگوں کو ضرور مزہ آئے گا اور اچھی بھی لگے گی اور آپ کو پتہ چلے گا کہ اس ترقی یافتہ دور میں ایڈوانس معاشرے میں بھی ایسے ہزاروں واقعات ہیں جو ہماری زندگی میں روز ہوتے ہیں مگر ہم کبھی ان پر توجہ نہیں کرتے۔

کیوں کہ کسی کے پاس اتنا وقت ہی کہاں ہے

قارئین۔ آئیں آپ کو آج ایک تلخ اور افسوس ناک داستان سناؤں کہ جس کو پڑھ کر دل اداس ہو جاتا ہے۔

میں جس فلیٹ میں رہتا ہوں میرا آفس اس سے چند منٹ کی دوری پر ہے یعنی میں تیار ہو کر اپنے آفس پیدل چلتے چلتے چہل قدمی کرتے ہوئے بڑی آسانی سے پانچ منٹ میں پہنچ جاتا ہوں۔

اس روز میں اپنے آفس سے کچھ لیٹ ہو رہا تھا میں جلدی جلدی تیار ہو کر اپنے آفس کی طرف نکل پڑا جہاں سے میں گزر کے جاتا تھا وہاں ایک بہت بڑا میدان تھا جہاں اس شہر کا کوڑا کرکٹ اکٹھا ہوتا تھا ادھر پھر سرکاری ملازم اور سرکاری گاڑیاں اس گندگی کے ڈھیر کو اس کوڑا کرکٹ کر گاڑیوں میں ڈالتے اور شہر سے بہت دور کہیں پھینک دیتے۔

میں تیز تیز قدموں سے آفس کی طرف گامزن تھا کہ میں نے دیکھا اس کوڑا کرکٹ کے ڈھیر سے دو بچے کوئی چیز تلاش کر رہے تھے۔

میں نے سوچا کوئی کاغذ وغیرہ چننے والے ہوں گے کیوں کہ اکثر فقیروں کے بچے مانگنے کے ساتھ ساتھ کاغذ بھی چنتے رہتے ہیں۔

یہ کام زیادہ ترصبح ہوتا ہے کیوں کہ صبح صبح آفس وغیرہ کی صفائی ہوتی ہے میرے دل نے بھی مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ یہ دو بچے جو گندگی کے اس ڈھیر پر کوئی چیز تلاش کر رہے ہیں وہ یقیناً کوئی کاغذ کوئی ردی کوئی لوہے کا ٹکڑا کوئی مومی پلاسٹک یا کوئی بوتل ہوگی جو وہ تلاش کر رہے ہوں گے تا کہ وہ کسی کباڑیے کے پاس لے جائیں اور اس کے بدلے وہ ان کو چند سکے دیں۔

لیکن جب میں ان دو بچوں کے قریب آیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی میری آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری ہو گئی دل پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا میرا دل اونچے اونچے بین کر کے رو رہا تھا کاش میری آنکھیں اس منظر کو دیکھنے سے پہلے ختم ہو جائیں۔

میرے مالک اتنی غربت اتنی انسانیت کی ذلیل وہ دو بچے ایک لڑکی اور ایک لڑکا دونوں اس گندگی کے ڈھیر سے اس کوڑا کرکٹ کے ڈھیر سے جہاں سے انسان گزرتا ہے تو بدبو سے انسان کی سانس بند ہونے لگتی ہے وہ دونوں بچے وہاں سے گلے سڑے پھل چند کیلے اور خربوزے کے چھلکے اور چند اور پھل جو اس گندگی کے ڈھیر سے تلاش کر کے دونوں بیٹھ کر کھا رہے تھے۔

مجھے یہ سب کچھ دیکھ کر بہت افسوس ہوا بہت دکھ ہوا دل خون کے آنسو رونے لگا اس شہر میں کتنے ہی ایسے گھر ہوں گے جن کے دستر خوان پر نجانے کتنی ڈیشز اور کتنے ہی کھانے ہوں گے۔

اور ایک یہ بچے ان کا بھی تو اس دھرتی پر اتنا ہی حق ہے جتنا دوسرے لوگوں کا ہے جب میں ان بچوں کے پاس گیا تو وہ مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

میں نے اپنی آنکھیں برسات میں ڈوبے ان سے پوچھا بیٹا تم کون ہو اور تم کیوں یہ گندگی کے ڈھیر سے اتنے بدبودار پھل اٹھا کر کھا رہے ہو۔

میں نے بڑے پیار سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ انکل ہم دونوں بہن بھائی ہیں ہم کو بڑی بھوک لگی ہوئی ہے ہم نے کل رات سے بھی کھانا نہیں کھایا اس لیے ہمارے پاس نہ کھانا ہے نہ پیسے تو بھوک لگی تھی اس لیے یہاں چلے آئے۔

انکل ہم تو اکثر ادھر آجاتے ہیں کچھ نہ کچھ تو کھانے کو مل جاتا ہے۔

میں نے کہا نہیں بیٹا یہ گندہ کھانا یہ چھلکے تم کھاؤ گے تو بیمار پڑ جاؤ گے آؤ میرے ساتھ میں نے آفس سے چھٹی لی ان بچوں کو ساتھ لیا ان کو کھانا کھلایا اور پوچھا بیٹا آپ کے ابو کیا کام کرتے ہیں آپ کی امی کیا کرتی ہیں آپ سکول کیوں نہیں جاتے یہ دن تو آپ کے پڑھنے کے ہیں سکول جانے کے ہیں۔

وہ بچے میری انگلی پکڑ کر میرے ساتھ چلتے چلتے ساتھ ہی ایک گھر میں لے گئے تھے گھر کی حالت بہت خراب تھی خستہ سا خراب سا ٹوٹا پھوٹا سا گھر درو دیوار پر غربت کی پر چھایاں عیاں تھیں۔

میں اندر داخل ہوا تو ایک چھوٹا سا کمرا جس میں دن کے وقت بھی اندھیرا ہی رہتا تھا دروازہ کھولا تو ایک ٹوٹی ہوئی چار پائی پہ ایک مریضہ اپنی زندگی کی آخری سانسیں گن رہی تھی۔

اس نے جیسے ہی آہٹ سنی تو کہا کون۔اس کی ڈوبی ہوئی آواز میں اتنا درد اور التجائیں تھیں کہ ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا تھا۔

میں نے سلام کیا اس مریضہ نے سلام کا جواب تو دیا مگر بہت مشکل سے مجھے ایسا لگا جیسے کسی بھی وقت موت کی آغوش میں چلی جائے گی۔

ان دونوں بچوں نے بتایا کہ یہ ہماری ماں ہے اور بہت بیمار ہے ہمارے گھر میں کوئی نہیں آتا نہ کچھ کھانے کو ہوتا ہے نہ کچھ پینے کو اور نہ ہی گھر میں پیسے ہیں ہم صبح صبح گھر سے نکل جاتے ہیں بھیک مانگ کر گزارہ کرتے ہیں اور کچھ بھیک میں کھانا مانگ کر اپنی ماں کے لیے بھی لے آتے ہیں۔

میں نے اس مریضہ سے پوچھا باجی آپ کی یہ حالت کب سے ہی اور کس نے کی اور آپ کے شوہر کہاں ہیں آپ کی اور کوئی فیملی نہیں ہے اور آپ اتنی تنہا کیوں ہیں۔

بھائی صاحب یہ ایک لمبی کہانی ہے کیا کرو گے سن کر پوچھ کر میں نے اس کو بتایا کہ میں ایک رائٹر ہوں میں آپ کی داستان پوری دنیا میں سنا دوں گا ہو سکتا ہے آپ کو کچھ فائدہ ہو جائے۔

پلیز آپ اپنے بارے میں کچھ ضرور بتائیں۔

قارئین جو باتیں اور غم سے بھری داستان اس نے مجھے سنائی میں آپ کی خدمت میں اپنے اندر سے حاضر خدمت ہوں۔

خوشی ملی تو کئی درد مجھ سے روٹھ گئے
دعا کرو کہ میں پھر سے اداس ہو جاؤں

میرا نام سونیا ہے اور گھر میں سب مجھے پیار کے گڑیا کہتے تھے میرے پانچ بھائی اور میں ان کی اکیلی بہن تھی میرے والد صاحب اور میری امی جان مجھ سے بہت پیار کرتے تھے میں اپنے بھائیوں اور ماں باپ کی اکیلی بیٹی تھی اور سب سے چھوٹی بھی تھی۔

اس لئے سب گھر میرے ناز نخرے بھی اٹھاتے تھے اور بہت پیار بھی کرتے تھے کیوں کہ میں لاڈلی جو تھی اپنے ماں باپ سے اپنے بھائیوں سے ایسے ہی بات بات پہ روٹھنا جھگڑا کرنا غصے میں آکر برتن توڑنا میری شرارتوں میں شامل تھیں۔

گھر میں جب بھی میں ناراض ہوتی تو میں کھانا نہیں کھاتی تھی چپ چاپ اپنے کمرے میں ہی بیٹھی رہتی تھی پھر بڑے میری منتیں کرتے تب جا کے میں راضی ہوتی تھی کیوں کہ مجھے بہت اچھا لگتا تھا جب گھر والے میرے ناز اور نخرے برداشت کرتے تھے ہمارے گھر میں ہی چیز کی کمی نہ تھی نوکر چاکر گاڑی بنگلہ مالک نے ہر چیز سے نوازا ہوا تھا۔

میرے پاپا ایک بہت بڑے جاگیردار تھے اور شہر میں بھی ہمارا بہت بڑا کاروبار تھا بڑے تین بھائی امریکہ میں تھے دو پاکستان میں تھے میں اب سکول سے کالج پہنچی تو میں بھی جوان ہو چکی تھی۔

یعنی مجھ پر بھر پوری جوانی تھی میں کالج ہمارا

ڈرائیور اپنی گاڑی میں چھوڑنے جاتا تھا گاڑی میں خود بھی چلا لیتی تھی مگر ابو کہتے نہیں ڈرائیور کو ساتھ لے جایا کرو ہمارے گھر کے ساتھ ایک بہت بڑی مسجد تھی وہاں بچے دن رات قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے جو اس مسجد کا امام تھا یعنی وہاں کا معلم تھا دوسرے لفظوں میں جو وہاں کا مولوی تھا اس کا نام مولانا ساجد الرحمن تھا۔

جو کہ بہت ہی اچھا اور نیک تھا اس کی اچھائی اور نیک نیتی کے چرچے پورے گاؤں میں اور شہر میں تھے مولانا صاحب بچوں کا دم بھی کرتے مثلاً اگر کوئی بچہ رات کو سوتے میں ڈر جاتا تو وہ دم کرتے تو وہ نہیں ڈرتا تھا کوئی بچہ بہت زیادہ روتا تو وہ دم کرتے تو وہ ٹھیک ہو جاتا۔

اس کی وجہ سے بہت سارے لوگوں کا رش لگا رہتا تھا ساجد صاحب کے پاس بہت سے لوگ ان سے دودھ پانی اور شربت بھی دم کرواتے تھے میرے بڑے بھائی کی ایک تین سالہ بیٹی تھی جو کہ رات کو سوتے میں ڈرتی تھی اور ساجد صاحب سے دم کرواتے تو وہ ٹھیک ہو جاتی تھی۔

آج بھی میری بھابی نے کہا کہ گڑیا میں ساجد صاحب سے بچی کو دم کروانے جا رہی ہوں آؤ چلتے ہیں پہلے تو میں نے انکار کیا مگر پھر دل میں اک شرارت سوجی اور میں چلی گئی۔

میں دل میں سوچ رہی تھی کہ ساجد صاحب بہت بزرگ سے لوگ ہیں جیسے بابے ہوتے ہیں کافی عمر کے ہوں گے بوڑھے سے ہوں گے مگر میری تو حیرت کی انتہا ہو گئی وہ تو ینگ خوبصورت ہینڈسم اور دلکش مولوی نکلا اس کی عمر اکیس بائیس سال ہو گی اس نے اپنے کندھوں پر سبز رنگ کی چادر ڈالی ہوئی تھی اس کے سفید رنگ پر سیاہ داڑھی بہت خوبصورت لگ رہی تھی اس کے چاروں جانب لوگوں کا بچوں اور عورتوں کا بہت رش تھا۔

وہ کسی کو دودھ دم کر کے دے رہا تھا تو کسی کو پانی کسی کو تعویز دے رہا تھا تو کسی کو ویسے ہی دم کر رہا تھا یعنی ہر ایک ایک کو وہ فارغ کر رہا تھا ہماری باری سب سے آخر میں آئی تھی۔

بھابی نے بچی کو دم کروایا اور ہم چلنے لگے میں نے کہہ دیا مولوی صاحب میرے لیے بھی دعا کرنا مولوی صاحب جی فرمائیں کیسی دعا کرنی ہے۔

آپ کے لیے میں نے کہا مولوی صاحب کوئی بہت خوبصورت ہینڈسم اور بہت پیار کرنے والا ہو جو میری خواہشوں کے آگے سرخم کرنے والا ہو مجھ پہ جان چھڑکنے والا ہو کوئی لڑکا ہو جو مجھ سے شادی کرے۔

مولوی صاحب پہلے تو آہستہ سے مسکرائے اتنے میں اذان ہونے لگی تو مولوی صاحب نے کہا میں آپ کے لیے ضرور دعا کروں گا تم میرا یہ کارڈ لے جاؤ اس پر میرا فون نمبر ہے جب کوئی مسئلہ ہو تو مجھے کال پر بتا دینا اب ٹائم نہیں ہے شام ہو گئی ہے۔

ہم واپس آ گئے سارے راستے میری بھابی مجھے پوچھتی رہی تھی کہ کیا آپ سے سچ میں ایسی بات کی ہے ابھی تو آپ کے پڑھنے کے دن ہیں کھیلنے کودنے کے دن ہیں اٹکیلیاں کرنے کے دن ہیں شرارتیں کرنے کے دن ہیں تم شادی کی باتیں کرنے لگی ہو۔

تو میں نے کہا بھابی جان یہ بھی تو شرارت ہی کی ہے شرارت تو شرارت ہوتی ہے بھابی جان میں تو مولوی صاحب کو ایسے ہی پھول بنا رہی تھی وقت گزرتا گیا مجھے ٹائم ہی نہ ملا ایک دن موسم بہت خوشگوار تھا ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی مجھے پھر شرارت سوجی میں نے مولوی صاحب کا کارڈ دیکھا اور فون کر دیا۔

بڑے احترام کے ساتھ سلام دعا کے بعد کہا مولوی صاحب میں گڑیا بول رہی ہوں ایک دن جس نے آپ کو اپنی شادی کے لیے اچھے سے لڑکے دلہا

کے لیے آپ سے دعا کروائی مگر آپ کے پاس ٹائم نہیں تھا میں نے اس بار پھر مولوی صاحب کو بتایا کہ کوئی بہت اچھا ہو غریب ہو مگر دل کا امیر ہو مجھ سے بہت پیار کرتا ہو جیسا بھی ہو مگر اچھا ہو مولوی صاحب نے کہا اچھا ٹھیک ہے جیسا تم چاہتی ہو وہ کہیں ملنا مشکل ہے۔

مگر اگر تم ناراض نہ ہو تو آپ کا میرے بارے میں کیا خیال ہے میں بھی ایک شریف انسان ہوں امیر نہیں ہوں مگر دل کا اچھا ہوں آپ کو بہت پیار دوں گا آپکی وہ ساری خواہشیں میں پوری کر سکتا ہوں میں خوبصورت بھی ہوں میں حیران و پریشان رہ گئی مولوی صاحب کو کیا ہو گیا ہے۔

دعا کرنے کے بجائے اپنی لائن ہی سیدھی کر رہا ہے مجھے مولوی صاحب کی باتوں پر حیرانی ہوئی کہ یہ لوگوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتا ہے اس کے پاس آنے والی عورتیں عجیب عجیب سوال میرے ذہن میں سے اٹھنے لگے تھے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ بہت خوبصورت تھا نوجوان تھا جب بولتا تھا تو جیسے اس کی باتیں دل میں ترتی جاتی تھیں اس کی باتیں ایسی تھیں جیسے جادو ہو مگر میں نے کبھی محبت اور پیار کی باتیں کی ہی نہ تھیں مجھے کیا معلوم تھا کہ میری شرافت میرے لیے عذاب بن جائے گی۔

مولوی صاحب مجھے روز کالیں کرنے لگے ایس ایم ایس کرنے لگے اور مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کرنے لگے۔

مجھے اس نے بتایا کہ دیکھو گڑیا میں ایک اچھا انسان ہوں نمازی ہوں خوبصورت ہوں اچھا ہوں محبت کرنے والا ہوں آپ سے بہت محبت کروں گا کیوں کہ امیر ترین آدمی محبت نہیں کر سکتے وہ بہت مغرور انسان ہوتے ہیں اور میرے جیسے غریب انسان محبت بھی اٹھاتے ہیں اور نخرے بھی اٹھاتے

ہیں مولوی صاحب نے میرے ساتھ اتنی چاہت اور محبت سے میرے ساتھ اظہار محبت کیا کہ میرے دل میں محبت کی چنگاری بھڑک اٹھی۔

دریا کی ہوا تیز تھی کشتی بھی پرانی
روکا تو بہت تھا دل مگر ایک نہ مانی
میں بھیگی آنکھوں سے اسے کیسے ہٹاؤں
مشکل ہے بہت ابر میں دیوار اٹھانی۔

سچ کہتے ہیں محبت ہو جاتی ہے کی نہیں جاتی یہ وہ شعلہ ہے جو بھڑک اٹھتا ہے بھڑکایا نہیں جاتا مجھے بھی مولوی ساجد الرحمن سے محبت ہو چکی تھی ہر وقت ساجد کی باتیں ہی میری زندگی کا اثاثہ تھیں۔

اس نے فون پر اور ایس ایم ایس پر اتنی محبت دی کہ وہ میرے دل میں اتر گیا اس کی سحر انگیز باتیں میرے دل میں و دماغ میں سرایت کرتی گئیں۔

اب میں خود بھی کسی بہانے سے تو کبھی کسی بہانے سے مولوی صاحب کے پاس جاتی تھی میری محبت کا یہ عالم تھا کہ جب تک اس دیکھ نہ لیتی مجھے چین نہیں آتا تھا۔

میرے دل میں یہ خوف بھی تھا کہ اگر میرے گھر والوں کو پتہ چل گیا تو میرا کیا ہو گا وہ مجھے مار دیں گے یا پھر ساجد کو مار دیں گے ایک دن ساجد نے مجھ سے کہہ دیا گڑیا میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔

میں نے کہا میرے گھر والے کبھی نہیں مانیں گے اگر ان کو پتہ چل گیا نہ میں اور آپ محبت کرتے ہیں فون پہ باتیں کرتے ہیں تو قیامت آجائے گی کیا کریں ساجد نے کہا کیوں ناں ہم بھاگ جائیں دور کہیں اس کے علاوہ ہمارے پاس اپنی محبت کو پالینے کا کوئی حل نہ تھا نہیں۔

ایسا نہیں کر سکتی میں اپنے گھر والوں کو اپنی خوشی اور محبت کے لیے ہمیشہ کے لیے بدنام نہیں کر سکتی وقت گزرتا گیا ہماری محبت پروان چڑھتی گئی۔

ایک دن مجھے ساجد نے کہا میں آپ سے ملن

چاہتا ہوں میں نے کہا نہیں گھر میں سب ہوتے ہیں مگر وہ تھا کہ مانتا ہی نہیں رہا تھا اور وہ ہمارے گھر رات کو آگیا وہ جیسے ہی میرے روم کے پاس پہنچا تو ہمارے گارڈ نے دیکھ لیا۔

اس نے اس کو پکڑ لیا جب دیکھا تو وہ ہمارے گاؤں کی مسجد کا امام مولوی ساجد صاحب تھا جس کی شرافت اور نیک نیتی کے چرچے پورے گاؤں اور شہر میں تھے جب اس پکڑ کر ابو کے پاس لے گئے تو اس نے صاف صاف بتادیا کہ میں آپ کی بیٹی گڑیا سے پیار کرتا ہوں۔

وہ بھی مجھ سے کرتی ہے اور ہم شادی کرنا چاہتے ہیں اور میں گڑیا سے ملنے آیا تھا ساجد نے ساتھ یہ بھی بتایا کہ میرے دل میں کوئی کھوٹ نہیں ہے میرے دل میں کوئی غلط سوچ نہیں ہے میں سچی محبت کرتا ہوں ساری باتوں کے بعد پاپا نے اسے چھوڑ دیا اور کہا چلے جاؤ اور آئندہ کبھی اپنی شکل نہ دکھانا۔

پھر امی اور بھائیوں نے میری وہ بے عزتی کی کہ میں آپ کو بتا بھی نہیں سکتی جو گھر والے مجھے پہ جان چھڑکتے تھے وہ مجھے نفرت بھری نظروں سے دیکھنے لگے تھے۔

میں اپنے ہی گھر میں غیروں کی طرح رہنے لگی تھی گھر میں جتنی عزت تھی سب برباد ہو چکی تھی گھر والوں نے میرے کالج جانے پر پابندی لگادی۔

مجھے ساجد سے محبت تو تھی مگر جو ساجد نے جذبات میں آکر کیا اس کی امید کبھی نہ تھی۔

ساجد چلا گیا مگر دوسرے دن ہی میرے پاپا نے ساجد کو مسجد سے نکلوا دیا۔

وہ کہاں گیا تھا مجھے اس کا کچھ علم نہ تھا مجھے اس بات کا خوف تھا کہ پاپا جان کہیں ساجد کو مار نہ کردیں کیوں کہ پاپا جان اور ہمارے خاندان والے بہت سخت قسم کے لوگ ہیں اور عزت کے بدلے تو ہمارے خاندان میں نجانے پہلے بھی کتنے مرڈر ہو چکے تھے۔

گھر والے میری شادی کرنے کا سوچ رہے تھے پاپا جان کے کوئی دوست تھے ان کا بیٹا تھا فیضان احمد گھر میں میری شادی کی باتیں ہونے لگیں میں اندر ہی اندر روز مر رہی تھی۔

ساجد سے میں نے سچی محبت کی تھی نجانے وہ کہاں چلا گیا تھا اس کے ایک جذباتی فیصلے نے مجھے کہاں سے کہاں لاکر کھڑا کردیا۔

وہ دل ہی کیا جو تیرے ملنے کی دعا نہ کرے
میں تجھے بھول کر زندہ رہوں خدا نہ کرے
یہ ٹھیک ہے نہیں مرتا کوئی جدائی میں
خدا کسی کو کسی سے مگر جدا نہ کرے

فیضان احمد سے میری شادی بڑی دھوم دھام سے کی گئی فیضان بہت خوبصورت اور بہت ہی اچھا انسان تھا۔

وہ بھی ایک دولت مند پاپا کا بیٹا تھا فیضان نے مجھے بہت محبت دی بہت پیار دیا میں فیضان کی محبت میں اتنی آگے چلی گئی کہ مجھے پہلی محبت کا دکھ آہستہ آہستہ بھولنے لگا تھا۔

یہ بات تو درست ہے کہ پہلی محبت تو پہلی محبت ہی ہوتی ہے کبھی بھولتی نہیں ہے مگر یہ بھی سچ ہے کہ اگر دوسری محبت اچھی ہو تو پہلی محبت بھول جاتی ہے۔

مجھے ساجد کی محبت کبھی بھولی نہیں تھی مگر فیضان کی محبت نے مجھے سب کچھ بھلادیا۔

ہماری زندگی بہت اچھی اور خوبصورت گزر رہی تھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہر نعمت تھی اگر دکھ تھا تو ساجد کی وجہ سے تھا وہ نجانے کہاں کوئی فون بھی نہ کیا تھا کوئی خط کوئی اطلاع فون بند تھا پتہ نہیں وہ کہاں چلا گیا تھا زندہ بھی ہے یا نہیں۔

وقت گزرتا گیا فیضان احمد دبئی چلے گئے دو سال کے بعد واپس آئے تو کچھ بدلے بدلے سے تھے انہوں نے آتے ہی مجھ سے پوچھا گڑیا میں تم سے ایک بات پوچھوں تو تم سچ سچ مجھے بتاؤ گی۔

میں نے کہا جی پوچھیں انہوں نے کہا گڑیا کیا تم شادی سے پہلے بھی کسی سے محبت کرتی تھی اور وہ تمہارے گھر رات کے اندھیرے میں آیا تھا اور تیرے گھر والوں کو علم ہے۔

میں نے صاف انکار کر دیا کیوں کہ میں نہیں چاہتی تھی میرا گھر تباہ برباد ہو جائے یا لٹ جائے میں نے اپنا گھر اور اپنے ماں باپ کی عزت کے لیے ایسے جھوٹ بول دیا مگر میرے جھوٹ کا پول دوسرے دن اسی وقت کھل گیا جب ساجد میرے سامنے فیضان احمد کے ساتھ آ کر کھڑا ہوا تھا۔

دراصل ساجد کو ابو نے اس رات کی حرکت کی وجہ سے اتنا بے عزت کیا تھا بہت مارا پیٹا بھی تھا اور مسجد سے بھی نکال دیا تھا۔

ساجد نے اس بے عزتی کا بدلہ مجھ سے لیا تھا ساجد کی ملاقات فیضان احمد سے دبئ میں ہوئی تھی ساجد نے ساری باتیں فیضان احمد کو بتا دیں اور میرے سامنے آ کر بھی سب کچھ بتا دیا۔

میں نے فیضان احمد کے قدموں میں گر کا معافی مانگی مگر اس نے مجھے معاف کرنے کے بجائے طلاق دے دی یوں ساجد نے میرا ہنستا بستا گھر تباہ کر دیا۔

میں نے ساجد سے کہا تم بہت کمینے گھٹیا اور ذلیل انسان ہو نجانے تیرے کتنے روپ ہیں کیا اس کو محبت کہتے ہیں کیا یہ سچی محبت ہے آپ کی آپ نے تو بہت وعدے کیے تھے بہت سی قسمیں اٹھائیں تھیں کہاں گئے آپ کے سارے عہد و پیماں تم اتنے گھٹیا انسان ہوں گے یہ کبھی میں نے سوچا بھی نہ تھا۔

اگر لوگ ایسی محبت کرتے ہیں تو لعنت ہے ایسی محبت پر دل چاہتا ہے ساجد کو مار دوں اتنا ذلیل انسان اتنا چھوٹا انسان میں کمرے کے اندر گئی اور وہاں سے کوئی چیز پکڑ کر اسے مار دی۔

اور میں جلدی جلدی چند چیزیں لے کر وہاں سے بھاگ گئی میں نے وہ شہر چھوڑ دیا دور ایک شہر میں چلی گئی اپنے امی ابو کے گھر جانا چاہتی تھی مگر سوچا ان کی عزت خاک میں مل جائے گی۔

میں ایک غریب کی بستی میں چلی گئی وہاں مجھے ایک بہت ہی خود ترس اور شفیق انسان ملا جس نے میرا بہت ہی ساتھ دیا۔

وہ پھیری لگاتا تھا اور جو کماتا تھا شام کو اپنے گھر لے آتا تھا۔

اس کی بیوی وفات پا چکی تھی اس کے دو بچے تھے میں ان کے لیے وسیلہ اور وہ میرے لیے وسیلہ تھے انہوں نے مجھے گھر میں رہنے دیا اور میں نے اس کے بچوں کو ماؤں کی طرح سمجھا اس کا نام رضا تھا۔

کیسے کہہ دوں کہ اس نے مجھے چھوڑ دیا ہے
بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی

مجھے ایک سہارے کی ضرورت تھی وہ مجھے رضا کی صورت میں مل چکا تھا وہ بھی نوجوان تھا میں بھی نوجوان ہی تھی۔

مگر مجھے تو محبت اور حالات نے اتنا کمزور کر دیا تھا کہ گھر سے باہر نہیں نکل سکتی تھی پہلے تو کچھ عرصہ لوگ چپ رہے مگر آہستہ آہستہ لوگوں نے باتیں کرنا شروع کر دیں۔

پھر رضا نے میری مرضی سے عدالت سے خلع لی اور مجھے ساتھ لیے میری مرضی سے میرے ساتھ شادی کر لی میں ایک بار پھر دلہن بن گئی۔

رضا بھی بہت اچھا انسان تھا مگر کسی حادثے میں اس کی بیوی وفات پا گئی تھی۔

اس کو اپنے بچوں کے لئے اک ماں کی اور اپنے لیے ایک بیوی کی ضرورت تھی۔

اور مجھے ایک مرد کی۔ زندگی بہت اچھی گزر رہی تھی ایک دن مجھے پتہ چلا کہ رضا کا ایکسڈنٹ ہو گیا ہے اور وہ ہسپتال میں ہے میں بھاگتی ہوئی ہسپتال پہنچی تو رضا کی چند سانسیں باقی تھیں۔

اس نے کہا گڑیا میرے بچوں کا خیال رکھنا اور

جس گاڑی نے مجھے ٹکر ماری ہے اس کا نمبر یہ ہے اس نے اپنی ہتھیلی پر نمبر لکھا تھا میری حیرت کی انتہا نہ رہی یہ نمبر تو میرے پاپا کی گاڑی کا تھا۔

رضا کا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہی رہا اور وہ مجھے اور اپنے بچوں کو روتا ہوا چھوڑ کر ہمیشہ لے کیے چلا گیا زندگی میں ایک بار پھر طوفان آیا اور سب کچھ ختم ہو گیا تھا اب میں اکیلی تھی۔

رضا کے دو بچے جو ابھی بہت چھوٹے تھے میں جاتی تو کہاں جاتی کرتی تو کیا کرتی۔

کیا اس لیے تقدیر نے چنوائے تھے تنکے
کہ جب بن جائے نشیمن تو کوئی آگ لگا دے

تقدیر نے میرے ساتھ بہت زیادتی کی تھی جب میرے پاس کچھ کھانے کو نہ تھا جاب میں کر نہیں سکتی تھی بچوں کے خرچے کہاں سے لاتی میں اپنے بچوں کو ساتھ لے کر اپنے امی ابو کے گھر گئی۔

میں نے ساری باتیں اپنے گھر والوں کو بتائی میرے امی ابو مجھے زندہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور میرے ساتھ لپٹ کر بہت روئے میں ان کی بیٹی تھی ان کا خون تھی میں نے ان کو بتایا کہ یہ میرے بچے ہیں ے امی ابو نے بہت پیار دیا۔

مگر میرے گھر میں آنے سے میرے بھائی اور بھابیوں کو میرا یوں زندہ ہو جانا اور لوٹ کر آنا ناگوار گزرا وہ مجھے چوری چوری بہت سی باتیں کرتے تھے میری بھابیاں اپنے شہروں سے کہتی کہ نا جانے کہاں کہاں سے ہو کر آئی ہے ہمیں بھی ذلیل کرے گی اور بھی بہت سی باتیں سنتی۔

میں نے اس گھر کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور پھر وہاں سے اسی شہر میں چلی گئی جہاں رضا کا ایک چھوٹا ساختہ سا مکان تھا۔

میں نے نقاب کر کے لوگوں کے گھروں میں کام کرنا شروع کر دیا جس سے میرے بچے دو وقت کا کھانا کھا لیتے اچانک میری طبیعت خراب ہوئی ڈاکٹر کو دکھایا تو اس نے کہا آپ کو بلڈ کینسر ہے میرے قدموں سے زمین نکل گئی۔

آہستہ آہستہ میں کمزور ہوتی گئی میرے پاس تو بچوں کو کھلانے کے لیے کھانا نہیں تھا اپنا علاج کیسے کرواتی پھر سوچا اپنے امی ابو سے کہتی ہوں اپنے بھائیوں سے کہتی ہوں مگر میں اپنے گھر والوں کا رویہ دیکھ چکی تھی خون کے رشتے بدل چکے تھے سچ میں خون سفید ہو گئے تھے۔

سب لوگ پتھر کے بن چکے تھے اور میں محبت کو رو رہی ہوں محبت نے مجھے خون کے آنسو رلا دیئے تھے۔

جی انتظار صاحب یہ میرے بچے نہیں ہیں رضا کے بچے ہیں مگر اب ان کی ماں میں ہوں میری زندگی کسی وقت بھی ختم ہو سکتی ہے میری زندگی کا چراغ کسی وقت بھی بجھ سکتا ہے۔

انتظار صاحب آپ میری چند باتیں مان لیں تو آپ کا بہت بڑا احسان ہو گا میں نے برستی آنکھوں سے پوچھا کیا باتیں ہیں۔

تو میری یہ بات ایک طریقے سے فیضان کے گھر والوں تک پہنچا دو کہ ساجد کی موت کی میں ذمہ دار ہوں اور میں ابھی زندہ ہوں ابھی مری نہیں ہوں کیوں کہ میں تو اپنی زندگی کی آخری سانسیں گن رہی ہوں اور وہ تو بچ سکتا ہے۔

میری تمام بہنوں سے گزارش ہے خدا کے لیے اس محبت اور عشق کے چکر میں نہ آنا ورنہ میری طرح اجڑ جاؤ گی کیوں کہ کوئی بھی کسی سے پیار نہیں کرتا سب کہنے کی باتیں ہیں۔

سب دھوکے ہیں سب دغا دیتے ہیں مکرو فریب کی دنیا ہے ہر قدم پہ ہر موڑ پہ آپ کو ساجد جیسے لوگ ملیں گے جن کا کردار کچھ ہو گا اور باتیں کچھ ہوں گی۔

عورت تو ایک کھلونا ہے مرد کے ہاتھوں میں

جب چاہا کھیل لیا جب چاہا توڑ کر پھینک دیا میری ہزار بار اپنی تمام بہنوں سے درخواست ہے کہ آج کے اس دور میں کوئی کسی کو محبت نہیں کرتا پلیز خدا کے لیے اپنے گھر کو اپنے ہی ہاتھوں سے تار تار ہونے سے بچا لو اپنے ماں باپ کی عزت کرو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

جی قارئین یہ تھی گڑیا کی کہانی گڑیا کی زخمی داستاں جو آپ نے سنی امید ہے آپ سب لوگوں کو پسند آئے گی۔

گڑیا ابھی تک تو زندہ ہے مگر ایک سینٹر میں ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو صحت دے اور اس کے بچوں کو زندگی دے۔

میرے ساتھ آپ سب بھی دعا کریں کہ وہ ٹھیک ہو جائے اور اس کے پتھر خاندان کو بھی اس کا احساس ہو جائے کہ وہ بھی ان کے جسم کا ان کی فیملی کا ایک حصہ ہے۔

قارئین مجھے آپ کی رائے کا کالز کا ایس ایم ایس کا بڑی شدت سے انتظار رہے گا۔

قارئین جو بھی اپنا میسج یا پیغام دینا چاہیں تو وہ پیغام گڑیا تک پہنچ جائیگا۔

آپ اپنی رائے سے ضرور نوازئے گا باقی میں بہت شکر گزار ہوں ان تمام دوستوں کا جو میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں میری سٹوریوں کو پسند کرتے ہیں میں تمام لوگوں کا تہہ دل سے شکر ادا کرتا ہوں۔

آخر میں تمام لوگوں سے گزارش کرتا ہوں کہ پلیز کبھی کسی سے جھوٹ مت بولیں خاص کر جس شخص سے آپ محبت کرتے ہیں میری ڈھیروں تیک دعائیں قراۃ العین عینی، اور شاویز حیدر کے نام۔

اس شعر کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔

جب چاہوں اسے مانگ لوں انتظار
کاش میری دعاؤں میں ایسا اثر ہو جائے

انتظار حسین ساقی
چک نمبر 594 گ ب یاسی بھٹیاں کچیاں۔
تحصیل تاندلیانوالہ۔ ضلع فیصل آباد۔

زخم پر زخم

--تحریر۔ایم وکیل عامر،ساہیوال۔0300.4859908

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
آپ کی اس دکھی نگری میں ایک بکھرے ہوئے انسان کی داستاں۔زخم پر زخم۔لے کر حاضر ہوا ہوں امید ہے آپ کو پسند آئے گی آپ اسے اپنے قریبی اشاعت میں جگہ دے کر شکریہ کا موقع ضرور دیں ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جو میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

کچھ انسان جن کا مقدر ہی غم سہنا ہوتا ہے کچھ زخم کے مقدر دے جاتے ہیں تو کچھ سنگ دل دنیا اگر ان زخموں کے باوجود بھی کچھ انسان کی سانسیں باقی رہ جائیں تو وہ سانسیں ہمارے اپنے جو جان سے پیارے ہوتے ہیں وہ چھین لیتے ہیں۔
زخم ہو تو انسان برداشت کر لیتا ہے لیکن جب زخم پر زخم ہو تو وہ انسان سہہ نہیں پاتا تو پھر ہر دن ہر رات موت کے منہ میں گزرتی ہے انسان جیتے جی مر جاتا ہے۔
یہ سٹوری بھی ایک ایسے انسان کی ہے جسے زخموں نے توڑ کر رکھ دیا ہے اس بکھرے ہوئے انسان کا نام ہے غلام مصطفیٰ اور سب اسے سنی کہتے ہیں تو سنتے ہیں سنی کی کہانی سنی کی ہی زبانی۔
میرا نام غلام مصطفیٰ سنی ہے میں نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے آپ کو ایک مل میں پایا کیوں کہ میرے ابو مل میں رہتے تھے
پہلے ہم کراچی میں تھے پھر ابو کی شادی ہوئی میں دس سال کا تھا کہ ابو امی کا جھگڑا ہو گیا اور ابو مجھے لے کر پنجاب آ گئے۔
ہمارے گھر ساہیوال میں تھا اور کچھ زمینیں بھی ہیں ابو شیخوپورہ میں مل میں کام کرتے تھے اس لئے میرے ابو مجھے بھی ساتھ ہی لے گئے اور مجھے سکول مین داخل کروایا۔
میں روز صبح مل کی مخصوص وین میں سکول جاتا اور شام کو واپس آتا ابو مجھے اپنے دکھ سناتے اتنی کم عمری میں مجھے نہیں پتہ تھا کہ دکھ کیا چیز ہوتی ہے میں ابو کی باتیں خاموشی سے سن لیتا تھا۔
اس طرح دن پر دن گزرتے گئے میں نے پرائمری پاس کر لی پھر ابو نے کہا۔
چلو بیٹا ہم گاؤں واپس چلتے ہیں وہاں جا کر زمینداری کریں گے۔
میں نے کہا کہ ابو میرا دل نہیں کرتا میرے یہاں دوست ہیں تو ابو نے مجھے مجبور کیا کہ تم یہاں کس کے پاس رہو گے
اس لیے اس بات کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا ابو نے مل میں اپنا مکمل حساب کتاب کر لیا تھا۔

صبح ہم نے یہ مل چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے چلے جانا تھا میں رات کو اپنے دوستوں کو ملنے گیا میں نے بتایا کہ ہم نے صبح یہ مل چھوڑ کر ہمیشہ کہ لئے ساہیوال میں چلے جانا ہے۔

یہ سن کر سب دوست پریشان ہو گئے اظہر جو میرا سب سے بیسٹ دوست تھا وہ تو رونے ہی لگا پلیز سنی مجھے چھوڑ کر مت جاؤ ہمارے پاس رہنا ہمارے ہی گھر میں پھر میں نے ابو کا بتایا کہ ابو مجھے ساتھ لے کر جا رہے ہیں میں نے اظہر سے وعدہ کیا کہ انشاء اللہ۔ بھائی ہم پھر ضرور ملیں گے۔

میں بھیگی پلکوں کے ساتھ صبح سبھی دوست سکول گئے ہوئے تھے اور میں ابو کے ساتھ ساہیوال آ گیا ابو نے اپنا کام شروع کر دیا تھا میں فارغ ہوتا اس لیے گاڑی میں دل نہیں لگتا تھا میں نے دو ماہ بہت مشکل سے نکالے تھے وہاں بھی تھے دادی امی چاچو وغیرہ سبھی لوگ تھے مگر پھر بھی مجھے میرے دوستوں کی یاد ستاتی رہتی تھی۔

میں نے ابو سے کہا ابو جان میں مل میں واپس جانا چاہتا ہوں

ابو نے کہا بیٹا وہاں کس کے پاس رہو گے

میں نے کہا کہ میں وہاں کام کروں گا

میں نے ابو کی ایک نہ سنی اور مل میں واپس آ گیا تھا وہاں اپنے سبھی دوستوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی مشکل بس یہ تھی کہ مجھے مل میں کام نہیں مل رہا تھا۔

میں ابھی چھوٹا تھا میری عمر صرف پندرہ سال تھی بہت مشکل سے کام مل گیا مل میں ہمارے گاؤں کے اور بھی بہت لوگ تھے میں ڈیوٹی کرتا اور فارغ ٹائم اپنے دوستوں کے ساتھ کرکٹ کھیلتا تھا۔

دن بہت اچھے گزر رہے تھے کوئی پریشانی نہ تھی ایک دن اظہر نے بتایا۔

سنی بھائی ہمارے فیملی کواٹروں میں ایک فیملی آئی ہے ان کی ایک بیٹی ہے جو بہت ہی پیاری ہے اس کا نام مہوش ہے

میں نے اظہر کی بات کو غور سے نہ سنا پھر ایسا ہوا ہمارے گاؤں کا ایک سپروائزر تھا جو گاؤں سے دودھ لا کر پوری مل کو سپلائی کرتا تھا وہ افیرز کی کالونی میں چلا گیا اور مجھے کہا۔

پوری کالونی کے کواٹروں میں دودھ دے دو میں نے بھی کواٹروں میں دودھ دے دیا۔

اب ان کی باری تھی جہاں نئے آئے تھے میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے آواز آئی کون۔

میں نے کہا آنٹی جان دودھ لے لیں

اس نے کہا بیٹا اندر آ جاؤ

آنٹی کمرے میں دودھ رکھنے گئی اسی وقت اوپر چھت سے بچوں کی آوازیں آنے لگی ایک بچہ دوڑتا ہوا نیچے آ رہا تھا اس کے پیچھے ایک لڑکی بھی تھی میں نے اسے دیکھا تو میرے ہوش اڑ گئے سوچا نہ تھا کہ دنیا میں اتنا خوبصورت بھی کوئی ہے۔ کالی آنکھیں گول چہرا قسم سے نظر ہٹانے کو دل نہیں کرتا تھا اس نے مجھے دیکھا تو واپس چھت پر چلی گئی آنٹی دودھ رکھ کر واپس آ گئی میں نے برتن لیے اور باہر آ گیا گلی میں آ کر دیکھا تو وہ مجھے دیکھ رہی تھی اس وقت مجھے ایک غزل یاد آ گئی

اس طرح آنکھیں ملایا نہ کرو
اگر ملانا ہے تو پھر جھکایا نہ کرو
تیری زلفوں کے بہت دیوانے ہیں ہم
خدا کے لیے اس طرح بالوں کو چہرے پہ بٹھایا نہ کرو
تیرا چہرا تو لگتا ہے اک پھول کی مانند
اس پھول کو شبنم میں چھپایا نہ کرو
پہلی ہی نظر میں ہمیں محبت ہو گئی عامر
اب اک پل بھی ہم سے دور جایا نہ کرو

میں واپس آ کر کوارٹر میں لیٹ گیا آج سبھی دوست گپوں میں لگے ہوئے تھے رات کو بھی مجھے نیند نہیں آ رہی تھی وہ پری نما چہرا میری آنکھوں کے

سامنے سے ہٹاہی نہیں۔

میں صبح اٹھا اور کام پر ایسے ہی چلا گیا آج جانے کیوں مجھے کوارٹر میں جانے کی جلدی تھی کہ جلدی سے کام ختم ہو اور میں پھر وہی چہرہ دیکھوں میں نے واپس آکر نہا دھو کر کپڑے چینج کیے اور اتنے میں میرے دوست آگئے کہنے لگے

آؤ کرکٹ کھیلیں

میں نے انکار کر دیا آج کچھ بھی کرنے کو دل نہیں کر رہا تھا۔

اتنے میں شام ہوگئی اور سپروائزر دودھ لے کر آگیا اس طرح میں آج پھر کوارٹر میں دودھ لے کر گیا اور آج بھی دودھ اسی پری چہرے نے لیا دودھ لے کر وہ ذرا سا مسکرائی۔

تیری مسکان دیکھ کر یوں مرجانے کو جی چاہتا ہے۔
میری جان تیرا اس طرح کیوں مجھے تڑپانے کو جی چاہتا ہے

اب تو ہر طرف بہار ہی بہار تھی میں روز ان کے گھر جاتا اور وہ مجھے بہت ہی پیار سے دیکھتی تھی ابھی تک اظہار اس نے کیا نہ میں نے کیا اسی طرح ایک ماہ ہو گیا تھا ہم آنکھ مچولی کھیلتے رہے۔

آج میں فیصلہ کر لیا تھا میں اس سے اظہار محبت کر کے رہوں گا میں ڈیوٹی سے آکر تیار ہو کر ایک کاغذ لیا اور پارک میں چلا گیا پھر نجانے مجھے کیا ہوا میں واپس آکر مل شاپ سے ایک بلیڈ لیا اور پھر گراؤنڈ میں آگیا میں نے اپنے بازو پر زخم کیا اور پن میں خون ڈالا اس محبوب کے نام لیٹر لکھ ڈالا جو چاند سے بھی پیارا تھا لیٹر کچھ یو تھا

اسلام علیکم۔

میرے جان محبوب کیسے ہو۔؟ آپ کو دیکھا اور آپ کا ہو کر ہی رہ گیا اب کہیں بھی دل نہیں لگتا جی چاہتا ہے آپ کو دیکھتا ہی رہوں آپ کے بنا اب نہیں رہا جاتا پلیز میرے محبوب میری حالت پر رحم کھاؤ اور محبت کا جواب محبت سے ہی دینا اور اپنا نام بھی بتانا دیکھو میں نے آپ کو اتنی بار دیکھا ہے آپ کے گھر بھی جاتا ہوں مگر آپ کا نام نہیں جان پایا اب اجازت چاہتا ہوں آپ کی محبت کا منتظر۔سنی۔

میں نے لیٹر جیب میں ڈال لیا میں شام کو دودھ دینے گیا تو میں نے لیٹر بھی ہاتھ میں پکڑ لیا تھا جب دودھ اسے پکڑایا تو قسم سے پتہ نہیں کیوں میری ہمت ہی نہ ہوئی یہ تو وہی لوگ جان سکتے ہیں جو محبت کرتے ہیں کسی سے اظہار محبت کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے میں بوجھل قدموں سے واپس آگیا۔

ساری رات خود کو کوستا رہا آج میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ آج میں ہر حال میں ہی اسے لیٹر دے کر ہی رہوں گا پھر شام کو جب گیا تو دودھ کے ساتھ میں نے لیٹر بھی اسے دیا

اس نے کہا یہ کیا ہے

میں نے کہا خود دیکھ لینا اور میں واپس آگیا

اب پریشانی یہ تھی کہ کیا جواب دیتی ہے کہیں اپنے گھر والوں کو نہ بتادے ساری رات اور سارا دن اسی عالم میں ہی رہا تھا پھر شام کو دودھ دینے گیا تو اس نے ایک کاغذ بھی مجھے دیا اور میری طرف دیکھا تک نہیں۔

مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ اس نے میری سانسیں بھی مجھ سے چھین لیں ہیں اب مجھے جلدی تھی کہ دیکھوں جا کر اس نے کیا لکھا ہے گراؤنڈ میں جا کر کھولا تو سب سے پہلے تحریر یوں تھی۔

اسلام علیکم۔سب سے پہلے ہم آپ کو آداب کہتے ہیں سنی جی آپ کا لیٹر ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ ہمیں بھی کوئی اتنا چاہتا ہے میں بھی آپ سے محبت کرتی ہوں مگر اظہار نہ کر پائی سنی جی جہاں اتنی خوشی ملی وہاں دکھ بھی ہوا ہے کہ آپ نے اپنے خون سے لکھا ہے اگر آپ خون سے نہ لکھتے تو کیا مجھے نہیں آنا تھا اس لیے میں آپ سے ناراض ہوں۔فقط مہوش۔

میں نے خط پڑھا تو پڑھ کر بہت خوشی ہوئی جب مہوش پڑھا تو اظہر بھائی کی بات یاد آگئی کہ نئی فیملی آئی ہے اس لڑکی کا نام مہوش ہے۔

اس طرح میں نے اظہر بھائی کو سب کچھ بتا دیا وہ ناراض ہو گیا کہ مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ میں نے اپنی قسم دی تو مان گیا میں نے کہا۔

اظہر بھائی مہوش مجھ سے ناراض ہے

اس نے کہا میں کچھ کرتا ہوں

اس نے اپنی ایک دوست کے ذریعے ہماری صلح کروائی اسی طرح دن بہت اچھے گزر رہے تھے۔ اسی طرح جب مل میں داخل ہوں تو سڑک کے بائیں طرف مل کے کھاتے وغیرہ تھے جہاں ورکرز کام کرتے تھے وہ سڑک آگے جاتی تھی وہاں ورکرز کے کوارٹرز تھے وہاں کے دو ایکڑ فاصلہ چھوڑ کر مل کے فیملی کوارٹرز تھے اس کے آگے ایک خوبصورت پارک تھا اور پارک کے آگے آفیسرز کی کالونی تھی۔

اس طرح شام کو تمام فیملیز عورتیں اس پارک میں سیر و تفریح کے لیے آجاتیں میں بھی پارک میں جاتا اس طرح مہوش سے ملاقات ہو جاتی تھی۔

وہ اپنی ایک دوست کے ساتھ میرے پاس آکر بیٹھ جاتی تھی دن خوشیوں میں گزر رہے تھے میں اتنا خوش تھا کہ جیسے مجھے قارون کا خزانہ مل گیا ہو مجھے سال ہو گیا تھا گھر سے آئے ہوئے ابھی تک واپس نہیں گیا تھا اب ابو کی روز روز کی کالیں بڑھتی گئیں کہ بیٹا آکر مل جاؤ۔ لیکن میں مہوش سے ایک منٹ کے لیے بھی دور نہیں جانا چاہتا تھا میں نے مہوش سے بات کی تو مہوش نے کہا۔

پلیز سنی مجھے چھوڑ کر مت جاؤ میں آپ کے بنا نہیں رہ سکتی

میں نے سمجھایا کہ صرف تین دن کی بات ہے میری مجبوری ہے

وہ بڑی مشکل سے مانی صبح میں نے گھر جانا تھا جب کوارٹر سے نکلا تو وہ بھی چھت پر کھڑی تھی۔ میں نے بھی روتے ہوئے سفر کیا گھر گیا تو تین دن ایسے بن گئے جیسے تین سال ہوں خدا خدا کر کے تین دن گزارے اور آج میں بہت خوش تھا کہ میں واپس جا رہا تھا مل میں گیا اب جلدی تھی کہ مہوش کو دیکھوں اور شام کو وہ پارک میں آئی تو میں نے سلام بلایا اس نے جواب دیا مجھے محسوس ہوا کہ مہوش کچھ چھپا رہی ہے۔ میں نے اس بات کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگی۔

سنی ایسی کوئی بات نہیں

میں بھی چپ ہو گیا دوسرے دن ہم کرکٹ کھیل رہے تھے کہ میرے دوست اظہر نے کہا سنی ایک سائیڈ پر ہو کر میری بات سنو میں اس کے ساتھ گراؤنڈ سے باہر آگیا۔

اس نے کہا کہ سنی میں آپ کو بھائی کہتا ہوں اس لیے میں آپ سے کوئی بات بھی نہیں چھپانا چاہتا آپ کے جانے کے بعد میں نے دیکھا کہ مہوش ایک لڑکے سے بات کر رہی تھی مجھے دیکھ کر وہ گھر چلی گئی شام کو میں اس لڑکے سے ملا تو اس نے کہا کہ میں اور مہوش ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے ہیں۔

مجھے اظہر کی بات پر یقین نہ آیا تو میں نے کہا آپ مذاق کر رہے ہو

اس نے کہا۔ سنی نہیں مجھ پر یقین کرو میں سچ کہہ رہا ہوں اگر یقین نہ آئے تو شام کو چل کر دیکھ لینا میں نے کہا ٹھیک ہے

شام کو میں کوارٹر میں دکھی گانے سن رہا تھا کہ اظہر کی کال آگئی تب چھ بجکر پینتالیس منٹ ہوئے تھے۔ اس نے کہا۔

سنی بھائی جلدی سے فیملی کوارٹر کی گلی میں دیکھو مہوش اس لڑکے سے باتیں کر رہی ہے میں وہاں گیا تو مہوش اس لڑکے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر پیار محبت کی باتیں کر رہی تھی کہ میں رات کو اپنے امی ابو کو گولیاں دے دوں گی تم گیارہ بجے آجانا اس وقت

میں سامنے گیا تو اس کے رنگ اڑ گئے اور صرف اتنا کہا کہ سنی تم اور گھر چلی گئی۔

میری تو دنیا ہی اجڑ چکی تھی سوچا بھی نہ تھا کہ مہوش اس طرح مجھے چھوڑ دے گی میں لرزتے قدموں کے ساتھ کوارٹر میں بڑی مشکل سے پہنچا۔

وہ مجھ سے جدا ہوا کچھ اس طرح سے عامر
جیسے ٹہنی سے پھول اور امبر سے تارے

ساری رات مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ کسی نے میرے اوپر بہت زیادہ وزن رکھ دیا ہو آخر مہوش تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا کیا یہی تھا تیرا پیار جو پل میں بکھر گیا تھا تم نے تو بہت وعدے کئے تھے ساتھ جینے مرنے کے اب میں نے آخری فیصلہ کر لیا تھا کہ ہمیشہ کے لیے اس مل کو چھوڑ کر چلا جاؤں گا تا کہ کبھی پھر سے مہوش کو نہ دیکھ سکوں اگر وہ اپنی دنیا میں خوش ہے تو میں اسے خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔اب میں ایک بار مہوش سے ملنا چاہتا تھا صرف آخری بار اگلے دن میں نے اظہر سے کہا۔

اظہر بھائی میں مہوش سے آخری بار ملنا چاہتا ہوں پلیز ایک بار مجھے اس سے ملوا دو

اس نے کہا ٹھیک ہے شام کو ملوا دوں گا

اس طرح اظہر کی دوست مہوش کو لے کر شام کو پارک میں آ گئی مہوش کو دیکھ کر میری آنکھوں نے اپنا ضبط چھوڑ دیا تھا میں نے مہوش سے کہا۔

تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا تھا۔

اس نے کہا سنی مجھے تم سے پیار نہیں تھا اس لیے جب میں نے تمہارا خون سے لکھا لیٹر دیکھا تو میں نے ناٹک کیا تھا کہ کہیں تم کچھ کر نہ لو اس لیے سنی اگر ہو سکے تو پلیز مجھے بھول جانا جس لڑکے کو تم نے دیکھا تھا میں اس سے بہت پیار کرتی ہوں۔

یہ کہہ کر وہ چلی گئی مہوش تم نے بڑی آسانی سے کہہ دیا کہ میں نے ناٹک کیا تھا مہوش تیرے اس ناٹک نے میری زندگی چھین لی ہے میں نے شام کو مل سے حساب لیا اور ہمیشہ کے لیے مل چھوڑ دی راستے میں آتے ہوئے میں نے سوچا کہ ایسی زندگی کو کیا کرنا ہے اس کے ہمیشہ کے لیے ہی ختم کر دوں پھر میں گاؤں رہنے لگا تھا۔

سارا دن کھیتوں میں جا کر روتے رہنا اب مجھے محبت نام سے نفرت ہو گئی تھی اس طرح گاؤں میں ہمارے رشتہ دار رہتے تھے میرے ابو کا ان کے گھر آنا جانا تھا۔

میں بھی ابو کے ساتھ ان کے گھر جاتا وہ گھر میں کل تین افراد تھے میاں بیوی ایک ان کی بیٹی ان کی بیٹی کا نام کنول تھا میرا کافی مذاق شروع ہو گیا مذاق مذاق میں پتہ ہی نہ چلا کہ مجھے کیا ہو جاتا میں رو پڑتا وہ مجھ سے پوچھتی۔

سنی تمہیں کیا ہو جاتا ہے کہ تم اچانک رو پڑتے ہو اور اداس ہو جاتے ہو۔

میں اکثر کنول کو ٹال دیتا ایک دن میں ان کے گھر گیا تو اس کے امی ابو کھیت میں گئے ہوئے تھے کنول گھر میں اکیلی تھی میں واپس آنے لگا تو اس نے کہا سنی آ جاؤ

میں اس کے سامنے والی چارپائی پر بیٹھ گیا تھا۔باتوں باتوں میں اس نے کہا

سنی ایک بات پوچھوں

میں نے کہا ہاں پوچھو

اس نے کہا پہلے وعدہ کرو بتاؤ گے

میں نے کہا اگر بتانے والی بات ہوئی تو ضرور بتاؤں گا

اس نے کہا کہ سنی تم اتنے اداس کیوں رہتے ہو کیا کسی سے محبت کرتے ہو

میں نے کہا پلیز کنول یہ باتیں نہ پوچھو ورنہ پھر سے میرے زخم تازہ ہو جائیں گے۔

اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پہ رکھا اور کہا اگر مجھے اپنی دوست سمجھتے ہو تو پلیز بتاؤ میں آپ

کو اس طرح دکھی نہیں دیکھ سکتی جب میں نے اس کی ہمدردی دیکھی تو میں نے کہا

اگر سننا چاہتی ہو تو سنو۔

اک پھول سے بہت محبت تھی مجھے عامر وہ ٹہنی سے ٹوٹ گیا میرا دل بھی مجھ سے روٹھ گیا

پھر میں نے اس کو ساری کہانی تفصیل سے سنا دی کہ اس طرح اس نے میری خوشیوں پہ وار کیا ہے یہ سن کر کنول بھی اداس ہو گئی کہ مہوش نے آپ کے ساتھ اچھا نہیں کیا یہ کہہ کر میں خاموشی سے اٹھ کر گھر چلا آیا کہ تنہائی میں بیٹھ کر اپنی زندگی اور دکھوں کا ماتم کر سکوں۔

کھیتوں میں جا کر میں بہت رویا میں اگلے دن کنول کے گھر گیا تو کنول نے کہا۔

سنی میں نے ساری رات تمہارے بارے میں سوچا ہے مجھے بھی تمہارے دکھوں پر بہت رونا آیا میں آپ کو خوشیاں دینا چاہتی ہوں آپ کے زخموں پر مرہم لگانا چاہتی ہوں۔

میں نے کہا کہ کنول رہنے دو سب یہاں زخم دیتے ہیں مرہم لگانے والا کوئی نہیں ہے یہاں خوشیاں دینے والا کوئی نہیں ہے سب خوشیاں چھیننے والے ہی ہیں۔

اس نے کہا نہیں سنی دیکھ لینا میں لڑکیوں جیسی نہیں ہوں میں نے صرف آپ کو چاہا ہے آج تک کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا پلیز اگر تم نے میری محبت قبول نہ کی تو میں ہمیشہ کے لیے موت سے محبت کر لوں گی پلیز میرے بارے میں سوچنا۔

گھر جا کر میں نے ساری رات کنول کے بارے میں سوچا دل نے کہا کہ رہنے دو اب مجھ میں اور ہمت نہیں رہی غم سہنے کی مگر دماغ نے کہا کہ ہو سکتا ہے یہی زخموں پر مرہم لگا دے پھر رات بھر سوچنے کے بعد دل نے فیصلہ کیا کہ شاید یہ سچی محبت کرتی ہو ہر انسان ایک جیسا نہیں ہوتا۔ میں دوسرے دن کنول کے گھر گیا تو اس نے پوچھا۔

سنی کیا سوچا میرے بارے میں

میں نے کہا دیکھو کنول میں پہلے ہی بہت ٹوٹ چکا ہوں اب مجھ میں ہمت نہیں ہے دکھ سہنے کی

اس نے کہا پلیز سنی میرا یقین کرو مجھ بھروسہ کرو

اس طرح میں نے بھروسہ کر کے ہاں کہہ دی کنول بہت اچھی تھی اس نے میرا بہت خیال رکھا اب میرے پہلے والے زخم کچھ مدھم ہونے شروع ہو گئے تھے اس کے باوجود بھی میں مہوش کو بھول نہ پایا۔

پھر آہستہ آہستہ کنول میری زندگی کا حصہ بنتی گئی میں بہت خوش تھا پھر ایک دن کنول کے گھر میں ایک بچہ جا رہا تھا اس کے ہاتھ میں کچھ تھا میں نے لینا چاہی تو اس نے نہ دی میں نے دس روپے اسے دیئے تو اس نے وہ چیز مجھے دے دی میں نے دیکھا تو ایک رومال تھا اور اس میں ایک تہہ شدہ کاغذ تھا۔ میں نے کھول کر دیکھا تو مجھے کنول پر بہت غصہ آیا میں نے جا کر پوچھا تو اس نے کہا

سنی ایسا سوچنا بھی مت تمہاری کنول ہے اور تمہاری ہی رہے گی کسی اور کی نہیں ہو سکتی اور پھر ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ کسی نے لکھا ہو اور مجھ تک نہیں پہنچا اگر مجھ تک پہنچ جاتا تو دیکھنا میں کیا حال کرتی اس کا مجھے کنول کی باتوں پر یقین آ گیا میں اپنی جان سے بھی زیادہ اس پر اعتبار کرتا تھا۔

میں نے کہا کہ کنول مجھے خود سے بھی زیادہ تم پر اعتبار ہے پھر ایک دن ایسا ہوا صبح ہی صبح مجھے ابو نے جگا دیا کہ جلدی کرو کھیت چلیں چارا کاٹ کر لانا ہے آج پانی کی باری ہے پھر کھیتوں میں پانی میں سے چارا کاٹنا مشکل ہو جائے گا میں نے ناشتہ کیا اور بیل گاڑی لی اور کھیتوں کی طرف جانے لگا

میں اس سڑک پر تھا جو کہ سکول کی طرف جاتی تھی میں جا رہا تھا کہ دیکھا تو کنول ایک سجاد نامی لڑکے سے کچھ لے رہی تھی اس نے جیب کچھ دیا تو کنول کا ہاتھ پکڑ لیا اور کنول مسکرا رہی تھی اور ہاتھ چھڑانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

میں نے دیکھا اور آگے چلا گیا مجھ سے برداشت نہ ہو رہا تھا آج دوسری بار پھر کسی نے میرا دل ایک پھول کی طرح مسل ڈالا تھا شام کو میں نے کنول سے پوچھا تو اس نے کہا

سنی میں آپ کو دوست سمجھتی ہوں اور سجاد میرا پیار ہے

میں نے کہا کہ پھر کیوں مجھے حسین خواب دکھائے۔

اس نے کہا میں آپ کو دکھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔

میں نے کہا جو آپ کی وجہ سے جو دکھ ملے ہیں وہ شاید کبھی جینے نہ دیں میں گھر آ گیا اور ایک ہی فیصلہ کیا کہ میں اس زندگی کو ختم کروں گا میں نے چپ چاپ گھر سے سپرے لی اور کھیتوں میں آ گیا اور چھپ کر پینے لگا تھا کہ میرا چاچو نجانے کہاں سے نکل آیا اس نے میرے منہ سے سپرے ہٹائی اور مجھے دو تھپڑ مارے اور کہا کہ تم کیوں اپنی زندگی کو ختم کرنا چاہتے ہو میں نے روتے ہوئے اپنے چاچو کو ساری بات بتا دی۔

اس نے کہا کہ اسطرح دکھوں کا ہاتھ پکڑ کر ہی چلنا تو زندگی ہے اس طرح بزدلی کرتے ہو جس نے تمہیں یہ راستہ دکھایا اس کو بتا دو کہ تم اس کے بنا جی سکتے ہو اگر تم اس طرح زندگی کو ختم کر دو گے تو تمہارے ابو کا کیا ہو گا چاچو کی ساری باتیں میں نے دماغ میں بٹھا لیں اور اب سوچتا ہوں کہ کیوں میں نے محبت کی عامر بھائی جب بھی مجھے مہوش اور کنول کی یاد آتی ہے تو دل خون کے آنسو روتا ہے یہ کہہ کر سنی زاروقطار رونے لگا۔

یہ تھی سنی سٹوری کیسی لگی لازمی بتانا زخم بہت بری بیماری ہے اگر زخم پر اور زخم لگ جائے تو وہی زخم جان لیوا بن جاتے ہیں۔

آخر کیاں کرتے ہیں لوگ ایسا مخلص دل لگی کے لیے کسی کی زندگی سے کھیل جاتے ہیں یہ بھی نہیں سوچتے کہ ان کے پہلو میں بھی ایک دل ہوتا ہے اگر کوئی اسے بھی بے رحمی سے پاؤں تلے روند ڈالے تو کیا گزرتی ہے کسی کا دل توڑنے سے پہلے ایک بار ضرور سوچنا اب اس غزل کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ اللہ حافظ۔

ہم تو ہیں شاعر لوگ
ہم سے کوئی غزل کوئی شعر کوئی افسانہ سن لو
کس طرح بے دردی سے ٹوٹا میرے دل کا آشیانہ
زخم پھر سے ہو گئے ہیں تازہ آ گئی ہے تیری یاد
جو مجھ سے سنا کرتی تھی آج وہ شعر پرانہ سن لو
سوچتا ہوں اپنی غزل کا نام رکھ لوں تیرا نام
پھر سوچتا ہوں تیرا نام میرے منہ سے کوئی دشمن نہ سن لے
اپنی اس غزل میں کیا ہے ذکر تیری بے وفائی کا
تو نے کس طرح مجھے چھوڑا اپنا بہانہ سن لو
تو نے تو کیا تھا میری آنکھوں پر آنکھوں سے وار
آنکھوں کا کہاں جا کر لگا نشانہ سن لو
سوچتا ہوں تیرے نام پہ غزل مکمل کر دوں
تیرے لیے عامر نے دیا اپنی جان کا نذرانہ سن لو

غزل

تم موسم موسم لگتے ہو
جو پل پل رنگ بدلتے ہو
تم ساون ساون لگتے ہو
جو صدیوں بعد برستے ہو
تم سپنا سپنا لگتے ہو
جو مجھ کو کم کم دکھتے ہو
بات تو ہے شرمیلی سی
پر کہنے کو دل چاہتا ہے
لو آج یہ تم کو کہہ ڈالا
تم اپنے اپنے لگتے ہو

☆ ---- بلقیس خان عرف بلو

میری آخری محبت

تحریر۔ مقصود احمد بلوچ۔ خانیوال۔ 0334.0321464

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین جس کو چاہیں وہ مل جائے تو دنیا کی ہر خوشی مل جاتی ہے اور اس کا خوشی کا کوئی بھی خوشی مقابلہ نہیں کر سکتی وہ خوشی دنیا کی ہر خوشی سے بڑھ کر ہوتی ہے ایسی ہی یہ کہانی ہے کہ مقصود نے جس کے خواب دیکھے جس کو چاہا جس سے پیار کیا اس کو حاصل کر کے وہ کتنا خوش نصیب ہے جو اپنے پیار کے ساتھ زندگی گزار رہا ہے امید ہے آپ سب کو پسند آئے گی میں نے اس کہانی کا نام ۔ میری آخری محبت رکھا ہے۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

سرسوں کے پیلے پھولوں پر
شبنم کے قطرے گرنے لگے
سورج کے چہرے کی لالی
پھر سیر کو باغ میں آتی ہے
اک سرد ہوا کے جھونکے نے
کوئی سویا درد جگایا ہے
اب لوٹ بھی آؤ پردیسی
پھر موسم پیار کا آیا ہے

کون کہتا ہے کہ محبت نہیں ملتی محبت ملتی ہے لیکن اگر محبت سچی ہو اور انسان کے ارادے بھی سچے ہوں میں نے جواب عرض میں بہت سی کہانیاں پڑھی ہیں مگر کسی رائٹر نے یہ نہیں لکھا کہ مجھے محبت ملی آخر میں اس کی محبوبہ یا تو مر جاتی ہے یا پھر اس سے بے وفائی ہو جاتی ہے
قارئین جو کہانی میں آپ کو سنانے جا رہا ہوں یہ بالکل سچی کہانی ہے اور آپ کو پڑھ کر مزا آئے گا یہ آج بھی مجھے اچھی طرح معلوم ہے 2014 میں میری گھر سے روانگی ہوئی میں کراچی جا رہا تھا رات کے تقریبا سات بجے ہوں گے جب میں خانیوال اسٹیشن پر پہنچ گیا تھا میری پہلے سے ٹکٹ بک نہیں تھی میں بڑا پریشان تھا اور ریلوے اسٹیشن پر چکر لگا رہا تھا اور ٹرین کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔
آخر کار انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں مجھے دور سے ٹرین آتی ہوئی دکھائی دی میں نے اپنا بیگ کندھے پر لٹکایا کوئی پانچ منٹ کے بعد ٹرین پلیٹ فارم پر آ کر رکی کیوں کہ خانیوال جو بھی ٹرین رکتی ہے وہ آدھا گھنٹہ رکتی ہے ٹرین میں سے ایک سفید وردی والا گارڈ اترا اور سب لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے میں بھی جا کر اس کے پاس کھڑا ہو گیا اس سے مخاطب ہو کر میں نے کہا۔
سر میں نے کراچی جانا ہے مجھے بھی ایک برتھ دے دو اس وقت گارڈ نے مجھ سے ایک سو کا نوٹ لیا اور مجھے برتھ دے دیا میں ٹرین کے ڈبے کراس کر کے آخر کار وہاں پہنچ گیا جہاں میرا برتھ

تھا میں نے اپنا بیگ سیٹ کے نیچے رکھا۔ جب میں نے نظر دوڑائی تو میرے برتھ پر ایک لڑکی سو رہی تھی میں نے سوچا کہ اسے نہیں جگاتا جب اس کی آنکھ کھلے گی تو اسے بتاؤں گا میڈم یہ میرا برتھ ہے ٹرین اپنا ٹائم پورا کر خانیوال اسٹیشن کو چھوڑ رہی تھی میں بھی ٹرین کے اندر ادھر اُدھر گھوم رہا تھا اس لڑکی کے انتظار میں تھا کہ میں اسے کیا کہوں کہ یہ میرا برتھ ہے میں جب بھی اپنے بک کئے ہوئے برتھ کے پاس جاتا تو اس لڑکی کو دیکھ کر آگے چلا جاتا میرا مطلب یہ تھا کہ اس لڑکی کی نیند خراب نہ ہو خود ہی جاگ جائے گی اور میں اس سے مخاطب ہو کر اپنے برتھ پر لیٹ جاؤں گا۔

ٹرین چھکا چھک اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی میں نے اپنی گھڑی پر نظر دوڑائی تو اس وقت رات کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے آخر کار میں اس کے پاس گیا ابھی میں اس کے قریب گیا ہی تھا کہ اس نے کروٹ بدلی اور اس کی آنکھ کھل گئی آنکھ کھلتے ہی اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔

جناب ٹائم کیا ہوا ہے۔

میں نے اسے ٹائم بتایا اور ساتھ ہی کہا۔

اگر آپ برا محسوس نہ کریں تو جس برتھ پر آپ لیٹی ہیں یہ برتھ میرا ہے۔

میری یہ بات سنتے ہی وہ لڑکی کھڑی ہوئی اور نیچے اترتے ہی مجھ سے سوری کی میں نے کہا۔

کوئی بات نہیں۔

اس وقت میں اپنے برتھ پر لیٹ گیا اور اس لڑکی کو دیکھنے لگا اور سوچنے لگا کہ یہ لڑکی کہاں جائے گی لیکن تھوڑی ہی دیر بعد وہ لڑکی مجھے سامنے والے برتھ پر نظر آئی اس برتھ پر ایک بچہ بھی سو رہا تھا اور ساتھ ہی وہ لڑکی بھی لیٹ گئی میں نے بھی سیٹ کے نیچے سے اپنا بیگ نکالا اور سر کے نیچے رکھ کر سونے کی کوشش کرنے لگا تھا میں تقریباً کوئی دو گھنٹے اپنے برتھ پر لیٹا رہا مگر مجھے نیند نہیں آ رہی تھی میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور سگریٹ لگا لیا میں سگریٹ کے کش لگا رہا تھا کہ اچانک میری نظر اس لڑکی پر پڑی جو میری طرف دیکھ رہی تھی میں اس خیال میں کھویا ہوا تھا کہ یہ لڑکی شادی شدہ ہے یا کنواری اگر یہ شادی شدہ نہیں تو یہ بچہ کس کا ہے جس کے پاس لیٹی ہوئی ہے پھر کچھ اس طرح کے سوال میرے ذہن میں جنم لے رہے تھے میں اس کے خیالوں میں کھویا ہوا تھا کہ نیچے بیٹھی ایک عورت نے اس کو آواز دی۔

شگفتہ اگر اختر جاگ گیا ہے تو مجھے دے دو۔

وہ عورت اسے کے نیچے والے برتھ پر بیٹھی تھی اس کے ساتھ اس کا شوہر بھی تھا ابھی میں یہ دیکھ ہی رہا تھا کہ کتنے لوگ ہیں اور کہاں جانا ہے اتنے میں وہ عورت اور اس کا شوہر باتھ روم کی طرف چلے گئے جب اس نے دیکھا کہ وہ دونوں باتھ روم گئے ہیں تو موقع دیکھ کر مجھ سے مخاطب ہوئی۔

ہیلو سنو۔

میں نے کہا جی۔

وہ مجھے کہنے لگی آپ نے کہا جانا ہے۔

میں نے کہا کہ کراچی۔

آپ کراچی میں رہتے ہیں۔

جی،

آپ کا گھر کراچی میں ہے۔

نہیں میں وہاں کام کرتا ہوں پھر میں نے پوچھا آپ کہاں جا رہی ہو اور آپ کے ساتھ یہ لوگ کون ہیں اور آپ کا نام کیا ہے میں نے ایک ہی بار اتنے سارے سوال کر ڈالے تھے تو اس نے بتایا۔

ہم لوگ لاہور سے آ رہے ہیں اور کراچی

جاتا ہے ہم لوگ لاہور کسی شادی میں گئے تھے اور کراچی میں ہمارا گھر ہے۔

ابھی ہم یہ ہی باتیں کر پائے تھے کہ اتنے میں اس کا بھائی اور بھابی آگئے ہم بس یہ ہی باتیں کر پائے تھے کہ ایک دوسرے کے لیے اتنا تو جان لیا تھا وہ اپنے بھائی کو دیکھ کر چپ ہو گئی۔

ٹرین ابھی محو سفر چلا رہی تھی کراچی آنے میں ابھی کوئی دو گھنٹے کا سفر تھا ابھی میں اس کوشش میں تھا کہ شگفتہ سے کہوں کہ اپنا فون نمبر مجھے دے دو میں اس کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارے کر رہا تھا کہ وہ کسی طرح اپنا نمبر مجھے دے مگر ایسا نہ ہو سکا میں نے بہت کوشش کی مگر شگفتہ کا نمبر مجھے نہ مل سکا
۔

آخر کار ٹرین کراچی کینٹ اسٹیشن پر پہنچ گئی سب لوگ اپنا اپنا سامان اٹھائے نیچے اتر رہے تھے شگفتہ اور اس کا بھائی اور بھابی بھی اپنا سامان لے کر نیچے اتر گئے شگفتہ بار بار مجھے دیکھ رہی تھی۔

وہ بھی اس کوشش میں تھی کسی طرح اپنا موبائل نمبر دے کراچی کینٹ اسٹیشن پر لوگوں کا ہجوم تھا اور شگفتہ آہستہ آہستہ اس ہجوم میں گھس گئی میں پلیٹ فارم پر کھڑا اسے دیکھ رہا تھا اور وہ بھی مجھ سے نظریں چھپائے مجھے دیکھ رہی تھی اور بائے بائے کر رہی تھی میں بھی ہاتھ ہلا کر اسے الوداع کہہ رہا تھا وہ بھی لوگوں کی بھیڑ میں گم ہو گئی۔

آنکھوں میں چھپ گیا ہے تقدیر کا اندھیرا
گرتا ہے جو بھی آنسو لیتا ہے نام تیرا

میں ریلوے اسٹیشن پر کھڑا ایک ساکن بت تھا جیسے میرے جسم میں سانس نام کی کوئی چیز ہی نہ ہو شگفتہ بہت ہی خوب صورت اور سمارٹ جسم اور موٹی موٹی آنکھوں والی لڑکی تھی۔

ابھی میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ مجھے اس سے محبت ہو گئی تھی لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ شگفتہ نے میرے ساتھ بارہ چودہ گھنٹے کا سفر کیا تھا اور اس نے میرے ذہن میں ایک ہلچل پیدا کر دی تھی۔

آخر کار میں تھکے ہوئے قدموں کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کینٹ اسٹیشن سے باہر آیا اور مجھے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ میں اب کہاں جاؤں اور کیا کروں ایک لمحہ کے لیے میں سوچ میں پڑ گیا۔

آخر کار میں نے ایک رکشہ لیا اور جس جگہ میں کام کرتا تھا وہاں چلا گیا۔ وہاں پر میں نے کرایے پر مکان لیا ہوا تھا وہاں پہنچ گیا۔ غسل وغیرہ کیا اور اس کے بعد ٹی وی آن کیا اور بیٹھ گیا۔ سفر کرنے کی وجہ سے کافی تھکاوٹ ہو چکی تھی ۔ٹی وی اسی طرح آن ہی تھا کہ مجھے نیند آگئی۔

میری آنکھ کھلی تو رات کے تین بج رہے تھے جب میں نے دیکھا تو ٹی وی آن تھا اس کو بند کیا اور پھر سو گیا جب دوبارہ صبح میری آنکھ کھلی تو میں نے کلاک کی طرف نظر گھمائی تو صبح کے دس بج رہے تھے جلدی جلدی منہ ہاتھ دھویا اور کام پر جانے کے لیے تیار ہو گیا۔

ناشتہ وغیرہ وہاں پر میں کرتا تھا جب میں فیکٹری میں گیا تو وہاں پر مجھے میرے دوست ملنے کے لیے آگئے انہوں نے میری خیر عافیت معلوم کی اس کے بعد ہر کوئی اپنے اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور میں اپنے آفس میں چلا گیا۔

وہاں آفس میں بھی سارا دن شگفتہ کی یاد نے مجھے چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ مجھے اس چیز کی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اچانک میری زندگی میں کوئی ایسی لڑکی آئے گی جو میرے دل میں اتر جائے گی مجھے رہ رہ کر اس بات کا پچھتاوا رہتا کہ کاش وہ مجھے اپنا موبائل نمبر دے دیتی یا اس دن اس کے گھر کا ایڈریس معلوم ہو جاتا۔ بس اسی سوچوں میں گم سم رہتا اور ہر وقت شگفتہ کی یادوں میں ڈوبا رہتا۔

اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ کاش ایک دفعہ مجھے پھر شگفتہ مل جائے۔

اسی طرح وقت اپنی محور فتار میں چلتا رہا۔ شگفتہ سے بچھڑے ہوئے مجھے کچھ تین ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا معمول کے مطابق جب میں اپنی فیکٹری میں گیا تو وہاں بڑا پریشان حال بیٹھا ہوا تھا وہاں پر میرا ایک دوست محمد تنویر میرے پاس آیا اور مجھ سے پوچھا۔

مقصود میرے دوست مجھے یہ بتاؤ میں بڑے دنوں سے تمہیں دیکھ رہا ہوں تم پریشان اور الجھے الجھے ہوئے ہوں کیا بات ہے گھر میں تو سب خیریت ہے ناں۔

میں نے تنویر کو کافی حد تک ٹالنے کی کوشش کی لیکن تنویر بہت ضدی تھا وہ اپنی ضد پر قائم رہا۔ اس نے کہا۔

دیکھو مقصود میں آپ کا ایک اچھا دوست اور ایک اچھا ہم راز بھی ہوں پلیز بتا دو کیا بات ہے پھر میں نے ساری بات تنویر کو بتا دی۔

جس وقت میں یہ ساری باتیں تنویر کو بتا رہا تھا اس وقت میری آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس نے مجھے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

مقصود میرے دوست تم پریشان نہ ہوں اگر شگفتہ کو بھی تم سے لگن ہوئی تو ہو ضرور ایک دن تمہیں ملے گی۔

خیر تنویر تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد چلا گیا میں نے بھی آفس بند کیا اور اپنے کوارٹر میں چلا گیا خیر میں نے آتے ہی ڈیک آن کیا اور مہندی حسن کا گانا لگایا گانا کچھ یوں تھا۔

روز کہتا ہوں بھول جاؤں تجھے
روز یہ بات بھول جاتا ہوں
تیری چاہت میں رات کٹتی تھی
دن تیری یاد میں گزرتا تھا
تو کسی اور کی امانت تھی
میں تجھے پھر بھی پیار کرتا ہوں
کل جلائی تھی پیار کی شمعیں
آج میں اپنا دل جلاتا ہوں
جس میں تیرے سوا نہیں کوئی
آج اس دل کو توڑ جاؤں گا
میں آج کی رات کا مسافر ہوں
کل تیرا شہر چھوڑ جاؤں گا
روز کہتا ہوں بھول جاؤں تجھے
روز یہ بات بھول جاتا ہوں

گانا ڈیک پر چل رہا تھا اور میری آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے سمجھ میں نہیں آ رہی تھی میں کیا کروں اور اسے کہاں سے تلاش کروں ہر وقت شگفتہ کے بارے میں سوچتا رہتا تھا وہ کیسی ہوگی کس حال میں ہوگی پتہ نہیں وہ مجھے یاد بھی کرتی ہوگی یا نہیں۔ بس اسی کی سوچوں میں گم سم رہتا کبھی کبھی تقدیر بھی انسان کے ساتھ کیسے کیسے کھیل کھیلتی ہے میں۔

ابھی انہی سوچوں میں گم تھا کہ اچانک میرے موبائل کی بل بجی جب میں نے دیکھا تو کوئی رانگ نمبر تھا خیر میں نے او کے کیا تو ایک لڑکی کی آواز آئی

جی آپ عامر بات کر رہے ہو۔

میں نے کہا جی نہیں میں مقصود بات کر رہا ہوں آپ کا رانگ نمبر لگ گیا ہے۔

آگے سے اس نے سوری کر دی اور کال ڈراپ ہوگئی میں ان سوچوں میں پڑ گیا کہ یہ کون ہوسکتی ہے میں اس کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ دوبارہ پھر اسی نمبر سے کال آئی میں نے کال او کے کی اور دوبارہ پھر اس نے یہی کہا۔

آپ عامر بات کر رہے ہو۔

میں نے کہا دیکھیں میڈم آپ مجھے تنگ نہ

کریں میں عامر نہیں ہوں میں مقصود ہوں اور آپ کا رانگ نمبر ہے۔

اس نے کہا کہ مجھ سے دوستی کرو گے۔

میں نے کہا میں آپ کو جانتا تک نہیں ہوں اور مجھ سے دوستی کیوں کرنا چاہتی ہو۔

آگے سے اس نے بتایا کہ میرا نام سعدیہ ہے اور میں فیصل آباد سے بات کر رہی ہوں۔

میں نے کہا سوری مجھے کوئی دوستی نہیں کرنی ہے ساتھ میں نے کال کاٹ دی۔

اسی طرح وقت گزرتا رہا اور اس رانگ نمبر سے بھی کبھی مسیج آنا شروع ہو جاتے اور کبھی وہ مجھے کال کر لیتی میں تو پہلے ہی ایک ٹوٹا ہوا انسان تھا دوسرا اس رانگ نمبر نے مجھے تنگ کرنا شروع کر دیا تھا۔

ایک دن وہ مجھ سے بات کر رہی تھی تو اس نے پوچھا۔

مقصود صاحب آپ مجھ سے دوستی کیوں نہیں کرتے ہو کیا وجہ ہے کیا آپ کسی اور سے دوستی کرتے ہو تو۔ اس وقت میں نے اسے بتایا۔

ہاں میں کسی اور سے محبت کرتا ہوں اور پلیز آپ مجھے تنگ نہ کیا کرو۔

اس نے کہا کہ اس لڑکی کا نام کیا ہے

میں نے کہا کہ آپ یہ سب مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو کیا آپ اسے جانتی ہو

اس نے کہا نہیں

میں نے کہا تو پھر کیوں میرا ٹائم بھی ضائع کر رہی ہو اور اپنا بھی پلیز مجھے آئندہ کال نہ کرنا۔

میں اپنے آفس میں ہوتا تو اس کے ایس ایم ایس اور کالیں میں اس رونگ نمبر والی سعدیہ سے بہت تنگ ہو گیا تھا خیر معمول کے مطابق میں فیکٹری میں گیا اور میں نے اپنا موبائل چارجر پہ لگا دیا اور خود مزدوروں کا کام چیک کرنے چلا گیا۔

کیوں کہ میں اس فیکٹری میں منشی کا کام کرتا تھا میں تقریبا ایک گھنٹے کے بعد واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ چارجر اسی طرح لگی ہوئی تھی اور موبائل کسی نے چوری کر لیا تھا میں نے دائیں بائیں سب سے پوچھا مگر مجھے موبائل نہیں ملا۔ مجھے موبائل چوری ہونے کا دکھ نہیں تھا جتنا دکھ مجھے اس سم میں میرے دوستوں کے نمبر جانے کا تھا۔

خیر جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا اس کے بعد میں نے دوسرا موبائل خریدا اور میرے پاس ایک اور سم تھی میں نے وہ آن کی نجانے قسمت میرے ساتھ کیا کیا کھیل کھیل رہی تھی ابھی سم تبدیل کرنے کے بعد پھر اس رانگ نمبر سے کال نہ آئی اسی طرح وقت گزرتا گیا اور میں شگفتہ کی یاد میں تڑپتا رہا اور اپنے دوستوں سے بھی الجھا الجھا رہتا مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کروں مجھے گھر سے آئے ہوئے پانچ ماہ ہو گئے تھے۔

اسی دوران عید آ گئی اور عید میں ابھی ایک ہفتہ رہتا تھا سب لوگوں کو چھٹیاں ملیں اور میں نے بھیج دیا اسی دوران میں نے فیکٹری کے مالک سے بات کی اور اس سے کہا۔

میں نے بھی گھر جانا ہے۔

اس نے کہا کہ مقصود ایسا کرو کہ تم یہاں پہ ہی عید کرو جب باقی لوگ آ جائیں گے تب میں تمہیں چھٹی دوں گا۔

میں نے یہ بات نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے صاحب سے ہاں کر دی میں نے کہا۔

ٹھیک ہے سر جیسے آپ کی مرضی اب فیکٹری میں میں اور ایک دوسرا دوست تنویر ہی رہ گئے تھے اور باقی سب لوگ عید کی چھٹی پہ گھر جا چکے تھے۔

آخر وہ دن بھی آ گیا جس دن عید تھی سب لوگ اچھے اچھے کپڑے پہن کر عید کی نماز پڑھنے جا رہے تھے سب لوگ بہت ہی خوش نظر آ رہے تھے

ایک میں ہی تھا جو اپنے ارمانوں کا ماتم کر رہا تھا اس دن نہ میں نے کوئی اچھے کپڑے پہنے بس سارا دن اپنے کوارٹر میں ہی رہا تھا اور مہندی حسن کے غمگین گانے سنتا رہا مجھے اس دن ایک شعر یاد آیا جو میں قارئین کی نظر کرنا چاہتا ہوں۔

دستور سے دنیا کا مگر تم ہی بتاؤ
ہم کس سے ملیں کس سے کہیں عید مبارک
اپنا روکسی طور کٹ جائے گا یہ دن
آج تم جس سے ملوا سے ہی ہو عید مبارک

خیر عید کا دن بھی روتے ہوئے کٹ ہی گیا ایک گھر والوں کی یاد بہت ستاتی اور دوسرا شگفتہ کی یادوں میں ڈوبا رہا تھا کہ اچانک تنویر میرے سامنے آگیا اور مجھے گلے لگا کر سوری کی اور کہا۔

میں کل یعنی عید والے دن تمہیں ملنے نہیں آیا تھا اس کی معافی چاہتا ہوں وہ اس لیے کہ گھر میں مہمان وغیرہ آگئے تھے اور میں مصروف ہو گیا تھا۔ اس وقت میں نے کہا۔

کوئی بات نہیں ایسا ہو جاتا ہے

اس نے کہا۔ مقصود تیار ہو جاؤ ہم دونوں سمندر پہ جائیں گے یعنی کے کلفٹن۔

میں نے کہا کہ نہیں تنویر یار میں نے نہیں جانا اس وقت اس نے کہا کہ دوست بھی کہتے ہو اور دوست کی بات بھی نہیں مانتے ہو۔

خیر اس کے کہنے پر میں نے موٹی موٹی تیاری کی اور بائیک پر بیٹھ کر ساحل سمندر پر چلا گیا میں آپ کو ایک بات بتاتا چلوں تنویر میرا دوست یہاں کراچی کا رہنے والا تھا اور میرے ساتھ فیکٹری میں کام کرتا تھا۔

جب میں اور تنویر سمندر پر پہنچے تو ساحل سمندر رنگ برنگے لوگوں سے سجا ہوا تھا ہر طرف خوبصورت لڑکیاں اور لڑکے اور بچے بڑے سمندر کی لہروں سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور کافی لوگ سمندر کے پانی سے نہا بھی رہے تھے۔

میں ان لوگوں کو دیکھ کر اپنا دل بہلا رہا تھا اور دل میں اس چیز کا خیال آ رہا تھا کہ کاش مجھے وہ شگفتہ مل ہوتی اور ہم دونوں بھی خوشی خوشی عید مناتے ابھی میں ان سوچوں میں گم تھا کہ دور سے ایک لڑکی آوازیں لگا رہی تھی کہ شگفتہ جلدی آؤ میں یہاں ہوں آواز سنتے ہی میں آگے چلا گیا۔

آگے جا کر دیکھا تو شگفتہ اپنی فیملی کے ساتھ کھڑی تھی میں اسے دیکھ رہا تھا مگر اس نے مجھے نہیں دیکھا تھا میں نے اسے دیکھا اور اس کی طرف بھاگ نکلا جب اس کے قریب گیا تو اس نے مجھے دیکھا تھا ابھی وہ مجھے دیکھ رہی تھی کہ یہ تو وہی مقصود ہے جو ٹرین میں ملا تھا۔

ابھی وہ انہی سوچوں میں گم تھی کہ میں نے جا کر اسے گلے لگا لیا۔ اور پاگل لوگوں کی طرح گلے لگا کر رونا شروع کر دیا۔

شگفتہ آپ مجھے چھوڑ کر کہا چلی گئی تھی۔

شگفتہ مجھے سمجھا رہی تھی کہ مقصود پاگل مت بنو سب لوگ ہمارا تماشہ دیکھ رہے ہیں اتنے میں اس کا بھائی آگیا اور وہ غصے میں آگ بگولہ ہو گیا اور اس نے آتے ہی ایک زوردار تھپڑ میرے منہ پہ رسید کر دیا تھا۔ اور شگفتہ سے پوچھا۔

یہ کون ہے

اس نے کہا بھائی یہ ایک پاگل ہے اس کو نہ مارو

اتنے میں میرا دوست تنویر بھی آگیا اور وہ مجھے لے کر ایک سائیڈ پہ ہو گیا میں پیچھے مڑ مڑ کر شگفتہ کو دیکھ رہا تھا شگفتہ کی آنکھوں میں آنسو تھے تنویر نے مجھے پوچھا۔

یہ لڑکی کون ہے۔

میں نے بتایا کہ یہ وہی لڑکی ہے جس سے

میں محبت کرتا ہوں۔اور اس سے بچھڑے مجھے کوئی
چھ ماہ ہوگئے ہیں اور آج اس کو یہاں دیکھ کر ہی
مجھ پہ پاگل پن طاری ہوگیا تھا۔
تنویر نے کہا یہاں بیٹھو میں کچھ کرتا ہوں تنویر
لوگوں کے ہجوم سے ہوتا ہوا اس کے بھائی کی
نظروں سے بچتا ہوا شگفتہ سے اس کا موبائل نمبر
لے آیا تھا تنویر نے مجھے بتایا کہ آپ پریشان نہ
ہوں میں اس کا موبائل نمبر لے آیا ہوں اب آپ
کا کوئی نہ کوئی حل تو نکلے گا۔
تنویر نے مجھے شگفتہ کا نمبر دیا تو میں نے اسی
وقت نمبر ملایا کال کی وہ مجھے دور سے دیکھ رہی تھی
اس نے او کے کیا اور ساتھ ہی معافی مانگی۔
اس نے کہا باقی باتیں میں گھر جا کر کروں گی
او کے بائے اس کے ساتھ ہی کال ڈراپ ہوگئی۔
میں نے کہا تنویر چلو گھر چلتے ہیں اس کے کچھ
ہی دیر میں ہم واپس آگئے اور تنویر مجھے میرے
کوارٹر میں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔
ابھی میں اس انتظار میں تھا کہ شگفتہ مجھے کال
کرے گی اور میں اس سے بات کروں گا کیوں کہ
انتظار کی گھڑیاں بھی بڑی ظالم ہوتی ہیں خیر میں
اپنے موبائل کی طرف ہی دیکھ رہا تھا تھوڑی دیر
بعد بل بجی میں نے نمبر دیکھا تو شگفتہ کا ہی تھا میں
بہت خوش ہوا۔میں نے کال او کے کی تو آگے
سے بڑی پیاری آواز میں شگفتہ بول رہی تھی سب
سے پہلے شگفتہ نے مجھ سے سوری کی میں نے پوچھا
۔

سوری کس بات کی

اس نے کہا۔سب سے پہلے تو میرے بھائی
نے آپ کو تھپڑ مارا اور پھر میں نے سب لوگوں
کے سامنے آپ کو پاگل کہا اگر میں ایسا نہ کرتی تو ہو
سکتا ہے میرا بھائی آپ کو زیادہ مارتا اور میں یہ
کیسے برداشت کرتی کیوں کہ جب میرے بھائی
نے آپ کو تھپڑ مارا تو مجھے ایسا لگا کہ میرے بھائی
نے آپ کو نہیں مجھے مارا ہے اس کے دکھ کی وجہ
سے میری آنکھوں میں آنسو نکل آئے تھے۔
شگفتہ مجھ سے بات کرتے وقت رو رہی تھی
مقصود میں تیری یاد میں بہت روئی ہوں بہت تڑپی
ہوں تیری یاد میں پل پل روتی رہی ہوں آپ
سناؤ کیسے ہو میری آپ سے فون پر بھی ایک دو بار
بات ہوئی تھی مگر اس کے بعد آپ کا نمبر بند ہوگیا
تھا۔میں حیران ہوا کہ مجھ سے بات میں نے
پوچھا۔

میرا نمبر کہاں سے لیا تھا۔

اس نے کہا۔میں نے تو اپنی ایک دوست کو
کال کی تھی مگر وہ آپ کو مل گئی یعنی رانگ نمبر لگا تھا
میں نے سوچا تھا کہ ایک دو دن تنگ کروں گی پھر
بتا دوں گی میں آپ کی شگفتہ ہی ہوں اور میں نے
اپنا نام سعدیہ بتایا تھا وہ بتا رہی تھی اور حیران
پریشان اس کی باتیں سن رہا تھا۔
اللہ نے ہمیں کیسے کیسے دن دکھائے اور ہم
پھر بھی مل نہ پائے اور اگر ملے تو کس موڑ پر جا
کر ملے پھر میں نے شگفتہ سے اس کے گھر کا
ایڈریس معلوم کیا یہاں اس نے بتایا تھا وہاں
سے دو بلاک چھوڑ کر میرے انکل رہتے تھے۔
میں نے اس سے کہا کہ میں اپنے انکل کے
گھر آؤں گا تم مجھے مل سکو گی کیا۔
اس نے کہا کوشش کروں گی جب وہاں آؤ تو
مجھے فون کرنا میں موقع پا کر آجاؤں گی۔
میں نے اس دن تقریباً ایک گھنٹہ شگفتہ سے
بات کی اس کے بعد ہماری کال ڈراپ ہوگئی اس
دن میں بہت ہی خوش تھا کیوں کہ مجھے میری محبت
مل گئی تھی اور یہ تو اللہ نے ہمیں ملانا ہی تھا۔
میں بہت زیادہ خوش تھا اور دل ہی دل میں
اپنے دوست تنویر کو دعائیں دے رہا تھا کہ تنویر

نے مجھے میری شگفتہ سے ملا دیا اگر اس دن میں سمندر پہ نہ جاتا تو ہوسکتا ہے کہ مجھے میری شگفتہ کبھی بھی نہ ملتی لیکن میرے دل میں شگفتہ کے لیے سچی محبت تھی اور اللہ نے ہمیں ملانا تھا اور ہم مل گئے۔

اس کے بعد ہر دن ہر روز ہماری بات ہو جاتی اور ہم ایک دوسرے کا حال احوال لے لیتے ایک دن جمعہ کا دن تھا میں نے فیکٹری سے چھٹی کی اور اپنے انکل کو ملنے چلا گیا۔

میں ابھی راستے میں ہی تھا میں نے شگفتہ کو کال کی کہ میں اپنے انکل کے گھر جا رہا ہوں اور آپ مجھے ملنے آ جاؤ گی۔

اس نے کہا میں وعدہ نہیں کرتی مگر کوشش کروں گی۔

میں نے کہا چلو ٹھیک ہے تھوڑی دیر بعد میں اپنے انکل کے گھر پہنچ گیا اور مل ملا کر کزن خرم کے ساتھ گپ شپ لگا رہا تھا کہ شگفتہ کی کال آ گئی۔

کہنے لگی میں گھر سے نکل آئی ہوں مجھے بتاؤ تمہارے انکل کا گھر کہاں ہے۔

میں نے اس کو اپنے انکل کا ایڈریس دیا اور اس نے پوچھا۔

کون سا بلاک ہے میں نے بتایا تو وہ حیران رہ گئی میں نے حیرانگی کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا۔

میں تو پہلے بھی آپ کے انکل کے گھر آتی ہوں

میں نے پوچھا وہ کیسے۔

اس نے بتایا کہ آپ کے انکل کی بیٹی میری کلاس فیلو ہے اور بہت ہی اچھی دوست بھی ہے ۔میں بہت خوش ہوا اور میں نے کہا۔

یہ تو بہت اچھی بات ہے۔

وہ بولی کہ چلو اس کے بہانے میں آپ کو مل لیا کروں گی۔

پھر اس بات کے بعد وہ میرے انکل کے گھر مجھ سے پہلے ہی چلی گئی میں پانچ منٹ کے بعد گیا تا کہ کسی کو معلوم نہ ہو کہ ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں جب میں اندر گیا تو میری کزن اور شگفتہ آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ مجھے دیکھ کر کزن نے اندر آواز دی اور میرا تعارف کروایا کہ شگفتہ میری بہت اچھی دوست اور کلاس فیلو بھی ہے اسے نہیں پتا تھا کہ میں تو شگفتہ کو ایک سال سے جانتا ہوں۔

میں کچھ دیر کے لیے وہاں بیٹھ گیا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں شگفتہ سے باتیں کرنے لگا شگفتہ بہت ہی اچھی اور خوبصورت اور سمارٹ جسم کی لڑکی تھی اس طرح ہماری پہلی ملاقات ہوئی شگفتہ آدھا گھنٹہ بیٹھ کر جانے لگی تو مجھے الوداع نظروں سے دیکھ رہی تھی اور مسکرانے لگی اس کے بعد شگفتہ تو چلی گئی اور میں نے بھی اپنے انکل سے اجازت لی اور چلا گیا۔

میں نے آتے ہی کال کی تو شگفتہ بہت خوش تھی کہنے لگی۔

مقصود اب کوشش کرو کہ جلدی اپنے انکل کو میرے گھر رشتے کے لیے بھیجو۔

میں نے کہا ابھی تو میں نے انکل سے کسی قسم کی کوئی بھی بات نہیں کی مگر کوشش کروں گا کہ جلدی سے اپنے انکل کو بھیج دوں۔ تم تھوڑا انتظار تو کرو

مقصود جلدی کرنا ایسا نہ ہو کہ آپ دیر کر دو اور میرے گھر والے میرا رشتہ کسی اور جگہ کر دیں میں نے شادی کرنی ہے تو صرف آپ سے ورنہ کسی سے شادی نہیں کروں گی۔

میں نے کہا اچھا یار ٹھیک ہے۔

اس کے بعد کال ڈراپ ہو گئی۔

پھر وقت کی سوئیاں اپنی تیز رفتار کے ساتھ چلتی رہیں میں نے کئی بار کوشش کی کہ انکل سے

بات کروں مگر میں بات کرنے سے ڈرتا تھا وہ اس لئے کے میرا انکل بہت ہی سخت قسم کا انسان تھا اور میرے گھر والے بہت دور تھے خانیوال میں اس لیے ان سے بھی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اسی سوچ میں کافی دن گزر گئے جمعرات کا دن تھا میں فیکٹری سے فارغ ہوا اور میں شگفتہ کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ ابھی شگفتہ سے شادی کے لیے کسی سے بات کروں اس دن میں نے اپنے دل میں ارادہ لیا تھا کہ کل جا کر اپنے انکل سے بات کروں جمعہ کا دن تھا میں نے شگفتہ کو کال کی اور کہا۔

میں اپنے انکل کے گھر جا رہا ہوں رشتے کی بات کرنے۔

شگفتہ بہت خوش ہوئی جلدی کرو مقصود تا کہ میں اور آپ ایک ہو جائیں۔

میں نے کہا اچھا ٹھیک ہے کال ختم ہو گئی اور میں اپنے انکل کے گھر چلا گیا میں سب گھر والوں سے مل کر انکل کے پاس گیا وہ ٹی وی لگا کر بیٹھے تھے میں بھی وہاں جا کر بیٹھ گیا۔ انکل نے حال احوال پوچھا تو میں نے کہا۔

سب ٹھیک ہیں انکل جی میں نے آپ سے ایک بات کرنی ہے اگر آپ ناراض نہ ہوں تو انہوں نے کہا۔

کرو بیٹا جو کرنی ہے

میں نے ہمت کی اور کہا انکل جی میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔

میری اس بات پر وہ ایک لمحہ کے لیے تو خاموش رہے۔ پھر انکل نے پوچھا۔

بیٹا آپ کہاں شادی کرنا چاہتے ہو

میں نے کہا انکل جی میں کراچی میں ہی شادی کرنا چاہتا ہوں۔

انہوں نے کہا بیٹا کراچی میں تو ہمارے کوئی رشتہ دار ہی نہیں ہیں تو آپ کہاں شادی کرو گے۔

میں نے کہا انکل جی یہاں ہی ایک لڑکی ہے میں اسے پسند کرتا ہوں میں وہاں ہی شادی کرنا چاہتا ہوں تو انکل اچھا وہ جو شگفتہ ہمارے گھر بھی آتی ہے کشف کی دوست اور کلاس فیلو میں نے کہا جی انکل وہی ہے۔

انکل نے کہا ٹھیک ہے بیٹا میں اس کے والدین سے بات کروں گا اگر وہ مان گئے تو پھر آپ کے ابو اور امی سے بات کروں گا۔

میں بہت خوش ہوا میں نے انکل کا شکریہ ادا کیا اور واپس فیکٹری میں آ گیا آتے ہی میں نے شگفتہ کو کال کی اور بتایا۔

میں نے انکل سے بات کی ہے انکل نے کہا ہے میں آپ کے رشتے کی بات کروں گا یہ بات سن کر شگفتہ بہت خوش ہوئی۔

خیر وقت گزرتا رہا میں ابھی اسی امید پہ تھا کہ انکل کب بات کریں گے اک دن میں کمرے میں ریسٹ کر رہا تھا کہ انکل کا فون آیا کہنے لگے۔

بیٹا میں نے آپ کے گھر والوں سے بات کی ہے اور وہ لوگ تو مان گئے ہیں انہوں نے کہا ہے اگر آپ اس کی شادی کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں جہاں چاہیں کریں ہمیں آ کر پورا اعتماد ہے۔ اور آپ جو کریں گے ٹھیک ہی کریں گے اور ابھی میں کل شگفتہ کے گھر والوں سے بات کروں گا اگر وہ لوگ مان گئے تو ٹھیک ہے۔

میں نے کہا او کے انکل آپ کا بہت شکریہ انکل کی یہ بات سن کر میں بہت ہی خوش ہوا اور ساتھ ہی میں نے شگفتہ کو کال کی کہ کل میرے انکل آئیں گے آپ کے رشتے کی بات کرنے اب دعا کرنا کہ آپ کے گھر والے مان جائیں شگفتہ نے مجھے یقین دلایا کہ میرے گھر والے مان جائیں گے۔

تو دوستو انتظار کی گھڑیاں بڑی جان لیوا ہوتی ہیں اب مجھے کل کا شدت سے انتظار تھا کل کیا ہوگا اور میرے انکل مجھے اچھی سی خوش خبری سنائیں گے اللہ اللہ کر کے کل کا دن بھی آ گیا اور مجھے بڑی شدت سے انکل کے فون کا انتظار تھا کہ انکل کب فون کریں میں بار بار اپنے موبائل کی طرف دیکھ رہا تھا۔

انکل کا فون آئے اسی بے چینی میں بیٹھا ہوا تھا اور دل میں بہت سارے خیالات جنم لے رہے تھے اگر ان لوگوں نے انکار کر دیا تو میرا کیا ہوگا پھر سوچتا ایسا نہیں ہو سکتا میں شگفتہ سے سچی محبت کرتا ہوں اور وہ مجھے ضرور ملے گی۔

ابھی انہی سوچوں میں گم تھا کہ میرے موبائل کی گھنٹی بجی میں نے نمبر دیکھا تو شگفتہ میری جان کا نمبر تھا میں نے او کے کیا تو شگفتہ نے کہا۔

مقصود میری جان مبارک ہو میرے والدین نے آپ کے انکل کو میرے رشتے کی ہاں کر دی ہے اور میرے والدین نے کہا ہے کہ ہم ایک بار لڑکے کو ملیں گے اس کے بعد آپ جیسا کہو گے ہم شادی کر دیں گے۔

شگفتہ لگاتار بولے جا رہی تھی اور مجھے تو خوشی کے مارے آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے میں بہت ہی خوش تھا خیر اس دن تو مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یہ دنیا یہ موسم یہ پرندے سب میری خوشی میں شامل ہیں میں نے چھٹی لی اور اپنے کمرے میں آ کر ڈیک آن کیا اور یہ گانا لگایا۔

ایسا لگتا ہے میں ہواؤں میں ہوں
آج اتنی خوشی ملی ہے مجھے۔۔۔۔۔

اور میں خود بھی خوشی میں جھوم رہا تھا۔

اس کے بعد میں نہا دھو کر اچھے سے کپڑے پہن کر انکل کے گھر گیا انکل نے مجھے دیکھتے ہی مبارکباد دی میں انکل کے گلے ملا اور ان کا شکریہ ادا کیا انکل نے مجھے کہا۔

آج شام کو ہم نے ان کے گھر جانا ہے کیوں کہ انہوں نے کہا تھا ایک بار لڑکا ملا دو۔

میں نے کہا ٹھیک ہے انکل جی شام کو چلیں گے۔

آخر کار شام بھی ہو گئی میں انکل اور آنٹی ہم تیار ہو کر شگفتہ کے گھر روانہ ہو گئے ساتھ ہی دوسری گلی میں ان کا گھر تھا جب ہم پہنچے تو ہو لوگ ہمارا ہی انتظار کر رہے تھے شگفتہ کچن مین کچھ بنانے میں مصروف تھی اس نے ایک نظر مجھے دیکھا اس کے بعد ہم اس کے والد اور والدہ سے ملے تھوڑی دیر میں اس کا بھائی بھی آ گیا جس نے مجھے ساحل سمندر پہ مارا تھا۔

وہ مجھے دیکھتے ہی کہنے لگا اس کو میں نے کہیں دیکھا ہے میں نے کہا نہیں آپ کو غلط فہمی ہوئی ہوگی میں تو فیکٹری میں کام کرتا ہوں اور کبھی کہیں نہیں گیا یعنی میں نے بات کو ٹال مٹول کر دیا تھا۔ وہ بولا ہو سکتا ہے پھر کچھ دیر مین شگفتہ چائے اور بسکٹ لے آئی وہ مجھے دیکھ کر مسکرائی اور انکل اور آنٹی کو سلام کیا ہم نے چائے وغیرہ لی اس کے بعد شگفتہ کے گھر والوں نے کہا ہم شگفتہ کی شادی کرنا چاہتے ہیں آپ لوگ کب شادی کرو گے۔

انکل نے جواب دیا جب آپ کہو گے ہم تیار ہیں اس پر انہوں نے کہا کہ آپ شادی کی تاریخ رکھ لیں پھر میرے انکل نے شادی کی تاریخ اپنی مرضی سے ایک ماہ کی رکھی اس پر سب خوش ہو گئے۔ تاریخ مقرر ہونے کے بعد ہم لوگوں نے اجازت لی اور واپس آ گئے میں بہت خوش تھا کیوں کہ مجھے میری محبت مل گئی تھی۔

شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں تھیں میں نے اپنے بڑے بھائی اور گھر والوں کو بھی فون کر دیا تھا اور دوستوں کو بھی اور خاص کر تو تنویر کو بھی کیا

اور آخر کار وہ دن بھی آ گیا مجھے دلہا بنایا گیا اور بڑی دھوم دھام سے میری شادی ہوئی تمام رشتہ دار بھی آئے ہوئے تھے شادی کے بعد میں نے کراچی کو چھوڑ دیا اور اپنے گھر پنجاب آ گیا۔

دوستو مجھے بہت ہی پیار کرنے والی بیوی ملی ہے اور میرا پیار بھی ہے تو دوستو یہ میری سچی کاوش ہے آج شادی کو ساتھ سال ہو گئے ہیں۔ میرے آنگن میں تین پھول کھلے ہیں جن کے نام میں لکھنا چاہتا ہوں محمد زین مقصود۔ محمد زوہیب مقصود۔ اور محمد حمزہ مقصود یہ تین میرے پھول ہیں جو کہ میرے آنگن میں کھلے ہیں۔ تو دوستو یہ تھی میری کہانی میں آپ کی آراء کا منتظر رہوں گا اس شعر کے ساتھ اجازت دیں اللہ حافظ۔

زندگی جب بھی کسی چیز کی طلب کرتی ہے
ہونٹوں پہ تیرا نام مچل جاتا ہے

صرف تم

جب سر شام اُس نے زلفوں کو سنوارا ہو گا
ہاتھ میں گنگا آنکھ میں کاجل آوارا ہو گا
اُس کے جوڑے میں سجا وہ سفید گلاب
رات کو سوتے میں کسی نے تو اتارا ہو گا
عالم تنہائی میں شب بھر کروٹیں لے کر
کوئی تو ہو گا جسے اُس نے پکارا ہو گا
ہائے وہ نیند میں ڈوبی ہوئی مخمور آنکھیں
جس نے دیکھی وہ دل وہیں پہ ہارا ہو گا
اُس کے بے تاب لرزتے ہوئے ہونٹوں پہ ساحر
ہمیں یقین ہے مچلتا ہوا وہ نام ہمارا ہو گا

☆ ---------- رابعہ عمر۔ تھوتھال

غزل

وہ جو مدتوں سے ملا نہیں
میں بھی ڈھونڈنے میں تھکا نہیں
اسے ڈھونڈا میں نے گلی گلی
کوئی چھوڑی میں نے جگہ نہیں

سب نے کہا اسے بھول جا
دل نے کہا وہ برا نہیں
بھلا دوں اُسے میں بھی اگر
پھر فرق ہم میں رہا نہیں
ملتا نہیں ہے تو کیا ہوا
میرے دل سے وہ تو جدا نہیں

☆ ---------- بانیس خان عرف بلو

غزل

ہم نے تجھ سے پیار کیا سچا یار سمجھ کر
تو نے ہمیں ٹھکرا دیا بیکار سمجھ کر
ہم نے یہ امید رکھی تھی تجھ سے
کہ ہم سے وفا کرے گا تو وفادار سمجھ کر
مگر کیا خوب بھلایا تو نے ہمیں
نکال دیا ہمیں اپنے دل سے اجنبی سمجھ کر
یاد کرو گے ہماری وفائیں تم بھی اس دن
کرے گا تمہیں سنگسار جب کوئی بے وفا یار سمجھ کر

☆ ---------- محمد علی۔ چھترودہ

غزل

تیری جدائی میں ہر پل تڑپنا اچھا لگتا ہے
تیری حسین نظروں میں کھویا رہنا اچھا لگتا ہے
میرا درد غم قائم ہے اسی میری اداسی سے
مجھے ہر وقت تڑپنا جلانا اچھا لگتا ہے
کوئی تو ہو مہربان جو میرے دل کی ویرانی کو جانچے
ہر کسی کے دل میں گھر بنانا اچھا لگتا ہے
کوئی تو ہے سنگدل جو میرے اداس موسم کا سبب ہے
کسی ایک کے لئے جینا مرنا اچھا لگتا ہے
شاہد دیوانہ مر رہا ہے کسی بے وفا کے لئے انجان
کسی ہرجائی بے وفا کے لئے خود کو برباد کرنا اچھا لگتا ہے

☆ ---------- شاہد سلیم۔ کچہ موڑ

وہ شخص تمہارا ہو جائے
اے کاش! کہ ایسا ہو جائے
اے کاش! کہ ایسا ہو جائے

☆ ---------- بانیس خان عرف بلو

محبت زندہ ہے میری

تحریر۔ایم عاصم بوٹا شاکر۔ 0301.4883844

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین میں ایک بار پھر آپ کی خدمت میں ایک ایسی کہانی لے کر آیا ہوں جو کہ محبت کی اور اسے چھوری چھپے حاصل بھی کیا اور پھر نبھانا نصیب میں نہ تھا جو اپنے پیار کو روتا ہوا چھوڑ کر خود شہید کا مرتبہ پا گیا میں نے اس کہانی کا نام۔محبت زندہ ہے میری۔رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

ہم سے اک مخلص کا پیار نبھایا نہ گیا عاصم
لوگ جگر والے ہیں جو روز نیا یار بنا لیتے ہیں
محبت میں دکھ سکھ تو ملتے رہتے ہیں کبھی محبت غموں کے کالے بادل چھا جاتے ہیں تو کبھی زندگی موسم بہار کی طرح بسر ہونے لگتی ہے آج کل محبت کے دعوے دار بہت ہیں۔
بہت سے لوگ ایسے ہیں جو خط کتابت یا فون پر ہمیشہ ساتھ رہنے کے وعدے کرتے ہیں مگر اکثر لڑکیوں کو محبت کے بجائے نفرت ذلت اور زمانے کی رسوائی ہی نصیب ہوتی ہے۔
دوسری طرف وہ ایک وہ ہمدرد مخلص شخص دو پریمی جو ایک دوسرے کی محبت حاصل کر لیتے ہیں شادی کر کے بہت خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے اپنی محبت حاصل کر لی ہے۔
ان کے دل میں اب خیال ہوتا ہے کہ ہم اب جدا نہیں ہو سکتے ان کو یہ معلوم نہیں ہوتا ہے قدرت کے کھیل نرالے ہیں نہ جانے کب کہاں کس موڑ کس گلی کو چے کس پل لمحے جدائی ان کا مقدر بن جاتی ہے پھر ان کے پاس آنسوؤں سسکیوں آہوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا وہ زندہ ہوتے ہیں مگر ایک لاش کی طرح

زندگی میں کبھی کسی سے پیار مت کرنا
ہو جائے تو انکار مت کرنا
نبھا سکو تو چلنا اس راہ پہ شاکر
یونہی کسی کی زندگی برباد مت کرنا

قارئین مجھے کال کرنے والوں میں ایک لڑکی آصفہ ننکانہ سے بھی تھی چند ہی دنوں میں اس کا اور میرا رابطہ کافی بڑھ گیا تھا۔
میں اکثر بات کرتے وقت محسوس کرتا کہ اس کے اندر کوئی دکھ ضرور ہے کسی انہونی کا طوفان اس کے دل کی بستی کو خاک میں ملا گیا ہے کافی بار ہمت کی کہ اس سے پوچھوں کہ تم اداس اداس سی لگتی ہو تمہاری آواز میں ایک درد محسوس ہوتا ہے۔
پھر کچھ سوچ کر چپ ہو جاتا ہوں لیکن ایک دن ہمت کر کے پوچھ ہی لیا تو اس کا جواب اس کی آپ

بیتی اس کی زبانی سنئے۔

نہ تول میری محبت اپنی دل لگی سے شاکر
دیکھ کر میری چاہت کو اکثر ترازو ٹوٹ جاتے ہیں

میرا نام آصفہ ہے مجھے ہے پیار سے گھر میں نمرہ بھی کہتے ہیں میری پیدائش ننکانہ کے شہر کے پاس ایک گاؤں میں ہوئی میرے تین بھائی ہیں دو بیرونی ملک ہوتے ہیں اور ایک ایف ایس سی کر رہا ہے میں نے ایف اے کے امتحان دیئے ہیں یہ ہے میر مختصر سا تعارف۔اب میں آپ کو اپنے اداس ہونے کی وجہ بتاتی ہوں۔

آنسو نہیں تھمتے ابھی تک میری آنکھوں میں
مجھے روتے ہوئے وہ تنہا کر گیا
خوابوں میں دیکھے جو انمول سے سپنے
اک پل میں توڑ کے وہ چلا گیا
میری ہر بات پہ مسکراتا تھا جو
نا جانے کیوں وہ چھوڑ کر چلا گیا
دن کا چین اور راتوں کا سکون
رشتہ میرا ہر خوشی سے توڑ کر چلا گیا
کوئی پوچھو کہ مجھے بتائے وہ آج شاکر
وہ مجھے کس کے سہارے چھوڑ کر چلا گیا

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں میٹرک کے امتحان دے کر فارغ ہوئی تو ایک دن ہمارے پڑوس میں محفل میلاد کا انتظام ہوا ہمیں بھی دعوت دی گئی امی نے مجھے کہا تم جاؤ آنٹی شمیم کے گھر محفل میلاد ہے لیکن میں نے جانے سے انکار کر دیا امی کے بار بار اصرار پر چلی گئی جب ان کا مین گیٹ کراس کیا تو صحن میں بیٹھے ڈوگ نے مجھے دیکھ کر بھونکنا شروع کر دیا۔

میں ڈر کے مارے واپس گیٹ کی طرف لپکی تو بدحواس کے عالم میں گیٹ کے پاس کھڑے لڑکے سے ٹکرا گئی اس نے میرے بازو سے پکڑتے ہوئے کہا کہ میڈم سنبھل کے دھیان سے میں شرم کے مارے بہت مشکل سے سوری کے الفاظ ادا کر پائی اور خاموشی سے نظریں جھکا کر پاس آ گئی۔

میں خود سے بھی بہت شرمندہ تھی شام کا وقت تھا امی کھانا تیار کر چکی تھیں میں نے کھانا کھایا اور اپنے کمرے میں چلی گئی مجھے رہ رہ کر یہ خیال ستائے جا رہا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ اپنے دوستوں کو بتائے کہ آصفہ مجھ سے ٹکرائی ہے۔

اگر اس نے ایسا کچھ کسی کو بتا دیا تو میں بدنام ہو جاؤں گی آخر لڑکی تھی زمانے سے ڈر لگتا تھا آج کل تو ویسے بھی کسی لڑکی کی کوئی بات کسی لڑکے کے ہاتھ آ جائے تو اس کو بلیک میل کرنا شروع کر دیتے ہیں سوچوں کی وادی کی سیر کرتے کرتے میں نجانے کب نیند کی دیوی مجھ پر مہربان ہوئی اور میں نیند کی آغوش میں چلی گئی۔

مسلسل بہانے سے بھی ہوتے نہیں ہیں کم
کتنے امیر ہوتے ہیں غریب کے آنسو

صبح اٹھی نماز ادا کی اور ناشتہ بنانے کچن میں گئی اتنے میں میری دوست سمیرا بھی آ گئی۔

ہیلو آصفہ کیسی ہو۔؟

ہاں بس شکر ہے تم سناؤ۔

اوہو بابا کہو تو واپس چلی جاؤ۔

نہیں میری جان بیٹھو اکھٹے ناشتہ کرتے ہیں

نہیں مجھے ناشتہ نہیں کرنا بس آپ کی اک امانت تھی وہ دینے آئی ہوں۔

یہ کہتے ہوئے اس نے ایک کاغذ مجھے تھمایا اور واپس چلی گئی اک کے جانے کے بعد میں نے کاغذ کے اس ٹکڑے کو کھولا تو گلاب کی دو چار پتیاں زمین پر گر گئیں اصل میں وہ کاغذ کا ٹکڑا ایک لیٹر تھا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

اسلام علیکم۔جان سے پیاری آصفہ جی کیسی ہو امید ہے کہ خیریت عافیت سے ہو گی آصفہ جی جب سے تم مجھ سے ٹکرائی ہو مجھے نجانے کیا ہو گیا ہے میں اپنا دن کا چین اور راتوں کا سکون کھو چکا ہوں جاگتی

آنکھوں سے آپ کے سپنے دیکھنے لگا ہوں نہ کچھ کھانے کا دل کرتا ہے نہ کچھ پینے کو مجھے اپنی سمجھ نہیں آرہی کہ مجھے کیا ہو گیا ہے بس دل کرتا ہے تمہارے گھر کے سامنے ہی بیٹھا رہوں تمہارا دیدار کرتا رہوں میری اس بے چینی اور بے سکونی کی وجہ تم ہو کافی بار سوچا کہ اب تمہیں نہیں سوچوں گا مگر ہر بار میری ہی سوچ رہ جاتی ہے۔

اب تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے آپ کو لیٹر لکھتے وقت مجھے ایک ڈر بھی ہے کہ آپ انکار نہ کردو اس کے قبل میں نے کئی بار آپ کو لیٹر لکھنے کی کوشش کی مگر آپ کے انکار کا ڈر میرا حوصلہ توڑ دیتا ہے مگر آج دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر آپ کو اپنی وفا اور سچی محبت کا یقین دلاتے ہوئے محبت بھرا لیٹر لکھ رہا ہوں امید ہے کہ تم میرے محبت بھرے لیٹر کا جواب محبت سے دو گی آصفہ میں ساری زندگی تمہارے سنگ تمہاری زلفوں تلے گزارنا چاہتا ہوں یعنی مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے اور میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں اگر مجھے اپنے قابل سمجھو تو محبت کا جواب محبت سے ہی دینا۔ آئی لو یو میری جان آصفہ آئی لو یو میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں والسلام آپ کے محبت بھرے لیٹر کا منتظر احمد ناز۔

اس کا لیٹر پڑھ کو مجھے اتنا غصہ آیا میں اپنے ہی منہ پر تھپڑ مارنے لگی کہ میں اس سے کیوں ٹکرائی تھی خیر میں نے اس کے لیٹر کا کوئی جواب نہ دیا یہاں تھوڑا سا احمد کا تعارف کرواتی چلوں احمد ہمارا ہمسایہ تھا اور آرمی میں جاب کرتا تھا ان دنوں احمد کی ڈیوٹی تھی یہ وہی احمد تھا جن کے گھر میں میلاد میں گئی تھی اور ڈوگ سے ڈر کر میں احمد سے ٹکرائی تھی۔

چند دنوں کے بعد احمد نے واپس جانا تھا اس نے پھر ایک لیٹر سمیرا کے ہاتھ دیا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

تم سے مل کر بھی اک حسرت باقی ہے
چلتے تم مل کر یہ آرزو باقی ہے
آج آئی ہو سامنے اک اجنبی کی طرح
ساتھ میری ملاقات بھی رہ گئی اک مسافر کی طرح
میں جیوں نہ جیوں تم تو ہمسفر چن گئی
میری قسمت میں تنہائی تھی تنہائی ہی رہ گئی
میرے پاس بچا ہی کیا ہے تمہاری یادوں کے سوا
کہی تھی جو تم نے محبت سے وہ چند باتیں ہی رہ گئی

اسلام علیکم۔ آصفہ جی کیسی ہو امید ہے کہ عافیت ہو گی اس سے قبل بھی آپ کو ایک لیٹر لکھ چکا ہوں مگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا پلیز اس بار میرے لیٹر کا جواب ضرور دینا میں انتظار کروں گا امید ہے اس بار مایوس نہیں کرو گی۔ فقط آپ کا چاہنے والا احمد۔

مجھے اس بار اس کے ساتھ سمیرا پہ بھی بہت غصہ آیا میں نے اس کے ساتھ ہی ایک لیٹر لکھا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

اسلام علیکم۔ مسٹر احمد صاحب میں آپ سے معذرت چاہتی ہوں کہ اتفاقاً آپ کے ٹکرا گئی تھی مگر آپ نے تو اس کا شاید غلط مطلب لے لیا ہے میرے دل میں آپ کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے ابھی پیار و محبت کے چکر میں نہیں آنا کیونکہ میں نے ابھی اپنی تعلیم مکمل کرنی ہے امید ہے کہ آپ میری بات سمجھ گئے ہوں گے اور آئندہ مجھے ڈسٹرب نہیں کرو گے۔

فقط آصفہ

خط لکھ کر میں نے سمیرا کو دے دیا ساتھ اس کی بے عزتی بھی کردی کہ آئندہ اس کا لیٹر نہیں لا کر دینا۔ سمیرا مجھ سے خفا ہو کر وہ لیٹر لے کر چلی گئی دو دن تک سمیرا میرے گھر نہ آئی میں نے کال کی تو اس نے اٹنڈ نہ کی تیسرے دن صبح صبح میں سمیرا کے گھر گئی اس سے اپنے نازیبا الفاظ کی معافی مانگی چند دنوں کے بعد احمد واپس آرمی میں چلا گیا۔

دن گزرتے گئے ماہ رمضان شروع ہو گیا میں نے پورے روزے رکھے خوب دل جوئی سے

عبادت کی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی کیونکہ میں خود کو تمام دنیا سے گنہگار سمجھتی تھی۔

اب عیدالفطر قریب آ رہی تھی ایک دن سمیرا نے بتایا کہ احمد عید پر گھر نہیں آ رہا میں نے اس کے گھر نہ آنے کی وجہ پوچھی تو سمیرا بولی کہ وہ کہتا ہے اگر آصفہ بات کرے گی تو آؤں گا اور اگر نہ کرے تو میں ادھر ہی عید کر لوں گا۔

گلے لگاتے ہیں دشمن کو بھی سرور میں ہم
بہت برے ہیں مگر نیک کام کرتے ہیں

میں نے سوچا کہ چلو ایک بار بات کر لیتی ہوں پھر احمد عید پر گھر آ جائے گا اگر میں نے بات نہ کی تو عید پردیس میں ہی کرے گا اور اس کے گھر والوں پر کیا گزرے گی جن کا اکلوتا بیٹا عید کے دن بھی گھر نہ ہوگا یہ سوچ کر میں نے عید سے ایک دن پہلے کال کی۔

ہیلو اسلام علیکم، جی کون کہاں سے کس سے بات کرنی ہے احمد نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے میں نے سب سوالوں کا ایک ہی جواب دیا میں آصفہ ہوں کیسے ہو۔ میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہو۔ میں بھی ٹھیک ہوں اچھا یہ بتاؤ گھر کب آ رہے ہو جی آنے کا ارادہ تو نہیں تھا چھٹی تو کل کی مل گئی تھی مگر اس وقت اسلام آباد ایک دوست کے ہاں ہوں یہاں ہی عید کرنے کا ارادہ تھا۔

اب میں شام تک گھر آ جاؤں گا اس کے علاوہ احمد نے کوئی شکوہ شکایت نہ کی تھی اور کال ڈراپ کر دی اب مجھے نجانے کیا ہو گیا بار بار سورج کی طرف دیکھتی اور شام ہونے کا انتظار کر رہی تھی کب شام ہو اور کب احمد آئے۔

نہ جانے آنکھوں میں کیا اشارے ہو گئے
تم نے مسکرا کے دیکھا ہم تمہارے ہو گئے

نجانے احمد سے بات کرنے کے بعد مجھے کیا ہو گیا تھا میرے اندر کی کیفیت بدلنے لگی میں کسی کے دیدار کے لیے بے چین سی ہونے لگی تھی آنکھیں کسی کے دیدار کے لیے ترسنے لگی کان کسی کی آواز سننے کو مچل رہے تھے دل میں اک انجانی سی خوشی تھی۔

کل رات بڑی دیر تک
منتظر تیری یہ نگاہ رہی
وہ میری تڑپ سے بے خبر
میرے دل کو جس کی چاہ رہی۔
کچھ دوریاں کچھ مجبوریاں
جب بھی ملے ہی کہے
مگر رہے ساتھ بھی ہر قدم
کیا خوب اس کی ادا رہی
مجھے جب بھی آیا بھی آیا کبھی
وہ وعدہ جو اس نے نہیں کیا
پہلے آندھیاں چلیں پھر
کچھ دیر تک پھر مدہم صبا رہی
جس راستے پر کبھی مجھے
وہ چلا گیا تھا چھوڑ کر
میں لاکھ مٹاؤں وہ نشان پا
میرے سامنے وہ راہ رہی
نہ مہکتے ہوئے لفظ کوئی
نہ گنگناتے گیت کوئی
جو آخری پل تیرے لبوں پہ تھی
میرے ساتھ وہ صدا رہی

وقت تھا کہ گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا کسی نے سچ ہی کہا تھا کہ انتظار کی گھڑیاں بہت ہی مشکل ہوتی ہیں۔

میرے لئے یہ ایک ایک پل صدیاں بن کر گزر رہا تھا پھر اچانک خیال آیا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے کسی غیر کے لیے اتنی بے چین کیوں ہوں جس کا نام سننا گوارہ نہ تھا اس کا انتظار کر رہی ہوں آصفہ تجھے کیا ہو گیا ہے میں خود سے ہی سوال کر رہی تھی تو کیوں اتنی بے چین ہے دل نے آہستہ سے کہا آصفہ تجھے محبت ہو گئی ہے تجھے پیار ہو گیا ہے اس سے جس کیلئے تو صبح سے بے

چین ہے دماغ نے کہا نہیں نہیں یہ محبت نہیں ہے محبت تو رولا دیتی ہے بنتے بستے گھر اجاڑ دیتی ہے محبت تو دن کا چین اور راتوں کو سکون چھین لیتی ہے محبت تو جدائی دیتی ہے محبت کا راستہ تو بہت ہی دشوار ہوتا ہے محبت کرنے والے تو ساری زندگی آہوں سسکیوں میں گزارتے ہیں اور رونا ان کا مقدر ہوتا ہے۔

دل نے کہا آصفہ۔ کچھ بھی ہو تجھے محبت ہوگئی ہے جب محبت ہو تو موسم خزاں بھی موسم بہار لگتا ہے انجانی سی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ جس سے محبت ہو اس کا دیدار کرنے کو جی چاہتا ہے اس کا نام سن کو خوشی ہوتی ہے اس کی ہر چیز اچھی لگتی ہے اگر تجھے احمد سے محبت نہیں ہے تو کیوں اس کے لیے اتنی بے چین ہے کیوں بار بار اسکو یاد کررہی ہو کافی دیر تک دل و دماغ کی جنگ جاری رہی آخر کار احمد نے اپنی شکست کا اعتراف کرلیا اور دل جیت گیا۔

دماغ نے بھی کہہ دیا ہاں آصفہ تجھے احمد سے محبت ہوگئی ہے اور میں دل ہی دل میں احمد کو کہنے لگی ۔آئی لو یو احمد۔ آئی لو یو احمد۔ میری جان۔

چھپی تھی اس کی محبت میری ہر ادا میں
وہ محسوس نہیں کرتے یہ ان کی ادا ہے
خواب دیکھے میں نے ہر پل اس کے
ملی نہ بصیرت مجھے یہ الگ بات ہے
میں نے جب بھی اظہار محبت کرنا چاہا
ہلے نہ لب یہ الگ بات ہے
میں تو مر گیا ان کی محبت میں
کیوں نہ پڑھا جنازہ میرا یہ الگ بات ہے
وہ تو اتر گئے دل میں میرے شاکر
میں ان کے دل میں جگہ نہ بنا سکا یہ الگ بات ہے

میں دل ہی دل میں احمد سے محبت کرچکی تھی میں احمد سے محبت کا اظہار بھی کرچکی تھی میں محبت کی راہ میں چل نکلی تھی میں اب ان راہوں کی مسافر بن چکی تھی جن کی کوئی منزل ہی نہیں بس چند کسی نصیب والے کو ہی منزل ملتی ہے۔

میں سوچوں کی وادی کی سیر کررہی تھی کہ موبائل نے چلنا شروع کردیا نمبر دیکھا تو احمد کا تھا اسلام علیکم کہا اور کہا محترمہ عید مبارک میں گھر آ گیا ہوں خیر مبارک اچھا کیا جو آ گئے میں نے صبح سے۔ کیا صبح سے آپ بتاؤ ہاں بتاؤ بھی احمد بول پڑے میرے لبوں پر سکوت سا طاری ہوگیا میں تو صبح سے کے علاوہ کوئی لفظ ادا ہی نہ کرسکی وہ مسلسل بولے جارہے تھے ہاں آصفہ جان بتاؤ کیا صبح سے کیا کہنا چاہتی تھی۔

پلیز جان بتاؤ نہ پلیز مگر میرے لبوں پر تو جیسے تالے لگ گئے ہوں آخر کار میں نے کال ڈراپ کردی انہوں نے دوبارہ کال کی میں نے بزی کرکے سیل اوف کردیا میں چارپائی پر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر سوچے جارہی تھی اس کے یہ الفاظ پلیز جان بتاؤ پلیز جان بتاؤں نہ پلیز جان بار بار میرے کانوں میں گونج رہے تھے۔

میں دل ہی دل میں خوشی سے پھولے نہ سمارہی تھی ان کے یہ الفاظ بہت اچھے لگے تھے ان کا بار بار جان کہنا میرے لیے خوشی کی نوعیت تھی دوسرے دن عید تھی عید کے دو دن بعد میں نے خود ہی اسے کال کی میں اس کی محبت میں بہت آگے نکل چکی تھی اس نے کال اٹینڈ کی حال احوال کے بعد میں نے اظہار محبت کرنا چاہا مگر ہمت نے ساتھ نہ دیا اور احمد نے خود ہی اظہار محبت کردیا۔

پھر میں نے بھی اپنی تمام تر ہمت اکٹھی کرکے اپنے دل کا حال کہہ دیا یوں ہماری کشتی محبت کے سمندر میں چلنے لگی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہماری محبت بھی پرواز چڑھنے لگی احمد اور میرے گھر والوں کے ساتھ تعلقات اچھے تھے مگر پھر بھی ہمیں پتہ تھا کہ وہ ہماری شادی کے لیے راضی نہیں ہوں گے احمد اپنی چھٹیاں پوری کرکے واپس چلے گئے۔

اور میں پھر اس کی راہیں دیکھنے لگی اور تنہا رہ گئی

دیکھتے ہی دیکھتے دو ماں گزر گئے اور ایک بار پھر جدائی ختم ہوئی اور احمد پھر عیدالاضحیٰ پر گھر آ گئے چاند رات ہم ملے احمد نے مجھے ہاتھ تک نہ لگایا تھا مجھے آج بھی فخر ہے کہ میں نے ایسے انسان سے محبت کی ہے کہ جس کے ارادے پختہ تھے نیت صاف تھی مگر قسمت میں جدائی تھی ہو ہمیں مل گئی مگر قسمت میں جو لکھا جائے وہ تو مل ہی جاتا ہے قدرت کے فیصلے کے آگے تو کوئی کاوٹ حائل نہیں کر سکتا۔

میں اکثر سوچتی ہوں محبت کیوں کی پھر سوچتی ہوں محبت کرنا میری قسمت میں لکھا تھا آنسو دکھ سسکیا زمانے بھر کی باتیں تو میرے مقدر میں تھیں یہ سب کچھ تو میرے نصیبوں میں لکھی جا چکی تھی پھر ملتا کیوں نہ چاند رات ہم کافی دیر تک بیٹھے رہے عہد و پیاں ہوئے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائیں پھر ایک دوسرے کو الوداع کہہ کر اپنے گھروں کو لوٹ گئے احمد کافی چھٹیاں لے کر آئے تھے پھر ہم نے شادی کا پروگرام بنایا اور سمیرا کی مدد سے ہم کورٹ میرج کے لیے فیصل آباد آ گئے یہاں احمد کے دوست کے پاس دو دن رہے اور شادی کر کے واپس چلے گئے سمیرا نے میری امی کو کہا تھا کہ آنٹی میری کزن کی شادی ہے اور وہ کہتی تھی کہ آصفہ کو ساتھ ضرور لانا۔

اس طرح امی نے جانے کی اجازت دے دی تھی پھر میں کسی کی شادی پر جانے کے بجائے اپنی شادی کروا کے واپس آ گئی تھی ہم بہت خوش تھے کہ ہم نے ایک دوسرے کو پا لیا ہے اپنا جیون ساتھی چن لیا ہے مگر ہمیں کیا معلوم تھا کہ ہماری خوشیاں عارضی ثابت ہونگی ہماری محبت کو زمانے کی بد نظر لگے گی اور ہماری محبت دشت گردوں کی نظر ہو گئی۔

اور میں تنہا ہو گئی شادی کے بعد احمد نے روکا تھا کہ کسی کے گھر زیادہ نہ جایا کرو ایک دن احمد آئے ہوئے تھے اور میں سہیلیوں کے ساتھ جا رہی تھی آگے سے احمد ملے پوچھا کدھر جا رہی ہو میں نے تو آپ کو باہر نکلنے سے منع کیا تھا احمد کی اس بات پر میری ایک سہیلی نے کہا کہ تم کون ہوتے ہو اس کو روکنے والے کیا لگتی ہے تمہاری احمد نے کہا یہ میری بیوی ہے ساری سہیلیاں میرے منہ کی طرف دیکھنے لگیں میں گھر بھاگ گئی۔

پھر کیا تھا یہ بات شام سے پہلے ہی سارے گاؤں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ آصفہ اور احمد نے شادی کر لی ہے میری ماں نے مجھ سے پوچھا میں نے سچ سچ بتا دیا پھر احمد اور میرے گھر والے اکٹھے ہوئے بات کو مزید پھیلانے اور جھگڑے فساد سے بچنے کے لیے دونوں گھرانوں نے طے کیا جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب قدرت کا فیصلہ سمجھ کر اس رشتے کو قبول کر لیں پھر ہم دونوں ایک ہو گئے بہت خوشی تھی ہمیں پیار محبت میں کسی قسم کی قربانی نہیں دینی پڑی ہم خود کو خوش قسمت سمجھنے لگے خود کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کرنے لگے ہماری محبت دن بدن پروان چڑھنے لگی تھی احمد کی چھٹیاں ختم ہوئیں اور احمد واپس چلے گئے میرے سسرال والے میری بہت عزت کرتے تھے میرا ہر طرح سے خیال رکھتے میں بہت خوش تھی احمد کی پھوپھیاں اکثر کہتی تھیں احمد تو حور لے کر آیا ہے میں بہت خوش ہوتی تھی۔

دوا کا بہانہ بنا کر زہر دے دیا شاکر
اس کے بن جینا بہت مشکل ہے
وہ ساتھ تھے تو ہر دن عید تھی عاصم
اب عید منانا بھی بہت مشکل ہے
وہ ساتھ تھے تو چلتی تھی سانسیں
اب سانسیں لینا بہت مشکل ہے
وہ ملے تو کہنا لوٹ آؤ احمد
تمہاری آصفہ کا جینا بہت مشکل ہے
وہ لوٹ کر نہ آئے تو ہم جائیں گے
پھر ہمیں روکنا بہت مشکل ہے

میں کتنی پاگل تھی کتنی بھولی تھی کتنی نادان تھی

اپنے پیار کو پانے کی خوشی تھی کہ مجھے میری منزل مل گئی ہے ہم ایک ہوئے گھر والے راضی ہو گئے مشکلیں آسان ہو گئیں جن کا سامنا محبت میں کرنا پڑتا ہے مجھے پتا نہیں تھا کہ اللہ کے قانون اور اس فیصلے کے آگے سب بے بس ہیں۔

ہوا کچھ یوں کہ احمد جب چھٹیاں پوری کر کے واپس آرمی میں گئے تو بات روز کرتے تھے ایک دن ساری رات انتظار کرتی رہی ان کی کال نہ آئی آخرکار صبح اذان کے وقت میں سیل اوف کر کے سو گئی تھی سورج نکل آیا میں ابھی تک سو رہی تھی اچانک میرے کانوں میں مسجد کی آواز پڑی اعلان کیا تھا میرے لیے قیامت تھا اعلان تھا کہ فلاں کا بیٹا احمد ناز ایک دھماکے میں شہید ہو گیا ہے میت آ رہی ہے جنازے کا اعلان بعد میں کیا جائے گا میں جلدی جلدی کمرے سے باہر آئی تو پورا محلہ ہمارے گھر جمع تھا امی ابو بھی آ چکے تھے میں سب کے گلے لگ کر زاروقطار رو رہی تھی لوگ مجھے حوصلہ دے رہے تھے۔

ہمارے گھر قیامت کا منظر تھا ہر آنکھ اشک بہا رہی تھی ہر فرد کو احمد کے جانے کا دکھ تھا آخر گھر کا اکلوتا تھا دن کے گیارہ بجے احمد کی میت آ گئی سب احمد کی میت سے لپٹ کر روتے رہے میں بھی اس سے لپٹی اور روتی رہی میں روتے روتے بے ہوش ہو چکی تھی جب مجھے ہوش آیا تو میرے احمد کو منوں مٹی تلے دبا کر سب لوگ واپس آ چکے تھے۔

میں نے ہوش میں آتے ہی پھر رونا چلانا شروع کر دیا تھا میں اپنی قسمت کو دوش دے رہی تھی میں پھر اکیلی رہ گئی کئی دنوں تک میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا تھا بس ایک کام تھا رونا بس رونا پھر میرے سسرال اور میکے والوں نے مجھے سمجھایا کہ بیٹی تجھے فخر ہونا چاہیے کہ تو ایک شہید کی بیوی ہے تیرا شوہر مرا نہیں وہ زندہ ہے اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے شہید زندہ ہے تم اسے مردہ نہ کہو میں اسی طرح صبر و شکر کر کے زندگی بسر کر رہی تھی جب بھی اس کی یاد آتی اداس ہو جاتی ہوں کیا کروں سمجھ نہیں آتی ۔ یہ ہے میری داستان محبت ۔ یہ غزل احمد کے نام۔

دل میں درد سمانے والے کیسے ہو
مجھ کو بہلانے والے کیسے ہو
آتی نہیں مجھے نیند راتوں کو
مجھے تنہائی میں یاد آنے والے کیسے ہو
میں نے جنوں کی حد تک محبت کی تم سے
محبت کی لاج نہ رکھنے والے کیسے ہو
کھائی تھیں تم نے قسمیں ساتھ نبھانے کی
قسموں کو توڑ کے جانے والے کیسے ہو
تم نے کہا تھا ساتھ دوں گا مرنے تک
اپنی بات پہ قائم رہنے والے کیسے ہو

قارئین میرا پہلا نمبر بند ہو گیا ہے تمام دوست دوبارہ رابطہ کریں قارئین کیسی ہے آصفہ کی کہانی۔

قارئین جو دوست بہن بھائی اس تحریر کو پڑھے اس سے رکوسٹ ہے کہ وہ احمد کے حق میں دعا ضرور کریں میں جو بھی لکھتا ہوں سچ لکھتا ہوں اور یہ ایک سچی کہانی ہے ہاں اس میں اضافی الفاظ ڈالنے اور ترتیب دینے کے لیے کچھ الفاظ تو ضروری ہوتے ہیں میری دعا ہے اللہ آصفہ کو صبر عطا فرمائے۔ آمین۔ اور ہمارے پاک وطن کو دشمن اور دہشت گردوں سے پاک کرے تمام دوستوں سے دعا ہے کہ میری امی جان کی صحت کے لیے بھی دعا کریں۔ قارئین میرا موبائل سیل چوری ہو گیا تھا جو حضرات مجھ سے رابطہ کرتے تھے وہ دوبارہ رابطہ کریں مجھے افسوس ہے میرے دوستوں کا رابطہ ختم ہونے کا پلیز میرا نیا نمبر ہے ایک بار رابطہ کریں مجھے بہت خوشی ہوگی آپ کا خیراندیش بھائی۔ عاصم بوٹا شاکر چوک میتلا۔

میری عید لہولہو

--تحریر-محمد خان انجم-دیپالپور-ph.0347,6373135

شہزادہ بھائی-السلام وعلیکم-امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
ماہ جنوری میں جواب عرض میں میری تحریر-زہر-کی اشاعت کو آپ نے ممکن بنایا جس کے لیے آپ کا بہت ممنون ہوں عید الفطر کے موقعے پر اپنی آپ بیتی-میری عید لہولہو-لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اسی شمارے میں ہی جگہ دے کر شکریہ کا موقع دیں امید ہے سب کو پسند آئے گی تمام قارئین کو میری طرف سے دلی عید مبارک قبول ہو
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا-اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

کردار محمد خان انجم-غزالہ-عمیر

میرے شہر میں یہ رونقیں کیسی
ہر بشر کی کیا آرزو ہے
کہا دل نادان نے مجھے چپکے سے انجم
تو کیا جانے اپنے ان بازاروں کی سج دھج
تیری تو ہر عید ہے لہولہو

آج تو سارا بدن دکھ رہا تھا کام کافی زیادہ ہونے اور اوپر سے گرمی اور وہ جولائی اگست کے مہینوں کی لیکن ہمت کر کے اٹھا اور نماز عشاء ہو رہی تھی جلدی سے وضو کر کے کر مسجد گیا اور نماز ادا کی تو آج کی تراویح نماز کی سکت نہیں ہو رہی تھی۔
لیکن انسانی سوچ سے جنگ کر کے تراویح نماز بھی ادا کر ہی لی رات کے دس بج کر چند سیکنڈ ہوئے ہوں گے میں گھر آ کر سکون سے کمرے کی چھت پر سونے کے لیے لیٹ گیا لیکن شاید آج نیند کی دیوی مجھ سے روٹھ چکی تھی ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی مجھے نہ جانے کب میرے ماضی میں لے گئی۔

آنکھیں نہ برستی ہیں نہ رکتی ہیں ایک شمع تھی دل کی جو برسوں پہلے ایک عید نے بجھا ڈالی ہر سال ہی میرے دل پر ان دنوں قیامت گزرتی ہے وہ چوڑیوں کی کھنک وہ قاتل سا رنگ حنا مجھے زہر لگتی ہے یہ سب چیزیں زخم زخم کرتی ہے مجھے ہر عید معلوم نہیں میں کس روشنی پر گامزن ہوں۔
دن کے اجالے میں بھی جگنوں پر کھنے کی ضد کرتا ہوں ماضی کی انتھاہ گہرائیاں میری ہر عید کی تمناؤں کو اس قدر کیوں ادھورا کر دیتی ہیں۔
کاش مجھے کوئی الہام ہوتا کاش میرے معصوم جزبوں کی اس قدر تقسیم نہ ہوتی جانے اپنے سامنے کتنی محبتیں فناہ ہوتے دیکھیں لیکن پھر بھی دل اپنی دسترس میں نہ رہا اور نہ چاہتے ہوئے بھی محبت کے سریلے گیت اپنے من میں سما بیٹھا۔
دل کیوں اپنے بس میں نہیں ہوتا آخر دل میں اتنی انفرادیت ہوں ہے نجانے کیوں مجھے اب شہر کی رنگین بازاروں سے خوف آتا تھا عید کی شاپنگ اب

زہر بن کر ڈستی ہے وہ حادثہ وفا اور محبت کو نگل گیا جب بھی عید آتی ہے میرا دل چاہتا ہے میں کسی اسے جہاں میں چلا جاؤں جہاں مجھے میری وہ لہو عید یا دنہ آئے تاروں بھری رات میں ہلکی ہلکی چلتی قدرے گرم ہوا میرے زخموں کی تہہ میں انتشار نہ پھیلائے آنکھوں سے کبھی آنسو نہ گریں۔

لیکن میں بکھرتا ہوں صرف ان عید لمحوں میں دکھ ہمیشہ خاموش ہوتے ہیں دکھ بچھڑنے کا نہیں ہوتا لیکن ان ٹوٹ جانے والے رشتوں کا ہوتا ہے جو عمر بھر کی رفاقت کے بعد پل بھر میں ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے ہاتھوں میں قلم بھی یہی دکھ تھماتے ہیں تخلیقات اور وہ بھی لفظوں کی یہی غم ہی تو قلم کو روانی دیتے ہیں۔

میں لکھ رہا ہوں مگر ہر سوچ پر پہرہ ہے کیوں کہ دکھ بہت گہرا ہوتا ہے زندگی کی خوشیاں چھن جائیں تو اوراق ہی تو ان دکھوں کا مداوا کرتے ہیں میری لا محدود سوچیں احساس زیست کو اور بھی الجھا رہی تھی۔

آبلہ پا تھا مگر یہ تھکن بھی میٹھی تھی
ہر اک یاد ناگن جیسی تھی
سلسلہ ستم فاصلہ لحد کب سمٹے ہیں
ابھی تو جھلنی بہت زندگی تھی
نینا برستے بہت مثل ابر
ساری کائنات بھیگی بھیگی تھی
مراسم خزاں جب سے بڑھے انجم
موسم بہار تب سے روٹھی تھی

غزل یار رمضان المبارک آدھے سے زیادہ گزر چکا تھا اور تم ابھی تک خاموش ہو اس کا نام غزلہ تھا لیکن میں ہمیشہ اسے پیار سے غزل کہہ کر پکارتا تھا کیوں کہ وہ میری شاعری کی غزلوں کی دل سے دیوانی تھی۔

ایک دن میری ڈائری پڑھتے ہوئے اس نے ایک غزل پر مجھے ڈھیروں ہما کبادیں تب سے میں نے اسے پیار سے غزل کہنا شروع کر دیا ہے یار ابھی کافی دن باقی ہیں دو تین دن عید سے پہلے چلیں گے شاپنگ کرنے کے لیے ٹھیک ہے غزل جان جیسے تمہاری مرضی۔

انتہائی احساس دل تھی اور جواب عرض میں شائع ہونے والی میری کہانیوں اور شاعری نے اسے میری فین بنا دیا تھا اکثر ہمارے گھر آ جاتی تھی ایک محلہ تھا ہمارا اور گھریلو سطح پر بھی ان سے کافی اچھے تعلق تھے وہ ان دنوں تھرڈ ایر کی سٹوڈنٹ تھی میری آپی کی بیسٹ فرینڈ بھی تھی ہم لوگ کافی بار ایک ساتھ دیپالپور شہر گئے تھے۔

البتہ یہ پہلی عید تھی کہ ہم سب نے ایک ساتھ عید کی شاپنگ کا پلان بنایا اوئے یار غزل اب تو ستائیسویں سر پر آ گئی ہے صبح ضرور جائیں گے شاپنگ کے لیے او کے ٹھیک ہے۔

اوے یا آج چھبیس رمضان المبارک تھا میں صبح کی نماز کے بعد کچھ دیر سویا رہا پھر اٹھ کر شہر جانے کی تیاری کرنے لگا آپی بھی تیار ہو رہی تھی گرمی بھی زروں پر تھی بھائی میں غزل کی خبر لیتی ہوں کہ تیار ہو رہی ہے یا نہیں اتنا کہہ کر آپی غزل کی طرف بڑھ گئی اور میں بے چینی سے آپی اور غزل کے آنے کا ویٹ کرنے لگا تھا۔

تقریبا آدھے گھنٹے بعد آپی اکیلی ہی ہوٹ آئی بھائی وہ غزل تو شاپنگ کرنے اکیلی چلی گئی ہے۔کیا لیکن اکیلی ہی گئی وہ۔نہیں رات کو اس کا کزن ان کے گھر آیا ہوا تھا اس کے ساتھ گئی ہے چلو بھائی کوئی بات نہیں وہ اسے بازار میں ہی ڈھونڈ لیں گے عمیر جیسے مجھے شاٹ سا لگا آپی نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے مجھے جلدی سے بازار کا سگنل دے دیا۔

میرے تو جیسے سارے خواب ہی ٹوٹ گئے تھے بے دلی کے ساتھ میں آپی بازار کی طرف بڑھ گئے آپی نے اپنی ہر چیز خرید لی لیکن میرا دل نہیں کر رہا تھا کچھ خریدنے کا میں نے سارا بازار چھان مارا مگر مجھے غزل

نظر نہ آئی آپی کی ضد کرنے پر میں نے چند ایک چیزیں اپنی خریدیں اور ہم لوگ شام سے پہلے ہی واپس گھر لوٹ آئے تھے۔

اس دن غزل شام کو بھی ہمارے گھر نہیں آئی تھی مجھے تو کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا ساری رات بے چینی میں گزار دی۔

صبح ابھی نماز پڑھ کے آیا تھا کہ سامنے غزل اپنی ڈھیر ساری شاپنگ آپی کو دکھانے آئی ہوئی تھی میری یاد میں ہر وقت گم رہنے والی وہ سنجیدہ سی لڑکی آج ہر سوچ سے بے نیاز ایک شوخ چنچل مزاج کے ساتھ بڑی ریلیکس سی نظر آرہی تھی۔

میں قریب سے گزرا تو میں نے سلام بھی نہیں بلایا اور میں اس کی اچانک اس بے رخی پر تڑپ کر رہ گیا آپی یہ ساری شاپنگ عمیر کی پسند کی گی ہے میں نے آج تو مزہ ہی آگیا۔اف اتنی ڈھیر ساری چیزیں آپی عمیر بہت اچھا ہے میں جو بھی کہتی ہوں مجھے لے کر دیتے ہیں۔

آپ کیا کیا خرید پر لائے ہیں آپی نے اپنی اور میری چیزیں غزل کو دکھائیں اچھی ہیں بہت اچھی ہیں سوری آپی عمیر نے مجھے اتنے پیار سے شاپنگ کیلیے کہا اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی انکار نہ کرسکی۔

ہم پھر کسی دن اکھٹے بازار جائیں گے اب میں چلتی ہوں اتنا کہہ کر غزل اپنے گھر چلی گئی آج ستائیسویں کی رات تھی ہر گھر میں اچھے اچھے کھانے بن رہے تھے آپی نے بھی مجھ سے پوچھا کہ ہم کیا پکائیں تو میں نے کہا کہ جو آپ کو اچھا لگے پکالیں آپی دیکھ رہی تھی کہ میں غزل کو بہت مس کر رہا ہوں۔

لیکن وہ۔۔۔وہ تو شاید عمیر کے خوابوں کی رانی بن رہی تھی شام کو پھر غزل سویاں لیکر ہمارے گھر آئی تو سرسری سا مجھے ہیلو کہا حالانکہ پہلے جب بھی آتی تھی کوئی نہ کوئی جواب عرض لے جاتی یا کبھی میری شاعری والی ڈائری لے جاتی تھی۔

اب ایسا نہیں تھا عید سر پر آگئی لیکن میں نے غزل کی بے رخی پر اپنا کوئی ڈریس بھی تیار نہیں کیا تھا۔

خیال یار کے سارے موسم خزاں ہوگئے تھے
میری زیست ناتواں میں محبتوں کی جو معراج تھی

وہ تنہائی کا زہر بن رہی تھی کیا میں غزل کی محبت میں میرپور تھا یا صرف لڑکپن کی نادانی تھی۔

کیا میری یہ عید عشق اور جنون جیسے جانکسل راستوں کا انتخاب کرچکی تھی یا کبھی مجھے اپنی ذات کا انتساب اور لکھنا تھا۔

کیا غزل کو صرف میں نے چاہا تھا یا اس نے بھی مجھے کبھی چاہا ہے نہیں اسے تو میں نے چاہا ہے وہ تو صرف میری تحریروں کے عکس کی دیوانی تھی اس کے دل میں تو شاید عمیر تھا۔

آج میری تخلیق کے ہزار ہا باب اور کھل گئے تھے کون سی عید کیسی عید یہ عید تو میرے لیے کڑی آزمائش تھی میں حساس تھا یا محبت میرا سرمایا حیات تھی کہاں عشق کا مقوم اور کہاں میری دل اور میرا قلم میری ہر غزل کوئی عمیر مٹا رہا تھا میری ہر سوچ کسی غزل کو چاہ رہی تھی دل سفاک ہے یا محبت جرم ہے۔

میری عید اپنی ذات سے ہی لڑ رہی تھی درد دائم کی لہریں کئی غزلوں کو جنم دے رہی تھیں اور میری ہر غزل بے رونق سی ہورہی تھی ہاں غزل ہمارے گھر آئی رہی لیکن وہ غزل غزالہ عمیر بن رہی تھی۔

ہاں آج عید ہی تو تھی لیکن میری عید لہو لہو تھی میرے خواب ٹوٹتے کس نے دیکھے میری ہر غزل بکھرتی کس نے دیکھی میں کھل کے رو بھی نہیں سکتا تھا میری محبت پروان چڑھنے سے پہلے ہی ٹوٹ چکی تھی میری شاعری لہولہو ہوگئی لمحے تقسیم ہورہے تھے میری غزل میری نہ تھی میں بھی اپنا نہ تھا شاید۔

آج میری تنہائی سے یہ عید روتی ہوئی وہ غزل میری سوچوں میں الجھی ہوئی

ہوہ خیال ہے کہ یا خواب کوئی جو
جو میرے اضطراب میں ہے گھلی ہوئی
اے عید پیام کوئی ان کا بھی لا دے
اس غزل کے تصور میں ہر یاد ہے بکھری ہوئی کوئی روشنی
کرے میرے گھر میں میرے دل میں
میرے خوبوں کی شمع ہے ہر عید پہ بجھی ہوئی
وہ ماہ جبیں میری دسترس سے یوں نکل گئی انجم
جیسے فضاؤں میں خوشبو کوئی بکھری ہوئی

آج عید الفطر تھی وہ عید جو بچھڑے ملاتی ہے لیکن مجھے ملے بھی بچھڑ گئے۔

جو آئینے گھر میں سجنے سنورنے کے لیے تھے ان میں دکھائی دینے والا اپنا ہی عکس روح فرسا داستانوں کو جنم دے رہا تھا پہلی محبت کا تصور ریت اور کانچ ہی تو ہوتا ہے جو شکستہ دلی کا احساس دلاتا ہے۔

میں اپنے کمرے میں بند تھا لوگ عید کی تیاریوں میں خوب لگے ہوئے تھے۔ اچانک آپی نے دروازہ کھولا ارے بھائی کیا ہوگیا ہے نو بج رہے ہیں اٹھو شیو کرلو اور نہا کر کپڑے تبدیل کرو میں نے تمہارا ڈریس ایک ہفتہ پہلے ہی ڈرائی کلین کروالیا تھا مجھے معلوم تھا کہ تم کوئی نیا ڈریس تیار نہیں کروا رہے ہو اٹھو شاباش آپی نے مجھے زبردستی اٹھنے پر مجبور کردیا بے دلی سے شیو کرکے نہالیا دنیاداری بھی رکھنی تھی نماز عید میں چند منٹ باقی تھے۔

مسجد چلا گیا سجی سجائی گلیاں ویرانیوں کا منظر پیش کر رہی تھی ہر خوشی مدہم سی تھی احساس عید ختم ہوگیا تھا نماز عید ادا کی چند ایک دوستوں سے ملا اور سیدھا گھر آگیا پھر وہی اپنا کمرا اپنی تنہائی نی چاہتے ہوئے بھی ٹی وی آن کردیا چینل چینج کر رہا تھا کہ اچانک عطا اللہ خان عیسیٰ خیلوی کے درد بھری آواز نے میرے دل زخموں کو اور بھی ہوا دے دی۔

ڈھولا مناؤ نا ایں عید اں تو پہلے پہلے۔

میں بکھر گیا ٹوٹ گیا رونا چاہا لیکن آنسوؤں نے ساتھ نہ دیا ارے بھائی کدھر ہو کچھ کھالو دیکھو باہر کون آیا ہے آپی نے مجھے آواز دی تو میں نے اپنی آنکھیں زبردستی اور چوری سے صاف کرلیں باہر نکلا تو چکرا کر گرنے لگا۔

وہ غزل ہی تھی جو بلیک ساڑھی میں میچنگ شوز میچنگ چوڑیاں میرے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی ہیلو عید مبارک میری آواز گلے سے نہ نکل رہی تھی لیکن وہ ہر غم سے بے نیاز آپی سے گلے مل رہی تھی۔

گلے آج تو مل لے ہنس کے ظالم
رسم دنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی

اچھا یار میں چلتی ہوں آپ لوگ بھی آئیے گا ہمارے گھر اور آپ بھی آنا اس نے مجھے مخاطب کرکے کہہ دیا آج وہ غزل نہ تھی جو میری غزل تھی آج غزالہ عمیر تھی لیکن کیا دل کے ساتھ ایسا بھی ہوتا ہے کیا محبت اسے بھی تھی مجھ سے مجھے آج تک اس سوال کا جواب نہ مل سکا کیا پیار یکطرفہ بھی ہوتا ہے۔

ہاں شاید میری محبت ون سائیڈڈ ہی تو تھی جو اس طرح بکھر گئی اور وہ بھی عید کے دنوں میں میں اپنی سوچوں میں نا جانے کب تک گم رہا اور وہ چلی گئی آپی میرے لیے کچھ سویٹ کھانے کے لیے لے کر آئی بڑی مشکل سے چند نوالے حلق میں ڈالے اور پھر سونے گیا تقریباً دو گھنٹے سونے کی ناکام کوشش کی مگر نیند نہ آنی تھی نہ آسکی۔

گہری خاموشی میرے دل ویران کو اور بھی ویران کر رہی تھی بھائی غزالہ کہہ کر گئی تھی ادھر ان کے گھر چلیں آپی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔ نہیں تم چلی جاؤ میرا موڈ نہیں ہے۔ او کے ٹھیک ہے آپی چلی گئی۔

مگر ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے میری ہر غزل بنتی جا رہی تھی اٹھ کر اپنی شاعری والی ڈائری نکال لی تھی آج پہلا دن تھا کہ مجھے اپنی بھی شاعری اچھی نہیں لگ رہی تھی غصہ سے ڈائری صوفے پہ پھینک دی کبھی ٹی وی آن

کرتا تو اس سے وحشت سی ہونے لگتی تھی عجیب کا اضطراب تھا زندگی ناراض تھی دل خفا تھا نہ رویا جاتا نہ مسکرایا جاتا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد آپی واپس آ گئی غزل کے گھر سے اور جو کچھ آپی نے بتایا تھا وہ میری سماعتوں کے لیے دہکتے انگارے ہی تو تھے بھائی غزل کے گھر کافی مہمان آئے ہوئے تھے آج عید کے موقعہ پر ہی عمیر کے ماں باپ نے غزالہ کا ہاتھ مانگ لیا تھا کافی دیر پہلے مانگ چکے تھے مگر آج غزالہ کی منگنی ہو چکی تھی وہ دونوں بہت خوش ہیں ان کی عید کی خوشیاں تو دوبالا ہو چکی ہیں۔

اور نا جانے آپی کیا کیا کہتی رہی اور میں آپی کو صرف اتنا ہی کہہ سکا کہ ہاں آپی یہ تو اپنی اپنی قسمت ہے آپی میرے جذبات غزالہ کے لیے سمجھتی تھی۔

بھاگ کر مجھ سے لپٹ گئی اور ہم دونوں جی بھر کے روئے ارے بھائی بس میں اپنے بھیا کے لیے جلد ہی چاند سی دلہن لاؤں گی جو غزالہ سے بڑھ کو خوبصورت ہو گی پگلی بہن کیا جانے خوبصورتی سے محبت کا تعلق شام کے سائے ڈھل گئے رات ہو گئی پھر دن ہو گیا۔

اور پھر وقت کا سلسلہ چلتے چلتے آج سات سال بیت گئے عمیر اور غزالہ کی چند ماہ بعد شادی ہو گئی اور میں تب سے آج تک ہر عید کو لہو لہو منا رہا ہوں نہ جانے کب تک ایسا رہے گا۔

پھولوں میں اب مہک ہے کہاں
رنگوں میں اب دھنک ہے کہاں
خزاں بھی بدلے لہو عید بھی بدلے
انجم اپنی ایسی اب قسمت ہے کہاں

فاصلے صدیوں پہ محیط ہوں کہ لمحوں کے دل کے کرب کی شدت ہر موسم میں یکساں ہوتی ہے میں اپنی محبت کا مجرم ہوں میں نے ہر عید کو خود لہو لہو کیا ہے کاش میرا دل غزالہ کے لیے نہ دھڑکا ہوتا اور نہ ہر عید لہو ہوتی لیکن دل کو آج تک کون سمجھا سکا ہے۔

اب یہ آنسو مجھے قسمت نے دیئے ہیں یا میری خاموش محبت نے ان ہی چیزوں کو سوچتے میرے بالوں میں چاندی اتر رہی ہے۔

لیکن زندگی نے اور ان عیدوں نے مجھے میرے سوال کا جواب کبھی نہیں دیا اب تو قلم سے خون آتا ہے اور آنکھوں سے بھی لہو آتا ہے اور لگتا یہی ہے کہ موت کی آغوش میں ہی سکون ملے گا۔

چلتے چلتے اپنی غزل کو میری یہ لہو عید اور اس کی خوشیاں بھی بہت بہت مبارک ہو۔ خدا حافظ۔

قارئین کیسی لگی میری کہانی اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا

تم سا وہ

اک تازہ حکایت ہے سن لو تو عنایت ہے
اسک شخص کو دیکھا تھا تاروں کی طرح ہم نے
اسک شخص کو چاہا تھا اپنوں کی طرح ہم نے
ایک شخص کو سمجھا تھا پھولوں کی طرح ہم نے
وہ شخص قیامت تھا کیا اس کی کریں باتیں
دن اس کے لئے پیدا اور اس کی ہی تھیں راتیں
کم ملتا کسی سے تھا ہم سے تھیں ملاقاتیں
رنگ اس کا شاداب تھا اور زلف میں مہکاریں
آنکھیں تھیں کہ جادو تھا، پلکیں تھیں کہ تلواریں
دشمن بھی اگر دیکھے سو جان سے دل ہارے
کچھ تم سے وہ ملتا تھا باتوں میں شباہت تھی
ہاں تم سا وہ لگتا تھا شوخی میں شرارت میں
لگتا بھی تمہیں سا تھا دستور محبت میں
وہ شخص ہمیں ایک دن اپنی کی طرح بھولا
تاروں کی طرح ٹوٹا پھولوں کی طرح مرجھایا کشتی کی طرح ڈوبا
پھر ہاتھ نہ آیا وہ ہم نے تو بہت ڈھونڈا

☆ ------------------ چوہدری یاسین۔ جڑانوالہ

تلافی

تحریر۔ ساحل ابڑو۔ ڈیرااللہ یار۔ ph,0345.5913898

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

میں آپ کی بزم ادب میں ایک بار پھر لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں جس کا عنوان ہے۔ تلافی۔ امید ہے یہ تحریر بھی پہلے کی طرح جواب عرض کی پالیسی کے مطابق میار اور تمام قارئین سبق آموز ہوگی کیوں کہ تحریر تاریخ کے جھرنوں سے لی گئی ہے۔ جس کی روشنی سے ہم سب اجاگر ہیں میں جانتا ہو کہ جواب عرض میں صرف لوسٹوریاں لی جاتی ہیں مگر یہ تحریر بھی تو ادب کی شاخ ہے۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

کردار جمال الدین۔ علاؤالدین۔

جمال الدین ایک جانباز سپاہی تھا ایک تیر سے اس کی ہلاکت ہوئی تو اس نے دم توڑتے وقت اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ میرے پاس وقت نہیں تم میرے بیوی بچوں کا خیال رکھنا۔

جمال الدین نے آخری الفاظ کہے اور اس کی ساری گردن ایک طرف کو جھک گئی یہ سالار ہندوستان کے ایک بوڑھے بادشاہ جلا الدین۔ کا داماد تھا بھتیجا علاؤالدین خلجی تھا جو اس زمانے میں کسی ملک کا گورنر تھا اس کے پاس سات ہزار کی مختصر فوج تھی جس کی مدد سے وہ بہت پہنچا ہوا تھا۔

جمال الدین بھی اسی کی فوج کا ایک نیک انسان تھا جس نے اپنے اس بادشاہ کی خاطر اپنی جان قربان کر دی علاؤالدین ایک دن تخت پر بیٹھا کہ اس نے دیکھا کہ اس کے بوڑھے اور پرہیز گار چچا کی نرم روی کی وجہ سے سارے ہندوستان میں لوٹ مار کا بازار گرم ہے جگہ جگہ بغاوت اور بے چینی پھیلی ہوئی ہے

وہ اب بکھیڑوں میں ایسا الجھا کہ اپنے جانثار ساتھی جمال الدین کے بیوی بچوں کو بھی بھول گیا۔

اس نے تنگ آکر اپنے دربار کے وزراء سے مشورہ کیا کہ آخر ان خرابیوں کی وجہ کیا ہے کچھ نے مشورہ دیا کے کھانے پینے اور عام اشیاء سستی کر دی جائیں تاکہ کم تنخواہ پر سپاہی بھرتی کئے جاسکیں اس کے پاس پھر ایک بڑی فوج تیار ہوگئی اس کی مدد سے ہر طرف امن وامان قائم ہوجائے گا۔

دوسرا فیصلہ یہ کیا گیا کہ سارے ملک میں شراب پر پابندی لگادی جائے جو کئی خرابیوں کی جڑ ہے بادشاہ خود بھی شراب پیتا تھا مگر اس نے ملک اور قوم کی بہتری کے لیے توبہ کرلی اور ہندوستان میں شراب بنانے پر پابندی لگادی۔

سب سے پہلے اس نے اپنے شراب کے برتن توڑے اس طرح دیکھا دیکھی لوگوں نے اپنے شراب کے ذخیرے گلیوں میں بہادیئے اس ناپاک شے سے نجات حاصل کرنے کے بعد۔

بادشاہ نے سوئی دھاگے سے لے کر کھانے پینے کی اشیاء اور استعمال کی ہر شے تک کی قیمتیں مقرر کر دیں جو پہلے کے مقابلے میں کافی کم تھیں یوں لوگ کم روپیوں میں ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے۔

اس طرح علاؤالدین نے زبردست فوج تیار کر لی دوسری طرف کم تولنے والے اور مہنگے داموں بیچنے والوں پر کڑی سزائیں مقرر کر دی گئیں ایک دن بادشاہ کھانے کی تیاری کر رہا تھا۔

ایک غریب عورت روتی پیٹتی شاہی محل پر آگئی اور حاکم وقت سے ملاقات کرنے کی ضد کرنے لگی دربانوں نے ڈانٹ ڈپٹ کر اسے خاموش کر دیا اور بادشاہ کو خبر دی خاتون کیا ہے علاؤالدین نے اس عورت کو بلا کر پوچھا۔ حضور میں ایک غریب عورت ہوں بیوہ ہوں اور محنت مزدوری کر کے اپنے دو بچوں کا پیٹ پالتی ہوں ہمارے پڑوس میں ایک خوشحالی خاندان رہتا ہے جن کے کچن سے ہر روز لذیذہ کھانوں کی خوشبو آتی ہے۔

ایک ہفتہ پہلے میرے بچوں نے بریانی کھانے کی ضد کی تو میں نے چرخہ کات کات کر کچھ پیسے بچائے اور ان سے بریانی پکانے کے لیے چاول خریدے تقریباً دو پیسے کے پونے دو سیر چاول آتے مگر وہ ڈیڑھ سیر نکلے میں نے دکان دار سے شکایت کی تو اس نے میری بے عزتی کر کے مجھے دھکے مار کر دکان سے نکال دیا عورت نے اپنی داستاں ختم کی۔

بادشاہ نے غصے سے آگ بگولہ ہو گیا اور فوراً بھیس بدل کر خاتون کے ساتھ ہو گیا دکاندار کے پاس جانے کے بجائے پہلے خاتون کے گھر گیا۔

اس سے ایک بچے سے ادھے چھٹیل کے چاول منگوائے وہ واقع ہی پاؤ کم نکلے تھے اب بادشاہ نے سپاہی بھیج کر دکاندار کو طلب کر لیا اس طرح غریب عورت کے گھر عدالت لگ گئی اور باہر کئی لوگ جمع ہو گئے دکاندار کے باٹوں کا معائنہ ہوا تو اس کی چالاکی پکڑی گئی دیکھنے میں تو وہ ٹھیک لگتے تھے مگر ہر باٹ کے پینڈے میں سوراخ کر کے اسے موم سے بند کر دیا گیا تھا۔

اس طرح سوراخ عام عادمی کو تو دکھائی نہیں دیتے تھے مگر علاؤالدین کی عقابی نگاہوں سے وہ پوشیدہ نہ رہ سکا قانون کے مطابق اسے سزا سنائی گئی سزا سنتے ہی دکاندار کا رنگ پیلا پڑ گیا۔

مگر بادشاہ کے خوف سے اس کے منہ سے آہ بھی نہ نکل سکی دو طاقت ور سپاہیوں نے اسے قابو کیا اور ایک نے تیز دھار چھری سے اس کی ٹانگ سے پاؤ گوشت کاٹ کر ترازو میں رکھا اور چاولوں کا وزن پورا کر دیا دیکھنے والوں کے لیے یہ ایسا خوف ناک سبق تھا آئندہ کوئی دکاندار کم تولنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا وہاں کھڑے کئی لوگ تھر تھر کانپ رہے تھے میں جانتا ہوں کہ یہ سزا بہت سخت ہے۔

بادشاہ نے پورے جاہ و جلال سے کہا مگر میں نظر میں قانون توڑنا سب سے بڑا جرم ہے یاد رکھنا جو قوم اپنے قانون کا احترام نہیں کرتی وہ خوش ہونے کے بجائے بستی میں گر کر مٹ جاتی ہے سزا کے بعد بے ہوش دکاندار کو علاج کے لیے سرکاری دوا خانے پہنچا دیا گیا اس کے بعد علاؤالدین نے اس خاتون سے پوچھا کہ بتاؤ تمہارا شوہر کیا کام کرتا تھا۔

حضور میرا شوہر آپ کی فوج میں ملازم تھا آپ کی جان بچاتے ہوئے ۔۔ جان بچاتے ہوئے ۔۔ یہ کہہ کر عورت کے ہونٹ لرزنے لگے علاؤالدین نے چونک کر اس عورت کی طرف دیکھا پھر خود پر قربان ہونے والا وہ ساتھی یاد آگیا۔

بادشاہ اپنی غفلت سے اس قدر شرم سار تھا کہ زندگی میں پہلی بار ایک غریب سے آنکھ نہ ملا پایا آخر اس نے آگے بڑھ کر بڑی شفقت سے اس عورت کے سر پر ہاتھ رکھا اور بولا ہاں میری بہن تیرا شوہر مجھ پہ ہی قربان ہو کر میرے کندھوں پہ ذمہ داری ڈال کر

چلا گیا جو میں پوری نہ کر سکا۔
بادشاہ کا ملال دیکھنے سے تعلق رکھا تھا چند لمحے توقف کے بعد کہنے لگا تلافی تو شاید میں نہ کر سکوں مگر تمہاری اور تمہارے بچوں کی ذمہ داری اب میرے اوپر ہے

علاؤ الدین خلجی کو بعض موٴرخوں نے بڑا سخت حکمران لکھا ہے مگر وہ سمجھتا تھا کہ سزا کا مطلب انتقام نہیں ہے بلکہ مجرم کو رائے راست پر لانا اور دوسرے لوگوں کو عبرت دلانا ہے۔
اس نے ہندوستان کے بیس برس کا پر امن اور خوش حالی دور عطا کیا ہے اپنی سلطنت میں ایسی قورتیں جاری کی ہیں ہے ملک میں مساوات کا دور دور ہو جائے اور کمزوروں اور طاقتوروں میں کوئی فرق نہ رہا کھانے پینے کی اشیاء اور استعمال کی ہر چیز کے نرخ مقرر کر دیئے گئے۔
وہ واحد بادشاہ تھا جس نے پورے ہندوستان کو متحد رکھا۔تو۔
قارئین یہ تھی ایک چھوٹی سی تحریر جو ایک تاریخ کے جھرنوں سے لی گئی لفظوں کی سطح بیان کیا گیا۔
آپ لوگوں کو کیسی لگی اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیں کیوں کہ آپ کی تنقید میرے لیے جیت کی خوشی ہے۔
ساحل ابڑو ڈیرا اللہ یار بلوچستان۔

غزل

اک امید تھی جو دل سے بھلا دی ہم نے
اپنے ارمانوں کو خود آگ لگا دی ہم نے
پیار کل بھی تھا اور آج بھی ہے رہے گا تم سے
نا جانے کیوں تجھے پانے کی حسرت مٹا دی ہم نے
تیری بے رخی نے بھڑکائی تھی جو آتش غم
غم کی وہ آگ اشکوں سے بجھائی ہم نے
آج تم نیا ایسی ٹھوکر لگائی کہ مزہ آ گیا
تیرا خاطر دن کا سکون رات کی نیند گنوائی ہم نے
اس زمانے میں پیار کر کیا کثر دھوکہ دیتے ہیں لوگ
ہر اک موڑ پہ دل نادان کو یہ بات سمجھائی ہم نے
دل کی ہر اک تمنا کو بھول کر
صرف تیری یاد میں زندگی گزارنے کی قسم کائی ہم نے
بج گئی وہ شمع تیری آہوں سے شاہد
اس کے دل کی چوکھٹ پہ جو جلائی ہم سے
شاہد رفیق سہو کبیر والہ

تجھ سے ملنے کی کوئی راہ نکالی نہیں جاتی
تو آنے کا نہ کہا کر تیری کوئی بات مجھ سے ٹالی نہیں جاتی
میری آنکھوں میں تیرے سوا کوئی دوسرا نہیں
تیری یاد تیری صورت دل سے نکالی نہیں جاتی
حالت دیکھ تو آ کر میری کیا ہوں تیرے بغیر
اب تو بکھری ہوئی زلفیں بھی سنبھالی نہیں جاتی
میں رب سے دن رات صبح و شام تجھ کو ہی مانگوں
اب تو خدا نے بھی کہہ دیا صائمہ تیری کوئی دعا
اس کے نام سے خالی نہیں جاتی
☆ ---------- صائمہ

فریاد

فریاد کسی سے کیا کریں ہم
کسی کو کیا داستان سنائیں ہم
اک اپنا تو وہی تھا جو چلا گیا
اس کی یاد کسی کو کیا بتائیں ہم
دل ہی تھا جو زخموں سے چور تھا
ان زخموں کو کیسے دکھائیں ہم
دل میں لگی تھی جو آگ غم تنہائی کی
اس میں جلتا کسی کو کیا دکھائیں ہم
چہرے بدل بدل کر اس دنیا میں ملتے ہیں لوگ
اصل چہرہ کسی کو نہ دکھائیں ہم
☆ ---------- واصف

دل ہوا ویران

۔۔تحریر۔عامر جاوید ہاشمی۔ph,0300,7146494

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
ایک ماں اپنے بیٹے کی خوشیاں چھین کر اس کو کیا دیتی ہے تنہائی مایوسی پریشانی یا پھر اس کے پیار کی یادیں ہی یادیں جن کے سہارے وہ زندگی کے دن پورے کرتا ہے قارئین امید ہے آپ کو پسند آئے گی میں نے اس کہانی کا نام۔دل ہوا ویران۔رکھا ہے اپنی قیمتی آراہ سے ضرور نوازیے گا
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔عامر جاوید ہاشمی۔چوک اعظم لیہ۔

کردار میر سلاطین،شہر بانو۔علی۔زلیخا
ہمارا شاداب پور سے تعلق تھا وہ ہمیشہ گاؤں میں ہی رہے تھے جب کہ امی جان کو شہر کی زندگی پسند تھی وہ گاؤں کی عورتوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی تھی ابو میں غرور نام کی کوئی چیز نہ تھی جبکہ والدہ کو غریبوں سے الرجی تھی رعونت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔
امی جان کا اپنا ایک الگ مزاج تھا رحم ان کی گھٹی میں نہ تھا یہی وجہ تھی گھر کی مائیں اور دیہات کی عورتیں ان سے ڈرتی تھیں۔
مجھے والد صاحب کی عادات پسند تھیں سب کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آتے تھے اپنی مزارع ہوں یا بستی کے غریب انسان سبھی ان کے گن گاتے تھے میر سلاطین میرے بھائی تھے۔
جب انہوں نے گریجویشن مکمل کی تو والد صاحب نے علی تعلیم کے لیے انہیں لندن بھیج دیا ان کے جانے کی وجہ سے ساری بستی اداس ہوگئی وہ ہر دل کی دھڑکن اور ہر مکین بستی کی جان تھے۔

وقت رفتہ رفتہ گزرتا رہا اور ہمیں میر سلاطین کے لوٹ آنے کا انتظار تھا یہاں تک کے نوکر بھی ان کی آمد کے منتظر تھے وہ روز ہی اپنی گفتگو میں میرے بھائی کا اچھے لفظوں میں تذکرہ کرتے جس سے محسوس ہوتا تھا کہ سلاطین کی یاد ایک لمحے کے لیے بھی ان کے دلوں سے محو نہیں ہوئی۔
بلاآخر وہ مبارک اور خوشیوں بھری ساعت آن پہنچی۔جب میرے بھائی میر سلاطین کو اپنے وطن واپس آنا تھا ہم نے بڑی بے چینی سے اس گھڑی کا انتظار کیا اور اس کو لینے ائیر پورٹ چلے گئے گھر میں میر سلاطین کا انتظار بڑے والہانہ انداز میں کیا جا رہا تھا یوں لگا جیسے نگاہوں نے ان کی راہوں میں پھولوں کی پتیاں بچھا دی ہوں۔
محبت کے جذبات نے بھی سبھی کے چہروں کو کھلا دیا تھا خاص کر ہماری پرانی خادمہ کی بیٹی شہر بانو تو گلنار ہوئی جا رہی تھی۔گویا سارے جہاں کی خوشیاں اسے لگ گئی تھیں شہر بانو بھائی سے دو تین برس چھوٹی تھی بچپن میں ایک ساتھ کھیل کر بڑے ہوئے تھے

شروع سے ہی اس کا ماں ہمارے گھر کا انتظام سنبھالتی تھی اور یہ بچی ہمارے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔

امی جان کو اس کا ہمارے ساتھ کھیلنا پسند نہ تھا لیکن زلیخاں اس قدر کام کی عورت تھی کہ اس کے بغیر ہمارے گھر کا نظام ہی نہیں چلتا تھا لہذہ زلیخاں کے ہوتے ہوئے ماں سارے فکروں سے آزاد تھی اپنے کمرے میں آرام فرماتیں ایسے میں ہم بچے حویلی کے بڑے لان اور برآمدے میں دھما چوکڑی مچاتے پھرتے ہماری والدہ کا کمرہ دوسری جانب تھا شور شرابا ان کو ڈسٹرب نہیں کرتا تھا وہ دن کے بارہ بجے تک سوتی رہتی تھیں کوئی آواز ان تک نہ جاتی تھی۔

میری سلاطین کو آئے ہوئے دو دن ہو گئے تھے یہ دو دن رشتہ داروں اور ملنے والوں کے درمیان گزر گئے اسے شہر بانوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کا موقع ہی نہ ملا تیسرے روز کچن میں اپنی پسندیدہ ڈش سرسو کا ساگ کی فرمائش کرنے اماں زلیخا کے پاس گیا تو شہر بانوں وہاں موجود تھی وہ کھانا پکانے میں اماں کا ہاتھ بٹھا رہی تھی۔

اس نے میرا دیا ہوا سرخ رنگ کا سوٹ زیب تن کیا ہوا تھا اس لباس میں وہ شہزادی لگ رہی تھی میرے بھائی نے اسے دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا اس نے اماں سے پوچھا اماں یہ لڑکی کون ہے ارے کیا آپ نہیں پہچانتے اسے یہ شہر بانوں ہے زلیخا نے حیرت سے کہا۔

جانتا تو ہوں مگر پانچ سال بعد لوٹا ہوں شہر بانوں بہت بدل گئی تھی یہ اب وہ نہیں رہی جس کے ساتھ ہم بچپن میں کھیلا کرتے تھے کہتے ہیں عشق پر زور نہیں یہ وہ لمحہ تھا جب اس کی صورت میرے بھائی کے دل میں سما گئی تھی۔

وہ لندن میں رہ کر آیا تھا اس کے نزدیک آقا اور خادم کا فرق مٹ چکا تھا اس لمحے اس نے شہر بانوں کو اپنی شریک حیات بنانے کا فیصلہ کر لیا تاہم اس خیال کو کسی پر ظاہر نہیں کیا ابھی مناسب وقت نہیں آیا تھا وہ والدہ کے مزاج سے بخوبی واقف تھا کہ امی غریبوں سے کس قدر نفرت کرتی ہے وہ ان کو اپنے قریب بٹھانا بھی پسند نہیں کرتیں ایک غریب ملازمہ کی بیٹی کو بہو بنانے کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔

شہر بانوں کبھی کبھی ماں کے ساتھ ہاتھ بٹھانے آجاتی تھی ورگرنہ وہ زیادہ تر اپنی رشتہ دار عورتوں کے ساتھ کھیتوں میں ہی کام کرتی تھی اگلے روز جب وہ نہ آئی تو میری سلاطین کو اس کی سخت کمی محسوس ہوئی کچھ دیر بعد ہی وہ باہر کھیتوں میں نکل گیا وہاں شہر بانوں اور اس کی ہم عمر لڑکیاں کھیتوں میں کپاس کی چنائی میں مصروف تھیں۔

میر سلاطین نے کھانسی کر کے شہر بانوں کو متوجہ کیا وہ بہانے سے آم کے پیڑ کی طرف آگئی جہاں سلاطین کھڑا اس کی توجہ کا منتظر تھا۔

شہر بانوں تم گھر نہیں آئی کیوں۔ کھیتوں میں کام کرنا تھا اس لیے۔ کیا ضرورت ہے تمہیں کھیتوں میں کام کرنے کی کس قدر مشکل ہے یہ کام گھنٹوں جھکے جھکے کمر ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔

اماں کا حکم ہے۔ میں کہہ دونگا اماں کو کل سے تم کچن میں اماں کا ہاتھ بٹھاؤ گی۔

اگلے دن جب شہر بانوں ماں کے ساتھ آئی تو میری والدہ اس وقت ناشتے کے لیے کچن میں آچکی تھی انہوں نے ماں کے ساتھ بیٹی کو آتے دیکھا تو تیوری پر بل ڈال کر بولیں تو اس کے کارن آج تم کو بھی دیر ہو گئی ہے آنے میں۔ میں۔۔ کیوں سچ کہہ رہی ہوں۔

ہاں مالکن۔ اس نے دیر کرا دی کل کھیتوں میں سارا دن کپاس چنتی رہی میلی کچیلی ہو رہی تھی میں نے کہا تھا نہا دھو کر صاف کپڑے پہن لو میلے کپڑے سے مالکن ناراض ہو نگی۔

مجھے نہیں غرض یہ میلی کچیلی رہے یا نہا دھو کر مجھے تو

اس سے غرض ہے کہ تم صبح تڑکے آجایا کرو ابھی تک ناشتہ تیار نہیں ہوا اور یہ اپنی بیگم صاحبہ کیوں بن کر آنے لگی ہے اسے کہو اپنے آپے میں رہے خدا جانے یہ دیہات کی چوکریاں ذرا ہنس کے بات کر لو تو اپنی اوقات بھول جاتی ہیں۔

ارے یہ کیا لٹکنے مٹکنے لگا کر آگئی ہے یہ ہار اور بندے کس کو دکھانے ہیں زلیخا کنٹرول میں رکھو اسے بڑے پر نکال رہی ہے تیری بیٹی۔

اماں زلیخا ایک سمجھدار عورت تھی اس گھر کے ادب آداب اور ماں کے مزاج سے خوب واقف تھی سمجھ گئی کہ آج کے بعد شہر بانوں کو ادھر نہیں لانا ورنہ مالکن ناصرف خوب بے عزتی کرے گی بلکہ بستی سے نکلوا دے گی صاف ظاہر تھا بیٹا جوان ہو تو ایسی حسین لڑکیاں خطرے کی گھنٹیاں بن جاتی ہیں۔

میری ماں اپنے بیٹے کی سوچ سے واقف تھی وہ ایسا کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتی تھی اس لیے انہوں نے شہر بانو کا گھر میں داخلہ ممنوع قرار دے دیا۔

جب میری سلاطین کو پتہ چلا تو وہ سخت مضطرب ہوا والدہ کی ضدی طبیعت کو جانتا تھا منہ کو آنے کے بجائے وہ گھر سے باہر شہر بانوں سے ملنے لگا کھیتوں میں اس کو شہر بانوں سے باتیں کرتے ہوئے کون روک سکتا تھا یہ زمین اس کے باپ دادا کی ملکیت تھی اور والدہ باہر نہ جاتی تھیں۔

دونوں کا عشق درختوں کی چھاؤں تلے اور نہر کے کنارے پروان چھڑنے لگا تھا۔

آپس میں سرگوشیوں میں باتیں کرتے مگر میر سلاطین کی سکایت کا یارانہ تھا کیوں کہ وہ اس سے محبت کرتے تھے اور ڈرتے بھی تھے کہ کہیں ان کی شامت نہ آجائے شہر بانوں کا والد فوت ہو چکا تھا اور بھائی کوئی بھی نہ تھا ایک بڑی بہن تھی جو دوسرے گاؤں میں بیاہی تھی عزت کا مسئلہ تب بنتا جب باپ اور بھائی حیات ہوتے تو گاؤں والوں نے زلیخا کو اطلاع ضرور کی کہ اپنی بیٹی کو قابو میں رکھو اس کا انجام برا ہونے والا ہے زمیندار کا کچھ نہیں بگڑتا ہمیشہ ایسے معاملات میں غریب کی بیٹی ہی خسارے میں رہتی ہے اماں زلیخا نے بیٹی پر پابندی لگا دی۔

اب وہ کھیتوں میں کام نہیں کرتی تھی اور نہ ہی گھر سے نکلتی تھی اس صورت حال پر پریشان میرا بھائی زلیخا کے گھر چلا گیا وہ بچپن میں اکثر وہاں جاتا تھا اس کے لیے یہ گھر اجنبی نہ تھا۔

اب دونوں گھر میں بیٹھ کر باتیں کرتے اور اماں زلیخا ہمارے گھر ہوتی تھی جلد ہی پڑوسیوں کو تشویش نے گھیر لیا اور انہوں نے زلیخا سے شکایت کی وہ بیچاری پریشان ہوگئی سب سے زیادہ ڈر مالکن کا تھا اس سے پہلے کوئی نمک مرچ لگا کر یہ بات مالکن کے گوش گزار کرتا۔

اس نے امی سے کہا مالکن آپ کے حکم سے میں شہر بانوں پر پابندی لگا دی ہے اور وہ گھر سے باہر نہیں نکلے گی لیکن مالکن ۔لیکن۔امی جان نے پھنکاتے ہوئے پوچھا۔میر سلاطین کو میں روکوں یہ میری مجال نہیں ہے آپ ان کو روک سکتی ہیں کہ وہ شہر بانوں کو ملنے میرے گھر نہ آیا کرے میں صبح سے رات تک آپ کی خدمت میں مصروف ہوتی ہوں پیچھے شہر بانو گھر پر اکیلی رہ جاتی ہے تو میر سلاطین وہاں ہمارے گھر آجاتا ہے۔

مجھے نہیں معلوم تھا مگر کل پڑوسیوں نے کہا ہے اس لیے آپ کو آگاہ کر دیا ہے۔

ٹھیک ہے میں بندوبست کرتی ہوں اگلے دن امی نے ماموں کو فون کر کے کہا کہ میر سلاطین کو اپنے گاؤں لے جاؤ اسے کچھ دن وہاں رکھو اپنے پاس ماموں نے پوچھا تو وہ نظر نہیں آرہا تھا امی نے کہا کھیتوں کی طرف جاؤ شاید وہاں ہو اسے کھلی فضا میں گھومنے پھرنے کا بہت شوق ہے ماموں نے سارا علاقہ چھان مارا ان کو کہیں نظر نہ آیا واپس آگئے کہ بھانجا صاحب تو

کہیں بھی نہیں ہے نہر کی طرف دیکھو امی نے بے چین ہو کر کہا ماموں دوبارہ گئے تو وہ شہر بانوں کیساتھ باتوں میں مصروف تھا۔

ماموں نے قریب جا کر بازو سے پکڑ لیا اور کہا میرے ساتھ آؤ پھر شہر بانوں کے ساتھ مخاتب ہوئے دو ٹکے کی چھوکری مالک کے بیٹے کے ساتھ بیٹھی ہے بے وقوف چلا جا اپنے گھر ورنہ آپا کو جانتی ہو نہر میں پھنکوا دیں گی اس طرح مخاطب پر میرے آذر مضطرب ہوئے مگر حد ادب ابھی واقع تھی ماموں سے کوئی تلخ بات نہ کی خاموشی اختیار کر لی۔

اگلے روز والدہ کے حکم پر ماموں کے ہمراہ ان کے گاؤں چلے گئے وہاں جا کر خوب شکوہ کیا کہ ماموں جان غریبوں کی بھی عزت ہوتی ہے وہ بھی انسان ہوتے ہیں آپ کو اس طرح شہر بانوں سے مخاطب نہیں ہونا چاہئے تھا۔ تم نہیں جانتے صاحبزادے ان گھٹیا لوگوں کو ہم جانتے ہیں کہ ان سے کس طرح پیش آنا چاہئے۔

اپنی امی سے کچھ سیکھو اب چلو گھر اپنی کزنوں فرح اور افشاں سے ملو پانچ سال پہلے وہ چھوٹی تھیں جب تم لندن گئے تھے اب ماشاءاللہ بڑی ہو گئی ہیں مگر میر سلاطین نے توجہ ہی نہ دی وہ شہر بانوں کے خیال میں کھویا ہوا تھا ماموں اپنی بیٹی کا رشتہ دینا چاہتے تھے لیکن رشتہ تو اس صورت ہوتا جب دل راضی ہوتا۔

ادھر امی نے زلیخا سے کہا کہ میں نے تمہاری بیٹی کا رشتہ ڈھونڈ لیا ہے لڑکا میٹرک پاس ہے اور میرے بھائی کے منشی کا بیٹا ہے بہت شریف ہے اور پرائمری سکول میں ٹیچر ہے تیری بیٹی پانچ جماعت پاس ہے دونوں کی جوڑی ٹھیک رہے گی میں تیری لڑکی کی شادی کا تمام خرچہ اٹھاؤں گی اس رشتے کو قبول کر لو لڑکا کل آجائے گا اس سے مل لینا وہ تم کو پسند آئے گا غریب کی بیٹی کی شادی اور جہیز بڑا مسئلہ ہوتا ہے یہ خرچہ مالکن نے اٹھا لیا اور لڑکا بھی ٹھیک تھا زلیخا نے حامی بھر لی۔

اور کیا چارہ تھا منع کرتی تو مصیبت میں پڑتی خدا جانے آگے شہر بانوں اس کا کہا مانتی ہے یا نہیں رسوائی کے ڈر سے فوراً بیٹی کی شادی پر رضامند ہو گئی جب شہر بانوں کو علم ہوا تو وہ خوب روئی مگر اس کی کون سنتا پانچ دن کے اندر اندر شہر بانوں کا نکاح علی سے ہو گیا اور اس سے پہلے کہ میر سلاطین گھر لوٹتا میری والدہ نے شہر بانوں کی رخصتی کروا دی وہ بے چاری بلکتی سسکتی چلی گئی۔

دس روز بعد ماموں نے اجازت دی تو میر سلاطین گھر لوٹا لیکن جس کے خیالوں میں ہو رات دن بسر کئے تھے وہ اپنے گھر سدھار گئی تھی میر سلاطین کو پتہ چلا تو جیسے دل بند ہونے لگا اس کو یقین نہ آیا کہ اس قدر جلدی کیا جو شہر بانوں کو پیا گھر دوسرے گاؤں چلتا کر دیا گیا میر سلاطین نے شہر بانوں کو کھیتوں میں ڈھونڈا مگر وہ اسے کہیں نظر نہ آئی پاگلوں کی طرح وہ گاؤں میں اس کے نقش قدم تلاش کرتا تھا۔

ادھر شہر بانوں روتے روتے بے ہوش ہو گئی تھی کیوں کہ علی کے منہ سے چرس کی بو آ رہی تھی اور اس کا طرز عمل جانوروں جیسا تھا پندرہ دن بعد وہ اپنے گھر ماں سے ملنے آئی شوہر ساتھ آیا کسی طرح میر سلاطین کو خبر ہو گئی اس نے گاؤں کی ایک لڑکی کے ذریعے شہر بانوں تک پیغام پہنچایا کہ مجھ سے نہر کے پاس ملے یہ لڑکی شہر بانوں کی گہری سہیلی صائمہ تھی اس نے جب یہ پیغام دیا تو شہر بانوں بے قرار ہو گئی اتفاقاً کھانا کھا کر اس کے شوہر پر نیند کا غلبہ طاری ہو گیا اور وہ چارپائی پر لیٹے ہی سو گیا۔

شہر بانوں نے موقع غنیمت جانا اور گھر سے نکل کر نہر کے کنارے پہنچی وہاں آم کے درخت کے نیچے میرا بھائی اس کا منتظر تھا۔

یہ دونوں ابھی باتیں کرنے نہ پائے تھے کہ شہر

بانوں کے شوہر کی آنکھ کھل گئی شہر بانوں کو نہ پا کر ادھر ادھر ڈھونڈا پڑوسیوں سے پوچھا تم نے شہر بانوں کو دیکھا ہے انہوں نے کہا ہاں وہ اس طرف نہر کی طرف جا رہی تھی علی ادھر چل دیا نہر کے کنارے اس نے میر سلاطین اور شہر بانوں کو ایک ساتھ باتیں کرتے دیکھا شہر بانو رو رہی تھی شوہر نے نزدیک پہنچ کر اسے مخاطب کیا تم یہاں کیوں آئی ہو اور کس کے ساتھ بیٹھی ہو گھر چلو میں تمہارا بندوبست کرتا ہوں۔

شہر بانوں خوف زدہ ہو گئی وہ کانپ رہی تھی شوہر کی صورت پر وحشت برس رہی تھی اس نے گھر جانے کے بجائے نہر میں چھلانگ لگانے کو ترجیح دی وہ آنا فانا نہر میں کود گئی دونوں مرد تیرنا جانتے تھے لیکن علی نے کہا اے نوجوان اگر تم نے میری بیوی کو بچانے میں نہر میں چھلانگ لگائی تو میں تم کو معاف نہیں کروں گا اسے مت بچانا ورنہ میں اس کے ٹکڑے کر دوں گا اور تمہارے ساتھ بھی نمٹ لوں گا۔

میر سلاطین نے اس کی ایک نہ سنی اس طاقتور دیہاتی نے میر سلاطین کو مضبوطی سے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا اور اس وقت تک آزاد نہ کیا جب تک شہر بانوں پانی میں ڈوب کر غائب نہ ہو گئی۔

اس سانحے کا میرے بھائی پر گہرا اثر پڑا صدمے سے اس نے اپنے ہوش کھو دیئے وہاں دیہاتی جمع ہو گئے جنہوں نے ابا جان کو اطلاع دی وہ جا کر اپنے گم سم بیٹے کو لے آئے کچھ دن تک بھائی گم سم رہے کھانے پینے کا نہ ہوش تھا ساری ساری رات نیند آنکھوں میں نہ آتی وہ جاگتے رہتے نیند کوسوں دور تھی مسلسل جاگنے سے ان کی حالت تباہ ہو گئی لبوں پر بس ایک فقرہ تھا کہ اے کاش اسے بچا پاتا میری آنکھوں کے سامنے وہ موت کے منہ میں چلی گئی۔

شہر بانوں کا شوہر فرار ہو کر کہیں روپوش ہو گیا میرا بھائی یہ صدمہ نہ سہہ سکا وہ نیم پاگلوں کی کیفیت میں چلا گیا آج اس سانحے کو پندرہ برس ہو گئے ہیں ہر طرح کا علاج کروایا پر وہ ٹھیک نہیں ہوئے ہوش وحواس سے بیگانے ہوتے گئے یہاں تک کہ نہانا دھونا کپڑے بدلنا بھی ترک کر دیا۔

اب وہ نہر کے پاس کھیتوں میں درختوں کے نیچے گم سم بیٹھے ہوئے ہیں کسی کو کچھ نہیں کہتے نا گالیاں دیتے ہیں نا پتھر مارتے ہیں کسی کو ستاتے نہیں پھر بھی لوگ ان کو پاگل کہتے ہیں جب اپنے پیارے بھائی کے لیے پاگل کا لفظ سنتی ہوں تو دل پر چھری چل جاتی ہے دل چاہتا ہے کہ نہر کی گہرائی سے شہر بانوں کا خاکی چہرا نکال کر لے آؤں یا پھر امی کو جھنجھوڑ کر کہوں کیا ملا آپ کو اپنے بیٹے کا دل ویران کر کے ان کو کیا کہہ سکتی تھی ان کا دل بھی جوان بیٹے کی وجہ سے ویران ہے۔ سچ ہے مرض عشق وہ مرض ہے

جس کا علاج کسی طبیب کے پاس نہیں اسے اپنے بیٹے کا پیار برداشت کیوں نہیں ہوا تھا کہ وہ غریب تھی اس لیے نہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا کیوں وہ وہ بھی تو ایک انسان تھی اس کو بھی پورا حق تھا اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کا اپنے بیٹے کو بچانے کے لیے کسی کی زندگی کانٹوں میں پرو کر کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ قارئین کیسی لگی ضرور بتانا۔

غزل

مجھ کو اتنا ستانے کا کیا فائدہ
دل پر زخم لگانے کا کیا فائدہ
جبکہ ملنا ہمارا مقدر نہیں
پھر خوابوں میں آنے کا کیا فائدہ
جیتے وقت پھول ہم کو میسر نہ تھے
اب کفن پر پھول چڑھانے کا کیا فائدہ
زندگی میں اگر مل نہ سکو ہم سے
پھر جنازے پر آنے کا کیا فائدہ

☆ ---------------- رئیس ساجد کاوش۔ خان بیلہ

دولت کے پجاری

۔۔تحریر۔اللہ دتہ چوہان۔ph,0308,7896495

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں اپنی دوسری کہانی دولت کے پجاری لیے آپ کی بزم میں حاضر ہوا ہوں میری پہلی کاوش ساحل پہ آڈوبے شائع کرنے پر میں بے حد مشکور ہوں ادارے کا میں ان قارئین کا کیسے شکریہ ادا کروں جنہوں نے میری بے حد حوصلہ افزائی کی ہے اور امید ان سب کو میری یہ کہانی بھی بہت پسند آئے گی اپنی قیمتی آراء سے ضرور آگاہ کرنا
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

کردار شاہد علی۔حنا۔۔۔۔حنا کتنی کھٹن میری زندگی ہے ہزاروں مصیبتوں میں گرفتار ہوں سینکڑوں دکھ درد جھیل رہا ہوں پھر بھی تیرا انتظار کر رہا ہوں۔

اب بولو میں کیا کروں کہاں جاؤں کس سے فریاد کروں اے کاش تم نے میری محبت کا کچھ تو بھرم رکھا ہوتا اے لڑکی کاش تیرا نام حنا نہ ہوتا تیرے رخساروں میں اتنی آنچ نہ ہوتی تیرے ہونٹوں پر کھلنے والی مسکراہٹ میں اتنی دلکشی نہ ہوتی

تو میں کبھی تجھے اتنے قریب سے دیکھنے کی جسارت نہ کرتا اور حسن کے اس پیرہن کو اک فریب سمجھ کر دھتکار دیتا۔کاش مجھے پتہ ہوتا۔

حنا لوگ مجھے کہتے ہیں کہ میں بہت خوش قسمت ہوں کیا خوش قسمتی یہی ہے کہ چپ چاپ اپنی ہی آگ میں جلتے رہوں اور اس کی آنچ بھی دوسروں تک نہ پہنچ پائے۔

میں خوش رہتا ہوں اس لیے کہ کہیں میرے اندر کے غم میرے چہرے میری آنکھوں سے عیاں نہ ہو جائیں حنا میں اپنے غموں کو مسکراہٹوں کے پردے میں چھپا لیتا ہوں کیوں کہ یہ غم مجھے بے حد عزیز ہیں اور جو چیز مجھے پیاری ہو میں اسے لوگوں کی نظروں سے چھپا لیتا ہوں۔

حنا آج میرے پاس سب کچھ ہے مگر تم نہیں ہو یہی بات مجھے پریشان کر جاتی ہے میں اپنی اداسی کا سبب کسی کو بتانا نہیں چاہتا۔

میں کس سے کہوں کہ مجھے اندر کے دکھ غم اور درد چین نہیں لینے دیتے حنا یہ غم تو اس وقت ختم ہوں گے جب میری زندگی فنا ہوگی۔

اس لیے میرا دل روتا ہے اور میں مسکراتا ہوں اب اصل کہانی کی طرف آتا ہوں۔

میرا نام شاہد علی ہے اور میرا تعلق ایک متوسط گھرانے سے ہے والد آرمی میں جاب کرتے تھے جب میں پیدا ہوا تو گھر والوں کی خوشی کی انتہا نہ

رہی کیوں کہ میں ان کی پہلی اولاد تھا۔ میرے بعد میری چھوٹی بہن کرن ہی تھی ہم دو ہی بہن بھائی والدین کی کل کائنات تھے۔

جب میں پانچ سال کا ہوا تو گاؤں کے سکول میں داخل کروایا گیا پڑھائی میں کافی تیز تھا اس وجہ سے سکول والے میری تعریف کیئے بنا نہیں رہ سکتے تھے لیکن ایک بات سکول والوں کی نظر میں اہم تھی میری آواز بہت سریلی تھی۔

سکول میں کوئی بھی پروگرام ہوتا تو اس میں میری شمولیت ضرور ہوتی تھی کیوں کہ آواز قدرت کی طرف سے عطا کردہ ہوتی ہے فنکار بنائے جاتے پیدائشی ہوتے ہیں۔

یوں وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا کہ میں میٹرک میں پہنچ گیا اب میٹرک میں پیپر بورڈ کے تھے اس وجہ سے دل لگا کر خوب محنت کرنی تھی کیوں کہ والد صاحب کا حکم تھا تم نے پڑھ لکھ کر بڑا افسر بننا ہے میں بھی ریٹائر ہو جاؤں تو گھر کا نظام چلانا اس مہنگائی کے دور میں مشکل ہو جائے گا۔

مجھے بھی احساس ذمہ داری تھا کہ اگر پڑھ لکھ کر کچھ بن گیا تو والدین کا بڑھاپے کا سہارا بن جاؤں گا میں یہ بتانا بھول گیا کہ ہمارا تعلق پنڈی بھٹیاں سے ہے زمین بھی کوئی خاص نہیں ہے بس والد کی تنخواہ پر ہی گزارا ہوتا ہے۔

میں اپنے امتحان کی تیاری مین تھا کہ ایک دن امی نے حکم دیا کہ بیٹا شاہد تم اپنے نئے کپڑے سلائی کروا لو اگلے ہفتے تمہارے کزن عامر کی لاہور میں شادی ہے جس میں تمہاری شرکت لازمی ہے۔

کیوں کہ تمہارے ابو کو تو چھٹی ملنا مشکل ہے اور اس وجہ سے آپ کا جانا بے حد ضروری ہے ورنہ تمہارے تایا ابو ناراض ہو جائیں گے۔

میں نے ٹالنے کی بہت کوشش کی مگر بے سود کیوں کہ میرے کزن کی شادی تھی اور ابو بھی شرکت نہیں کر سکتے تھے اور امی کا جانا بھی مشکل تھا کیوں کہ گھر میں چھوٹی بہن کا مسئلہ تھا اس کو چھٹی ملنی مشکل تھی خیر میں نے جلدی جلدی کپڑے سلوائے اور وہ دن بھی آ گیا جب ہم نے لاہور روانہ ہونا تھا۔

فیملی کے اور لوگ بھی تھے جنہوں نے اس شادی میں شرکت کرنی تھی ہم سب کزن وغیرہ اکٹھے ہی لاہور روانہ ہوئے تھے۔

یہ پہلا موقع تھا کہ میں لاہور جا رہا تھا کیوں کہ پڑھائی کے دوران سیر و سیاحت کے موقعے بہت کم ہی ملتے ہیں اور ابھی میری عمر ہی کیا تھی ہم شام کو لاہور انکل کے گھر پہنچ گئے گھر والے نے خوب مہمان نوازی کی مہمانوں کا رش بہت زیادہ تھا اور آج مہندی کی رسم اور ہماری طرف مہندی پر میوزک پروگرام لازمی ہوتا ہے جس میں فیملی کے لوگ ہی شریک ہوتے ہیں ساؤنڈ سسٹم جدید طرز کا ہوتا ہے۔

رات گیارہ بجے پروگرام شروع ہوا اور پروگرام کے لیے دو گروپ بن گئے مردوں کے گروپ کا انچارج مجھے بنایا گیا جب کہ لڑکیوں کے گروپ کی انچارج کا نام نہیں لیا جا رہا تھا۔

لوگ کافی تعداد میں جمع ہو گئے اور اب پروگرام کا آغاز ہونے والا تھا مجھے اسٹیج پر بلایا گیا اور میں نے اپنی سریلی آواز میں کچھ کہنا چاہا کہ ایک خوبصورت دلنشیں پری نما چہرا میری نظروں کے سامنے جلوہ افروز تھا جسے دیکھ کر محسوس ہوا کہ حسن اس پر آ کر ختم ہو گیا ہو میں اس وقت شروع کرنا چاہتا تھا کہ بے اختیار میرے لبوں پر یہ گانا آ گیا۔

کیا تمہیں پتہ ہے اے گلشن
میرے دلبر آنے والے ہیں

کلیاں نہ بچھانہ راہوں میں
ہم دل کو بچھانے والے ہیں
میں نے اس گانے کو اس انداز سے گایا کہ لوگ بے اختیار مجھے داد دینے لگے کیوں کہ چھوٹی سی عمر میں گانے کو اس طرح ترنم کے ساتھ گانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

اس کے بعد اس حسینہ کا نام پکارا گیا تو پتہ چلا کہ اس دشمن جاناں کا نام حنا ہے اس کی چال کیا غضب کی تھی پھر وہ ناز و نخرے کے انداز میں اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئی کہ سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

کیوں کہ وہ تھی ہی حسن کی دیوی اور یہ تو نصیب کی بات ہوتی ہے محبت کس کے حصے میں آتی ہے اور اس نے یہ گانا پڑھا۔

آجا سجن آجا ۔۔ میرے اچھے سجن آجا ۔۔ میرے پیارے سجن آجا۔ اس کی آواز کا جادو تھا کہ میں خوابوں کی دنیا میں کھو گیا جسے وہ مجھے ہی بلا رہی ہو اور اس نے یہ گانا صرف میرے لیے ہی گایا ہو اور مجھے ہوش تب آیا جب مجھے دوبارہ اسٹیج پر بلایا گیا اور میں نے یہ گانا پڑھا تھا۔

بہارو پھول برساؤ میرا محبوب آیا ہے۔ میرا محبوب آیا ہے ۔۔ میرا محبوب آیا ہے۔ اس حسینہ نے جب نظریں ملائیں تو میری آواز میں وہ سحر آگیا کہ لوگ میرے دیوانے ہو گئے جیسے میں حنا کا دیوانہ تھا میں گانا ختم کرنے کے بعد باہر آگیا۔

کیوں کہ میں اس کا سامنا کر کے بے قابو بھی ہو سکتا تھا کیوں کہ اس سے قبل مجھے کسی چیز نے اتنا متاثر نہیں کیا تھا لیکن حنا کو دیکھ کر دل بے قابو ہو رہا تھا باہر ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی اور موسم کافی خوشگوار تھا اور یہی موسم پریمیوں کے لیے آئیڈیل ہوتا ہے مگر میں تو تنہا تھا میرا محبوب تو محفل کی جان تھا۔

رات کافی بیت گئی اور پروگرام جاری تھا کیوں کہ ہر کسی کا دل چاہتا تھا کہ وہ گانا گائے اور اب محفل کا اختتام ہونے والا تھا کہ سب نے فرمائش کر دی تھی کہ شاہد اور حنا مل کر گانا گائیں گے۔

حنا نے فوری رضامندی ظاہر کر دی مگر مجھے کوئی ایسا گانا یاد نہ تھا جو ہم دونوں مل کر گا سکیں حنا کی شرط تھی کہ گانا بھی میری پسند کا ہوگا۔

میں نے حامی بھر لی جو ہوگا دیکھا جائے گا کم از کم محبوب کی نظروں سے تو نہ گروں تالیوں کا شور بلند ہوا اور گانا شروع ہو گیا۔

یہ دنیا رہے نہ رہے میرے ہمدم
کہانی محبت کی زندہ رہے گی
زندہ رہے گی ۔۔ زندہ رہے گی

اور میں خود کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کرنے لگا تھا اور یہ سوچ کر پاگل ہو رہا تھا کہ شاید یہ گانا ہم دونوں کے لیے ہی گایا گیا ہو۔

اور ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی فلم کی شوٹنگ ہو رہی ہو پھر دل میں خیال آیا کہ فلم تو صرف فلم ہوتی ہے اس کا حقیقی زندگی سے کیا تعلق ہے فلم تو دوسروں کو متاثر کرنے کے لیے ہوتی ہے۔

ابھی انہیں خیالوں میں محو گفتگو تھا کہ اچانک مائیک پر علان ہوا کہ شاہد گروپ نے موسیقی کا یہ پروگرام جیت لیا ہے حنا گروپ کی تمام لڑکیاں پریشان کھڑی تھیں اور میں اپنی جگہ پریشان تھا کیوں کہ کچھ لوگ جیت کر بھی ہار جاتے ہیں اور کچھ ہار کر بھی جیت جاتے ہیں۔

میں انہیں خیالوں میں گم تھا کہ میرے کزن نے آواز دی شاہد اب سو جاؤ اپنے کمرے میں جا کر صبح برات کے ساتھ بھی جانا ہے۔

اور پھر پتہ اس وقت چلا جب مجھے کسی نے آواز دی صبح ہو گئی ہے جلدی جلدی تیار ہو جاؤ

بارات کے ساتھ سب نے جانا ہے۔

میں نے ناشتہ کیا اس دوران میری کزن کے ساتھ حنا بھی نظر آئی تو جیسے میرے جسم میں جان پڑ گئی ہون میں اس کی طرف دیکھنے لگا جیسے پیاسا ساون ہو اور پھر حنا میرے پاس آ گئی جی شاہد آپ بہت اچھا گاتے ہو رات کو آپ کی آواز کے سحر نے سب کو متاثر کیا اور بے شک آپ لوگ ہی انعام کے حق دار تھے میری طرف سے مبارکباد قبول۔

ہو آئندہ کے لیے بھی یہ سلسلہ جاری رکھنا اس کا اتنا کہنا تھا کہ میری آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے جو حنا نے دیکھ کر کہا واہ شاہد کیا خوشی اچھی نہیں لگتی۔ میں نے کہا حنا میں جیت کر بھی ہار گیا ہوں اور تم ہار کر بھی جیت گئی ہو تم نے میرا سب کچھ چرا لیا ہے۔۔ مطلب میں تمہیں کوئی چور نظر آتی ہوں اور بات کیا ہے شاہد بتاؤ میں تمہاری مدد کر سکوں۔

حنا اب تو تمہاری مدد کے بغیر کچھ بھی ممکن نہ ہو گا مجھے صاف صاف بتاؤ میں پہلے سے پریشان ہوں چلو چھوڑو میں نے آپ کا کیا چرایا ہے حنا میں تو آپ کو تنگ کر رہا تھا تم۔۔۔ کہ اچانک کسی نے حنا کو آواز دی اور وہ باہر چلی گئی۔

میرے لب خاموش ہی رہے اور پھر سب لوگ بارات کے ساتھ روانہ ہو گئے ہم جس گاڑی میں تھے حنا بھی اسی گاڑی میں تھی۔

راستے میں باتوں کا سلسلہ جاری لیکن دل کی بات کب محفل میں کی جاتی ہے راستے میں گاڑی رکی تو میں نے حنا کی کزنز اور حنا کے لیے کولڈ رنک کا انتظام اور انہوں نے شکریہ ادا کیا۔

پھر ہم لوگ دلہن لے کر لاہور آئے سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے صحت کچھ خراب ہو گئی تھی اور میں کمرے میں آرام کی غرض سے لیٹ گیا کہ اچانک حنا میرے کمرے میں آ گئی سوچا کوئی خواب ہو گا مگر حقیقت کی دنیا میں اسی وقت لوٹ آیا جب اس نے آواز دے کر کہا شاہد تمہیں تو بخار ہے تم تو ابھی سے ابھی تک لمبا سفر کرنا ہو گا۔ اور اس میں آنے والی مصیبتوں کا سامنا کرنا ہو گا۔

اس شرط پہ کھیلوں گی پیا پیار کی بازی
جیتوں تو تجھے پاؤں ہاروں تو پیا تیری

اور جو بات میں کہنا چاہتا تھا وہ حنا نے کہہ کر میرے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا تھا۔

پھر جتنے دن میں لاہور رہا حنا کے ساتھ رابطے میں رہا اور ہم دونوں نے محبت کی کٹھن راہ پر چلنے اور سنگ جینے مرنے کے عہد و پیماں کیے۔

پھر میں واپس گھر آ گیا لیکن دل میرا لاہور میں رہ گیا تھا وہی گھر جہاں میرا سب کچھ تھا اب مجھے کھانے کو دوڑتا تھا اور جب دل اداس ہوتا تو حنا سے فون پر بات کر لیتا تھا۔

جب زیادہ پریشان ہوتا تو حنا سے ملنے لاہور چلا جاتا اور ہم دونوں یادگار کی پارک میں مل لیتے تھے اس طرح زندگی کے دن کٹ رہے تھے اور میری محبت میں دن بدن شدت آ رہی تھی۔

اور اب تو جینا مشکل ہو رہا تھا پھر میٹرک کے پیپر آ گئے اور میں نے کسی نا کسی طرح طرح میٹرک پاس کر لیا تھا۔

اب تو کالج جانے کی تیاری کرنے لگا تھا کیوں کہ کالج کا ماحول آزاد ہوتا ہے جہاں پابندیوں کا خوف نہیں ہوتا سکول کی زندگی تو ایک محدود زندگی ہوتی ہے پھر لاہور آ کر شادی کا پروگرام بنا اور حنا سے لمبی گفتگو ہوئی کیوں کہ گھر والے کسی پارٹی میں مصروف تھے اور ہمیں ایک دوسرے کے قریب ہونے کا موقع مل گیا۔

ہماری محبت ہوس سے پاک تھی اس میں جسموں نہیں روحوں کا ناطہ تھا اور ایسی محبت میں

ذہن میں کوئی بھی خیال نہیں آسکتا کیوں کہ جس کو چھولیا جائے وہ دیوتا نہیں ہوتا عشق جب حد سے بڑھ جائے تو صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے جیسے چھلکنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

اور اب میں نے اپنا آخر فیصلہ کرلیا کہ حنا سے شادی کی جائے میں نے حنا کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا اور وہ اپنے گھر میں بات کرے گی میں نے اپنے گھر والوں سے بات کی ان کا پروگرام بن گیا امی کہنے لگی بے شرم یہ تمہاری عمر ہے شادی کی بحر حال میں نے ان کو دھمکی دے کر منا لیا۔

جن لوگوں کی اولاد ایک ہی ہو ان کو بلیک میل کرنا آسان ہوتا ہے کیوں کہ گھر والوں کے بڑھاپے کا سہارا میں ہی تھا اور مجبوراً ان کو ہاں کرنا پڑی تھی اب حنا کے جواب کا انتظار تھا کہ وفا کی دیوی کب لب کشائی کرتی ہے۔

حنا نے اپنی امی سے بات کی کہ میں شاہد سے لو کرتی ہوں اور اسی سے شادی کرنا چاہتی ہوں امی نے اس یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ تمہاری بچپن میں منگنی تمہارے کزن سے ہو چکی تھی اور یہ فیصلہ بڑوں کا ہے اور اس کو ماننا مجبوری ہے لہذا آئندہ شاہد کا نام مت لینا ورنہ۔۔۔ بیٹی تھی مرتی کیا نہ کرتی اور کسی سے محبت کر بیٹھی ہے اب اس سے شادی کی دھمکی دے رہی ہے معاملہ احساس نوعیت کا ہے لہذہ آپ ٹھنڈے دماغ سے سوچیں ورنہ یہ کوئی غلط قدم اٹھالے گی۔

حنا کے ابو کو غصہ تو آیا اور اب صبر کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہ تھا جوان بیٹی کو ڈانٹنا کوئی آسام کام نہ تھا ویسے بھی لوگ آج کل اپنی محبت کو پانے کی خاطر اپنی زندگی کا دیا گل کر دیتے ہیں۔

حنا خاموش رہی اور مستقبل کے پلان بنا رہی تھی اس نے فوری مجھے کال کی کہ تم جلدی سے لاہور آ جاؤ اور گھر والوں کو بتانا کہ تم دوستوں کے ساتھ کہیں جا رہے ہو اور تمہیں واپس آنے میں کچھ دن لگ جائیں گے میں نے گھر والوں کو بڑی مشکل سے راضی کیا اور لاہور کے لیے رخت سفر باندھ لیا۔

حنا کو منار پاکستان کی طرف بلایا کیوں کہ وہ بھی گھر سے کسی سہیلی کا بہانہ بنا کر آئی تھی بارہ بجے وہ آگئی اور اس کے پاس سفری بیگ تھا میں نے ایمرجنسی بلانے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگی شاہد گھر والے کسی بھی صورت ہماری شادی کے حق میں نہیں ہیں کیوں کہ میری منگنی بچپن میں میرے کزن سے طے ہے اور گھر والے اس شادی کے حق میں نہیں ہیں لہذہ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم لوگ اب شادی کر لیں گے میں گھر واپس اب نہیں جاؤں گی۔

اس کا فیصلہ سن کو میں چکرا سا گیا کیوں کہ اتنا بڑا فیصلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا کیوں کہ میرے اتنے وصائل کہاں تھے اور اگر شادی کر بھی لوں تو گزارہ کیسے ہوگا۔

میں نے اس کو اس بات پر رضا مند کیا کہ تم فی الحال گھر واپس چلی جاؤ میں گھر والوں کو بھیجوں گا رشتہ کے لیے اگر تمہارے گھر والے نہ مانے تو پھر یہ قدم اٹھائیں گے وہ ضد کی پکی تھی کہنے لگی سوچ لو ایسے موقعے زندگی میں بار بار نہیں آتے یہ نہ ہو کہ بعد میں ایسا موقعہ ہی نہ ملے۔

مجھے اس پر بھروسہ تھا اور پھر واپس گھر بھیج دیا اور میں ہارے ہوئے جواری کی طرح واپس آ گیا گھر آ کر اپنے والدین کو کسی نہ کسی طرح راضی کیا حنا کے گھر رشتہ کے لیے بھیج دیا میرے گھر والے شریف انسان تھے انہوں نے ساری صورت حال ان کے آگے واضع کر دی کہ ہمارے بچوں کی خوشیوں کا معاملہ ہے ورنہ ہم اس پوزیشن میں نہیں کہ فوری شادی کر دیں مگر بچے کی ضد کے آگے

مجبور ہوں۔

حنا کے باپ کے دوٹوک کہہ دیا کہ آپ لوگ اپنی اوقات سے زیادہ بڑھ کر توقع کر رہے ہیں آپ لوگ ہمارے میار کے نہیں ہو اور آئندہ یہاں مت آنا ویسے بھی حنا کا رشتہ ہم نے بچپن میں ہی کر دیا تھا۔

حنا کے سامنے شاہد کے والدین کی بے عزتی ہوئی وہ صرف خاموش رہ کر آنسو بہاتی رہی جاتے وقت حنا نے شاہد کی امی سے کہا آپ لوگ فکر نہ کریں میں گھر والوں کو منا لوں گی شاہد سے میں خود ہی رابطہ کرلوں گی۔

پھر اسی طرح میرے والدین بے عزت ہو کر گھر واپس آگئے پھر انہوں نے حنا کے منگیتر سے بات کی کہ ہم لوگ جلد شادی کرنا چاہتے ہیں تو ان لوگوں نے فوری تیاری شروع کر دی شادی سے پہلے انہوں نے کہا کہ ہم لوگ نکاح کر لیتے ہیں ایک ماہ بعد رخصتی ہو جائے گی۔

یہ خبر حنا کو ملی تو اس نے دوسرا قدم اٹھانے کی کوشش کی اور جس وقت اس کا نکاح تھا اس نے عین اسی وقت نشہ آور گولیں کھا لیں یہ تو اچھا ہوا کے گھر میں لوگ موجود تھے فوری اس کو ہسپتال لے جایا گیا جہاں ڈکٹروں کی بر وقت کی کوشش کے باوجود حنا کی زندگی بچ گئی۔

حنا نے مجھے کال کر کے ملنے کے لیے لاہو بلایا تو میں فوری طور پر گھر والوں کی رضا مندی کے بغیر ہی چلا گیا وہاں حنا سے ملاقات ہوئی تو حنا کی امی نے کہ ابیٹا میں آپ لوگوں کے ساتھ ہوں آپ کی شادی ضرور ہوگی۔

میں ان کی یقین دہانی کے بعد گھر واپس آگیا اور گھر والوں کو دوبارہ حنا کے گھر جانے کی درخواست کی پہلے تو ابو غصہ ہوئے مگر پھر میری خوشی کیلیے ان کے گھر دوبارہ جانے پر راضی ہو گئے حنا کے گھر والوں نے کہا کہ ہمیں سوچنے کی مہلت دیں ہم بعد میں اس کا جواب دیں گے میرے گھر والے خوشی خوشی واپس آگئے اور میں بھی خوش ہوا کہ چلو وہ مان تو گئے ہیں میں نے رابطہ کرنے کے لیے حنا کو فون کیا تو اس کا نمبر بزی تھا مسلسل دو گھنٹے تک پھر اس نے کال اٹینڈ کر کے صرف اتنا کہا کہ اس وقت میں بزی ہوں بعد میں کال کروں گی۔

دل کو دکھ ہوا کہ مجھ سے زیادہ اس کو کام عزیز ہیں اور یہ وہی حنا ہے جو میرے علاوہ کسی کی بات نہیں مانتی تھی غصے میں دوبارہ فون کیا تو کہنے لگی شاہد میں مجبور ہوں میں نے تمہارے خاطر گھر چھوڑنے کا فیصلہ کیا مرنے کے زہر کھایا مگر میرے گھر والے کسی صورت ماننے کو تیار نہیں ہیں بلکہ میرے والدین نے مجھے قرآن کا واسطہ دیا ہے میں اپنے کزن سے شادی کرلوں لہذہ آئندہ شاہد مجھے کال مت کرنا اگر ہو سکے تو مجھے بھول جانا یہ سوچ کر کہ ہماری قسمت میں ملن نہیں تھا اور فون بند کر دیا۔

پھر چند دن بعد میرے کزن نے مجھے بتایا کہ حنا کی شادی ہوگئی ہے اور وہ اپنے گھر میں خوش خرم زندگی گزار رہی ہے۔

یہ سن کر میں بے ہوش ہوگیا اور جب ہوش آیا تو خود کو ہسپتال میں پایا اک لاغر اور بے بس انسان کے روپ میں ہر سو کرب ہی کرب تنہائی ہی تنہائی تھی اندھیرا ہی اندھیرا نہ روشنی کی کوئی امید نہ وصال یار اب کیا کروں کہاں جاؤں کس کو اپنا کہوں کس پر اعتبار کروں کون میرے دکھوں کا مداوہ کرے گا میرے آنسو کیوں گرتے ہیں میرے دل کو چین کیوں نہیں ہے میں کس کو دوش دوں اپنی قسمت اپنی غربی کا یا اپنی سادگی کا وہ پرائے دیس میں واپسی کا کوئی موقع نہیں ہے اک

آس ہے اک امید ہے وہ آئے گا ضرور آئے گا۔
لیکن یہ تو خواب ہے جانے والے کب لوٹ کر آتے ہیں اگر انہوں نے آنا ہوتا تو جاتے ہی کیوں زندگی اک سیراب ہے درد ہے ساز ہے آواز ہے حنا میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں اور جب تک جسم میں روح ہے انتظار کروں گا اور کہیں دیر نہ کرنا یہ نہ ہو کہ جب تم آؤ اور ہم ہی نہ ہوں زندگی کا دیا بجھنے سے پہلے ہی لوٹ آؤ لوٹ آؤ۔

قارئین کرام یہ تھی شاہد کی داستان میں نے جس نے جس کو سادہ الفاظ میں بیان کرنے کی ناکام جسارت کی ہے قصور کون ہے اور کس کو دوش دوں یہ فیصلہ آپ نے کرنا ہے آپ کی رائے کا منتظر۔

اللہ دتہ چوہان عسیر جیولری عاقل بازار پنڈی بھٹیاں۔

وفاؤں کا صلہ

میں خواب بن کر اسے نیند میں دکھائی دوں
وہ میرا قرب جا چاہے تو میں جدائی دوں
کچھ اس طرح سے چاہے وہ مجھ کو کہ میں
دھڑکنوں کی طرح قلب میں بھی اُسے سنائی دوں
رکھیں گے ہم تجھے دل کی دنیا میں بسا کر وفا
چھوڑیں گے نہ ہم کبھی تجھے اپنا بنا کر
یہ عمر گزار دیں گے تیرے پیار میں ہم
ہر خواہش بھلا دیں گے ہم تجھے پا کر
جانے والے کو زاد سفر اور کیا دیتے
اتنا ہی بس میں تھا ہم اس کو دعا دیتے
وہ مانگ رہا تھا پچھلی وفاؤں کا صلہ
ہم اپنی جان نہ دیتے تو اور کیا دیتے

☆ ---------------- رانا وارث اشرف عطاری۔وزیر آباد

وفا کی ریت

تم آئے ہو ہمارے دل میں اچانک ...... کسی ٹوٹے ہوئے خواب کی مانند...... تم ہو سراپائے حسن و.......دل...... بنایا ہے تجھے قدرت والے نے کمال ...... تیری زلفوں نے تیری آنکھوں نے ...... کر دیا مجھے تیرا دیوانہ ...... یا پھر ہے کوئی بہانا ...... تم آئے تھے بن بلائے ...... اور چلے گئے کیوں بغیر بتائے ...... یہ کیا کھیل ہے تنہا کیا رہتی ہے ...... لگی جس کو دل کی لگی وہی ...... کیوں ہمارا یہ نام بے حیثیت ہے ...... اے حسن والوں وفا کی بھی کوئی ریت ہے

☆ ---------------- امداد علی عرف ندیم عباس تنہا۔میرپور خاص

بچھڑی دوستی

پل بھر میں ہی ان سے جدا ہو گئے
اک پل کے لئے وہ ہم سے خفا ہو گئے
نہ جانے کیا بات تھی ہماری دوستی میں
دوست جو اپنے تھے سب پرائے ہو گئے
اعتبار نہ کرنا یہ سکھا دیا سب نے
سنا تھا خوشیاں ملتی ہیں زندگی اور دوستوں سے
کا پتا تھا ہمارے نصیب میں دکھ ہوں گے
دنیا میں ایسے بیگانے بن کر گیا کریں گے
اک دن سو جاؤں گا ہمیشہ کے لئے خیانت
کیا پتا اس کے بعد ہمارے طلبگار کتنے ہوں گے

☆ ---------------- خیانت علی۔کوٹلی آزاد کشمیر

آخری ملاقات

آخری بار وہ ملی تو چہرے پریشانی تھی
کردار تھا اس کا ادنیٰ مگر شکل انسانی تھی
وہ چپ رہی بتایا نہ اس نے جدائی کا سبب
شاید اس نے ساری بات گھر والوں کی مانی تھی
یاد آئی ہے مجھے اس کی ایک ملاقات
وہ دن بھی اچھا تھا وہ رات بھی سہانی تھی
حیراں نہیں ہوں میں اس کے قول و قرار سے
بے وفائی کرنا دنیا کی رسم پرانی تھی
آگ اور پانی آپس میں دشمن ہیں ازل سے
اس سے ملنا باتیں کرنا میری بھی نادانی تھی
وہ جدا ہو گئی تو بھی کچھ نقصان نہیں ہوا
وہ مل بھی جاتی تو بھی یہ دنیا تو فانی تھی

☆ ---------------- محمد افضل اعوان۔گوجرہ

زندگی سنوار دے مولا

۔۔تحریر۔عابد شاہ جڑانوالہ 0300,3938455

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
میں اپنی پہلی کاوش کے شائع ہونے کے بعد یہ تحریر جس کا نام میں نے ۔زندگی سنوار دے مولا۔رکھا ہے امید ہے اسے پڑھ کر سب بہن بھائی قارئین کو خوشی ہوگی یہ کہانی سچی ہے اور میری پہلی سٹوری پڑھ کر جو میری ذاتی سٹوری تھی جن بہن بھائیوں نے داد دی میں ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں آخر میں تمام جواب عرض پڑھنے لکھنے والوں کو سلام
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

ہم تو آغاز سفر میں ہی لٹ گئے
لوگ کہتے ہیں پیار کا انجام برا ہے
پیار بھی کیا چیز ہے جسے ہوتا ہے اسے جینے کے قابل نہیں چھوڑتا ہے اسی طرح ایک دن میں سو رہا تھا میرے موبائل کی بل بار بار بج رہی تھی میں نے جب کال اٹینڈ کی تو آگے سے ایک لڑکی کی آواز تھی میں نے ۔ہیلو کون؟
اس نے کہا بھائی میں نے آپ کی سٹوری پڑھی آپ بہت اچھا لکھتے ہیں کیا آپ میری سٹوری لکھیں گے۔میں نے کہا جی میں نے پہلی بار سٹوری لکھی ہے میرا اتنا تجربہ نہیں ہے آپ کسی اور سے لکھوالیں۔
پھر وہ بولی بھائی میرا کوئی بھی نہیں ہے میری سٹوری آپ لکھ دیں تا کہ کوئی مجبور ہو بھی تو اتنا نہ جتنی میں ہوں میری کہانی پڑھ کر تمام لڑکیاں لڑکے اپنی زندگی برباد مت کریں۔
پھر میں نے نا چاہتے ہوئے بھی اس سے کہا سناؤ اپنی سٹوری تو وہ کچھ یوں سنانے لگی۔
میرا نام کرن ہے ہم تین بہنیں اور سات بھائی ہیں میرے ماں باپ غریب لوگوں کی زمین ٹھیکے پر کاشت کر کے گزرہ کرتے تھے۔
ہم سب اپنے ماں باپ کے ساتھ کھیتوں میں کام کرتے تھے میں اپنی دو بہنوں سے چھوٹی تھی میری بڑی بہن کی شادی کی ڈیٹ رکھوادی گئی تھی۔
ہم سب بہت خوش تھے کہ گھر میں شغل میلہ تو لگے گا میری بہن کی شادی تایا کے بیٹے سے ہوئی وہ کبھی کبھی ہم سے ملنے بھی آتی تھی اور پھر تین سال کے بعد اسے طلاق ہوگئی اس نے تینوں طلاقیں اکٹھی دے دیں تھی۔
پھر میرے باپ نے میری بہن کی شادی کہیں اور رکھ دی اس آدمی کی بیوی مرگئی تھی اور اس کا گھر اپنا تھا میری بہن نے بہت ضد کی کہ ابا جی مجھے مت بیاہو میں نے پہلے بھی بہت دکھ سہے ہیں۔
اس کی شادی کسی بوڑھے آدمی سے ہو رہی تھی

جس دن شادی تھی ۔اس دن میری بہن بھاگ گئی پھر اسے کھیتوں میں سے پکڑ کر لائے اور زبردستی اس کا نکاح کر دیا میری بہن روتی رہی اس کی کسی نے ایک نہ سنی پھر ایسا ہوا کہ میری بہن رو رو کر پاگل ہو گئی پھر پتہ چلا کہ وہ آدمی اسے تعویز پلاتا ہے اور جلاتا ہے اس طرح اس پہ تعویزوں کا وار کر کے اس نے اسے مکمل پاگل کر دیا۔

اس طرح وقت گزرتا گیا ہم تسلیم کر چکے تھے کہ وہ پاگل ہے اور اب کچھ نہیں ہو سکتا وہ پاگل کو قبول کر بیٹھا ہے ایک دن میری امی اسے ایک پیر بابا کے پاس لے گئی اس نے کہا آپ اس کا علاج کروائیں یہ ٹھیک ہو جائے گی۔

پھر میری امی اسے ایک سرکاری ہوسپٹل میں لے گئی وہاں کے ڈاکٹر نے آپی کو انجکشن لگایا اور آپی کچھ بہتر ہونے لگی اسی طرح ہر چھ ماہ بعد آپی کو ایک انجکشن لگتا تو وہ ٹھیک ہو گئی اور کبھی کبھی اسے دورہ بھی پڑتا تو اس کی حالت بہت بگڑ جاتی تھی۔

پھر میرے ابو نے میری دوسری بہن کی شادی رکھ دی اس کی شادی کی خوشیوں میں ہم اپنی بڑی بہن کا دکھ بھول گئے تھے اور شادی کی تیاریوں میں لگ گئے تھے۔

میرے والدین نے حسب توفیق میری بہن کو جہیز دیا اور شادی اپنے انجام کو پہنچی میری بہن کا شوہر بہت اچھا تھا میری بہن کو بہت خوش رکھتا تھا شادی کے چھ ماہ بعد اس کے سسرال والوں نے اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا تھا۔

میرا بہنوئی میری بہن کا بہت خیال رکھتا تھا اپنی ساری سیلری لا کر میری بہن کے ہاتھ پہ رکھتا تھا میری بہن بہت خوش تھی اس کی ساس کو یہ بات پسند نہ تھی کہ میرا بیٹا اپنی بیوی کا اتنا خیال رکھے اس نے میری بہن کی روٹی تک حرام کر رکھی تھی اس کے پاس پیسے ہونے کے باوجود بھی وہ بھوکی ہی رہتی تھی

میری بہن بہت اذیت ناک زندگی گزار رہی تھی۔

اس کی ساس نے دیکھ لیا کہ اس کے طعنے سننے پڑیں گے پھر خدا نے میری بہن کی سن لی اور ایک پیاری سی بیٹی اسے دی اور میری بہن یہ سن کر بہت خوش ہوئی پھر خدا کا کرنا یوں ہوا کہ میری بہن کی بیٹی اللہ نے واپس لے لی بہن نے جب سنا تو بے ہوش ہو گئی جب اسے ہوش آیا تو اس کی بیٹی کو دفنایا گیا تھا وہ اس کا آخری دیدار بھی نہ کر پائی تھی

۔

میری بہن کا شوہر اس کا بہت خیال رکھتا تھا پھر کچھ ماہ بعد میری بہن پریگننٹ ہو گئی میری بہن اپنی بیٹی کو بھی بھول گئی تھی اسے بہت خوشی تھی ایک دن اس کی ساس اسے ایک پیر بابا کے پاس لے گئی انہوں نے اسے پینے کو تعویز دیئے ایک تعویز گلے میں باندھا سو میری بہن نے پیر جی کے کہنے پر عمل کیا میری بہن نے ڈرتے ڈرتے دن گزارے اور پھر امی جا کر لے آئی میری بہن بہت خوش تھی۔

ڈاکٹر نے بتایا کہ بیٹا ہو گا میری بہن بہت خوش ہوئی کہ اب اس گھر میں عزت ہو گی خیر ایک ماہ رہی پھر میرا بہنوئی اسے لے گیا پھر کچھ ماہ بعد میری بہن کو خدا نے بیٹا دیا بیٹا پیدا ہوا تو کچھ ہی دیر بعد وہ بھی چل بسا میری بہن کی گود دوسری بار اجڑ گئی تھی۔

پھر اس کی ساس اسے پیر بابا کے پاس لے گئی پیر بابا نے پوچھا کہ پیدائش کے وقت اس کے گلے کا تعویز اتارا تھا اس کی ساس نے کہا نہیں پیر بابا نے غصے سے کہا تم نے خود اس کی جان لی ہے وہ مرتا نہ اگر اس کا گلے والا تعویز اتار دیا جاتا میں نے کہا تھا کہ پیدائش کے وقت اس تعویز کو اتار دینا۔

پھر میری بہن کی ساس نے آ کر اسے بہت مارا کہتی کہ یہ بانجھ ہے اس کے اولاد نہیں ہو گی میں اپنے بیٹے کی اور شادی کرواؤں گی میری بہن کو

نہیں پتہ تھا کہ کیا چال چلی جا رہی تھی میرے بہنوئی کا رویہ بھی بدل گیا وہ جو ہر وقت اسے حوصلہ تسلی دیا کرتا تھا اب سیدھے منہ بات بھی نہ کرتا تھا۔

میری بہن گھر کا سارا کام کرتی تھی پھر بھی اس کی ساس نندیں اس سے لڑتی رہتی کھانے کو بھی ترسا ترسا کے دیتی تھیں وہ دن رات روتی رہتی پھر اگر وہ کچھ کہتی تو اس کے شوہر کو بتاتی کہ یہ تو اب ہر بات پہ لڑتی رہتی ہے پھر میرا بہنوئی اسے زبردستی ہمارے گھر چھوڑ گیا۔

پھر دس دن بعد اس کی طلاق بھیج دی میری بہن بہت روتی پھر میری شادی کی بات چلی ایک لڑکا جو میرا کزن تھا وہ ہمارے گھر آتا تھا وہ مجھے اشارے کرتا تھا میں اس کی ان حرکتوں کی وجہ سے بہت تنگ تھی کہ یہ روز ہمارے گھر آ جاتا ہے۔

ایک دن مجھے کہتا کرن میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں میں نے پوچھا کہ تم شادی شدہ ہو وہ کہنے لگا میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور تم سے شادی کروں گا اگر میں کبھی اس سے بات نہ کرتی تو وہ رونے لگتا تھا۔

ہم تو اپنی دو بہنوں کا دکھ نہیں بھول پا رہے تھے پھر ان مردوں پر کیسے اعتبار کریں پھر وہ روز آتا اور مجھے دیکھتا رہتا ایک دن اس نے چھری نکالی اور مجھے کہا اگر تم نے میرا پیار قبول نہ کیا تو تیرے سامنے جان دے دوں گا۔

میں نے کہا کاشف ٹھیک ہے میں نے تم پہ اعتبار کر لیا ہے اب مجھے کبھی نہ چھوڑنا کہتا میں ساری دنیا تیرے لیے چھوڑ دوں گا مگر تجھے نہیں چھوڑوں گا اس نے بہت وعدے کیے بہت قسمیں کھائیں میں اسے پیار سے کاشی کہتی تھی۔

ہمارے پیار کو دو سال گزر گئے ایک دن اس نے ہمارے گھر رشتہ بھیجا میرے گھر والوں نے کہا کہ بدلے میں رشتہ دو تو ہم دیں گے کاشی نے اپنے گھر والوں کو راضی کر کے اپنی بھتیجی کا رشتہ دیا میری شادی کی ڈیٹ رکھ دی گئی میری گھر والے شادی کی تیاریوں میں لگ گئے تھے۔

میری شادی والے دن میرے بھائی کا نکاح تھا پھر مجھے کاشف اپنے ساتھ لے گئے جہاں وہ نوکری کرتے تھے پھر جو جو اس نے وعدے کیے تھے سب سچ کر دکھائے تھے وہ خود ہی مجھے کہتا کہ کرن پیار کیا تو تم سے کیا ہے اور مجھے کبھی مت چھوڑ کر جانا کرن مجھے مت چھوڑنا خدا کے لیے میں تیری بنا نہیں جی پاؤں گا وہ ہر وقت مجھے پیار کرتا میں خود کو دنیا کی خوش نصیب عورت سمجھنے لگی تھی۔

میری شادی کو ایک سال گزر گیا ہمارے گھر اولاد نہ ہوئی میرا شوہر مجھے کہتا حوصلہ رکھنا خدا ایک نہ ایک دن دے گا ہر وقت مجھے سمجھاتا رہتا اس کے پیار میں کمی نہ آئی میں اس سے چوری روتی رہتی وقت گزرتا گیا میری شادی کا دو سال ہو گئے اولاد نہ ہوئی پھر میں نے علاج کروانا شروع کر دیا جہاں کوئی بتاتا میں جاتی تھی اور پیروں کے پاس بھی ڈاکٹروں کے پاس پھر بھی کوئی آس نہ ہوئی پھر آہستہ آہستہ میرے شوہر کا رویہ بھی بدلنا شروع ہو گیا تھا۔

میری ساس مجھے طعنے دیتی کہ جس بیل پہ بوٹے نہ لگیں اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہیے طرح طرح کی باتیں سنتی رہتی اور وہ ہر طرح کا ظلم مجھ پہ کرتی میں برداشت کرتی رہتی کبھی خود مارتی کبھی میرے شوہر سے مرواتی تھی۔

میں روتی رہتی وقت گزرتا رہا میں دعا کرتی رہتی تھی سارا دن ملازموں کی طرح کام کرتی رہتی پھر ایک دن میرا شوہر آیا اور کہتا تیار ہو جاؤ تیری ماں کے گھر تجھے چھوڑ کر آتا ہوں۔

مجھے نہیں جانا وہاں کہتا چلو ورنہ بہت ماروں گا اور وہ مجھے مارنے لگا اگر میں اپنے اوپر

ہونے والے ظلم کی بات کرتی تو وہ کہتے کہ ہم شادی کریں گے نہ روٹی دیتے نہ آرام کرنے دیتے تھے تم بانجھ ہو اور تم سے اولاد نہیں ہوگی۔

میں نے اسے اس کے وعدے یاد کروائے پھر کہنے لگا وہ پیار نہیں تھا تم کس بھول میں ہو میں نے تم سے شادی کسی مطلب کے لیے کی تھی اور پیار نہیں کیا تھا وہ مطلب میری پہلی بیوی کو طلاق نہیں دی تھی وہ چھوڑ گئی تھی کہ تم کھسرے ہو اس لیے میں نے تم سے شادی کی تھی۔

اب میں پھر شادی کروں گا تم سے پیار نہیں تھا مطلب تھا تم جاؤ میں طلاق بھیج دوں گا میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کاش نے مجھے جیتے جی مار دیا تھا میرے تو ہوش ہی اڑ گئے تھے۔

جو ہر وقت میرے گیت گاتا تھا اتنی جلدی کیسے بدل گیا تھا مرد تو ٹائم پاس ہوتے ہیں پھر ایک دن میری امی آئی اور مجھے منتیں کر کے لے گئی کہتی بیٹی اور کتنا روئے گی چل میرے ساتھ یہ ظالم لوگ کسی کے نہیں ہوتے ہیں۔

میں اپنے ماں باپ کے گھر چلی گئی پھر میری بڑی بہن بھی تھی اور اس سے چھوٹی بھی آ گئی اور میں بھی میرے بھائیوں نے ہمارا جینا حرام کر دیا تھا میری بھابی طعنے دیتی کہتی کہ آ گئیں منحوسیں کھانے کو مگر ہم سارا دن کام کرتی پھر بھی بھابیاں اور بھائی لڑتے رہتے تھے۔

پھر میری بڑی بہن کی شادی کر دی اس آدمی کی بہن آئی اور دو گواہ تھے میرے ماموں اور چاچو اس کی ایک بیوی مر گئی تھی اس میں سے ایک اس کا پاگل بیٹا تھا پھر اس نے میری بھابی کی بہن سے شادی کی اس میں سے اولاد نہ ہوئی پھر اس آدمی سے میری بہن سے شادی کر دی گئی دوسرے دن وہ عورت میری بہن سے لڑنے لگی اس نے میری بہن کا جینا حرام کر دیا تھا وہ آدمی بھی میری بہن کو اہمیت نہ دیتا تھا۔

ہر وقت اپنی بیوی کے پیچھے لگ کے مارتا اور میکے چھوڑ جاتا تھا میری بہن کے ہاں بیٹی ہوئی اسے بھی دیکھنے نہ آیا میری بہن کو میرے بھائی گندی گالیاں دیتے مگر وہ روتی رہتی تھی۔

پھر وہ آدمی آیا اور صلح کر کے میری بہن کو لے گیا تھا پھر میری بہن کو خدا نے بیٹا دیا اور پھر اس نے مارا اور بھیج دیا۔

پھر اس کا بیٹا مر گیا میری بہن روتی رہتی نہ کھاتی نہ پیتی نہ ہنستی نہ بولتی میرے ماں باپ روتے رہتے تھے پھر کچھ برادری کے لوگ آئے اور منت ترلے کر کے میری بہن کو چھوڑ آئے تھے۔

میری بہن کی سوتن نے اسے مارا اور کان زخمی کر دیا وہ ٹانکے لگو کے گئی تو اس کے شوہر نے مارا اور دانتوں سے کون نکال دیا اور پھر میرے ماں باپ کے گھر بھیج دیا۔

پھر خدا نے ایک اور بیٹی دی میری بہن ہر وقت روتی رہتی تھی نجانے ہم تینوں بہنوں کے نصیب میں اور کتنے دکھ تھے ایک دن میری ساس آئی اور مجھے لے گئی میرا شوہر بھی ساتھ آیا تھا وہ بھی معافیاں مانگنے لگا پاؤں تک کو ہاتھ لگانے لگا میں چلی گئی پھر مجھے پتہ چلا کہ ان خصلت کیا تھی۔

میرا شوہر مجھے کہتا کہ اپنا زیور دے دو میں بیچ کر کاروبار کر لیتا ہوں میں نے دے دیا پھر کہنے لگا ماں اس کو چھوڑ آؤ جو پہلے وعدے قسمیں اور نجانے کیا کیا کہتا تھا اب اچانک بدل جانا مجھے پتہ چل گیا تھا۔

ایک دن میں کچھ لیٹ اٹھی تو گھر میں کوئی بھی نہ تھا میں بہت حیران ہوئی پھر وہ سب لوگ آئے اور میرا شوہر کہنے لگا تم جاؤ میں دوسری شادی کرنے والا ہوں تجھے میں طلاق بھیج دوں گا۔

میں نے کہا میں نہیں جاؤں گی میری ساس

نے مجھے بالوں سے گھسیٹ کر باہر نکال دیا میں بھاگ کر پھر اندر آگئی میرے شوہر نے مجھے مارنا شروع کر دیا پھر میرے سسر نے ڈنڈا اٹھا کے میرے سر میں مارا تو میں بے ہوش ہوگئی جب ہوش آیا تو میں نے اپنے سر پہ ہاتھ پھیرا تو میرا ہاتھ خون سے بھر گیا تھا۔

پھر میری ساس مجھے مارتی پیٹتی گھر سے باہر چھوڑ کر اندر سے دروازہ بند کر لیا میں روتی رہی ان کو پکارتی رہی مگر کسی نے میری ایک نہ سنی صبح سے شام ہوگئی اور شام سے رات ہوگئی مگر ان لوگوں نے مجھے اندر نہ جانے دیا۔

پھر میں پوری رت بھی دروازے سے لپٹ کر روتی رہی مگر ان لوگوں نے دروازہ نہ کھولا پھر میرے والدین آئے مجھے لے گئے گھر جا کر میں نے پھر بڑی باجی کی طرح اپنے بھائیوں کی گندی گالیاں سنی مگر وہ گالیاں میرا مقدر بن گئی تھی وہ اپنی جگہ پر ٹھیک کہتے تھے کہ ہم ان لوگوں پر بوجھ جو بن گئی تھیں۔

میری بہن کی بیٹیوں کو ان کے بچے مارتے تو بہن اگر روکتی یا ان کو منع کرتی تو پھر لڑائی شروع ہو جاتی میری بہن بہت روتی تھی۔

آخر کار تنگ آ کر میری بہن اپنی بیٹیاں اپنے شوہر کے گھر پھینک آئی آخر ماں تھی تین دن نہ نکال سکی اور جا کر اپنی بچیاں لے آئی۔

پھر میری بہن کے پاس اپنی اولاد تو تھی اس کے پاس رونق تو تھی کاش خدا مجھے بھی اولاد دیتا اور میں بھی اپنے کاشی کے گھر ہوتی میرا دن رات روتے رہنا میری بھابی دیکھتی تو کہتی خصم یاد آ رہا ہے جا چلی جا اس کے پاس پھر بھابی کے طعنے میرا اور بھی جینا حرام کرتے میں دل جلتا رہتا تھا میں اپنی دنیا میں مگن رہتی تھی۔

ہر وقت کاشی کو یاد کر کے روتی رہتی اور وہ میرا پہلا اور آخری پیار جو تھا کاشی نے ایک بار بھی حال نہ پوچھا کچھ دن بعد اس نے طلاق بھیج دی۔

میری دنیا بھی اجڑ گئی روتی رہتی ہر وقت رونے کے سوا کوئی کام جو نہ تھا ہر پل آنسو بہتے رہتے ہر وقت اس کی یاد ستاتی رہتی نہ کھانے کا ہوش نہ پینے کا بھابی کھانا نہیں دیتی تھی۔

میں بھی لوگوں سے مانگ کر کھا لیتی تو بھابی نے بھائی کو بتایا تو پھر مجھے مار پڑی تھی۔

ماں باپ وقت سے پہلے ہی بوڑھے ہو گئے تھے بیٹیوں کے غم نے ان کو بہت جلد بوڑھا کر دیا تھا ہمیں دیکھ کر ماں ہر وقت روتی رہتی میں کاشی کاشی کہہ کر رونا شروع کر دیتی اور پھر میری حالت ایسی ہوگئی کہ میں نیم پاگل ہوگئی تھی۔

میری بہن کو بھائی طعنے دیتے کہتے جا چلی جا ایک اور بچہ آفت لے کر اسے پیدا کر کے دے میری بہن روتی اور پھر ہم تینوں ماں بیٹیاں سارا دن کام کرتیں اور بھابی نے کبھی کام کو ہاتھ نہیں لگایا تھا بس سارا دن لڑائی کرنے کو تیار رہتی تھی۔

میری ماں کو لوگ کہتے کہ ہم صلح کروا دیتے ہیں تم اپنی بڑی بیٹی کو بھیج دو میری بہن نے صاف انکار کر دیا کہ وہ پھر مارے گا میرے پاس جینے کا سہارا ہے اولاد میں تو جی لوں گی۔

پھر میری ماں نے میری بہن کی بات مان لی کہ اس کے گھر نہیں بھیج سکتے جو ظالم اتنے ظلم کرتا ہے۔ پھر میری بہن سارا دن کام کرتی اگر کچھ دیر کے لیے اپنی بیٹی کو اٹھا لیتی تو میرا بھائی گالیاں دینا شروع ہو جاتا پھر میری امی اور ہم کھیتوں میں کام کرتیں اور پھر میری پاگل بہن بھی آگئی اور پھر میرے بھائی نے اس کو بھی گالیاں دیں۔

امی جا کر اسے پھر چھوڑ آئی میں بھی ساتھ گئی تھی کیوں کہ کاشی اسی محلے میں رہتا تھا میرا بڑا دل کر رہا تھا اسے دیکھنے کو میں بھی چلی گئی اسے دیکھا تو

وہ بھاگ گیا اندر میری امی پھر مجھے لے آئی میرا دل نہیں کر رہا تھا آنے کو خیر رونا ہمارا مقدر بن گیا تھا۔

ہم پڑھی لکھی نہ تھیں نہ کوئی دوستی تھی بس رونا اور کام کرنا آتا تھا پھر میں ایک دن دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کے محلے گئی وہ تو نہ ملا ایک امیر عورت ملی کہنے لگی اگر تم میرے گھر میں کام کرو تو پندرہ سو ماہانہ دوں گی میں تمہیں اپنے گھر رکھ نہیں سکتی میں نے کہا میں کام نہیں کر سکتی دو گلیاں چھوڑ کے میرا گھر ہے اگر کام کروانا ہو تو وہاں آ جانا۔

میں کاشی کے گھر چلی گئی وہاں کوئی نہ تھا مجھے پتہ چلا کہ کاشی کا آج نکاح ہے میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی میں روتی ہوئی اپنی پاگل بہن کے گھر آ گئی پھر میرے بہنوئی نے کہا آج کے بعد تم اس کے گھر نہیں جاؤ گی اور خبردار جو اسکا نام بھی لیا پھر میرا کاشی کسی اور کا ہو گیا تھا۔

میں نے رو رو کر رات گزاری صبح پھر ان کے گھر گئی تو کاشی نے مجھے تھپڑ مارا اور کہا کہ خبردار جو آج کے بعد یہاں آئی میں تمہیں نہیں جانتا تو کون ہے اور نکل جا یہاں سے۔

پھر میں نے کہا کہاں گئے وہ وہ وعدے وہ قسمیں کہتا رات گئی بات گئی میں اپنی زندگی میں بہت خوش ہوں مجھے بھول جاؤ اور کہیں شادی کر لو کاشی یہ تم نے کیسے کہہ دیا کہ تمہیں بھول جاؤں کبھی سوچنا بھی مت کہ مجھے تیرے سوا کوئی یاد آئے میں کبھی کسی دوسرے سے شادی کا سوچ بھی نہیں سکتی تم مرد ہو ٹائم پاس اور تم نے میری زندگی برباد کر کے رکھ دی ہے کاش تم میری زندگی میں نہ آئے ہوتے تمہیں خدا کا خوف نہیں ہے تم میں ذرا بھی ترس نہیں ہے۔

وہ کہتا بند کرو اپنے ڈائیلاگ اور یہاں سے چلی جاؤ اس سے پہلے کہ میری بیوی تمہیں دیکھے خدا کے لیے یہاں مت آنا پلیز کاشی میں تیرے بنا نہیں جی سکتی کہتا مر جاؤ پھر نہیں جی سکتی تو پھر اس کی بیوی کی آواز آئی کہتا آیا جان۔

پھر میں روتی ہوئی اسی عورت کے گھر آ گئی وہ کہتی کہ میرے گھر کی صفائی اور کپڑے دھو دیا کرو اور رات کا کھانا بھی یہاں ہی کھا جایا کرو پھر میں اس عورت کا کام کرنے لگ گئی۔

شام کو اپنی بہن کے گھر آ جاتی کام پہ جانے سے پہلے میں کاشی کو دیکھتی تو پھر کام پہ جاتی تھی پھر میری ماں جاتی اور مجھ سے پیسے لے آتی میں تو ایک پیسہ بھی خود نہ رکھتی تھی کیوں کہ مجھے تو کاشی کو دیکھنے کے سوا کچھ نہیں چاہئے تھا۔

کاشی کو دیکھ لیتی تو مجھے سکون مل جاتا تھا سارا دن کام کرتی شام کو آ کر اپنی بہن کے گھر کا کام کرتی رات کو روتی رہتی تھی اس کی یاد میں میری زبان پہ بس ایک ہی ہے کاشی کاشی جب تک زندہ ہوں کاشی کو یاد کرتی رہوں گی جب مر گئی تو اس کی جان چھوٹ جائے گی کبھی کبھی میں ماں باپ کے گھر ملنے جاتی تو لوگ مجھ سے میرا حال پوچھتے تو میں ہنستی رہتی کاشف کا نام لیتے تو میں شرما جاتی پاگل لوگوں کو کیا پتا پیار کی ہوتا ہے۔

میں آج بھی کاشی کو پیار کرتی ہوں اور کرتی کرتی مر جاؤں گی اب تو یہ زندگی بوجھ بن گئی ہے کبھی وہ نظر نہیں آتا تو سارا دن روتے ہی گزر جاتا ہے میں کیسے بتاؤں کہ وہ مجھے کتنا یاد آتا ہے میرے گھر والے مجھے شادی کا کہتے ہیں میں نے صاف انکار کر دیا ہے کیوں کہ مجھے تو کاشی کے سوا کچھ یاد نہیں ہے۔

میں ہوں یا کاشف ہے یا اس کی یادیں ہیں یا پھر یہ آنسو ہیں۔

بس یہ ہے عابد بھائی میری داستان میں جب تک زندہ ہوں کاشف کو کبھی نہیں بھولوں گی

میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں اب ہر پل ہر لمحہ مجھے اس کا انتظار ہے کبھی تو وہ میرے بارے میں سوچے گا کاش کہ وہ آ جائے میرا ہونے کے لیے عابد بھائی آپ کا تھینکس آپ نے میری داستان غم سنی اور دوسروں تک پہنچائیں گے۔

پیارے قارئین یہ ہے کرن کی داستاں ظالم سماج نے اس کے ساتھ بہت ظلم کیئے یہ ظلم کرتے وقت ان کا دل بھی نہیں لرزتا خدارا یہ ظلم کرنا چھوڑ دیں آج اگر ہم کسی پر ظلم کرتے ہیں تو کل ہمیں بھی اس کے ظلموں کا نشانہ بننا پڑے گا۔

قارئین کرن بہن کے حق میں دعا کیجئے گا کہ خدا اس کی زندگی سنوار دے اور وہ اس بے وفا کو بھول کر اپنی زندگی کا آغاز کرے۔

اب میں اجازت چاہتا آخر میں میں پیارے قارئین کا شکر گزار ہوں جنہوں نے میری پہلی سٹوری پڑھ کر مجھے داد دی اور میری حوصلہ افزائی کی اور مجھے اور سٹوری لکھنے پہ مجبور کیا ورنہ میرا کوئی ارادہ نہ تھا میں تو اپنے پیار کی تلاش مین سٹوری لکھی تھی میں کوئی رائٹر نہیں ہوں ایک عام سا انسان ہوں۔

میں تمام رائٹر کا احترام کرتا ہوں خدا ان سب کو کامیاب کرے تمام جواب عرض پڑھنے والوں سے گزارش ہے کہ وہ جب بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو میرے حق میں بھی دعا کریں۔

خدا مجھے بھی کامیاب کرے اور میرا پیار مجھے مل جائے آخر میں ایک غزل جواب عرض پڑھنے والوں کے نام۔

غزل

سوکھے درختوں کے نیچے سلا کر چھوڑ گیا
عجب شخص تھا سپنا دکھا کر چھوڑ گیا
یہ اجڑا گھر اسی شخص کی نشانی ہے
جو اپنے نام کی تختی لگا کر چھوڑ گیا

ہم کرتے ہیں انتظار اس کا رات دن
جو اس دل میں اپنی یاد چھوڑ گیا
یہ کیسا امتحان ہے میری زندگی میں کہ
جس سے ہم نے محبت سیکھی وہ تنہا چھوڑ گیا

آپ کی رائے کا منتظر رہوں گا اپنی قیمتی رائے سے ضرور نوازئے گا۔

نادانیاں

اُبھی بادلوں میں ایک خنک سی ...... یہ کہانی تو ہے جاوداں ...... بامعنی ہے یہ چیز تو ...... کیسے کہوں میں کہانیاں ...... بدلا جو موسم تو بدلتا گیا ...... اسے دیکھ کر دیکھ میں سنبھلتا گیا ...... حیران کر گئیں مجھ کو ...... بادلوں کی آنی جانیاں ...... تھام کے ساغر ہاتھ میں ...... کھو گیا میں اپنی ذات میں ...... یاد آئے اپنوں کے کرم ...... بڑھتی گئی پریشانیاں ...... عاقل ہے تو پر عقل نہیں ...... صابر ہے تو پر صبر نہیں ...... غلطی ہے فطرت آدم میں ...... شامل ہے لفظ یہ انسانیاں ...... گزرا جو زندگی کا سفر ...... پریشان تھا میں اس قدر ...... لکھی تحریر اپنی بے بسی ...... بھول پن اور نادانیاں ...... دولت ملی شہرت ملی ...... سب کچھ ملا عزت ملی ...... سانسیں رکیں یہ احساس ہوا ...... میری ذات ذرہ بے نشاں

☆ ---------------------- ہارون سومرو۔ منچن آباد

غزل

تیرے ہی خیال میں رات گزر جاتی ہے
بے بسی کے حال میں رات گزر جاتی ہے
تو مجھے یاد کرتی ہے کہ نہیں
اسی سوال میں رات گزر جاتی ہے
تیرے چہرے کا عکس ذہن میں بناتا ہوں
تصور ملال میں رات گزر جاتی ہے
تمہیں چاند کہوں یا چاند جیسا کہوں
سوچوں کے اسی جال میں رات گزر جاتی ہے
کاش کہ تو ہر وقت میرے ساتھ رہے
خواہش کمال میں رات گزر جاتی ہے

☆ ---------------------- مدثر سعید پردیسی۔ عارف والہ

محبت میں ایسا بھی ہوتا ہے

تحریر۔اشرف سانول ڈہرانوالہ۔0302,4533231

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین جس کو چاہیں وہ مل جائے تو دنیا کی ہر خوشی مل جاتی ہے اور اس کا خوشی کا کوئی بھی خوشی مقابلہ نہیں کر سکتی وہ خوشی دنیا کی ہر خوشی سے بڑھ کر ہوتی ہے ایسی ہی یہ کہانی ہے کہ مقصود نے جس کے خواب دیکھے جس کو چاہا جس سے پیار کیا اس کو حاصل کر کے وہ کتنا خوش نصیب ہے جو اپنے پیار کے ساتھ زندگی گزار رہا ہے امید ہے آپ سب کو پسند آئے گی میں نے اس کہانی کا نام۔میری آخری محبت رکھا ہے۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

یہ کاغذ کا ٹکڑا کیا سنائے گا داستاں میری
مزا تو تب ہے کہ اسے لگ جائے زباں میری

میرا نام ارشد ساقی ہے میں ضلع بہاول نگر شہر ڈہرانوالہ میں رہنے والا ہوں میرا خاندان نو افراد پر مشتمل ہے جس میں میرا چوتھا نمبر ہے میں جب پیدا ہوا تو میرے خاندان میں بہت خوشیاں منائی گئیں۔
میری ہر خواہش کو پورا کیا گیا یوں وقت کی گھڑی نے انگڑائی لی اور میں پانچ برس کا ہو گیا دوسرے بچوں کی طرح میں بھی اچھے سکول میں جانے لگا تھا یوں سلسلہ میری زندگی کا چلتا رہا اور دیکھے ہی دیکھتے میں نے پانچویں جماعت اچھے نمبروں سے پاس کی اور ایسے ہی میں نویں جماعت تک پہنچ گیا۔
مجھے پڑھنے کا بہت شوق تھا لیکن گھر کے حالات کی وجہ سے مجھے سکول چھوڑنا پڑا تھا ہم لوگ غریب تھے میری امی کی خواہش تھی کہ میرے جیتے جی اپنے بیٹوں کی شادی ہو جائے میری امی شوگر کی مریض تھی زندگی اور موت کا کوئی پتہ نہ تھا میری امی چاہتی تھی کہ میں یہ خوشیاں دیکھ لوں۔اسی طرح میرے بڑے بھائی افضل کی شادی کی اور شادی ہو گئی امی بہت خوش تھی میرا بڑا بھائی شہر میں برتنوں کی دکان پر کام کرتا تھا ایک دن بھائی نے کہا امی جان میں لاہور جانا چاہتا ہوں امی نے کہا بیٹا تیری مرضی ہے اس طرح وہ لاہور چلا گیا۔
اور امی نے فیصلہ کیا کہ چھوٹے امجد کی بھی شادی کر دیں پھر ہم نے امجد کی بھی شادی کر دی اس طرح گھر کی ساری ذمہ داری میرے کندھوں پر آ گئی اور میں نے پڑھائی چھوڑ کر کھیتی باڑی شروع کر دی قارئین کرام اب میں اپنی اصل کہانی کی طرف آتا ہوں یہ کہانی میرے اپنے ساتھ بیتی ہوئی ہے۔
روزانہ کی طرح میں اٹھا اور نماز پڑھی اور کچھ کام کے لیے شہر گیا تھا جب واپس گھر آ رہا تھا تو میری نظر ایک لڑکی پر پڑی جس کی پیاری پیاری آنکھوں نے میرے دل پر ایسا جادو کیا۔

میں دیکھتا ہی رہ گیا تھا اس کی ادا میرے دل کو بھا گئی میری حالت بہت خراب ہو گئی۔

مجھے کیا پتہ تھا کہ محبت اس کو ہی کہتے ہیں لیکن میں نے سوچنا شروع کر دیا تھا کہ یہ لڑکی کہاں رہتی ہے اس کو پہلے کبھی نہیں شہر میں دیکھا تھا اسی طرح بہت دن گزر گئے اور میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ اس طرح کی لڑکی تھی جو آپ کے دوست پر جادو کر گئی ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

خیالوں کو کسی کی آس رہتی ہے
نگاہ کو تیری صورت کی پیاس رہتی ہے

ایک دن ایسا آیا کہ وہ ہمارے گاؤں میں نظر آئی جب میں نے اس کا پتہ لگایا تو وہ ہماری ہی برادری کی لڑکی تھی وہ میرے دوست کی بہن تھی۔

ایک طرف دوستی تھی تو دوسری طرف پیار کر بیٹھا عدیل میرا بہت ہی اچھا دوست تھا لیکن کبھی میں ان کے گھر نہیں گیا تھا۔

اس کے پیار نے مجھے اس کے گھر جانے پر مجبور کر دیا تھا میری پیاری جان کا نام آسیہ تھا آہستہ آہستہ ان کے گھر جانا شروع کر دیا تھا۔

کبھی وہ میری طرف دیکھ کر مسکرا دیتی اور کبھی میں اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیتا تھا پتہ ہی نہ چلا کہ کب محبت ہو گئی اور میں ان سے بات کرتا تو ایسا لگتا کہ ساری دنیا کی خوشیاں میرے پاس آ گئی ہیں اور میں اس کے خواب دیکھنے لگا لیکن پیار کا اظہار کرنا مشکل تھا کیا خوب کہا ہے شاعر نے۔

مجھ کو بھی شوق تھا نئے چہروں کا دیدار کرنے کا
راستہ بدل کے چلنے کی عادت اسے بھی تھی ساقی

میں ہر وقت اس سوچ میں رہتا کہ کب اس کا دیدار کروں جب میں اس کے گھر جاتا تو دل کو بہت ہی اچھا لگتا تھا جب میں آسیہ سے بات کرتا تو دل کہتا محبت کا اظہار کر دے مگر بہت ڈر لگتا تھا۔

کہ کہیں آسیہ مجھ سے دور نہ چلی جائے یا مجھ سے روٹھ نہ جائے یا مجھے دھوکہ نہ دے دے ایک دن میں اس کے گھر گیا تو آسیہ نے پوچھا ارشد آج کیسے آنا ہوا میں نے کہا بس ایسے ہی اس نے پوچھا کوئی بات ہے جو آج تم ہمارے گھر آئے ہو اور میں کچھ دنوں سے دیکھ رہی ہوں کہ تم کچھ زیادہ ہی آنے لگے ہو۔ میں نے کہا کو یہ بات نہیں آنا دل کو اچھا لگتا ہے اس نے پوچھا ارشد تمہاری شادی نہیں ہوئی میں نے کہا ابھی نہیں کیوں کہ کوئی ایسی لڑکی ملی ہی نہیں اور میں نے اپنی پسند کی شادی کروانی ہے مجھے پتہ تھا اس کو میرے بارے میں سارا پتہ ہے مگر پھر ایسے بات کر رہی تھی جیسے اس کو مجھ سے محبت ہو۔

اور کبھی کبھی عدیل موبائل گھر چھوڑ جاتا تھا ایک دن میں نے عدیل کو کال کی تو آسیہ نے اوکے کی ۔ہیلو جی کون ،؟ میں نے کہا یہ نمبر تو عدیل کا ہے اس نے کہا میں اس کی بہن بول رہی ہوں پھر پتہ چلا تھا اس کے بھائی کا موبائل گھر میں ہوتا ہے اس کو یہ پتا نہیں چلا کہ یہ بات ارشد کر رہا ہے آہستہ آہستہ اس بات کو تین ماہ گزر گئے ابو کو بھی اس بات کا پتہ نہ تھا میری تو راتوں کی نیند اڑ گئی تھی میں نے تو اپنا سب کچھ اس کے نام کر دیا تھا۔

آسیہ ہماری برادری کی لڑکی تھی کچھ دن گزرے تو میری پھوپھو کا بیٹا ہمارے گھر آیا میں نے اس سے کہا کہ میں تو آسیہ زینب سے محبت کرتا ہوں اور اسی سے ہی شادی بھی کروں گا اور اس کے بغیر میں جی نہیں سکتا اس نے کہا کہ اچھا ارشد میں کچھ کرتا ہوں میں آسیہ کے بارے میں پہلے ہی پریشان تھا اور اوپر سے لوگ کہتے ہیں تمہیں یہ نہیں ملے گی۔

میں تو اس سے محبت کر بیٹھا ہوں لوگ کہتے ہیں تو ہی اس سے محبت کرتا ہے وہ نہیں وہ کسی اور کی ہے لیکن میرا دل یہی کہتا کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے اور ایک دن میں شہر سے آ رہا تھا تو مجھے میری پھوپھو کا بیٹا ملا اور مجھ روک کر کہنے لگا۔

میں نے وہ کام کر دیا تھا جو تم نے مجھ سے کہا تھا میں نے میں نے آسیہ کا رشتہ تیرے لیے مانگا تھا مگر ان لوگوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ابھی ہم نے اس بارے میں نہیں سوچا اور میں تو ہر وقت آسیہ کے بارے میں ہی سوچتا رہتا ہوں میں نے اپنے دل سے کہا کہ کوئی تو اس مسئلے کا حل ہوگا۔

تیرے بن کیا کروں مجھے نیند نہیں آتی
اک پل بھی میرے دل سے تیری یاد نہیں جاتی

میں نے بہت کوشش کی محبت کا اظہار کر دوں مگر میرے لیے بہت ہی مشکل ہو رہا تھا ایک دن میں نے سوچا کہ آسیہ کو کال کروں میں نے اپنا فون لیا اور اپنے کمرے میں چلا گیا اور کال کی تو آگے سے آسیہ نے اٹھایا۔ ہیلو جی کون۔؟

میں نے فون کاٹ دیا۔ اور پھر اس نے مجھے مس کال کی میں نے فون کیا تو آگے سے اس نے کہا ہیلو جی تم کون ہو۔ میں نے کہا میں ارشد بات کر رہا ہوں اس نے کہا فون کیوں کیا ہے میں نے کہا کہ میں تم سے ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں اگر آپ ناراض نہ ہو تو اس نے کہا بتاؤ کیا بات کرنا چاہتے ہو میں نے کہا میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور آپ کا ہمسفر بننا چاہتا ہوں۔ اور کئی دنوں سے آپ کے گھر آتا ہوں کیوں کہ آپ سے محبت کرتا ہوں۔

اس وقت آپ کے دل پہ کیا گزر رہی ہوگی یہ آپ کو پتہ ہوگا لیکن آپ مجھے سوچ کر بتا دینا میں آپ کے بغیر نہیں جی سکتا اس نے کہا ٹھیک ہے میں آپ کو بعد میں بتاؤں گی اس وقت تم فون بند کر دو پھر میں نے فون کاٹ دیا۔

اور میں بہت خوش تھا کہ میں نے اپنی محبت کا اظہار کر دیا ہے میں پریشان بھی تھا کہ اگر اس نے گھر میں بتا دیا تو کیا ہوگا پھر میں اللہ پر سب کچھ چھوڑ دیا اور میں نے عصر کی نماز ادا کی اور اللہ سے اس کو مانگا اور کہا کہ اللہ میری اس خواہش کو پورا کر دے پھر چار بجے میں کام پہ چلا گیا۔

میرے موبائل کی گھنٹی بجی میں نے اوکے کیا تو آگے سے اس کا بھائی عدیل تھا اس نے کہا کون میں نے کہا میں ارشد ہوں پھر عدیل نے کہا تم نے میری بہن کو فون کیا اور کیوں کیا میں نے کہا کہ میں نے آپ کو کیا تھا مگر آسیہ نے اٹھایا اور پھر ہم ایک برادری ہیں ایک ہو جائیں تو کیا حرج ہے پھر میں آپ کی بہن سے محبت کرتا ہوں اور کرتا ہی رہوں گا۔

عدیل نے مجھے برا بھلا کہا اور فون بند کر دیا میرے اور اس کے ابو کے بہت گہرے تعلقات تھے وہ بھی ختم ہو گئے آسیہ نے سب کچھ اپنے گھر میں بتا دیا اس کے ابو کے ساتھ میرا بھائی کام کرتا تھا اس نے کہا آج کے بعد تم میرے ساتھ کام پہ نہیں جاؤ گے۔

مجھے تو پتہ تھا کہ آسیہ کے ابو نے میرے بھائی کو کام سے کیوں روکا ہے اس نے میرے بھائی کے کچھ پیسے دینے تھے وہ بھی نہ دیئے آسیہ کا رشتہ کسی اور برادری میں کر دیا گیا میں آسیہ سے بات کر لیتا تھا اس کی بھی اس کے گھر والوں نے اس پہ پابندی لگا دی تھی اس کے بعد آسیہ کی شادی ہو گئی ایک لڑکی میری دوست تھی میں نے اس سے کہا کہ آسیہ سے کہو کہ ارشد تمہیں ایک چیز دینا چاہتا ہے۔

اس کے بعد میں تمہیں نہیں ملوں گا پھر میں نے اس کو ایک لیٹر دیا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

اسلام علیکم۔ کیسی ہو تم میری ہو اگر تم مجھ سے محبت نہیں کرتی اگر میں چاہوں تو تمہاری شادی رکوا سکتا ہوں اور یہ میں نے نہیں کیا کیوں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اور کچھ تصویریں تمہاری میرے پاس تھیں تم یہ نہ سمجھنا کہ میں ان تصویروں سے تمہیں بدنام کروں گا وہ میری دوست کے پاس ہیں وہ تمہیں دے دیگی اب میں تیرا گاؤں چھوڑ کر دور جا رہا ہوں اور زندگی میں تمہیں بھول نہیں پاؤں گا۔

فقط تمہارا ارشد ساقی۔

اس کے بعد میں بورے والا چلا گیا اور چھوٹی عید کے بعد اس کی شادی ہو گئی۔

اور میں یہ لیٹر لکھ رہا تھا تو میرا بھائی جو ڈاہرانوالا میں پڑھتا تھا اس نے کہا کہ ارشد ہم تمہاری یہ کہانی جواب عرض میں دے دیتے ہیں تاکہ لوگ اس کو پڑھ کر کوئی سبق حاصل کریں کہ محبت میں ایسا بھی ہوتا ہے مجھے پتہ ہے کہ جیسے میرا بھائی اپنے خاندان میں بدنام ہوا ہے اور میں اس بے وفا کی یاد میں ہی جی رہا ہوں۔

اور آج میں دنیا والوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ محبت کرنا کوئی جرم ہے یا غریب کو حق نہیں ہے محبت یا پیار کا۔

ہم نے تیری یادوں کو سینے سے لگا رکھا ہے
جدائی کا منظر آنکھوں میں سما رکھا ہے
کیوں پوچھتے ہو ہم سے عالم دیوانگی کا
لوگوں کی طرح ہم نے محبت کا زخم کھا رکھا ہے

میں آج بھی اس سے محبت کرتا ہوں لیکن اس کے گھر والے مجھے ایسے دیکھتے ہیں جیسے کسی دشمن کو دیکھا جاتا ہے۔

میں تو کہتا ہوں محبت مت کرو کیوں کہ لڑکیاں ہوتی ہی بے وفا ہیں ایک اور بات ہے جس لڑکی کا نام آسیہ زینب ہو اس سے محبت مت کرنا جسم پر زخم ہو جائے تو علاج کرنے سے ٹھیک ہو جاتا ہے مگر دل پر زخم لگ جائے تو کبھی نہیں مٹتا اس کی تصویر آنکھوں کے سامنے رہتی ہے میں اس کو کبھی نہیں بھول سکتا ہوں میں آج بھی اس سے محبت کرتا ہوں اور ہمیشہ کرتا رہوں گا۔

اگر میرے لکھنے میں کوئی غلطی ہوئی ہو تو مجھے معاف کر دینا کوئی اچھا سا مشورہ مجھے دیں میں اس بے وفا کو کیسے بھول جاؤں۔

اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا۔ والسلام۔

غزل

تیری خاطر جو روتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
جو موتی رول دیتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
تمہاری یاد کی کرنوں کو اکثر آنکھ میں رکھ کر
میں اپنی نیند کھوتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
ہوا احساس خوشبو چاندنی کو دیکھ کر اکثر
تیرے دھوکے میں رہتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
فلک پہ چاند تاروں کے حسین جھرمٹ کے منظر میں
ترے چہرے کو تکتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
میں اپنی زندگی کے سارے جذبوں کو میری جاناں
تمہارے نام کرتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
کبھی تو دیکھ لے آ کر پرنس راہ محبت میں
میں خود سے خود ہی لڑتا ہوں تو یہ میری محبت ہے

☆ ---------------- پرنس عبدالرحمٰن گجر۔ گاؤں نین لا نجھا

بے وفا

میرے مرنے کے بعد میری کہانی لکھنا
کیسے برباد ہوئی میری جوانی لکھنا
اور لکھنا میرے ہونٹ خوشی کو ترسے
کیسے برسا میری آنکھوں سے پانی لکھنا
اور لکھنا کہ اسے انتظار تو بہت تھا تیرا
آخری سانسوں میں وہ ہچکیوں کی روانی لکھنا
لکھنا کہ مرتے وقت بھی دیتا تھا دعا تجھ کو اے دوست
ہاتھ باہر تھے کفن سے یہ نشانی لکھنا

☆ ---------------- انتخاب: عبداللہ حسن چشتی۔ سیت پور

نظر کی پیاس

نظر کی پیاس بجھانے کا حوصلہ نہ ہوا
ملے تو لب ہلانے کا حوصلہ نہ ہوا
پکارتی ہی رہیں دور تک نظریں اسے
مگر زبان سے بلانے کا حوصلہ نہ ہوا
تمہارے جبر و ستم بس کے سبب لئے دل پہ
تمہارے دل کو دکھانے کا حوصلہ نہ ہوا
لوٹے کچھ اس طرح محبت میں ہم کو
اب تک کسی کو دل میں بسانے کا حوصلہ نہ ہوا

☆ ---------------- انتخاب: محمد منیر مظہر سنی۔ تیکیاں

کیسا یہ عشق ہے

تحریر۔ نجم دانش سہو۔ 0306,5550250

شہزادہ بھائی۔ السلام و علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین کتنی بے وفا نکلی تھی کفی اسے کچھ تو خیال ہوتا کہ جس نے اس کے لیے سب کچھ چھوڑ دیا تھا صرف اسی کے پیار میں پاگلوں کی طرح بنا ہوا تھا اس نے اسی اذعان کے ساتھ بے وفائی کی اسے کہیں کا نہیں چھوڑا کاش اعفی کو اذعان کی محبت کی ذرا تو قدر ہوتی اور وہ اس کے ساتھ یوں نہ کرتی ایک دلچسپ اور سچی کہانی امید ہے سب کو پسند آئے گی میں نے اس کہانی کی نام۔ کیسا یہ عشق ہے۔ رکھا ہے
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

میرا نام نجم دانش ہے اور میں فیصل آباد کی تحصیل تاندلیاں کے کے گاؤں 594 گ ب عباسی بھٹیاں کا رہنے والا ہوں۔ میں تین سال کا تھا میرے ابو جان کی ڈیتھ ہو گئی تھی اب ہم اپنے انکل کے ساتھ رہتے ہیں میری تعلیم ایف اے ہے اور ساتھ میں نے دو ڈپلومے بھی کیے ہیں سول انجینئرنگ اور وی ٹی آئی کمپیوٹر پبلی کشنز اینڈ آفس پروفیشنل کا میرا بہت پرانہ شوق ہے۔
جواب عرض پڑھنا جواب عرض دکھی دلوں کا سہارا ہے اسے پڑھ کر بھی اندازہ ہوتا ہے اس معاشرے میں کتنے لوگ اپنا غم چھپا کر بھی اس ظالم دنیا میں جی رہے ہیں یہ تھا میرا مختصر سا تعارف۔
اب آتے ہیں اصل سٹوری کی طرف یہ سٹوری میرے بہت ہی قریبی اور میرے بچپن کے دوست کی ہے اسی کی زبانی سنتے ہیں۔
میرا نام اذعان ہے اور میں ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں میں اپنے ماں باپ کی شادی کے دس سال بعد پیدا ہوا تھا جس سے والدین کو بہت خوشی ہوئی۔ ہوش سنبھالا تو گھر میں غربت نے ڈیرا ڈالا ہوا تھا ہمارے پاس دو ایکڑ اپنی ذاتی زمین تھی میرا ابو اس پر محنت کرتا اور ہمارا گزارا ہوتا تھا۔
مجھے پڑھنے کا بہت شوق تھا جب پانچ سال کا ہوا تو مجھے گاؤں کے سرکاری سکول میں داخل کروایا گیا اسی طرح وقت گزرتا گیا گاؤں کی مٹی بھری گلیوں میں میں اپنے دوستوں کے ساتھ کھیلتے کھیلتے بارہ سال کا ہو گیا تھا۔
لیکن غربت ابھی بھی سر پر سوار تھی بوڑھے ماں باپ جتنی محنت کرتے اتنی ہی مہنگائی میں پھر بھی بڑی مشکل سے گزارا ہوتا لیکن پھر بھی میرے ماں باپ نے مجھے بڑے لاڈ پیار سے رکھا تھا میری ہر خواہش کو پورا کرتے اور مجھے ہر خوشی دینے کی کوشش کرتے۔
میں بھی سکول سے آ کر کھیتوں میں کام کرتا اور پھر ہم نے خوب محنت کی۔
اور پھر ہمارے گھر کے حالات پہلے سے کافی

بہتر ہوتے گئے۔

اسی طرح وقت گزرتا گیا اور میں نے پڑھائی بھی جاری رکھی ہمارے گاؤں میں ہائی سکول تھا اس لیے مجھے شہر نہیں جانا پڑا تھا۔

اس طرح وقت ریل گاڑی کی طرح رواں دواں تھا ایک دن سکول سے گھر آیا تو امی نے کہا بیٹا بیگ رکھ کر میری بات سن میں نے بیگ رکھا اور امی کے پاس جا کر بیٹھ گیا اس وقت امی شام کو پکانے کے لیے چنے کی دال صاف کر رہی تھی۔

امی نے کہا اذعان بیٹا کل سکول سے چار دن کی چھٹی لے لینا۔ کیوں امی جان اتنی چھٹیوں کا کیا کرنا ہے۔ کل رات مہندی کی رسم ہے۔ کیا مطلب مہندی کی رسم امی جان کل رات مہندی ہے اور مجھے آج بتایا جا رہا ہے۔ آپ لوگوں کو پتا ہے میرے پاس کوئی اچھا ڈریس نہیں ہے جو میں شادی پر پہنوں گا۔

بیٹا اذعان آپ فکر کیوں کرتے ہو امی نے میرے بالوں میں پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تیرا ابو آج شہر گیا تھا اور تیرے لیے دو نئی پینٹ شرٹ لے کر آیا ہے۔

سچ امی میں نے خوش ہوتے ہوئے امی کے ہاتھ چوم لیے ہاں بیٹا اندر الماری میں پڑے ہیں جا کر دیکھ لو امی کا کہنا تھا کہ میں بھاگ کر گیا اور دونوں پینٹ شرٹ اٹھا لایا واہ امی جان یہ تو بالکل میری پسند کی ہیں۔

میں بچپن سے دیکھ رہا تھا میرے ابو میرے لیے جو بھی چیز لاتے ہیں مجھے پسند آتی ہے آج میں خوشی سے اچھل رہا تھا کیوں کہ مجھے عرصہ بعد خالہ کے گھر جانے کا اتفاق ہوا تھا۔

صبح سکول گیا تو میں نے چار دن کی چھٹی لے لی کپڑے وغیرہ اور باقی ضرورت کی اشیاء میں نے رات کو ہی پیک کر لیں تھیں۔

امی اور میں دن کے تین بجے فیصل آباد کے لیے نکل پڑے قریبی ہی بس سٹاپ سے ہم بس میں بیٹھے اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد فیصل آباد پہنچ گئے۔

میری خالہ کا گھر فیصل آباد سمن آباد میں تھا اس لیے ہمیں مزید پندرہ منٹ خالہ کے گھر تک لگ گئے تھے بہت عرصے بعد میں خالہ کے گھر آیا تھا تو گھر کا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا بالکل گھر کوٹھی نما تھا۔

امی اور میرا سب لوگوں نے شاندار استقبال کیا سب لوگوں نے امی سے میرا تعارف کروایا کہ کون ہے میرا کیا لگتا ہے خالہ کے بیٹے بیٹیاں یعنی کہ میرے کزن اور کزنیں تو پہلے ہی میرے واقف تھے کیوں کہ وہ ایک دو بار ہمارے گھر آئے ہوئے خالہ تھے کے ساتھ اس لیے میں ان میں بہت جلد گھل مل گیا تھا شادی پر اور بھی مہمان آئے ہوئے تھے اور کچھ آ بھی رہے تھے۔

میں نے پورے گھر میں نظر دوڑائی تو مجھے معاویہ کہیں بھی نظر نہ آئی تھی میں نے خالہ سے پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ اپنی دوستوں کے ساتھ بیوٹی پارلر گئی ہے اس لیے وقت کا اندھیرا کافی چھا چکا تھا اور پورے گھر کو لائیٹنگ سے سجایا ہوا تھا۔

تمام کزن مہندی کی تیاریوں میں مصروف تھے میں بھی ان کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا اور کام میں ان کی مدد کرنے لگا اچانک ایک ہاتھ میری طرف بڑھا میں نے اوپر دیکھا تو میری کزن معاویہ تھی۔

میں نے ہاتھ ملایا تو معاویہ نے کہا کون کون آئے ہو میں نے کہا امی اور میں معاویہ کے ساتھ دو لڑکیاں اور تھیں میں نے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے سلام بلایا معاویہ نے کہا۔

اذعان یہ دونوں میرے انکل کی بیٹیاں ہیں دو تین گھر چھوڑ کر ان کا گھر ہے ان میں سے ایک لڑکی بڑی گہری نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے نظریں جھکا لیں اس نے بلیک فراک اور چوڑی پاجامہ پہنا ہوا تھا جس میں

وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

میری نظریں تو اس کے چہرے پر ہی جم گئیں اچانک معاویہ نے میرے بازو میں چٹکی مارتے ہوئے اور اس لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ہیلو مسٹر اذعان کہاں کھو گئے ہو میں یکدم چونکا اور کہا کہیں بھی نہیں پھر معاویہ نے اجازت لی اور اوپر والے پورشن میں چلی گئی۔

سیڑھیاں چڑھتے وقت بھی اس لڑکی کی قاتل نظریں میری طرف ہی تھیں میں بھی دنیا سے بے خبر اس کی قاتل نگاہوں میں ڈوب گیا تھا جب وہ اوپر گئی تو اس نے بڑے دل موہ لینے والے انداز سے مجھے دیکھا اور مسکرا کر معاویہ کے ساتھ کمرے میں چلی گئی اور دروازہ بند کر دیا۔

میں کافی دیر تک اس کی خوبصورت مسکراہٹ میں جکڑا رہا میرے ساتھ زندگی میں پہلی بار ایسا ہو رہا تھا یہ لڑکی میرے دل کو بھا گئی تھی کیوں کہ وہ تھی ہی اتنی خوبصورت اور معصومیت سے اس کا چہرا بغیر میک اپ کے ہی نکھرا ہوا تھا شاید پہلی ہی نظر میں۔ میں اس سے پیار کرنے لگا تھا۔

میں ان سوچوں میں گم تھا کہ کزن نے کہا امی بلا رہی ہیں کھانا تیار ہے کھالو میں کھانا کھا کر فارغ ہوا تو سوچا کیوں نہ پورے گھر کا چکر لگاؤں۔

میں سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر والے پورشن میں چلا گیا تھا پورا گھر بہت خوبصورت بنا ہوا تھا ایک جگہ دیکھا تو اچانک وہی لڑکی کافی بنانے میں مصروف تھی میں بھلا جھجک کچن میں گھس گیا لیکن وہ میرے آنے سے بے خبر تھی وہ کوئی گانا گنگناتی ہوئی بڑی بے فکری سے کافی بنانے میں مصروف تھی۔

میں نے سینے پر دونوں ہاتھ باندھے اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر اس کو دیکھنے لگا اس کا دوپٹہ سر سے اترا ہوا تھا اور گلے میں لٹک رہا تھا جب وہ کافی بنا کر پیچھے مڑی تو مجھے کچن میں دیکھ کر تھوڑا جھجکی اور پھر ہمت کر کے بولی آپ اور یہاں کیا کر رہے ہیں۔

میں نے اس کی نظروں میں نظریں ڈالتے ہوئے کہا جی کچھ نہیں بس کافی پینے کو من کیا تھا تو چلا آیا اجازت ہو تو میں ایک کپ کافی بنا سکتا ہوں۔

کیا آپ خود بنالیں گے اس نے حیران نظروں سے دیکھا ہاں میں کیوں میں خود نہیں بنا سکتا کیا نہیں آپ رکو میں معاویہ کو کافی دے کر آتی ہوں اور میں بنا کر دیتی ہوں۔

یہ کہہ کر وہ کچن سے باہر چلی گئی اور میں اس کو جاتا دیکھتا رہا اور دل ہی دل میں خوش ہونے لگا کہ اس کے ہاتھوں سے بنی ہوئی کافی پیئوں گا وہ معاویہ کو کافی دے کر کچن میں آ گئی اور کافی بنانے لگی۔

میری نظریں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور میں سوچوں ہی سوچوں میں اس کے خواب دیکھ رہا تھا تھوڑی ہی دیر میں اس نے کافی میرے ہاتھوں میں تھمادی میں نے تھینک یو بولا تو اس نے کہا مسٹر اذعان تھینک یو مہمانوں کی دیکھ بھال کرنا ہمارا فرض بنتا ہے جب اس کے خوبصورت ہونٹوں سے میں نے اپنا نام سنا تو میں نے کہا آپ تو میرا نام بھی جانتی ہیں۔

ہاں آپ کے نام کا پتہ معاویہ سے چلا ہے بہت پیارا نام ہے آپ کا اس نے چہرے پر مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا میں نے اس سے نام پوچھا تو اس کا نام عفیفہ تھا اور اس نے بتایا کہ سب لوگ مجھے پیار سے عفی عفی کہتے ہیں۔

اتنے میں اس کو پکارنے کی آواز آئی عفی جلدی سے دوڑی کہاں رہ گئی تھی کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی ہوں شاید یہ اس کی بڑی آپی تھی۔

میں وہی کھڑا سن رہا تھا میں نے بھی جلدی سے کافی ختم کی اور سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے چلا گیا مہندی کی رسم بالکل تیار تھی اور سب لوگ معاویہ کا انتظار کر رہے تھے اتنے میں عفی اور اس کی آپی معاویہ کو لے کر آ گئیں معاویہ کو جھولے میں بٹھایا گیا جو کہ سپیشلی دلہن

کے لیے سجایا گیا تھا۔
صحن کافی کھلا تھا اور پورے صحن میں مہمانوں کے لیے کرسیاں لگی ہوئی تھی میں بھی اک سائڈ پر اپنے کزنوں کے ساتھ بیٹھ گیا اور چوری نظروں سے عفی کو دیکھنے لگا۔
عفی بھی سب سے نظریں چرا کر مجھے دیکھ لیتی اور چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ بکھیرتی اور عفی کی یہ مسکراہٹ مجھے بہت اچھی لگتی میرا دل کہتا کہ عفی بھی مجھے دل ہی دل میں چاہتی لیکن پھر بھی میرے من میں طرح طرح کے خیالات جنم لے رہے تھے۔
عفی ایک شہری اور خوبصورت لڑکی تھی مجھے پینڈو لڑکے سے بھلا کیوں محبت کرے گی لیکن میں نے دل کو تسلی دی محبت عشق رنگ روپ نسل نہیں دیکھتا بس ہو جاتا ہے میں نے بھی دل میں پکا عہد کر لیا تھا گھر جانے سے پہلے میں عفی سے اظہار محبت ضرور کروں گا۔
کہتے ہیں کسی سے محبت ہو تو اسے جتنا جلدی ہو بتا دینا چاہئے یہ نہ ہو کہ آپ دیر کر دیں اور وہ کسی اور کا ہو جائے اور آپ ساری زندگی سڑک پر پھرتے پتھر کی طرح ٹھوکریں کھاتے رہیں۔
میں نے اندر ہی اندر دل کو مضبوط کیا اور اور عفی کی طرف دیکھنے لگا جو کہ معاویہ کے ساتھ بیٹھی معاویہ کے ہاتھوں پر مہندی لگا رہی تھی اور موی والا موی بنا رہا تھا معاویہ کے ہاتھ پر پچاس کا موٹ رکھا ہوا تھا جس پر سب لوگ باری باری مہندی لگا رہے تھے۔
مجھے بھی کہا گیا میں نے بھی معاویہ کے ہاتھ پر مہندی لگائی اور ساتھ موی بھی بنوائی مہندی کا سلسلہ ختم ہوا تو میوزک کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا لڑکے اور لڑکیوں نے باری باری ڈانس کرنا شروع کر دیا۔
یہ سلسلہ رات کے بارہ بجے تک جاری رہا پھر سب لوگ جہاں جہاں جگہ ملتی گئی سوتے گئے میں بھی سونے کے لیے کمرے میں آ کر بستر پر لیٹ گیا لیکن نیند مجھ سے کوسوں دور تھی عفی کی پیار بھری مسکراہٹ اور اس کی ادائیں ساری رات مجھے تڑپاتی رہی پتہ نہیں پھر کب نیند مجھ پر مہربان ہو گئی اور میں سو گیا۔
گھر میں میری عادت تھی کہ میں صبح کی اذان کے وقت ہی اٹھ جاتا ہوں اس عادت کی وجہ سے میری صبح جلدی آنکھ کھل گئی اٹھا غسل کیا اور وضو کر کے نماز پڑھی اور عفی کو پانے کی دعا کی اس وقت روشنی کافی چھا چکی تھی لیکن پورے گھر میں ابھی خاموشی تھی جیسے یہاں کوئی رہتا ہی نہیں۔
رات کو لیٹ سونے کی وجہ سے گھر میں ابھی تک سب گہری نیند سو رہے تھے میں نے بھی دروازے کو لاک کیا اور بستر پر لیٹ گیا اور سو گیا تقریباً آٹھ بجے کسی نے دروازے پر دستک دی تو میری آنکھ کھلی دروازہ کھولا تو میرا کزن تھا کہتا اٹھ جاؤ ہاتھ منہ دھو لو میں کسی کو ناشتے کا کہتا ہوں۔ ادھر کمرے میں ہی بھجوا دیتا ہوں۔
میں منہ دھونے باتھ روم میں چلا گیا جب واپس آیا تو عفی ٹیبل پر ناشتہ رکھ کر واپس مڑ رہی تھی میں نے روک لیا عفی نے کہا اذعان مجھے جانے دو کوئی دیکھ لے گا میں نے کہا عفی صرف دو منٹ میری بات سن لو پھر چلی جانا عفی نے کہا اذعان جلدی بتاؤ اگر کسی نے دیکھ لیا تو ہم دونوں کے لیے اچھا نہیں ہو گا۔
عفی مکمل طور پر ڈری ڈری سی لگ رہی تھی اور لفظ بھی پوری طرح منہ سے ادا نہیں ہو پا رہے تھے میں نے کہا کہ عفی میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے۔
عفی نے کہا جی کچھ نہیں میں نے کب کہا ہے آپ سے کچھ پھر عفی ساری رات آپ کی یاد نے مجھے سونے نہیں دیا جب سے آپ کو دیکھا ہے آپ کے ہی خواب دیکھ رہا ہوں تم نے میرا چین نیند سکون سب کچھ چھین لیا ہے عفی تم میرے جسم کے خون کے ایک ایک قطرے میں بس چکی ہو اور تمہیں پتا ہو گا کہ اگر انسان کے جسم میں خون نہ ہو تو انسان مر جاتا ہے اور تم

میرے لیے اس خون کی مانند ہو میں تمہیں پانا چاہتا ہوں ہمیشہ کے لیے اپنانا چاہتا ہوں مجھے صرف تمہاری ہاں کا انتظار ہے عفی کیا تم بھی مجھے اسی طرح ہی چاہتی ہو عفی گم سم سی کھڑی ہاتھ میں پکڑے ٹرے کے گھور رہی تھی اور میں بولے ہی جا رہا تھا۔

میں نے پوچھا عفی کیا بات ہے آپ کو میری محبت قبول نہیں ہے کیا میں آپ کو اچھا نہیں لگتا کیا نہیں اذعان آپ بہت اچھے ہو میں سوچ رہی ہوں کہ میں کتنی خوش نصیب ہوں جسے کوئی دل کی گہرائی سے چاہتا ہے عفی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بالکل میرے قریب آ گئی اور میرا ہاتھ پکڑ کر بولی اذعان کیا تم ہمیشہ مجھ سے اسی طرح ہی محبت کرو گے کبھی میرا ساتھ نہیں چھوڑو گے۔

میں نے اپنا دوسرا ہاتھ عفی کے سر پر رکھتے ہوئے کہا ہاں عفی میری محبت ہمیشہ اسی طرح برقرار رہے گی کبھی کم نہیں ہو گی بلکہ میری محبت میں اضافہ ہوتا جائے گا۔

اتنے میں باہر گیلری میں کسی کے چلنے کی آواز آئی تو عفی بھاگ کر دروازے کے پیچھے ہو گئی جب وہ دروازے کے سامنے آیا تو میرا کزن تھا میں جلدی سے دروازے کے پاس ہو گیا کہ وہ اندر نہ آ جائے اس نے پوچھا کہ ناشتہ کر لیا میں نے کہا نہیں ابھی کرنے لگا ہوں اس نے کہا او کے جلدی سے ناشتہ کر کے نیچے آ جانا مہمان کافی آ گئے ہیں اور اس کی دیکھ بھال کولڈرنگ کا خیال تم نے رکھنا ہے۔

میں نے کہا ٹھیک ہے ناشتہ کر کے ابھی آیا پھر وہ چلا گیا میں نے دیکھا تو عفی دروازے کے پیچھے ڈری ہوئی سہمی ہوئی کھڑی تھی۔

عفی نے کہا شکر ہے بال بال بچ گئے ڈر کے مارے عفی کے چہرے پر پسینہ بھی آ گیا تھا اسی دوران عفی جانے لگی تو میں نے بازو سے پکڑ لیا عفی نے میری نظروں میں نظریں ڈال کر کہا پلیز اذعان مجھے اب جانے دو ناں کافی ٹائم ہو گیا ہے میں نے کہا عفی پھر کب ملو گی شاید رات کو عفی نے اپنے دوسرے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا میں نے کہا وعدہ کہتی ہاں وعدہ چھوڑو اب چھوڑو بھی میں نے عفی کا ہاتھ چھوڑ دیا اور تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

آج میری خدا سے کی ہوئی دعا قبول ہو گئی تھی میں نے عفی کی محبت پالی تھی آج میں بہت خوش تھا اس دوران مجھے یاد آیا کہ مجھے تو کزن نے نیچے آنے کا کہا تھا میں نے جلدی سے ناشتہ کیا اور دروازہ بند کر کے نیچے چلا گیا۔

مہمانوں سے فارغ ہو کر میں نے ڈریس تبدیل کیا کیوں کہ برات آنے والی تھی سب لوگ نئے نئے کپڑے پہن کر بارات کے آنے کا انتظار کرنے لگے تھے لڑکیاں رنگ برنگے کپڑے پہن کر بالکل پریاں لگ رہی تھیں اتنے میں عفی بھی اپنی فیملی کے ساتھ گیٹ سے اندر داخل ہوئی تو میں دیکھتا ہی رہ گیا عفی حد سے زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی۔

عفی نے گلابی رنگ کا لمبا کرتا اور نیچے چوڑی پاجامہ پہنا ہوا تھا جس میں عفی بالکل حسن کی ملکہ لگ رہی تھی عفی نے مجھے دیکھا تو ہلکی سی مسکراہٹ سے میرا دل ہی لوٹ لیا عفی اپنی فیملی کے ساتھ صحن میں پڑی کرسیوں پر بیٹھ گئی تھی چہرا اس طرف کر دیا جدھر میں کھڑا تھا۔

میں بھی دنیا سے بے خبر عفی کو دیکھنے لگ گیا پھر عفی اٹھی اور معاویہ کے کمرے میں چلی گئی اتنے میں شہنائیاں چلنے کی آواز آنے لگی سب لوگ بارات دیکھنے کے لیے صحن سے اٹھے اور گیٹ پر چلے گئے۔

میں بھی چلتا ہوا گیٹ سے باہر گلی میں کھڑا ہو گیا تھا بارات میں کافی ہلا گلا تھا بارات کو ساتھ والے گھر میں بٹھایا گیا کھانا کھلایا گیا اور نکاح پڑھایا گیا یعنی کرتے کرتے شام کے چار بج گئے تھے۔

ادھر دلہن بھی تیار تھی اور بارات دلہن کو لے کر چلی گئی جو مہمان قریب سے آئے ہوئے تھے وہ بھی چلے گئے پہلے سے رش کافی کم ہوگیا تھا میں بھی کمرے میں آرام کے لیے جا کر لیٹ گیا رات کے آٹھ بجے اٹھا تو صحن میں کافی لوگ گپ شپ لگا رہے تھے میری امی اور خالہ اعلیحدہ باتیں کررہی تھیں میں بھی خالہ سے کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

میں خالہ سے گپ شپ لگا رہا تھا کہ اتنے میں عفی اکیلی گیٹ سے اندر آتے ہوئے دکھائی دی عفی کو دیکھ کر میرا دل کو سکون سا مل گیا عفی لڑکیوں کے پاس جا کر بیٹھ گئی عفی بار بار میری طرف دیکھتی اور نظریں جھکا لیتی عفی اچانک خالہ نے عفی کو پکارا عفی دوپٹہ اوڑتے ہوئے اٹھی اور ہماری چارپائی پر آ کر بیٹھ گئی جی خالہ جان اور آگے بڑھ کر میری امی سے پیار لیا جیتی رہو بیٹی میری امی نے عفی کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

عفی میرے سر میں بہت درد ہے ایک کپ چائے کا بنا دو خالہ نے ہاتھ سے سر کو دباتے ہوئے کہا جی خالہ جان ابھی بنا کر لائی عفی اتنا کہہ کر اوپر چلی گئی تھوڑی دیر میں نے بھی اوپر چلا گیا دروازے پر دستک دی تو عفی نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور کہا مجھے پتہ تھا تم ضرور آؤ گے کیا کروں عفی تم سے ملنے کا کوئی بھی موقع میں مس نہیں کرنا چاہتا تمہیں پتا بھی ہے سارا دن گزر گیا آپ سے بات نہیں ہوئی عفی جب انسان کو محبت ہوتی ہے تو من ہمیشہ اسے ملنے کو باتیں کرنے کو کرتا ہے عفی چائے بنانے میں مصروف تھی۔

میں بولتا رہا اور عفی نے چائے کپ میں ڈالتے ہوئے کہا اذعان میں ہمیشہ سوچتی ہوں کہ تیرے چلے جانے کے بعد میرا کیا ہوگا۔

میں کیسے رہوں گی عفی اگر دل میں سچی محبت ہو تو دور رہنے سے کم نہیں ہوتی اور ہاں میں کون سا اتنا دور رہتا ہوں ایک گھنٹے کا سفر ہے تم جب بلایا کرو گی میں آجایا کروں گا اور ویسے بھی میٹرک کے بعد میں ادھر ہی کسی اچھے سے کالج میں ایڈمیشن لوں گا پھر تو روز تم سے ملاقات ہوگی اور تمہارے کالج کے سامنے میں روز تیرا انتظار کروں گا۔

کیوں کہ عفی بھی فرسٹ ائیر کی سٹوڈنٹ تھی سچی اذعان عفی نے خوش ہوتے ہوئے کہا میں نے کہاں ہاں عفی نے میرے گال پر پیار سے چٹکی ماری اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو یک دم چلائی اذعان کے بچے تیری باتوں میں تو چائے بھی ٹھنڈی ہوگئی خالہ بھی ناراض ہوگی کہ اتنی دیر لگا دی چائے بنانے میں عفی نے دوبارہ چائے گرم کی اور کپ میں ڈالی میں نے کہا عفی میں چھت پر جا رہا ہوں تمہارا انتظار کروں گا ضرور آنا اچھا اذعان میں کوشش کروں گی عفی چلی گئی۔

میں سیڑھیاں چڑھتا ہوا چھت پہ چلا گیا دیکھا تو موسم بہت پیارا بنا ہوا تھا ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی آسماں پر ہلکے ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے میں چلتا ہوا چھت کے گرد بنی ہوئی دیوار پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے شہر کا نظارہ کرنے لگا اسی طرح کھڑے تقریباً آدھا گھنٹہ ہوگیا تھا۔

اچانک عفی نے پیچھے سے میری آنکھوں پر دونوں ہاتھ رکھ دیے شکر ہے آگئی میں نے عفی کے ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔ کیا کرتی اذعان اتنے اتنے لوگوں سے آنکھ بچا کر آنا کوئی آسان نہیں ہے عفی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر نیچے بیٹھ گئی اور میں بھی بیٹھ گیا اور عفی کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا عفی میرے ساتھ وعدہ کرو کہ تم یونہی مجھے محبت کرتی رہو گی مجھے کبھی تنہا تو نہیں چھوڑو گی عفی نے میرے ہاتھوں کو مضبوطی سے دباتے ہوئے کہا۔

اذعان تم ہی میری پہلی اور آخری محبت ہو تیرے سوا میری زندگی میں اور کوئی نہیں آ سکتا میرے منہ سے آخری سانس تک تمہارا ہی نام نکلے گا اسی طرح عفی اور میں نے خوب باتیں کیں جینے مرنے کی

قسمیں کھائیں ہمیشہ ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا پھر عفی چلی گئی اور میں کافی دیر تک وہی بیٹھا عفی کی حساسیت میں جکڑا رہا چونکا اس وقت جب زور سے بادل گرجنے لگا آسماں کی طرف دیکھا تو تمام ستارے کالے بادلوں میں چھپے ہوئے تھے۔

دیکھتے ہی دیکھتے بارش شروع ہوئی اور میرے کپڑے گیلے ہوگئے اور میں جلدی سے بھاگتا ہوا نیچے کمرے میں آگیا اور نا جانے کب میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گیا صبح آٹھ بجے دروازے پر دستک ہوئی تو میں اٹھا دیکھا تو میری خالہ تھی خالہ نے کہا جلدی سے ناشتہ کر کے تیار ہو جاؤ معاویہ کو لینے جانا ہے۔

میں نے جلدی سے ناشتہ کیا اور نہا دھو کر تیار ہوا اور جلدی سے نیچے گیا نیچے سب لوگ تیار تھے دیکھا تو عفی بھی نئے کپڑے پہنے ہوئے تیار ہو کر گیٹ سے اندر داخل ہوئی تب مجھے پتہ چلا کہ عفی بھی جا رہی ہے مجھے تیار دیکھ کر عفی نے اپنے خوبصورت چہرے پر مسکراہٹ سجائی تو میں بھی مسکرا دیا۔

اتنے میں کیری ڈبے والا بھی آگیا سب لوگ بیٹھنے لگے لیکن مجھے مجبورا ڈرائیور کے ساتھ بیٹھنا پڑا اسی طرح ہم معاویہ کو لے کر واپس آگئے واپسی پر میں پیچھے بیٹھا اور اور سارے راستے معاویہ اور عفی سے باتیں کیں اور سفر بہت اچھا گزرا ہمیں آج واپس بھی جانا تھا لیکن واپسی کے خلاف تھا۔

لیکن مجبوری تھی سکول کی چھٹیاں ختم ہوگئی تھی کل مجھے سکول جانا تھا جانے سے پہلے میں نے عفی سے ملنا چاہتا تھا امی کو کپڑے بیگ میں ڈالنے کو کہا اور اوپر والے کمرے میں معاویہ سے ملنے چلا گیا وہاں معاویہ اور عفی دونوں بیٹھی تھیں۔

معاویہ نے مجھے بیٹھنے کو کہا میں بیٹھ گیا معاویہ نے کہا اذعان بیٹھو آج میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے چائے بنا کر پلاتی ہوں یہ کہہ کر معاویہ کچن میں چائے بنانے چلی گئی اور مجھے عفی سے بات کرنے کا موقعہ مل گیا عفی بیڈ پر بیٹھی میری طرف دیکھ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی میں نے کہا عفی میں جا رہا ہوں یکدم عفی کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوگئی میں نے عفی کو حوصلہ دیا کہ عفی پریشان مت ہونا میں بہت جلد تمہیں ملنے آؤں گا۔

معاویہ کے آنے سے پہلے ہم نے کافی باتیں کیں معاویہ نے چائے دی عفی سے جدا ہونے کا وقت آگیا تھا دل میں عجب سی پریشانی تھی بڑی مشکل سے میں نے چائے کا کپ ختم کیا اور اتنے میں امی نے بھی آواز دے دی میں نے معاویہ سے اجازت لی اور ایک نظر عفی کی طرف دیکھا اتنے میں میرا کزن آٹو لے کر آگیا ہم نے سب سے اجازت لی اور گلی میں کھڑے آٹو کی طرف چل دیئے۔

اچانک میری نظر اوپر پڑی تو عفی اور معاویہ ہاتھ کے اشارے سے خدا حافظ کہہ رہی تھیں۔

میں نے بھی ہاتھ کے اشارے سے خدا حافظ کہا اور رکشے میں بیٹھ گیا اور رکشے والے سے کہا چلو جیسے جیسے میں عفی سے دور ہوتا گیا میرے دل پر ایک اداسی چھا رہی تھی میری اداسی کو امی نے بھی بھانپ لیا تھا مگر کچھ نہ بولی پھر اسی طرح ہم گھر آگئے اور آتے ہی مجھے ابو نے گلے لگایا اور شادی کے بارے میں پوچھنے لگے امی بھی تھک چکی تھی لیٹ گئی میں بھی کمرے میں جا کر لیٹ گیا اس وقت اندھیرا کافی چھا چکا تھا۔

ابو نے امی کو تکلیف نہ دی اور کھانا ہوٹل سے ہی منگوا لیا تھا پھر ہم سب نے مل کر کھانا کھایا اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی تو میرا دوست ارشد تھا سلام دعا کے بعد میں نے اسے اندر ہی بلا لیا اور اپنے کمرے میں لے گیا امی کو چائے کا کہہ کر ہم دونوں بیڈ پر ہی بیٹھ گئے۔

آتے ہی ارشد نے شادی کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا کہ ارشد یار اس شادی نے تو میرا چین سکون اور آرام سب کچھ چھین لیا ہے جدھر دیکھتا

ہوں ادھر ہی وہ پری جیسا چہرا نظر آتا ہے اسے دیوانے کون ہے۔ جس نے میرے گلاب جیسے دوست کو مسل ڈالا ہے بے چین کر دیا سکون چھین لیا جس کے پیچھے میرا دوست پاگل ہو گیا ہے لڑکی ہے یا پرستان کی پری ہے۔ جس پر اس طرح فدا ہو گئے ہو۔

ہاں میرے دوست وہ پریوں سے بھی حسین اور گلاب کی پتیوں سے بھی نازک اور شہد جیسی میٹھی اس کی آواز کیا کیا بتاؤں میرے دوست اس کی جتی تعریف کروں اس کی خوبصورتی کے آگے کچھ بھی نہیں ہے اب تعریف کرنا بس بھی کرو اور یہ بتاؤ اس سے کوئی بات بھی ہوئی یا خالی دیکھنے سے ہی دیوانے ہو گئے ہو پھر میں نے ارشد کو شروع سے لے کر آخری ملاقات تک سب کچھ بتا دیا۔

ارشد نے کہا اس کا مطلب ہے میرا دوست بہت آگے تک پہنچ گیا ہے ارشد میں نے عفی کو اپنی پہلی اور آخری محبت مان لیا ہے شادی کروں گا تو صرف عفی سے ورنہ میری زندگی میں کوئی دوسری لڑکی نہیں آ سکتی بس۔ کرو اذعان زیادہ دیوانے ہونے کی ضرورت نہیں اگر تیری محبت سچی ہے تو عفی کسی اور کی نہیں ہو سکتی ہاں اگر وہ بھی تمہیں اسی طرح چاہتی ہے جس طرح تم عفی سے پیار کرتے ہو۔

ہاں ارشد وہ بھی مجھ سے زیادہ محبت کرتی ہے میں نے اس کی آنکھوں میں اس کے پیار کی سچائی دیکھی ہے وہ میرے ساتھ بے وفائی نہیں کر سکتی اذعان ذرا سوچ سمجھ کر اپنے بوڑھے ماں باپ کا ایک تم ہی سہارا ہو یہ جو شہر کی لڑکیا ہوتی ہیں اس کی بڑی اونچی سوچ ہوتی ہے یہ بہت بڑے بڑے خواب دیکھتی ہیں اپنے مطلب کی خاطر کسی کو بھی ٹھکرا سکتی ہیں۔

نہیں ارشد عفی ان سب سے مختلف ہے وہ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتی اتنے میں امی چائے لے کر آ گئی ہم نے چائے پی اور بہت سی باتیں کیں پھر ارشد چلا گیا اور میں عفی کی باتیں یاد کر کے اس کے لیے خدا سے دعا کرتا رہا یا خدا عفی کو ہمیشہ کے لیے میرا کر دے پھر نا جانے کب مجھے نیند آ گئی اسی طرح وقت گزرتا گیا اور عفی کی یادیں اور باتیں اسی طرح ہی میرے ساتھ رہیں۔

دیکھتے ہی دیکھتے تین ماہ کا عرصہ گزر گیا ان تین ماہ میں۔ میں ایک بار بھی عفی کو ملنے نہ جا سکا اور نہ ہی میرے پاس موبائل تھا کہ میں عفی سے کال پر بات کر لیتا عفی کی یادیں بہت تڑپانے لگی تھیں کہیں بھی دل نہ لگتا تھا امی ابو نے بھی کئی بار پوچھا مگر میں نے ان کو کچھ نہیں بتایا پڑھائی سے بھی دل اچاٹ ہو گیا تھا۔

ہر وقت کمرے میں بند ہو کر اس کی یادوں میں تڑپتا رہتا تھا ایک دن شام کے وقت ارشد میرے گھر آیا اس کے ہاتھ میں موبائل والا ڈبہ تھا ارشد سے پوچھا تو اس نے کہا میرے بھائی نے دبئی سے بھیجا ہے اس لیے سوچا کہ میرے پاس تو پہلے سے بھی ایک ہے یہ میں آپ کے لیے لایا ہوں یہ پکڑو اور میری طرف سے اسے گفٹ سمجھو۔

میں نے انکار کرنے کی کوشش کی تو ارشد نے زبردستی میرے ہاتھ میں تھما دیا پھر جیب سے سم بھی نکال کر دی اور پھر کافی دیر ہم ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے پھر ارشد چلا گیا اور میں نے ڈائری کھولی تو اس میں سے کزن کا نمبر تلاش کرنے لگا جو مجھے با آسانی مل گیا تھا۔

میں نے اس سے معاویہ کا نمبر لیا اور اس کو کال کی دعا سلام کے بعد میں نے عفی کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا مجھے دو دن ہو گئے ہیں امی کے گھر آئے ہوئے تو عفی روزانہ میرے پاس آتی ہے۔

میں نے عفی کا نمبر مانگا تو اس نے کہا کہ اس کے پاس موبائل نہیں ہے پھر میں نے کہا آپ لوگ کب ہمیں ملنے آ رہے ہیں معاویہ نے کہا کہ بہت جلد میں نے کہا پھر عفی کو بھی ساتھ لیتے آنا تھا۔

وہ کہنے لگی کہ کوشش کروں گی وعدہ نہیں کرتی اس طرح میں روز معاویہ کو کال کرتا اور عفی کی خیریت پوچھتا رہتا تھا ایک دفعہ معاویہ نے میرے ساتھ عفی کی بات بھی کروائی تو عفی نے شکوہ کیا کہ اتنے مہینوں میں ایک بار بھی ملنے نہیں آئے عفی ناراض ہو رہی تھی بڑی مشکل سے عفی کو راضی کیا معاویہ کو بھی ہماری محبت کا پتہ چل گیا تھا۔

لیکن اس نے کسی کو نہ بتایا کیوں کہ وہ عفی کی ہمراز بھی خیر اسی طرح دن گزرتے گئے۔

ایک دن میں کمرے میں بیٹھا پیپروں کی تیاری کر رہا تھا کہ میرے موبائل کی بل بجی میں نے کال پک کی تو معاویہ کی تھی اس نے کہا ہم لوگ آج ہی تمہارے پاس آ رہے ہیں اور عفی بھی ساتھ آ رہی ہے میں نے سنا کہ عفی بھی آ رہی ہے۔

تو میری خوشی کی انتہا ہی نہ رہی میں خوشی سے اچھل پڑا معاویہ نے کہا ہم نے کار پر آنا ہے اور ہم لوگ گھر سے نکل پڑے ہیں۔

اتنا کہہ کر معاویہ نے کال ڈراپ کر دی میں اسی وقت دوڑا اور امی ابو کو بتایا کہ معاویہ لوگ آ رہے ہیں امی نے جلدی سے ان کے کھانے کا بندوبست کیا وہ لوگ تقریبا پینتالیس منٹ میں ہمارے پاس پہنچ گئے تھے سب ملے جلے عفی نے بھی ہاتھ ملایا عفی کو اپنے گھر میں دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہو رہی تھی بار بار اپنی آنکھوں کو اپنے ہی ہاتھوں سے مسلتا کہ میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا۔

لیکن قدرت نے میرے خوابوں کو بھی حقیقت کا روپ دے دیا محبوب کو اپنے گھر میں دیکھ کر عید جیسی خوشی ہو رہی تھی جیسے عید کا چاند نظر آ گیا ہو ہم نے جتنی ہو سکی ان کی خاطر تواضع میں کوئی کسر نہ چھوڑی ادھر میں نے ارشد کو بھی کال کر کے کہہ دیا کہ عفی آئی ہوئی ہے شام سے پہلے ارشد بھی آ گیا۔

ارشد نے جب عفی کو دیکھا تو تعریف کیے بنا نہ رہ سکا اور میری پسند کی داد دی پھر ہم سب نے مل کر شام کو کھانا کھایا اور پھر ارشد چلا گیا معاویہ امی کے پاس امی والے کمرے میں چلی گئی اور معاویہ کا شوہر عفی اور میں ٹی وی دیکھنے لگ گئے عفی ٹی وی کی طرف کم اور میری طرف زیادہ دیکھ رہی تھی اور میری بھی یہی حالت تھی۔

اتنے میں معاویہ کا شوہر اٹھا اور کمرے میں سونے کے لیے چلا گیا میں نے عفی کو کہا آؤ چھت پر چلتے ہیں موسم بہت پیارا بنا ہوا ہے میں نے ٹی وی بند کیا اور ہم دونوں چھت پر چلے گئے عفی چھت پر آ کر گاؤں کے ماحول گھروں کو دیکھنے لگی اور کہا اذعان یہاں کتنی بورنگ ہے لوگ کس طرح سادہ سی زندگی گزار رہے ہیں۔

اذعان آپ لوگ یہ سب کچھ بیچ کر شہر کیوں نہیں آ جاتے میں نے عفی سے کہا آپ یہ کیا کہہ رہی ہو کیا آپ کو ہمارا گاؤں پسند نہیں آیا۔ ہاں اذعان مجھے گاؤں اچھا نہیں لگتا۔

پتہ نہیں آپ لوگ یہاں کیسے رہ رہے ہو اذعان تم تو سمجھدار ہو اور پڑھے لکھے لڑکے ہو تم یہاں گاؤں میں رہ کر کچھ بھی نہیں کر سکو گے باہر نکل کر دیکھو لوگ کس طرح زندگی انجوائے کر رہے ہیں۔

عفی میں مانتا ہوں گاؤں شہر کی طرح جدید نہیں ہے مگر ہمیں جو مزہ اور پیار اس گاؤں اور سرسبز کھیتوں سے ملتا ہے وہ ہمیں شہر سے نہیں ملتا عفی مجھے پتہ ہے آپ کو ہمارا گاؤں پسند نہیں آیا لیکن ہم اپنی زمین بیچ کر شہر جا سکتے ہیں زمین تو ماں ہوتی ہے بھلا کوئی اپنی ماں کو بیچ سکتا ہے اس گھر سے اس گاؤں سے میرے ماں باپ کی بہت سی یادیں وابستہ ہیں جب میں چھوٹا تھا ان گلیوں میں کھیلا کرتا تھا عفی ان گلیوں میں میرا بچپن گزرا ہے بھلا میں کیسے بچپن کی یادیں چھوڑ کر یہ گاؤں چھوڑ دوں نہیں۔

عفی یہ گھر میرے ماں باپ نے بہت محنت اور

خون پسینے سے بنایا ہے وہ ہر گز یہ گھر چھوڑ کر شہر جانے پر راضی نہیں ہوں گے اذعان تم تو برا ہی مان گئے میرے کہنے کا مطلب تھا کہ تم شہر آ جاؤ گے تو ہمیشہ کے لیے میرے پاس آ جاؤ گے میری آنکھوں کے سامنے پھر ہم دونوں سارا سارا دن شہر کی پارکوں میں گھوما کریں گے۔

عفی باتیں کر رہی تھی اور میرا دماغ میرے دوست ارشد کی کی ہوئی باتوں کی طرف جا رہا تھا عفی باتیں کرتی رہی اور میں خاموشی سے سنتا رہا عفی نے مجھے باتوں ہی باتوں میں اس طرح کے خواب دیکھائے کہ میں سوچنے پر مجبور ہو گیا اور عفی کی باتوں میں آ گیا تھا۔

عفی نے مجھے پیار کی قسمیں دے کر کہا کہ اگر تم مجھے پیار کرتے ہو تو یہ گاؤں چھوڑ کر شہر آ جاؤ آ کر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر کہا عفی تیرے لیے یہ گاؤں کیا یہ دنیا بھی چھوڑ سکتا ہوں۔

کیوں کہ عفی کو چھوڑنا میرے بس میں نہیں تھا عفی کے لیے میں سب کچھ لٹانے کو تیار تھا لیکن عفی کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا تھا خیر دوسرے دن وہ لوگ واپس چلے گئے شام ہوئی تو ابو امی سے بات کی امی تو چپ رہی لیکن ابو غصے میں آ گیا آج پہلی بار ابو کو میں نے اتنے غصے میں دیکھا تھا۔

کیوں کہ معاویہ نے میرے اور عفی کے بارے میں امی کو بتا دیا تھا ابو نے صاف کہہ دیا کہ ایک لڑکی کی خاطر ہم یہ گاؤں چھوڑ کر نہیں جا سکتے میں بھی آج ضد پر آ گیا میں نے کہا کہ اگر آپ لوگ شہر جانے پر نہ مانے تو میں بھی یہ گھر ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلا جاؤں گا میں نے دھمکی دی اور کمرے میں آ کر دروازہ بند کر کے بیڈ پر لیٹ گیا آج پہلی بار کسی کے لیے میرے آنسوؤں نے ساون کی طرح برسنا شروع کر دیا تھا۔

اتنا رویا کہ میری ہچکی بند گئی اور رات امی نے دروازہ کھولنے کو کہا بیٹا کھانا تو کھا لو لیکن میں نے کھانا کھانے سے بھی صاف انکار کر دیا تھا کہا کہ جب تک آپ لوگ میری بات نہیں مانو گے میں کھانا نہیں کھاؤں گا امی اور ابو میری وجہ سے بہت پریشان تھے لیکن مجھ پر تو عفی کے پیار کا بھوت سوار تھا۔

والدین کی خوشیاں تو میں اک پل میں بھول بیٹھا تھا آخر ابو اور امی نے میری بات مان لی اور دروازہ کھولنے کو کہا میں نے دروازہ کھولا اور ابو کے گلے لگ گیا۔

ابو نے کہا بیٹا جیسے آپ کی خوشی میں ہی ہم خوش ہیں ابو بول بھی رہا تھا اور ساتھ اس کی آنکھوں میں آنسو بھی تھے ابو نے کہا بیٹا آئندہ یہ گھر چھوڑ کر جانے والی بات مت کرنا تم نے تو ہمارا کلیجہ ہی چیر دیا تمہارے سوا بھلا ہمارا اس دنیا میں کون ہے ایک تم ہی تو ہمارا سہارا ہو پھر ابو اور امی نے اپنے ہاتھوں سے مجھے کھانا کھلایا خیر صبح ارشد کو پتہ چلا تو اس نے مجھے بہت سمجھایا لیکن اس وقت میرے پورے دل و دماغ پر عفی چھائی ہوئی تھی۔

آخر ارشد ناراض ہو کر چلا گیا اور میں بدبخت اس کو روک بھی نہ سکا ابو نے سارے مویشی اور زمین بیچ دی اور امی نے خالوں سے کہہ کر شہر میں مکان بھی لے لیا سب لوگ حیران تھے کہ ان کو کیا ہو گیا ہے یہ یکدم گاؤں چھوڑ کر شہر کیوں جا رہے ہیں لیکن ہم نے کسی کو کچھ بھی نہ بتایا اور شہر میں شفٹ ہو گئے۔

میں نے عفی کا کال کر کے بتایا تو وہ بہت خوش ہوئی جاتے جاتے الوداع امی اور ابو بار بار گھر کی طرف دیکھ رہے تھے اور رو بھی رہے تھے شہر والا گھر خالہ کے گھر سے کافی دور تھا اسی طرح میں نے میٹرک کلیر کی اور شہر کے ڈگری کالج میں ایڈمیشن لے لیا اب عفی اور میری روز ملاقات ہوتی تھی۔

ویسے بھی میں نے عفی کو نیا موبائل بھی لے دیا تھا جس پر ہم پوری پوری رات کال پہ بات کرتے تھے دن کو جب عفی کو کالج سے چھٹی ہوتی تو ادھر میں

کالج جانے کے بجائے سارا سارا دن عفی کے کالج کے سامنے بیٹھا رہتا تھا گھر جانے کے بجائے ہم پارک اور کبھی کبھی ہوٹلوں میں چلے جاتے تھے عفی نے گھر میں بہانہ بنایا ہوا تھا کہ میں کالج کے بعد اکیڈمی جاتی ہوں اسی لیے اسے کوئی پوچھتا بھی نہیں تھا۔

اور میں یہ بھول گیا تھا کہ مجھے پڑھا لکھا کر ایک اوفیسر بننا میرے ابو کا خواب تھا میں اپنے ہی ہاتھوں سے ابو کے خواب کو چکنا چور کر رہا تھا۔

گھر میں ابھی تک پیسے تھے کیوں کہ مکان تو ابو نے کرائے پر لیا تھا اس لیے میں جتنے پیسے مانگتا مجھے مل جاتے تھے خیر وقت گزرتا گیا اور خالہ نے شروع شروع میں تو ہمارے گھر آنا جانا رکھا اسے جب میرے اور عفی کے بارے میں پتا چلا تو اس کے آنا جانا کم کر دیا تھا میرے کزنوں کا رویہ بھی پہلے جیسا نہ تھا لیکن عفی میرے ساتھ تھی میں نے کسی کی بھی پرواہ نہ کی اور ہم روز ملاقات کرتے میں نے بھی خالہ کے گھر جانا چھوڑ دیا تھا۔

عفی روز مجھے نئی نئی ہوٹلوں میں لے جاتی اور سارے کھانے کا بل میں ہی ادا کرتا تھا عفی جس چیز پر ہاتھ رکھتی میں اسے وہی لے کر دیتا چاہے جتنی بھی مہنگی ہو آخر وہ زمیں اور مویشیوں کے پیسے کب تک ساتھ نبھاتے ختم ہوئے ابو صبح سویرے ہی کام پر چلا جاتا تھا شام کو آتا تھا پر ابو نے بھی نہیں بتایا تھا کہ وہ کیا کام کرتا ہے اب بھی میں ابو سے پیسے مانگتا اور خرچے کے لیے کافی سارے پیسے دے دیتا۔

لیکن ایک دن بھی ابو نے یہ نہیں پوچھا کہ بیٹا اتنے سارے پیسے تم کہاں خرچ کرتے ہو بس ابو کے منہ سے ہمیشہ ایک ہی بات میں نے سنی کہ بیٹا پیسوں سے زیادہ مجھے آپ عزیز ہو پڑھائی پر توجہ دیا کرو لیکن ابو کو کیا پتہ میں پڑھائی کم اور عفی کے ساتھ زیادہ گھومتا ہوں خیر کرتے کرتے حالات اس طرح کے آ گئے کہ ہمارے گھر سے پیسے مکمل طور پر ختم ہو گئے۔

غربت اس قدر بڑھ گئی کہ میری امی کو لوگوں کے گھروں میں کام کرنا پڑا ابو بھی سارا دن پتہ نہیں کہا کام کرتا اور شام کو چار پانچ سو لے آتا اور اس میں سے مجھے کچھ دے دیتا اور باقی امی کو گھر کے خرچے کے لیے دیتا۔

میں نے جب دیکھا کہ گھر کے حالات کچھ زیادہ خراب ہو گئے ہیں تو میں نے بھی عفی کو ملنا کم کر دیا کیوں کہ میں عفی کے سامنے پیسوں کی وجہ سے شرمندہ نہیں ہونا چاہتا تھا۔

جب میں نے عفی کو ملنا کم کیا تو اس کی چاہت میں بھی کمی آ گئی کال کرتا تو طرح طرح کے بہانے کرتی اور نمبر بھی بزی رکھنے لگی لیکن میں نے پھر بھی عفی سے شکوہ نہ کیا تھا عفی مجھے روز کہتی کہ اب تم مجھے ہوٹلوں سے کھانا نہیں کھلاتے شاپنگ نہیں کرواتے پر عفی کو کیا پتا تھا کہ ہمارے گھر تو فاقے چل رہے ہیں میں ابو کے خواب اور اپنا سب کچھ عفی پر لٹا بیٹھا تھا۔

خالہ نے بھی ہمیں غربت میں دیکھا تو ہم سے تعلق ختم کر لیا خیر وقت گزرتا گیا اور میرے ایف ایس سی کے ایگزام سٹارٹ ہو گئے پہلا جھٹکا مجھے اس وقت لگا جب میرا پہلا پیپر تھا اور میری بالکل تیاری نہیں تھی دوسرا جھٹکا مجھے اس وقت لگا جب رزلٹ آیا میں مکمل طور پر فیل ہو چکا تھا اور عفی پاس ہو گئی تھی۔

جب ابو کو پتہ چلا تو ابو نے صرف ایک ہی بات کی کہ بیٹا تجھے شہر میں آنے کا صلہ مل چکا ہے تم نے میرے خوابوں پر پانی پھیر دیا ہے تم پر میری بہت سی امیدیں وابستہ تھیں تم نے سب امیدوں کا گلہ گھونٹ دیا ہے اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی مجھے بالکل پرواہ نہیں تھی میں تو عفی کے عشق میں اس قدر ڈوب چکا تھا کہ یہاں سے نکلنا میرے لیے بہت مشکل تھا۔

جس رات عفی کا نمبر بزی ہوتا یا کال رسیو نہ کرتی میں پوری پوری رات روتا رہتا یہاں تک کہ میری حالت بہت خراب ہو گئی میں صدیوں کا بیمار

لگنے لگا ایک رات میں نے ابو کی جیب سے ہزار روپے چوری کر کے عفی کو کال کی کہ صبح کہیں گھومنے جائیں گے اور کھانا ہوٹل سے ہی کھائیں گے تو عفی راضی ہو گئی صبح ہم کالج جانے کے بجائے پارک میں آ گئے اور دوپہر تک پارک میں ہی گھومتے رہے اور پھر دوپہر کا کھانا کھانے ہوٹل میں چلے گئے۔

کھانے سے فارغ ہو کر باتیں کرتے ہوئے روڈ پر ہی چلنے لگے ایک جگہ نیو پلازہ تعمیر ہو رہا تھا اور مزدور کام کر رہے تھے اچانک میری نظر ایک آدمی پر پڑی جو سیمنٹ کی بوری اٹھا کر جا رہا تھا تو میری آنکھیں کھلی کی کھلی ہی رہ گئیں کہ وہ کوئی اور نہ تھا میرا ابو تھا جب ابو کو اس حالت میں دیکھا تو مجھے آج خود سے نفرت ہونے لگی تھی میں نے جلدی سے عفی کو چلنے کے لیے کہا کہ کہیں عفی کی نظر میرے ابو پر نہ پڑ جائے عفی گھر چلی گئی اور میں بھی گھر چلا آیا اور کمرے کا دروازہ بند کر کے خوب رویا۔

میں نے اپنی خوشیوں کی خاطر ابو کو مزدوری کرنے پر مجبور کر دیا شام کو جب ابو گھر آئے تو آج پہلی بار شہر میں آنے کے بعد آنکھ بھر کے دیکھا تو ابو اور امی مکمل طور پر کمزور ہو چکے تھے جس پر میں نے سب کچھ لٹا دیا اسے کال کرتا تو دو دو گھنٹے اس کا نمبر بزی رہتا پوچھتا تو طرح طرح کے بہانے بنانے لگتی کہتی میری دوست کی کال تھی۔

میں عفی کے عشق میں اس قدر دیوانہ ہو چکا تھا کہ اس کی کہی ہوئی ہر بات پر یقین کر لیتا تھا میں عفی کے عشق پر مکمل طور پر لٹ چکا تھا اور پورا گھر لٹا چکا تھا جس دن سے میں نے ابو کو مزدوری کرتے دیکھا تھا اس دن سے میں بھی پارٹ ٹائم ایک ریسٹورنٹ میں بطور ویٹر کام کرنا شروع کر دیا۔

اسی طرح وقت گزرتا گیا اور عفی کی بے رخی میں اضافہ ہوتا گیا اسی طرح ایک دن شام کا ٹائم تھا رسٹورنٹ کے سامنے ایک کار آ کر رکی جب میری نظر فرنٹ سیٹ پر پڑی تو میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی کیوں کہ وہ کوئی اور نہ تھی عفی تھی۔

اور اس کے ساتھ گاڑی چلانے والا ایک خوبصورت امیر گھرانے کا لڑکا تھا عفی نے بلیک فراک اور چوڑی پاجامہ پہنا ہوا تھا وہ عفی کے برتھ ڈے پر میں نے اسے گفٹ کیا تھا۔

اس لڑکے نے گاڑی سے نکلتے ہی عفی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال لیا اور کسی بات پر قہقہے لگاتے ہوئے ریسٹورنٹ میں داخل ہو گئے میرا دماغ یہ سب دیکھ کر ماؤف ہوتا جا رہا تھا۔

میں ایک کونے میں کھڑا ان کو دیکھتا رہا وہ ایک ٹیبل پر بیٹھ گئے لڑکے نے کھانے کا آرڈر دیا میں عفی کو رنگے ہاتھو پکڑنا چاہتا تھا اس لیے میں نے چائے کے دو کپ اٹھا کر ان کی ٹیبل پر رکھ دئے۔

عفی نے تھینک یو بولا اور اوپر منہ کر کے میری طرف دیکھا تو اس کے رنگ ہی اڑ گئے اس دوران اس لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچتے ہوئے چل دی اس لڑکے نے دو دفعہ پوچھا کہ عفی کیا ہوا لیکن وہ چپ چاپ اسے کھینچتی ہوئی چلی گئی میں نے پیچھے سے پکارا تو عفی نہ رکی میں نے غصے سے جا کر اس کا ہاتھ پکڑا تو اس نے ایک زوردار تھپڑ میرے منہ پر رسید کر دیا۔

جس کی آواز پورے ریسٹورنٹ میں گونج گئی اور رسٹورنٹ میں بیٹھے تمام لوگوں کا دھیان میری طرف ہو گیا اور ساتھ بولنا شروع کر دیا۔

یہ کیسا ریسٹورنٹ ہے اپنے دو ٹکے کے ویٹروں کو تمیز تک نہیں سکھا سکتے لڑکا بولنے لگا لیکن عفی نے اسے روک لیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ریسٹورنٹ سے باہر نکل گئی اور میں اپنے گال پر ہاتھ رکھ کر ان کو جاتا ہوا دیکھتا رہا۔

ریسٹورنٹ کے مینجر نے میرا حساب کر کے مجھے دھکے مار کر نکال دیا آج میں مکمل طور پر لٹ چکا تھا برباد ہو چکا تھا جسے میں پاگلوں کی طرح چاہتا تھا اسے

سب کے سامنے تھپڑ مارتے ہوئے ذرا بھی خیال نہ آیا میں ایک ٹوٹتے ہوئے انسان کی طرح روڈ پر چلا جا رہا تھا۔

میں اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا تھا روڈ کراس کرتے ووقت اچانک ایک تیز رفتار گاڑی سے ٹکرا گیا اس کے بعد مجھے کچھ ہوش نہیں رہا دوسرے دن مجھے ہوش آیا تو ایک ہسپتال کے بیڈ پر پڑا تھا۔

میرے دونوں بازو ٹوٹ چکے تھے اور باقی جسم پر بھی گہرے زخم آئے تھے امی اور ابو میرے اوپر کھڑے رو رہے تھے ارشد ایک طرف دیوار کے ساتھ لگ کر پریشان کھڑا تھا میرے ہوش آنے پر سب لوگ میرے اوپر آ گئے اور میرے ساتھ لپٹ گئے ارشد نے میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے دلاسہ دیا کہ اذعان گھبرانہ مت تیرا دوست ابھی زندہ ہے ہمیں سب پتا چل گیا ہے کہ عفی نے تیرے ساتھ بہت بڑا دھوکہ کیا ہے خدا اسے بھی معاف نہیں کرے گا جس نے میرے دوست کی یہ حالت بنادی ہے۔

میری آنکھوں سے آنسو نکل کر میرے گالوں پر لٹک رہے تھے ارشد نے آنسو صاف کیئے اور مجھے اپنے گلے سے لگالیا پندرہ دن ہسپتال میں ایڈمٹ رہا ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے بھی خالہ خالو دوسرے دن ہسپتال میں پوچھنے کے لیے آئے۔

ہر وقت میری آنکھیں دروازے کی طرف عفی کی منتظر رہتیں کہ شاید عفی کو مجھ پر رحم آجائے مگر شاید میں تو اس کے خوابوں میں بھی نہیں تھا۔

پتہ نہیں عفی نے مجھ سے کون سا بدلہ لینا تھا جو لے کر خوش ہو گئی تھی پندرہ دن ارشد میرے پاس رہا اور میری خوب تیمارداری کی شاید اسی وجہ سے میں اب چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تھا۔

میں نے ابو سے کہا کہ مجھے واپس گاؤں لے چلو مجھے اب اس شہر میں نہیں رہنا مجھے نفرت ہو گئی ہے اس شہر کے لوگوں سے بہت ظالم اور مطلب پرست ہیں میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ عفی اتنا بڑا دھوکہ کرے گی ارشد نے اسی وقت سارا بندوبست کیا اور دوسرے دن ہم گاؤں آ گئے۔

امی اور ابو نے جب گھر کو دیکھا تو ان کے چہروں پر خوشی چھا گئی میری حالت دیکھ کر پورا گاؤں ہمارے گھر جمع ہو گیا تھا اب میں پہلے سے کافی بہتر ہو گیا تھا۔

میرے بازو سے پلستر بھی اتار دیا گیا تھا لیکن عفی کی بے وفائی نے مجھے اندر سے مکمل طور پر توڑ دیا تھا سارا سارا دن کمرے مین پڑا اور روتا رہتا تھا۔

ارشد مجھے بہت حوصلہ دیتا امی اور ابو بھی مجھے خوش رکھنے کی بھرپور کوشش کرتے تھے۔ لیکن میں روز بروز کمزور ہوتا جا رہا تھا میں جتنا عفی کو بھلانا چاہتا تھا اتنا ہی عفی یاد آتی تھی۔

بہت کوششوں سے ہی میں عفی کو اپنے دل سے نکال سکا میں ابھی تک عفی کی راہیں تکتا تھا شاید عفی لوٹ آئے مگر عفی نے تو مڑ کر بھی نہ دیکھا تھا۔

مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میں نے عفی کا کیا بگاڑا تھا جس نے اس قدر دھوکہ دیا لوٹ کر برباد کر کے کسی اور کا دامن تھام لیا ابو نے بتایا کہ میں نے زمین بیچی نہیں بلکہ ٹھیکے پر دی تھی۔

آتے ہی ابو نے زمین چھڑوالی اور پھر کھیتی باڑی کرنے لگا ارشد نے ہمیں بہت سہارا دیا تھا آخری وقت تک وہ میرے ساتھ میرے سائے کی طرح رہا تھا جس کا احسان ہم زندگی بھر بھی نہیں اتار سکتے سارا سارا دن عفی کی بے وفائی کا دکھ تڑپاتا رہتا ہے ابو اور امی میری اس حالت سے پریشان ہیں میں اندر ہی اندر سے مکمل طور پر بیمار ہو چکا ہوں بہت جلد یہ زندگی بھی مجھ سے بے وفائی کرنے والی ہے۔

پیارے قارئین یہ تھی میرے دوست اذعان کی کہانی امید ہے آپ سب لوگوں کو پسند آئے گی۔

دل کے زخم

۔۔تحریر۔ندیم طارق۔تلہ گنگ۔ 0313.5193961

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
پہلی بار ایک کہانی آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں جو میرے دوست کی ہے اور اس نے جس سے پیار کیا اس کے بدلے میں اسے کیا ملا ٹھوکریں نشہ اور بربادی ہمیشہ اس سے پیار کرو جو تمہیں پیار کرے کسی کی محبت حاصل کرنے سے پہلے سوچ لو کہ یہ تم سے محبت کے بدلے میں محبت کرتا ہے یا نہیں ورنہ اپنی از ندگی برباد نہ کرو ایک ایسی کہانی جو آپ کو پسند آئے میں نے اس کا نام ۔دل کے زخم رکھا ہے۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

آج میں آپ کو اپنے قریبی دوست کی کہانی پیش کر رہا ہوں جو کہ بہت ہی معصوم اور بھولا بھالا اور بہت محبت کرنے والا انسان تھا جو ہر طرف خوشیوں کے پھول بکھیر تا رہا مگر اپنے دل کے زخم برداشت کرتا رہا۔آیئے اس کی کہانی اسی کی زبانی سنتے ہیں۔

میرا نام اور ہم تین بھائی اور ایک بہن ہیں بھائیوں میں دوسرے نمبر پر ہوں میرے ساتھ قسمت نے بچپن سے ہی کھیلنا شروع کر دیا تھا میں تین چار سال کا تھا تو مجھ سے چلا نہیں جاتا تھا سب لوگ میری امی کو حوصلہ دینے کے بجائے یہی کہتے کہ تمہارا بیٹا کبھی نہیں چل پائے گا میری امی ان سے لڑتی اور رونے لگتی تھیں اور خدا کے حضور دعا کرتی کہ میرا بیٹا ٹھیک ہو جائے ابھی امی کے ہاتھ اٹھے ہی تھے کہ میں نے اٹھ کر چلنا شروع کر دیا تھا امی مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور خدا کے حضور سجدہ شکر بجالائیں میرے باقی بہن بھائی بہت ہی خوب صورت تھے مگر میں ان جیسا نہیں تھا جو بھی ملتا کہتا تیرے باقی بہن بھائی بہت ہی پیارے ہیں لیکن تم ان کی طرح کے نہیں ہو میں خوبصورت تو نہ تھا مگر میرے اندر پیار کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا میرے والدین بہت سخت طبیعت کے مالک تھے شاید ان کا یہ غصہ میرے لیے ہی تھا وہ مجھے بچپن سے بہت ڈانٹتے تھے میں اکیلا ہی ایک کونے میں بیٹھ کر روتا رہتا تھا لیکن جب بھی مجھے پکارتے میری خوشی کی انتہا نہ رہتی تھی میں بھاگ کر ان کے پاس جاتا کہ میرے ابو نے مجھے پکارا ہے میرے رشتہ داروں کا رویہ بھی میرے ساتھ اچھا نہ تھا ہر کوئی مجھے ڈانٹ دیتا تھا میں ہر وقت خاموش اور چپ چپ سا رہنے لگا تھا جیسے انسان کسی چیز سے ڈرا ہوا ہوتا ہے اب مجھے لوگوں سے ڈر لگنے لگا تھا میرا اسکول میں کوئی دوست نہ تھا میں اکیلا ہی رہتا پڑھنے میں میں بہت اچھا تھا مگر میں میڈم کے آگے بول نہیں پاتا تھا بریک ٹائم سب بچے کھیلتے

مگر میں ایک طرف اکیلا ہی تنہائی میں اپنی دنیا میں مست رہتا تھا اور گھر میں بھی

میں چپ سا رہنے لگا تھا سب بچے کسی نہ کسی چیز کو پانے کی ضد کرتے مگر میں نے آج تک کوئی ضد نہیں کی تھی جو ملا قبول کر لیا تھا مجھ سے میڈم ہر روز خاموش رہنے کی وجہ پوچھتی مگر میں چپ رہتا بس ہر وقت یہی دھڑکا سا لگا رہتا تھا کہ کہیں بے عزتی نہ ہو جائے پہلے ہم راولپنڈی میں تھے لیکن پھر اپنے گاؤں آ گئے تھے یہاں آیا تو میرا ایک کزن میری خالہ کا بیٹا تھا اس کی اور میری بہت بنتی تھی ہم ایک دوسرے کے بغیر پل نہیں رہتے تھے بس یہاں آ کر کچھ حالات بدلے تھے میں ہر وقت اپنے کزن ارسلان کے ساتھ رہتا اور گاؤں میں پھرتا اور ہرے بھرے کھیت دیکھنا اب ہم جوان ہو گئے تھے ارسلان بہت ہی خوبصورت تھا اس کی اپنے ابو سے بھی بہت دوستی تھی اسے ہر کوئی پسند کرتا تھا میں اسے ہر روز کہتا کہ تو خوش نصیب ہے تجھے چاہتا ہے وہ بہت خوش ہوتا ایک میں ہوں جیسے کوئی دیکھ کر خوش نہیں تھا ہمارے ماموں کی بیٹی تھی جس کا نام لائبہ تھا وہ بہت ہی خوش صورت تھی ایک دن میں اور میرا کزن ان کے گھر گئے تھے دروازے پر دستک دی اندر سے ایک پیاری سی آواز آئی جی کون ہم ہیں ارسلان نے کہا ہم سے کیا مطلب۔لائبہ نے کہا ارسلان نے کہا دروازہ تو کھولو یونہی اس نے دروازہ کھولا میں تو اسے دیکھتا ہی رہ گیا تھا وہ اتنی کوبصورت تھی کہ جیسے کھتا کنول جیسے اجلی کرن ہم اندر گئے ممانی کافی دیر گپ شپ کرتی رہی لیکن میں اس کے ہی خیالوں میں کھویا رہا تھا ہم نے چائے پی اور اجازت مانگی تو ممانی نے کہا روز آتے جاتے رہا کرو ارسلان نے کہا کیوں نہیں ضرور اور پھر ہم گھر آ گئے لیکن میرا دل وہی پہ رہ گیا تھا جب ہم گھر آئے تو میں

ساری رات نہ سو سکا اسی کے خیالوں میں کھویا رہا تھا دوسرے دن ارسلان مجھے بتائے بغیر ہی ان کے گھر چلا گیا اور میں ڈرتا ہی رہا تھا کہ ممانی کو کیا کہوں گا کہ میں کیوں آیا ہوں شام کو جب ارسلان آیا تو مجھے کہنے لگا حیدر یار تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہے تو میں نے کہا نہیں تو میں نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا ہاں یار کی ہے لیکن بعد میں بتاؤں گا پتا تو چلے کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے یا نہیں ایکدن میں ہمت کر کے ان کے گھر چلا گیا اس کی امی گھر میں نہیں تھی وہ اکیلی تھی تو اس سے بہت گپ شپ ہوئی اس دن میں بہت خوش تھا وہ دن میرے لیے عید سے کم نہ تھا میں بہت خوش تھا کہ شاید وہ بھی مجھ سے محبت کرنے لگی ہے لیکن میری بدقسمتی تو دیکھو وہ مجھ سے محبت نہیں کرتی تھی مگر میں نے بھی لائبہ کو اپنی محبت کے بارے میں ابھی کچھ نہ بتایا تھا میرے اور لائبہ نے دومیان ہر روز بات ہوتی تھی لیکن لائبہ یہ نہیں جانتی تھی حیدر مجھ پر مرتا ہے مجھ سے پیار کرتا ہے لیکن مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اسے اپنے پیار کے بارے میں کہتا میں ہر وقت یہی کہتا کہ آج اسے جا کر سب کچھ کہہ دوں گا لیکن اس کہے ان کہے میں ہی ارسلان نے جا کر اس سے اظہار محبت کر دیا وہ دونوں ایک دوسرے سے پیار کرنے لگے تھے ارسلان بہت خوش تھا ہم دونوں ہر وقت لائبہ کی تعریفیں کیا کرتے تھے لیکن ہمیں معلوم نہ تھا کہ ہم دونوں کی محبت ایک ہی ہے ارسلان اور لائبہ کی محبت کو آٹھ ماہ گزر گئے میری امی نے ایک دن ابو سے بات کی کہ حیدر کی منگنی کر دیں میری امی نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارا دل کہاں ہے شادی کرنے کا تو میں نے صتف کہہ دیا کہ اگر میں نے شادی کی تو لائبہ سے ورنہ نہیں کروں گا آج پہلی بار میں نے کسی کا پانے کی ضد کی تھی میں اپنا

فیصلہ سنا کر گھر سے باہر چلا گیا پھر کچھ دنوں بعد میری امی والے لائبہ کے گھر رشتے کے لیے گئے تو انہوں نے کہا کہ لائبہ کسی اور سے محبت کرتی ہے اور اسی سے ہی شادی کرنا چاہتی ہے ادھر میں بہت خوش تھا کہ آج میری محبت مجھے مل جائے گی اور والدین کے آنے کا بے چینی سے انتظار کرنے لگا ادھر میرے گھر والے آئے تو میں دوڑ کر امی کے پاس گیا امی کی خاموشی نے میرے دل میں بنی ہوئی لائبہ کی تصویر توڑ ڈالی تھی امی نے کہا لائبہ تم سے شادی نہیں کرنا چاہتی وہ کسی اور سے محبت کرتی ہے یہ سننا تھا کہ میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور میں دیوانہ سا ہو گیا مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا میں ساری رات محبت کی سیڑھیوں پہ بیٹھ کر روتا رہا اور خدا سے بس یہی التجا کرتا رہا تھا۔

اے خدا تو نے یہ محبت بنائی کیوں ہے
اگر بنائی ہے تو اس میں جدائی کیوں ہے

رات بھر جاگنے کی وجہ سے میری آنکھیں لال ہو رہی تھیں میں نے تین چار دن کچھ کھایا نہ پیا اور دیوانہ وار گلیوں میں کھیتوں میں پھرتا رہا تھا ان دنوں ارسلان کاروبار کے سلسلے میں دو چار دنوں کیلیے لاہور گیا تھا اب میں نے سگریٹ پینا شروع کر دیا تھا میری طبیعت دن بدن بگڑتی جا رہی تھی ایک دن میں گر کر بے ہوش ہو گیا ڈاکٹر نے کہا کہ یہ گہرے صدمے کی وجہ سے ہوا ہے جب ہوش آیا تو ماں سے لپٹ کر رونے لگا اور میری ماں بھی مجھے دیکھ کر رونے لگی مجھ سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا امی نے مجھے گلے سے لگا کر تسلی دی میں جب ٹھیک ہوا تو ایک دن لائبہ سے ملا میں نے کہا لائبہ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا پلیز لائبہ تم میری زندگی کا مقصد ہو اور جب مقصد ختم ہو جائے تو انسان زندہ نہیں رہتا لائبہ نے کہا شٹ اپ میں تم سے محبت نہیں کرتی تمہاری خاطر میں اپنی زندگی برباد نہیں کر سکتی اور اگر ہو سکے تو مجھے بھول جاؤ کیوں کہ میں ارسلان سے محبت کرتی ہوں اور میں بھی ارسلان کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی پلیز حیدر اگر مجھ سے محبت کرتے ہو تو مجھے بھول جاؤ بس یہ سننا تھا کہ میری تو جان ہی نکل گئی ایک طرف میری محبت اور ایک طرف میرا بچپن کا دوست ارسلان جس کے ساتھ رہ کر میں نے مختلف نشے کرنے شروع کر دیئے میرا غم تو اتنا گہرا تھا کہ اسے کوئی نشہ بھی اسے بھر نہیں سکتا تھا پھر کچھ عرصہ بعد ارسلان بھی آ گیا اور دونوں کی دھوم دھام سے منگنی بھی ہو گئی تھی ارسلان بہت خوش تھا ارسلان مجھے کہتا یار حیدر یہ کیا تم نے شرابیوں جیسی حالت بنا رکھی ہے تو میری منگنی سے خوش نہیں کیا اسے کیا پتہ تھا حیدر اپنے سینے میں کتنے درد چھپائے بیٹھا ہے وہ کہہ رہا تھا تو میری شادی پہ ناچے گا نہیں میں اندر ہی اندر روئے جا رہا تھا لیکن میں نے ارسلان کو یہ نہیں بتایا کہ میں لائبہ سے محبت کرتا ہوں میرے نشے کا ابھی تک کسی کو علم نہ تھا کچھ ہی عرصے بعد ان کی شادی ہو گئی شادی سے دو دن پہلے لائبہ ہمارے گھر آئی میں الگ کمرے میں بیٹھا ہوا اس کی تصویریں دیکھ رہا تھا میں غم میں ڈوبا ہوا تھا وہ کمرے میں آئی اور کہتی حیدر دو دن بعد ہماری شادی ہے اور تم نے تو ناچنا بھی ہے یہ کہتی ہنستی ہوئی وہ چلی گئی میری آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے میرے نشے کا پتہ سب رشتہ داروں کو لگ چکا تھا وہ مجھ سے اور بھی نفرت کرنے لگے تھے باپ کو پتہ چلا تو اس نے مجھے مارا کہنے لگا مجھے تم سے یہی امید تھی اگر کچھ کر نہیں سکتے تو ہماری عزت کو خاک میں کیوں ملایا انہیں کیا پتا تھا کہ حیدر کس غم میں مبتلا ہے اب میرا گھر رہنے کو جی نہیں کرتا تھا میں نے فیصلہ کر لیا کہ کل چلا جاؤں گا اب گھر والوں

مجھے بہت روکا مگر میں نے کہا کہ اگر میں یہاں ایک پل بھی رکا تو مر جاؤں گا امی نے کہا کل ارسلان کی شادی ہے وہ کیا سوچے گا میں نے کسی کی نہ سنی اور جاتے ہوئے میری آنکھوں سے انسو جاری تھے میرا دل خون کے آنسو رو رہا تھا اور میں جاتے ہوئے خدا سے یہی دعا کر رہا تھا اے خدا تو نے مجھے محبت کرنے کی اتنی بڑی سزہ کیو دی اگر محبت کرنا کوئی گنا ہے تو اگر میں نے گنا کرلیا ہے تو اس کی سزا مجھے دے دے اللہ پاک میں نے اس دنیا میں نہیں جینا جہاں نفرتیں ہی نفرتیں ہوں میں نے لائبہ کی ایک سہیلی کو ایک پیغام بھیجا کہ لائبہ تم خوش رہوں میری اللہ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو ہر خوشی عطا کرے آپ نے مجھے اپنے دل سے جانے کا کہا تھا میں آپ کے شہر سے ہی جا رہا ہوں اور شاید اس دنیا سے بھی میں نے آپ سے پیار کیا تھا کرتا ہوں اور کرتا ہی رہوں گا اور پھر وہاں چلا گیا کل صبح ارسلان ہمارے گھر آیا اور پوچھا تو امی نے کہا کہ حیدر کو ایک ضروری کام پڑ گیا تھا جس کی وجہ سے اسے لاہور جانا پڑا ارسلان نے کہا اتنا بھی کیا ضروری کام تھا کہ شادی چھوڑ کر چلا گیا اور بہت ناراض ہوا میں وہ دن نشے میں ہی گزرنا چاہتا تھا میں اس دن شراب میں ڈوبا ہوا تھا مگر مجھ پہ تو جیسے نشہ چڑھ ہی نہیں رہا تھا میری آنکھیں لال اور آنسو بہہ رہے تھے اور میں خدا سے فریاد کر رہا تھا اے خدا مجھے اتنی بڑی سزا کیاں دی میں نے تو صرف پیار ہی کیا تھا کوئی گنا تو نہیں کیا تھا بس یہی فریاد میرے ہونٹوں پر تھی کہ میں گر کر بے ہوش ہو گیا تھا ادھر ارسلان اور لائبہ بہت خوش تھے ارسلان کا نکاح ہو گیا تھا لائبہ کی ڈولی ارسلان کے گھر جا چکی تھی ارسلان نے لائبہ سے پوچھا کہ حیدر ہماری شادی میں شریک نہیں ہوا وہ چھوڑ کر چلا گیا ہے یہ شادی دو دن بعد ارسلان ہمارے گھر آیا اور امی سے پوچھا کہ خالہ سچ سچ بتاؤں حیدر لاہور کیوں گیا ہے آپ نے تو کہا تھا وہ ایک دن تک واپس آجائے گا مگر وہ ابھی تک نہیں آیا اور آپ بھی اس کے جانے سے کافی پریشان ہیں اس دن تو میری امی نے ٹال دیا مگر مجھے گئے ہوئے تین ماہ ہو گئے تھے ایک دن ارسلان ہمارے گھر گیا اور امی سے کہنے لگا خالہ حیدر کی قسم اب تو بتا دو وہ کہاں ہے پھر میری امی نے اسے بتایا کہ وہ حیدر لائبہ سے محبت کرتا تھا مگر پھر میری امی نے رونا شروع کر دیا ارسلان وہاں سے چپ چاپ لوٹ آیا۔ اور بند اندر کمرے میں میری تصویر سے لپٹ کر روتا رہا میرے یار میرے بھائی ایک بار تو کہا ہوتا تم لائبہ سے محبت کرتے ہو تیری قسم پار میں کبھی لائبہ کے بارے میں سوچتا بھی نہیں۔

ارسلان نے روتے ہوئے کہا دوسرے دن ارسلان نے لائبہ سے کہا میرے کپڑے بریف کیس میں ڈالو میں حیدر کو ڈھونڈنے لاہور جا رہا ہوں۔ سب نے اسے کہا کہ اس کا تو کوئی ایڈریس وغیرہ نہیں ہے اسے کیسے ڈھونڈو گے تو ارسلان نے کہا ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے اور وہاں سے چل پڑا لاہور میں وہ دوست کے گھر رکا اور دوست کو سب کچھ بتایا۔

دوست نے کہا آج تم آرام کرو کل اسے ڈھونڈیں گے ساری رات ارسلان میرے بارے میں ہی سوچتا رہا کہ کہاں ہوگا دوسرے دن وہ میری تلاش میں نکل گیا کبھی کدھر کبھی کدھر اسی طرح شام ہو گئی لیکن میرا کوئی پتہ نہ چل سکا دوسرے دن بھی وہ تلاش کرتا رہا۔ اسی جدوجہد میں پورا ایک مہینہ گزر گیا۔ لیکن میرا اسے کچھ پتہ نہ چل سکا دوست نے کہا تم گھر لوٹ جاؤ۔ مجھے اس کی تصویر دے دو میں اسے ڈھونڈنے کی کوشش کروں گا مجھے مل گیا تو آپ کو اطلاع کر دوں

گا ارسلان واپس گیا تو جب اس نے میرے والدین کو دیکھا تو ان کے پاس گیا اور کہا آپ نے کیوں تکلیف کی میں آپ کے گھر ہی آرہا تھا۔ میرے والدین نے کہا خوش رہو بیٹا حیدر کا کچھ پتہ چلا تو ارسلان نے کہا اس کا کوئی پتہ نہیں چلا یہ سن کر میری ماں رونے لگی ارسلان نے تسلی دی اور کہا انشاء اللہ جلدی ہی حیدر کا پتہ چل جائیگا میں اس وقت کسی فیکٹری میں کام کررہا تھا میرے ساتھ کے دوست ادھر ادھر گھومتے رہتے لیکن مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا تھا کیونکہ میں نے زخم کھا یا تھا۔ میں شراب کا عادی ہو چکا تھا ہر رز شراب پیتا اور سو جاتا اس طرح میری طبیعت مسلسل خراب رہنے لگی ایک دفعہ میں بہت زیادہ بیمار ہوگیا مجھے ڈاکٹر کے پاس لایا گیا تو ڈاکٹر نے کہا انکو ہر حال میں خوش رکھا جائے انہیں کوئی گہرا صدمہ پہنچا ہے ان کی زندگی کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے کئی ماہ گزرنے کے بعد ایک دن مجھے میرے کمرے میں ہر کہیں لائبہ کی تصویریں بکھری پڑی تھی میں اس سے ملا کافی دیر باتیں کرتے رہے تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ حیدر بھائی آپ ابھی تک لائبہ کو بھولے نہیں تو میں نے جواب میں اس شخص کو کیسے بھلا سکتا ہوں جو میری روح میں بس چکا ہے میرے کزن نے مجھے بتایا کہ ارسلان آپ کو ڈھونڈنے کے لیے آیا تھا پورا ایک مہینہ آپ کی تلاش کرتا رہا لیکن کچھ پتہ نہ چلا سکا۔ گھر میں سبھی آپ کو یاد کرتے ہیں میں نے اس سے پوچھا کہ لائبہ خوش تو ہے ناں اس نے کہا ہاں بھائی وہ دونوں بہت خوش ہیں تو میں نے کہا ہاں خوشی کیوں نہ ہوتے دونوں ایک دوسرے سے پیار جو کرتے ہیں ایک میں ہی بدنصیب شخص ہوں جیسے وفا نہ مل سکی کزن جانے لگا تو میں نے کہا کہ مجھ سے وعدہ کرو کہ میرے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتاؤ

گے اس نے وعدہ کیا اور چلا گیا اسی طرح مجھے ایک سال ہو گیا لیکن کسی کو کچھ پتہ نہ چل سکا۔ ایک دن ارسلان نے پھر فیصلہ کیا کہ میں اس دفعہ حیدر کو اپنے ساتھ لے کر آؤں گا انہیں میرے کزن نے میرا بتا دیا کہ وہ کسی کے ساتھ آنے کو تیار نہیں تو میری ماں نے کہا کہ ارسلان بیٹا تم جاؤ وہ تمہاری بات نہیں ٹالے گا پلیز اسے ایک بار لے آؤ صرف ارسالن گھر سے نکل ڑا تو رستے میں اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اسے قریبی ہسپتال میں لے جایا گیا سب گھر والوں کو اطلاع ہو گئی تھی سب وہاں پہنچ گئے لائبہ چیخ رہی تھی اور مسلسل روئے جا رہی تھی اتنے میں ڈاکٹر باہر اور کہا سوری ہم آپ کے بیٹے کو نہ بچا سکے یہ سنا تھا کہ سب نے رونا شروع کر دیا۔ لائبہ چیخ رہی تھی چلا رہی تھی ارسلان تم مجھے اس طرح چھوڑ کر نہیں جا سکتے اس نے رو رو کر اپنا برا حال کر دیا تھا جیسے لائبہ کی ساری کائنات اجڑ گئی ہو وہ ارسلان کی لاش سے لپٹ لپٹ کر رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی پلیز ارسلان ایک بار تو میری طرف دیکھو لیکن ارسلان اب اس دنیا میں نہ تھا میں فیکٹری میں کام کر رہا تھا مجھے جب اطلاع ملی کی ارسلان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا تو میری تو جیسے جان ہی نکل گئی۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور میں گر کر بے ہوش ہو گیا۔ مجھے ہسپتال لے جایا گیا۔ مجھے چوبیس گھنٹے کے بعد ہوش آیا۔ میں کتنا ہی بدنصیب شخص ہوں کہ اپنے جان سے پیارے کزن جس کے بنا میں ایک پل بھی نہ رہ سکتا تھا بچپن سے لے کر جوانی تک ہم ایک دوسرے کی جان ہوا کرتے تھے ہم ایک دوجے کے بنا کھانا تک نہیں کھاتے میں اسے ایک بار جاتے جاتے مل بھی نہ سکا نہ میں اس کے جنازے میں شریک ہو سکا۔

سفید لباس اسے میرے جسم پر بہت پسند تھا
آج میں کفن میں لپٹا ہوں تو وہ رو کیوں رہے ہیں

مجھے ڈاکٹر نے آرام کا مشورہ دیا تھا لیکن اس نادان دل کو آرام کہاں نصیب تھا میرا جان سے پیارا کزن میرا بھائی مجھ سے جدا ہو چکا تھا میں فوراً گاؤں آ گیا جب یہاں آیا تو سب کچھ اجڑ اجڑا سا لگ رہا تھا میں اپنے بچپن کی یادوں میں کھو کر رونے لگا میرا دل غم سے چور چور تھا مجھے کچھ بھی پتہ نہیں چل رہا تھا کیونکہ اک بار پھر میری دنیا ویران ہو چکی تھی ارسلان کی موت سے ہر آنکھ پر نم تھی میں جونہی گھر کے دروازے پر پہنچا تو تو لائبہ مجھے دیکھ کر آپے سے باہر ہو گئی مجھے مارنے پیٹنے لگی چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی بے غیرت کمینے اب کیوں آئے ہو یہاں اب کیا بچا ہے جو جو تم مجھ سے چھیننے آ گئے ہو اس کی آواز میں ایک عجیب سا درد تھا ہر کوئی مجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا میں گھٹنے ٹیک کر رو رہا تھا میرے دل پر جو گزری وہ کوئی سمجھ نہ سکتا تھا مجھے خالہ نے اٹھایا اور گلے سے لگا کر رونے لگی میں بھی رو رہا تھا۔ پھر میں ارسلان کی قبر پر آ گیا اور رو رو کر معافی مانگنے لگا میرے بھائی مجھے معاف کر دے میں تیرا مجرم ہوں تو لوٹ کے آ جا یار میں تیرے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتا۔ ایک بار تو مجھ سے بات کر یار پلیز ارسلان مجھے معاف کر دے میں نے سارا دن ارسلان کی قبر پر روتے روتے گزار دیا۔

ہماری روح پیاسی ہے کبھی ملنے چلے آؤ
بڑی گہری اداسی ہے کبھی ملنے چلے آؤ
تمہارے بن بھری بستی ہمیں ویران لگتی ہے
ہمارا دل نہیں لگتا کبھی ملنے چلے آؤ
نگر آباد کرتے ہیں کبھی ملنے چلے آؤ
تمہیں ہم یاد کرتے ہیں کبھی ملنے چلے آؤ

میں ارسلان کے گھر گیا تو لائبہ مجھے دیکھ کر کہنے لگی کیوں آئے ہو یہاں پلیز خدا کے لیے یہاں سے چلے جاؤ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اگر تم نہیں جا سکتے تو میں۔ بس یہی کہنا تھا کہ میں نے کہا پلیز لائبہ چپ ہو جاؤ۔ میں جا رہا ہوں یہاں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پلیز ایک بار مجھے معاف کر دو صرف ایک بار پلیز۔ لائبہ نے کہا تمہاری وجہ سے میرا ارسلان مجھ سے دور چلا گیا ہے میں تمہیں کبھی بھی معاف نہیں کروں گی اور اگر مجھ سے محبت کرتے ہو تو پلیز کبھی دوبارہ اس گاؤں میں لوٹ کر مت آنا۔ میں رنجیدہ ہو کر گھر واپس آ گیا۔ میں اب گاؤں میں ایک پل بھی نہ رہ سکتا تھا۔ جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ گاؤں میں ایک ہلچل سی مچ گئی پتہ چلا کہ لائبہ نے خودکشی کر لی ہے میری تو جیسے کہ دنیا ہی ختم سی ہو گئی جینے کی جو امید تھی وہ بھی ختم ہو گئی اس کے بعد مجھے کچھ ہوش نہیں رہا میں پاگل سا ہو گیا تھا۔ لائبہ کی وفات کے چوتھے دن بعد میں گاؤں سے بھاگ اور کبھی دوبارہ گاؤں نہیں گیا۔ بس دیکھنے میں تو شرابی پاگل سا ہوں مگر میرے اندر کیا درد چھپا ہے یہ کون نہیں جانتا۔

اس کا ستم بھی عدل سے خالی نہیں ندیم
دل لے کے شاعری کا سلیقہ دیا مجھے

سنو تم لوٹ آؤ ناں
وہ دیکھو چاند نکلا ہے
ستارے جگمگاتے ہیں
ہماری منتظر آنکھیں
دعائیں مانگتی آنکھیں
تمہیں ہی ڈھونڈتی آنکھیں
تمہیں ہی سوچتی آنکھیں
تمہیں واپس بلاتی ہیں
یہ دل جب بھی دھڑکتا ہے
تمہارا نام لیتا ہے
یہ آنسو جب بھی بہتے ہیں

تمہارے غم میں بہتے ہیں
یہ آنسو جب بھی بہتے ہیں
تمہارے غم میں بہتے ہیں
یہ بارش جب بھی ہوتی ہے
تمہیں ہی یاد کرتی ہیں
خوشی جو کوئی بھی آئے
تمہارے بن ادھوری ہے
سنو تم لوٹ آؤ ناں

قارئین کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا۔ مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

میرا مقدر

میرے مقدر میں ہیں غم کئی ہزار لوگو
مجھ پہ ہیں محرومیاں سوار لوگو
میں گلوں کی تمنا کروں تو کس طرح
میری قسمت میں تو ہیں خار ہی خار لوگو

دکھ درد سہہ کر بھی میں خاموش رہتی ہوں
میری فطرت میں ہے ایسا ایثار لوگو
اور کیا لکھوں میں اس دل کی حالت کنول
دل کا نجر ہے ہمارا دیار لوگو

☆ -------------------- مس فوزیہ کنول۔منڈی ککھن پور

غزل

گزرے دنوں کی بات بھلائی نہ جا سکی
جب سے کسی کی یاد آئی نہ جا سکی
کیے کتنے وعدے کمائی کتنی قسمیں
ان سے کوئی بھی بات نبھائی نہ جا سکی
ہجر و فراق کے لمحے جاتے ہیں رات دن
دل میں لگی یہ آگ بجھائی نہ جا سکی
کسی نے کہا یہاں وہ پھول بنا دو
مہندی تو لے لی ہاتھوں پہ لگائی نہ جا سکی
خوشی کے کتنے پل آئے جیون میں کیف
دل سے کوئی بھی محفل سجائی نہ جا سکی

☆ -------------------- عبدالمنان کیف۔صادق آباد

غزل

کبھی نظریں ملانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
کبھی نظریں چرانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
کسی نے آنکھ کھولی تو سونے کی نگری میں
کسی کو گھر بنانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
کبھی کالی سیاہ راتیں، اک پل کی لگتی ہیں
کبھی اک پل بتانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
کبھی کھولا گھر کا دروازہ تو سامنے تھی منزل
کبھی منزل کو پانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
اک پل میں ٹوٹ جاتے ہیں عمر بھر کے رشتے
وہ جن کو بنانے میں زمانے بیت جاتے ہیں

☆ -------------------- انتخاب: خالد فاروق آسی۔فیصل آباد

قبر تے آ کھڑلیں

ایڈا سخت مزاج نہ بنڑ ماہی
بک تکلیں یار ونجا کھڑ لیر
دل روسیں لمبیاں بانہیں کر ے

جڈاں ہتھوں باز اڈا کھڑلیں
اے ویلے دل ہتھ آنوڑیں نی
وفسو اج نیر وہا کھڑلیں
اساں کملی آ خاک ال لگ ونجواں
ماہی دل ساڈی قبر تے آ کھڑلیں

☆ -------------------- محمد سلیم عاصی۔حاصل پور

وفا ایک ایسا دریا ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔
کسی کو مصیبت میں دیکھو تو عبرت حاصل کرو۔
دشمن کے حسن سلوک پر بھروسہ نہ کرو کیونکہ پانی جتنا بھی گرم ہو آگ کو بجھا دیتا ہے۔
آج کا کام کل پر مت ڈالو کل کبھی نہیں ہوتی۔
ایسے آنسو روک لو جو کسی کی مسکراہٹ میں رکاوٹ ہوں۔

زخم محبت

۔۔۔تحریر: ریاض حسین تبسم چوہان ۔فیصل آباد ۔0343.7677313

محترم جناب شہزادہ التمش صاحب۔
السلام وعلیکم ۔ بہت عرصہ کے بعد ایک کہانی زخم محبت لے کر حاضر ہوا ہوں امید ہے کہ اپنی بزم میں ویلکم کہیں گے اور اس کو کسی قریبی شمارے میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے۔ اگر میری حوصلہ افزائی ہوئی تو میں باقاعدہ اس کے لیے لکھتا رہوں گا کیوں کہ جواب عرض ہم سب کا پیارا رسالہ ہے اس جیسا رسالہ ہم نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا اور نہ ہی دیکھنا چاہتے ہیں
قارئین کرام یہ ایک ایسی لڑکی صبا کی کہانی ہے جو محبت کے زخم اپنے دل پر لگا کر شب روز موت مانگتی ہے اس نے اپنی زندگی میں کسی سے بہت زیادہ پیار کیا ہے اتنا پیار کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا لیکن اسے کیا پتہ تھا کہ اس کا محبوب اس سے پیار میں بے وفائی کر رہا ہے۔ قارئین سے گزارش کروں گا کہ روز قیامت ہم کیا حساب دیں گے جب ہمارے حصہ میں گناہوں کا درجہ بھاری ہوگا اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تک میرا بندہ دوسرے بندے کو معاف نہیں کرے گا تب تک میں بالکل معاف نہیں کروں گا اگر آج ہم ایسا کریں گے تو روز قیامت رسوائی ہمارا مقدر ہوگی خدا کے لیے ایسی درندہ صفت حرکتوں کو دفع کریں جو ہماری وجہ سے دوسری کی زندگی برباد کرتی ہیں کسی کی امیدوں کا خون مت کریں کسی کی زندگی برباد مت کریں ورنہ بخشش نہیں ہوگی۔ میں کہانی لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں ضرور بتائیں۔ جواب عرض کے پالیسی کے مطابق اس کہانی میں سب نام مقامات بدل دیئے ہیں۔

محبت سچے جذبات اور روح کی پاکیزگی کا نام ہے ازل سے محبت مل رہی ہے مگر محبت کے راستے میں کئی رقیب آئے دھوکے آئے لیکن لوگوں نے محبت کرنے سے روکنا چاہا دو دلوں کے احساسات ملنے کا نام محبت ہے مگر یہاں تو ایک اگر سچی محبت کرتا ہے تو دوسرا اس کے ساتھ دھوکہ ضرور کر رہا ہوتا ہے۔ اگر دونوں سچے ہوں تو بہت بہتر۔ اگر یہ سب بھی نہ ہو تو گھر والے نہیں مانتے الغرض یہی کہوں گا کہ محبت انسان کر تو لیتا ہے مگر اس کی آگ میں جھلس جھلس کر زندہ لاش بن جاتا ہے پیار امر ضرور ہے مگر اس کو آج ہوس کا نام دے دیا گیا ہے۔ محبت کے نام پر لوگ دھوکہ دے رہے ہیں جو ان لڑکیاں محبت کی خاطر گھر کی ہر چیز تو کیا عزت تک داؤ پر لگا دیتی ہیں مگر جب اصلیت کا پتہ چلتا ہے تو حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے جب انسان کو حقیقت کا پتہ چلے اور دھوکہ مل جائے تو انسان کے خواب چکنا چور ہو جاتے ہیں غم مقدر بن جاتے ہیں سہانے سپنے سلگتی یادوں کا منظر بن جاتے ہیں میری یہ کہانی بھی ایک ایسی ہی معصوم بھولی بھالی لڑکی کی زندگی کی کہانی ہے جس نے اپنی محبت کی خاطر ہر حد کر اس کی مگر اس کو پھر بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا آئیے سنتے ہیں۔

تجھ کو خبر نہیں مگر ایک صدا سن لے تبسم
برباد کر دیا مجھے تیرے دو دن کے پیار نے

قارئین کرام میرا نام صبا ہے اور میرے سمیت ہم آٹھ بہن بھائی ہیں میرے والد کالج میں پروفیسر ہیں۔

جب میں پیدا ہوئی تو مجھ سے دو بھائی اور ایک بہن تھی اور میرے بعد چار چھوٹے بھائی پیدا ہوئے والدہ گھریلو خاتون ہیں گھر میں روپے پیسے کی کمی نہیں تھی جب ہوش سنبھالا تو گھر والوں کی شفقت نصیب ہوئی سب مجھے پیار سے گڑیا کہتے ہر خوشی میسر تھی کسی چیز کی خواہش ہوتی تو فوراً خواہش پوری ہو جاتی گاؤں کے پرائمری سکول میں داخل کروایا گیا۔ جب آٹھویں کلاس میں گئی تو مجھے بخار ہو گیا جو طول پکڑتا گیا۔ میرا نام سکول سے خارج کر دیا گیا۔ پھر داخلہ لیا اور کن دی بعد بخار نے پھر اپنا منہ دکھا دیا۔ بخار نے مجھے اتنا چکنا چور کر دیا کہ اب پیدل چلنا بھی محال تھا اب گھر رہنے کی تعلیمی شوق بہت تھا مگر صحت نے سب شوق ایک بار تو بھسم کر دیا اب میں نے سوچا کہ پرائیویٹ میٹرک کرلوں سو میں نے پرائیویٹ امتحانات دیئے اور میٹرک اچھے نمبروں سے پاس کر کے گھر کے کاموں میں مصروف ہو گئی اس وقت تک پیار محبت کے نام سے واقف تھی مگر انکی اصلیت کا بھی سوچا بھی نہ تھا ہر دم میں اپنے کاموں میں مگن رہنا اور سکون کی زندگی بسر کرنا میرا معمول تھا بھائیوں اور والدین کی محبتوں نے میرے چہرے کی رونق اور بڑھا دی تھی پانچ وقت کی نماز پڑھتی اور اللہ پاک کی عبادت میں خودی کی تازگی محسوس کرتی اتنا سکون تھا کہ جس کا حساب واندازہ لگانا بھی آسان نہیں تھا۔ قدرت نے پیاری زندگی میں سکون کو بکثرت عطا کیا۔ کبھی جب رشتہ داروں کے ہاں جاتی تو وہ سب مجھ سے اتنی محبت کرتے کہ جنت کا سماں نظر آتا مگر مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ خوشیاں عارضی وقتی ہوں گی۔ میرے چہرے کی مسرتیں چھن جائیں گی میں زندہ لاش بن جاؤں گی ایسا وہم وگمان میں بھی نہیں تھا۔

صبا وقت کے ساتھ ساتھ باد سموم بن جائے گی کیا اچھا تھا کہ اس دن غلطی نہ کرتی ہوا کچھ یوں کہ میں اپنے موبائل جو ہمارے گھر کا تھا اس پر گانے سن رہی تھی کہ ایک رونگ نمبر سے کال آئی میں نے اسے اوکے نہ کیا بلکہ مصروف کر دیا شاید اس کو شک ہو گیا کہ یہ کسی لڑکی کا نمبر ہے وہ بار بار تنگ کرنے لگا۔ مہربانی فرمائیں یہ ہمارا فیملی نمبر ہے۔ وہ تو بس ڈھیٹ تھا مسیج ہی مسیج کرنے لگا کہ پلیز ایک بار کال پر بات کرلو میں نے اس کے بے حد اصرار پر کال اوکے کر لی میں نے پوچھا کہ بتائیں آپ کو مسئلہ کیا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ بس اسے ہی دل کیا آپ سے بات کرنے کو اس طرح اس نے کال کاٹ دی۔ میں سوچوں میں پڑ گئی اب وہ روزانہ گڈ نائٹ گڈ مارننگ کے مسیج کرتا اب میرے دل کو پتہ نہیں کیا ہوا کہ میں بھی اس سے بات کرنے لگی وہ ہمارے گاؤں کا ہی نکلا۔ اس کا نام نزاکت تھا ہماری دوستی ہو گئی وہ اب کہتا کہ مجھ سے ملو مگر میں تو کبھی گھر سے باہر نہیں نکلتی تھی کیسے ملتی گھر سے باہر جاتی تو میرے بھائی میرے ساتھ ہوتے وہ ہمارے گھر کے سامنے آتا اور میں کھڑکی میں اسے دیکھتی وہ بہت خوبصورت تھا اتنا خوبصورت کہ میں تو اس کی شکل دیکھ کر پاگل ہو گئی اتنی محبت دل میں پیدا ہوئی کہ اس کی دیوانی ہو گئی ایک دن اس نے کہا۔

میں آپ کو نزدیک سے دیکھنا چاہتا ہوں

میں نے کہا تم ضد نہ کرو میں بہت مجبور ہوں۔

وہ بہت رونے لگا میں نے امی سے کہا۔

میں ماموں کے گھر جانا چاہتی ہوں۔

مگر امی نے اکیلے جانے نہیں دیا امی نے کہا کہ صبا بیٹی کل میں آپ کو بھائی کے ساتھ بھیجوں گی۔

میں نے نزاکت سے ایک دن کا وقت لیا وہ بہت خوش ہوا لیکن دوسرے دن ابو نے نہ جانے دیا میں بہت پریشان ہوئی وہ بار بار ضد کر رہا تھا۔

تم مجھ سے محبت نہیں کرتی میں اب زہر کھا لوں گا۔

ابو سے میں نے کہا ابو مجھے جانے دو مگر ابو نے کہا کہ وہاں کوئی شادی نہیں ہے جو اتنی ضد کر رہی ہو

جب کر کے اپنے کام کرو مجھے تنگ نہ کر بچوں کی طرح ضد کرتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔ کتنی بڑی ہوگئی ہو کچھ تو خیال کرو جوان بیٹی کو ادھر بھیج دوں کسی روز سب چلیں گے اور واپس آجائیں گے میں کمرے میں جا کر بہت روئی میرا دل پھٹ رہا تھا ابو کیا جانے کہ مجھ پر کیا گزر رہی تھی میں نزاکت کو روتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی وہ میرے دل کی دھڑکن تھا میں اس کے بنا ایک پل بھی نہیں رہ سکتی تھی۔

کبھی یہ ناز تھا کہ وہ میرا ہے فقط میرا
کبھی یہ ڈر کہ وہ مجھ سے خفا تو نہیں
کبھی یہ دعا کہ اسے ملیں جہاں کی خوشیاں
کبھی یہ خوف کہ وہ خوش میرے بنا تو نہیں

ایک دن ابو کسی میٹنگ میں دوسرے شہر چلے گئے بھابھی میکے گئی ہوئی تھی امی کو میں پڑوس میں بھیج دیا اور نزاکت کو گھر بلا لیا آج ہماری پہلی ملاقات تھی میں نے اپنی جان کو بہت پیار کیا اور ہم بہت دیر تک پیار بھری باتیں کرتے رہے۔ ہم نے ساتھ نبھانے کے قول قرار کیے اور اس طرح وقت گزرنے کا پتہ بھی نہ چلا یہ پہلی ملاقات مجھے زندگی بھر نہ بھولے گی۔ کچھ دن گزرے تو ابو پھر کہیں گئے اس نے کہا۔

تم امی کو کہیں بھیج دو ملاقات کرتے ہیں

میں نے کہا نہیں آج ایسا نہیں ہو سکتا۔ کوئی پتہ نہیں کہ ابو کس وقت آجائیں میں بھی بدنام ہو جاؤں گی اور تم بھی لوگوں کی نظروں میں گر جاؤ گے۔ مجھے اپنی عزت کے ڈر سے زیادہ تمہاری عزت کا خیال ہے۔

مگر وہ تو ضد پر قائم تھا میں نے بڑی مشکل سے امی کو پڑوس میں بھیج دیا اور ہم نے ملاقات کر لی آج پھر اتنی پیاری باتیں ہوئی میری زندگی اتنی حسین ہوتی جارہی تھی کہ کیا بتاؤں دن بدن خوشیوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ وقت بھی اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہا۔ ابھی تک ہماری محبت کا صرف نزاکت کے دو دوستوں ممتاز اور شفیع کے علاوہ کسی کو پتہ نہیں تھا۔ وہ اپنے دوستوں سے میری بات کرواتا۔ میں اس کی محبت میں دیوانی ہوگئی تھی وہ جتنے پیسے مانگتا میں جہاں سے بھی لیتی مگر اس کو وقت پر دے دیتی وہ کبھی چھوٹی سے چھوٹی بات پر بھی ناراض نہ ہوتا نہ کبھی مجھے اس کو منانے کا بہانا ملتا۔ وہ اپنے وقت کا انمول ہیرا تھا جس کا اشتیاق صرف مجھے تھا مجھے اس کی ضرورت تھی صرف میں ہی اسے پانا چاہتی تھی میری زندگی کا مالک تھا میں اسے کھونے سے پہلے اپنی جان دے دیتی ایک دن اس کے دوست ممتاز نے پتہ نہیں کس سے میرے ابو کا نمبر لیا اور کال کر کے کہا کہ تمہاری بیٹی فلاں لڑکے سے پیار کرتی ہے وہ حالانکہ شادی شدہ ہے میرے ابو نے آکر گھر میں ہلچل مچا دی اور گھر والا موبائل امی کو کہا کہ صبا کو نہیں دینا لیکن مجھے تو موبائل لے کر دیا ہوا تھا اس موبائل سے مجھے کیا واسطہ مگر شادی شدہ والی بات میرے دل میں بیٹھ گئی کہ کیا نزاکت واقعی شادی شدہ ہے میں نے اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ ممتاز ایسے ہی بکواس کرتا ہے تمہیں مجھ پر یقین نہیں ہے کیا اس طرح اس کی میٹھی میٹھی باتوں کے بہکاوے میں آکر میں شادی شدہ والی بات ہی بھول گئی اب ابو امی مجھ سے ناراض رہنے لگے مگر میں تو اس کی محبت میں اتنی اندھی ہو چکی تھی کہ اس بات پر کوئی دھیان ہی نہ دیا۔ میں بتانا بھول گئی ہوں کہ اس بات پر مجھے گھر والوں نے بہت مارا حتیٰ کہ ان کے پاس ایسا کوئی ثبوت نہیں تھا کہ ان کو شک ہوتا۔ میرے ابو ویسے ہی سخت مزاج کے تھے میرے ماموں کے بیٹے کی شادی تھی ہم سب گھر والے ادھر گئے ہوئے تھے تو اس نے بہت ضد کی کہ مجھے ملو میں نے وہاں ایک سہیلی بنائی ہوئی تھی اور میں اس کے گھر اسے لے گئی ان کی بیٹھک میں نزاکت سے ملاقات ہوئی اس ملاقات کا دورانیہ بہت کم تھا مگر مل کر بہت سکون ملا چاہتیں جب ملتی ہیں تو کتنا سکون ملتا ہے۔

اس کی آنکھوں میں اتنی کشش تھی کہ جب اسے دیکھتی تو بس ان میں ڈوب سی جاتی۔

یہ تعلق بھی خوب رہا ہے کچھ دن
تو میرے نام سے منسوب رہا ہے کچھ دن
آنکھ رہ رہ کر تکا کرتی تھی تیری راہ
دل تیری یاد سے مغلوب رہا ہے کچھ دن
تیری تسبیح بنا کر تجھے سوچا کرتی
شاید اس بات کا مطلب میں سمجھ نہ پاؤں
کیونکہ میرا دل تیرا مطلوب رہا ہے کچھ دن
بارش تلک سے پہلے ذرہ سوچ تو لو
میرا دل تیرا محبوب رہا ہے کچھ دن

زندگی کی مسرتیں کامیابیاں صرف اسی سے منسوب تھیں دل کی دھڑکن رک سی جاتی جب کچھ دن اس سے بات نہ ہوتی محبتوں کے سانچے میں اس نے مجھے ایسا ڈھال دیا کہ اب میں کسی صورت بدل نہیں سکتی تھی میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ اسی کے دم سے تھی میرے آنکھوں میں آنسو نکلتے تھے تو صرف خوشی کے ملاقات کرتے تو دنیا کو بھول جاتے۔ میں نے اس کی خاطر والدین کو ٹھکرا دیا انکی ناراضگی دور نہ کی مجھے اس بات کا خیال تک نہ آیا ایک دن کہتا ہے کہ کبھی مل کر شہر گھومتے ہیں مگر میں ایسا کیسے کرتی کیونکہ مجھے اتنا وقت کون دیتا۔

اتفاق سے ماموں بیمار ہو گئے ان کے بیٹے کی جاب تھی تو وہ فیملی ساتھ لے گئے تھے ماموں نے مجھے بلا لیا۔ کہ مامی کے ساتھ کام میں ہاتھ بٹانا میری امی نے ابو سے اجازت لے کر مجھے ماموں کے گھر بھیج دیا۔ چند دن وہاں کام کرتی رہی اور وہاں ایک سہیلی بنائی تھی اس کے گھر بھی چلی جاتی اس کا نام لاریب تھا لاریب کو میں نے کہا کہ میں نزاکت کے ساتھ چند گھنٹوں کے لیے شہر جانا چاہتی ہوں پلیز کچھ کرو تو وہ کہنے لگی کہ میں بھابھی کے ساتھ کل شہر جانے والی ہوں تم بھی ساتھ آ جانا بھابھی کو ہم منا لیں گے۔ اس طرح ماموں نے بھی مجھے اجازت دے دی کہ تم چلی جاؤ میں نے نزاکت کو فون کیا اور وہ آ گیا۔ ہم نے مل کر خوب انجوائے کیا پارک گئے وہاں تصویریں بنائیں شہر میں ملاقات کرتے بھی وقت کا پتہ نہ چلا ہم واپس آ گئے۔

چند دنوں بعد میں گھر آئی تو پتہ چلا کہ میرے رشتے کی بات چلی ہوئی ہے یکدم میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ میں نے فوراً نزاکت کو کال کی اور کہا کہ جلدی سے اپنے گھر والوں کو رشتہ کے لیے ہمارے گھر بھیجو۔

اس نے کہا میرے بھائی کا سعودی عرب میں حادثہ ہوا ہے وہ نہ بول سکتا ہے نہ مل سکتا ہے ابو سعودی عرب جا رہے ہیں پندرہ تاریخ کو واپس آئیں گے پھر میں والدین کو آپ کے گھر بھیجوں گا۔ آپ صرف میری ہو۔ آپ کو میں کسی قیمت پر کسی کا نہیں ہونے دوں گا۔ بے فکر رہو اور مطمئن رہو میں بھی صرف آپ کا ہوں ایسا سوچنا بھی مت کہ تم مجھے کھو دو گی میں مر جاؤں گا مگر کبھی تم سے بے وفائی نہیں کروں گا میرے وعدے قسمیں پختہ ہیں کبھی تمہارے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔

پندرہ تاریخ آئی تو اس نے کہا کہ بھائی کے چیک اپ کے لیے امریکہ سے ڈاکٹر آ رہے ہیں ابو فی الحال وہی ہیں۔ امی سے میں نے آپ کی بات کی ہے اور آپ کی تصویر بھی دکھائی ہے امی کو بہت پسند آئی ہو بس ابو کے آنے کی دیر ہے جلد ہی تمہارا رشتہ مانگ لیں گے۔ میں یہ سب سن کر بہت خوش ہوئی میں تو پھولے نہیں سما رہی تھی میں اب انتظار کرنے لگی اس نے کہا کہ ابو جلد گھر آ جائیں گے میں شب و روز خوشی سے جھومتی رہی تھی مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہ خوشیاں تو مصنوعی ہیں جو جلد مجھ سے کھلونے کی طرح چھن جائیں گی۔

میری تنہائی کو تمہاری یادوں کی ضرورت ہے

اگر ہو اجازت تو اپنے خوابوں میں تم کو سجالوں

ایک دن میں گھر میں برتن دھو رہی تھی کہ میرے ابو کے پاس اس کا دوست ممتاز آ گیا اور سب کچھ ابو کو بتا دیا۔

آپ کی بیٹی فلاں شخص سے پیار کرتی ہے اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ ایک شادی شدہ انسان ہے اور خواہ مخواہ تمہاری بیٹی کی زندگی تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔

مجھے جب بیوی کا پتہ چلا تو مجھے بہت غصہ آیا۔ ایسا لگا کہ اب میں مر جاؤں گی میں نے اسے فون کیا تو وہ قسمیں کھانے لگا میں پھر عشق میں پاگل ہو کر اس پر اعتبار کر گئی۔ میں نے اسے رشتہ کی بات کی تو اس نے کہا کہ جلد ابو آ جائیں گے تم بے فکر اطمینان کی زندگی بسر کرو میں مر کر بھی تمہارے ساتھ ہوں وقتی دلاسوں میں ایک جان ہوتی ہے آسرا مل جاتا ہے۔

ایک دن اس کی بیوی اپنے بچے اور ساس کے ساتھ ہمارے گھر آ گئی اور میرے سامنے ہاتھ جوڑ کر منتیں کرنے لگی کہ خدا کے لیے میرا گھر برباد مت کر میں نے روتے ہوئے اسے دلاسہ دیا کہ پیاری بہن میری زندگی تو برباد ہو گئی ہے مگر میں آپ کی زندگی برباد نہیں کروں گی وہ چلی گئی گھر میں سب لوگ مجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے تھے اس کے بعد ملاقات ہوئی تو وہ انجان بن رہا تھا پوچھنے لگا کہ کیوں پریشان ہو میں نے کہ گھر مہمان آئے تھے رشتہ مانگنے کے لیے تو اس وجہ سے پریشان ہوں کہتا ہے کہ سیدھے منہ بات کرو کہ آخر بات کیا ہے جو تم اتنی اپ سیٹ ہو میں زار و قطار رونے لگی اور اس کی بیوی والا سارا ماجرہ اس کی نذر کر دیا۔ اس مرتبہ وہ مان گیا کہ ہاں وہ میری واقعی بیوی ہے مگر صبا میں پیار صرف تم سے کرتا ہوں میری بیوی مجھ سے ذرہ بھی پیار نہیں کرتی ہے اسی لیے میں اسے جلد طلاق دے دوں گا۔ اور تم سے شادی کر لوں گا جب اس نے طلاق کا نام لیا تو میں اس کے پاؤں میں گر پڑی کہ خدا کے لیے اس کی زندگی برباد مت کرو میں تو اجڑ چکی ہوں مگر اسے نہیں اجڑنے دوں گی اس کے بعد میں روتے ہوئے الٹے پاؤں بھاگنے لگی اور گھر کی دہلیز پر گر کر دیوانگی کے عالم میں خوب روئی۔ آج میرا سب کچھ لٹ چکا تھا میں برباد ہو گئی تھی سب کی نظر میں پہلے ہی بدنام تھی وہ سب برداشت کر چکی تھی مگر یہ جدائی اور بے وفائی کا صدمہ مجھ سے کبھی برداشت نہیں ہو سکتا تھا آج میں ٹوٹ کے ریزہ ریزہ ہو چکی ہوں میری زندگی میں خوشیاں زندگی بھر کے لیے چلی گئی ہیں میں ایک زندہ لاش بن کر جی رہی ہوں میرے والدین مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔

قارئین کرام یہ تھی ایک ایسی لڑکی صبا کی کہانی جو محبت کے زخم اپنے دل پر لگا کر شب روز موت مانگتی ہے قارئین سے گزارش کروں گا کہ روز قیامت ہم کیا حساب دیں گے جب ہمارے حصہ میں گناہوں کا درجہ بھاری ہو گا اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تک میرا بندہ دوسرے بندے کو معاف نہیں کرے گا تب تک میں بالکل معاف نہیں کروں گا اگر آج ہم ایسا کریں گے تو روز قیامت رسوائی ہمارا مقدر ہو گی خدا کے لیے ایسی درندہ صفت حرکتوں کو دفع کریں جو ہماری وجہ سے دوسری کی زندگی برباد کرتی ہیں کسی کی امیدوں کا خون مت کریں کسی کی زندگی برباد مت کریں ورنہ بخشش نہیں ہو گی۔ میں کہانی لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں ضرور بتائیں۔

پھول تمہاری یادوں کے اب تو کھلتے رہیں گے
زندگی رہی تو ہم تمہیں ملتے رہیں گے
جب بھی بھی میری یاد تجھے ستائے شدت سے
پھر ہم خوابوں میں بھی تم سے ملتے رہیں گے
نہ جانے کب لوٹ کے آ جاؤ تم اے تبسم
تمہارے لیے دل کے دروازے تازندگی کھلے رہیں گے

پیامان جاؤ

تحریر۔طاہر عباس کیف گجر۔چیچہ وطنی

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
جواب عرض کی نگری میں پہلی بار تحریر لے کر حاضر ہوا ہوں لکھنا تو نہیں آتا پھر بھی دل کے جذبات کے ہاتھوں مجبور ہو کر لکھ رہا ہوں امید واثق ہے کہ آپ میری تحریر کو جلد جواب عرض کی نگری میں زینت بنا کر میری حوصلہ افزائی کریں گے اس تحریر کو قابل اشاعت بنانے کے لیے میں نے بہت محنت کی ہے کئی بار لکھا مگر پھر بھی بہتری کی گنجائش ہے میں نے اس کا نام۔پیامان جاؤ۔رکھا ہے اگر آپ چاہیں تو تبدیل بھی کر سکتے ہیں
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

میرا نام طاہر عباس ہے اور میں نے ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں۔میں۔ایف ایس سی۔سیکنڈ پارٹ کا سٹوڈنٹ ہوں اپنے بارے میں لکھنا چاہوں تو بہت کچھ لکھوں مگر جواب عرض کے قارئین کے وقت کا خیال کرتے ہوئے بس یہی کافی ہے چلو چھوڑیں۔

میں آپ کو اپنی کہانی کی طرف لے کر آتا ہوں
تجھ سے بچھڑ کر جی تو رہا ہوں میں کیف
مگر یہ جینا بھی مرنے سے کم نہیں ہے

آج یہ الفاظ لکھتے ہوئے ضبط کا بندھن ٹوٹ رہا ہے آنکھوں کا ساون برس رہا ہے دل تڑپ تڑپ کے مچل رہا ہے اور میں کسی اپنے کی یادوں کے ریلے میں بہتا چلا جا رہا ہوں جس میں مجھے کہیں خوشی کے مناظر دکھائی دیتے ہیں وہ مناظر مجھے خوش کرنے کے بجائے تڑپائے جا رہے ہیں۔
وہ دن جب میں کبھی غم سے آشنا نہ تھا بچپن کے دنوں جب کوئی غم نہ تھا اور نہ کوئی فکر تھی ان دنوں میں تتلیوں کی طرح ادھر اُدھر پھدکنا وہ کوئل کی طرح موج مستی میں گنگنانا وہ بارش کے موسم میں نہانا کاغذ کی کشتیاں بنا کر تیرانا وہ دن بھی کتنے اچھے تھے۔
اور یہ بات بھی تو سچی ہے کہ خوشیوں کے دن زیادہ دیر نہیں رہتے چلو اس میں بھی خدا کی مصلحت ہے کہ اگر وہ خوشیاں ہی دیتا جائے تو اس کا کبھی غم سے پالا ہی نہ پڑے تو وہ حد سے گزرتا جاتا ہے اور خدا کو بھول جاتا ہے۔
تو پیارے دوستو۔میرے بھی وہ بچپن کے خوشیوں بھرے دن یونہی گزر گئے اور آہستہ آہستہ جوانی کا جوبن مجھ پہ بھی چھانے لگا جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی مجھے کسی چیز کی کمی سی ہونے لگی پھر کیا تھا وقت گزرتا گیا اور ایک دن میں یونہی دروازے سے باہر نکلا تو سامنے والے گھر میں ایک حسین پری نہانے کے بعد بالوں کو سکھا رہی تھی میری نظر اس پر پڑی تو میں اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔
وہ حسین منظر اب بھی میری آنکھوں میں ہے میرا دل چاہتا ہے کہ وقت یونہی تھم جائے اور یہ منظر بس میری آنکھوں میں ہی بسا رہے وہ حسین سا چہرہ اس کی کھلی کھلی لمبی کالی زلفیں۔
وہ اس کا نظریں اٹھا کر میری جانب دیکھنا کس

قدر حسین منظر تھا میرا جی چاہا کہ میں اسے دیکھتا ہی رہوں اور مجھے لگا یہی وہ چیز ہے جس کی کمی میں محسوس کر رہا تھا۔

وہ حسین پری مجھ کو اپنی مست نگاہوں سے گھائل کر کے چلی گئی میں وہی حسین منظر اپنی آنکھوں میں لیے اسے ڈھونڈتا ہی رہا اور اس کے دیدار کے لیے دن رات تڑپتا ہی رہا کبھی کبھی میری آنکھوں کے سامنے اس کا معصوم چہرہ آتا تو میری بے چین روح کو چین مل جاتا بے قرار دل کو قرار آ جاتا۔

وقت یونہی گزرتا گیا کیوں کہ وقت کسی کی جاگیر نہیں ہوتا آخر کب تک میں یونہی تنہا تڑپتا رہتا آخر کاغذ کے ٹکڑے پر اپنا حال دل لکھ کر اس شہزادی کو دے دیا۔

یہ کاغذ کا ٹکڑا بھی کیا سنائے گا داستاں میری
مزہ تو تب ہے کہ اسے لگ جائے زباں میری

وہ کاغذ کا ٹکڑا اس کی مستانی آنکھوں کے سامنے میرا حال بیان کر کے نجانے کہاں کھو گیا تھا نہ خود آیا اور نہ ہی کسی اور کو لے کر آیا آخر وقت گزرتا گیا اب کبھی نظریں ملتیں تو ان میں مجھے اپنایت سی نظر آتی آخر پھر ایک دن دل دیوانے سے رہا نہ گیا اور پھر حال دل لکھنے پر مجبور ہو گیا خیر اس دل کے آگے کسی کی چلے تو۔ میں بھی دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر خود اپنے ہاتھوں سے اسے دے دیا اور پہلے والی تحریر کا پوچھا تو اس نے یوں جواب دیا۔

ناراض ناں ہوویں میرے کال ٹائم نہیں سی تے میتوں تیرے جیا لکھنا وی نہیں آندا ایس واری جواب دیواں گی۔

ناراض نہ ہونا میرے پاس وقت نہیں تھا اور مجھے آپ کی طرح لکھنا بھی نہیں آتا اب کے بار جواب دوں گی۔

وقت گزرتا گیا یہ کاغذ کا ٹکڑا بھی پہلے والے کی طرح نجانے کہاں کھو گیا تھا آج عید کا چاند نظر آیا تو اس نے بچوں کے ہاتھو یہ مہندی لگائی دل نے بڑا چاہا کہ میں بھی اس کے حسین ہاتھوں سے مہندی لگواؤں مگر یہ بات صرف خیال تک ہی رہی آخر رات گزری لوگوں نے عید کی تیاری کی عید کی نماز ادا کرنے کے بعد میں افسردہ سا کھڑا تھا کہ مجھے میرے دل کی شہزادی میرے ارمانوں کی ملکہ نظر آئی اس نے سیٹی سی مار کر مجھے ہاتھ کا اشارہ کیا اس کے ہاتھوں میں مجھے کاغذ کا ٹکڑا نظر آیا اس نے ایک بچی کے ہاتھ مجھ تک پہنچا دیا۔

اس کو پڑھ کر میرا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا اور عید کی خوشیاں دوبالا ہو گئیں۔

اس دن میں خود کو خوش قسمت تصور کر رہا تھا وقت گزرتا گیا میں نے بہت سے خطوط لکھے مگر کسی کا بھی جواب نہ آیا شاید اس کی کوئی مجبوری تھی یا وہ جان بوجھ کر جواب نہیں دیتی تھی مگر مجھے اس پر کوئی شک نہ تھا۔

آخر ایک دن مجھے اس کا موبائل نمبر مل گیا بڑی منت سماجت کے بعد اس کو بات کرنے پر مجبور کیا آخر وہ بات کرنے کے لیے تیار ہو گئی میں خوش تھا۔ کہ آج میں اپنی جان سے ڈھیر ساری باتیں کروں گا مگر یہ میری خوشی عارضی رہی تھی خیر و خیریت پوچھنے کے بعد اسنے کہا کہ میں اس سے کوئی پیار نہیں کرتی تم سے تو کوئی اور کرتی ہے تم بھی اس سے کر لو بس یہی سننا تھا کہ میرے دل کی بستی اجڑ گئی۔

کچھ دن اسی طرح میسجز سے بات ہوتی رہی ایک دن نجانے اس کو مجھ سے کیا غصہ آیا کہ اس نے میرے گھر والوں کو بتا دیا اور مجھ سے بات کرنا بھی چھوڑ دی جب گھر والوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے اپنی غلطی تسلیم کر لی اور اس کے بارے میں کچھ نہ بتایا کیوں کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ بدنام ہو میں نے خود پر سب کچھ سہہ لیا مگر اس کو کسی نے کوئی لفظ بھی نہ کہا ہو گا۔

میں الفاظ میں اپنی حالت کو بیان نہیں کرسکتا جو اس کے بچھڑ جانے کے بعد میری ہے بظاہر دیکھنے میں تو میں ہنسی خوشی جی رہا ہوں مگر اسے کیا معلوم کہ میرے دل پر کیا گزری ہے۔

میں ہر پل اس کے خوابوں اور خیالوں میں کھویا رہتا ہوں ہر پل اس کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں وہ نجانے کیوں مجھ کو تڑپتا رہنا ہی دیکھنا چاہتی ہے آخر میرا کوئی قصور ہوگا جو وہ مجھ کو اتنی کڑی سزا دے رہی ہے میں جانتا ہوں کہ وہ کچھ غلط فہمیوں میں مبتلا ہے مگر مجھ کو بتاتی بھی تو نہیں

غیروں سے کہا تم نے غیروں سے سنا ہم نے
کچھ ہم سے کہا ہوتا کچھ ہم سے بھی سنا ہوتا

میری اس سے درخواست ہے کہ پلیز مجھے معاف کردو میں اس کے بنا بالکل ادھورا ہوں۔

اور اگر میں کسی اور سے پیار کرتا تو تحریر بھی اس کے ہی بارے میں لکھتا میں تو تم کو چاہتا ہوں اور تم کو ہی چاہوں گا۔

دکھی دلوں کی آواز جواب عرض کے قارئین آپ سے بھی دعا کی درخواست ہے کہ دعا کرو وہ مجھ سے مان جائے اور میری زندگی میں پھر سے بہار آجائے۔

ساتھیو یہ تھی میری ادھوری محبت کی داستان کیسی لگی آپ کی آرا کا منتظر رہوں گا مجھے امید ہے آپ ضرور مجھے اپنی محبتوں سے نوازیں گے اور میری حاصلہ افزائی کر کے ضرور لکھنے پر اکسائیں گے۔

غزل

کچھ اور تو خدا سے نہیں مانگتے ہیں ہم
تم سے جدا نہ ہوں یہ دعا مانگتے ہیں ہم
تیرے لئے زمانے سے ڈرتے نہیں کبھی
ہم ہر جگہ کہیں گے تمہیں چاہتے ہیں ہم
لگتا ہے یہ کہ جھیل کی گہرائی کچھ نہیں
تیری حسین آنکھوں میں جب جھانکتے ہیں ہم

ماتمیں اگر وہ جان بھی تو حاضر ہے دوستو!
اُن کی کوئی بھی بات کہاں ٹالتے ہیں ہم
ساتولؔ اُن کا وعدہ ہے آئیں گے کسی شام
ہر رات اس خیال سے اب جاگتے ہیں ہم

☆ ------------------------------ فخر ساتول-کاتوی

حسینائیں

ہر طرف ہے بے وفاؤں کا راج
لاہور سرگودھا ہو یا ناروال
آغاز محبت میں ہے وعدوں کی بارش
پھر کر دیتے ہیں غم کے بادل ہزار
گھر بار کر کرتے ہیں ذلیل خوار
سچا کس پہ کرے اعتبار
آج کل ان اک دور ہے جناب
روز حشر پوچھے گا رب رحمٰن
تو نہ ان کے چکر میں اے سچا
فریب دینا ہے ان کا کام
یہ حسینائیں کیا ڈرامہ رچاتی ہیں
اپنے آپ کو بے بس مجبور بتاتی ہیں

☆ ------------------------------ ایم وائی سچا-جدہ

غزل

فاصلے اتنے بڑھانے کی ضرورت کیا تھی
تجھے مجھ سے روٹھ جانے کی ضرورت کیا تھی
اب جو مجھ سے روٹھ کر اداس رہتے ہو
اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھڑانے کی ضرورت کیا تھی
دنیا کب کسی کے غم کو اپنا سمجھتی ہے
تمہیں غم اپنا دنیا کو سنانے کی ضرورت کیا تھی
میں آج تک اس بات کو نہیں سمجھ پائی نازیہ
جب ساتھ تمہارے میں تھی تو زمانے کی ضرورت کیا تھی

☆ ------------------------------ نازیہ-منڈی بہاؤالدین

خود سے روٹھوں تو کئی روز خود سے نہ بولوں
پھر کسی درد کی دیوار سے لگ کر رو لوں
تو سمندر ہے پھر اپنی سخاوت بھی دکھا
کیا ہے ضروری کہ میں پیاس کا دامن کھولوں

☆ ------------------------------ مہر محمد احسان-پسرور

گلدستہ

اچھی باتیں

☆ ہیلونہیں ۔۔ اسلام علیکم
☆ اوکے نہیں ۔۔ انشاء اللہ
☆ بائے بائے نہیں ۔۔ فی امان اللہ
☆ تھینک یونہیں ۔۔ جزاک اللہ
☆ گریٹ نہیں ۔۔ ماشاء اللہ
☆ آئی ایم فائن نہیں ۔۔ الحمداللہ
☆ زبردست نہیں ۔۔ سبحان اللہ

شاہد اقبال چوکی

دوستی

دوستی کا رشتہ ایک پرندے کی طرح ہوتا ہے اگر سختی سے پکڑو تو مر جائے گا نرمی سے پکڑو تو اڑ جائے گا اور اگر محبت سے پکڑو تو ساری زندگی آپ کے ساتھ رہے گا

رائے اطہر مسعود آکاش

حدیث نبوی

پیارے نبی کریم ﷺ کسی جلسے کے دوران ارشاد فرما رہے تھے کہ تم مسلمان ایک دوسرے کو تحائف دیا کرو ایک آدمی نے کہا حضرت جی اگر کسی آدمی کے پاس گفٹ نہ ہو تو پھر کیا دیا جائے آپؐ نے فرمایا کیا تم اسے اپنی ایک مسکراہٹ بھی نہیں دے سکتے۔

☆ خدا کی نظر میں عظیم وہ ہے جسکا اخلاق بلند ہو۔
☆ شہرت بہادری کے کارناموں کی مہک ہے
☆ تمہاری عقل تمہارا استاد ہے

محمد آفتاب شاد کوٹ

کبھی سوچا ہے

☆ ہر لفظ میں ایک مطلب ہوتا ہے اور ہر مطلب میں ایک فرق ہوتا ہے
☆ زندگی میں دو چیزیں ٹوٹنے کے لیے ہوتی ہیں، سانس، اور ساتھ سانس ٹوٹنے سے انسان ایک بار مرتا ہے اور ساتھ ٹوٹنے سے انسان بار بار مرتا ہے
☆ وقت اور پیار دونوں زندگی میں اہم ہوتے ہیں وقت کسی کا نہیں ہوتا اور پیار ہر کسی کے ساتھ نہیں ہوتا۔
☆ نینداور موت۔ نیند آدھی موت ہے اور موت مکمل موت ہے۔
☆ وقت اور سمجھ ایک ساتھ خوش قسمت لوگوں کو ملتے ہیں کیوں کہ اکثر وقت پر سمجھ نہیں ہوتی اور سمجھ آنے تک وقت نہیں بچتا۔
☆ یقین اور دعا نظر نہیں آتے لیکن ناممکن کو ممکن بنا دیتے ہیں۔
☆ زندگی مایوس ہونے کا نہیں بلکہ پر امید ہونے کا نام ہے کیوں کہ ہر دن کے بعد سیارا تا اور ہر سیا رات کے بعد روشن صبح بھی ضرور آتی ہے۔

خلیل احمد ملک شیدانی شریف

اقوال زریں

☆ ہر ایک وفادار دوست تلاش کرتا ہے لیکن خود وفادار نہیں ہوتا
☆ اگر کسی سے وفا نہیں کرتے تو اس کو برباد بھی مت کرو
☆ کسی کو اتنا مت رلاؤ کہ اس کے آنسو تمہارے لیے زنجیر بن جائیں
☆ والدین کے چہرے پر محبت کی ایک نظر ڈالنا بھی ایک عبادت ہے
☆ اگر کوئی تم پر احسان کرے تو لوگوں کو بتاؤ اور اگر تم کسی پر احسان کرو تو اسے چھپاؤ۔
☆ ایک ارب جھوٹ بولنے سے بہتر ہے کہ ایک سچ بول کر ہار جاؤ
☆ عشق کی آگ صرف اور صرف درویش کے دل میں رہ سکتی ہے
☆ اپنا ہم راز صرف اپنے دل کو بنا لو کامیاب رہو گے۔
☆ پیار موت سے کرو جو برحق ہو

ایم ولی اعوان گولڑوی

ہنسنا منع ہے

وکیل نے کیس لینے سے پہلے موکل سے پوچھا کہ تمہیں کس سلسلے میں گرفتار کیا گیا تھا
سرکاری کام میں مداخلت کرنے کے جرم میں
تم نے کس کام میں مداخلت کی تھی
انسپکٹر صاحب مجھے گرفتار کرنا چاہتے تھے میں نے مزاحمت کی تھی۔
کس طرح کی مزاحمت کی تھی مار پیٹ یا بحث ومباحثہ۔
نہ مار پیٹ نہ بحث ومباحثہ بس وہ بیس ہزار مانگ رہے تھے اور میں نے پانچ ہزار دینے کی کوشش کی تھی۔

کوثر عبدالقیوم عرف سونی

ہنسنا منع ہے

ایک آدمی جھوٹ بولنے کی وجہ سے کافی مشہور تھا۔
ایک اسی سالہ عورت کو پتا چلا تو ڈرتے ہوئے اس عادی سے بولی کہ تم ہی دنیا میں سب سے بڑے جھوٹے آدمی ہو میں تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی ہوں لوگوں کی باتوں کو دفعہ کرو اس عمر میں بھی یہ حسن یہ جمال یہ رعنائی یہ دلکشی بوڑھی اعورت شرماتے ہوئے بولی ائے اللہ لوگ بھی کتنے ظالم ہیں اچھے بھلے سچے انسان کو جھوٹا کہتے ہیں

امداد علی عرف ندیم عباس

انمول باتیں

☆ دل کی ہزار آنکھیں ہوتی ہیں مگر یہ محبوب کے عیبوں کو نہیں دیکھ سکتا۔
☆ کسی کا دل نہ دکھاؤ تو بھی ایک دل رکھتا ہے۔
☆ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا اس کی قدر کرو۔
☆ جو کام اپنوں سے نہ ہو سکے سب کے لیے ناممکن سمجھو۔
☆ رشتہ داروں سے رشتہ نہ توڑو اس سے خدا ناراض ہو سکتا ہے۔
☆ احسان کی قید سب سے بڑی قید سب سے بڑی قید ہے
☆ جھوٹ رزق کو کھا جاتا ہے
☆ غصہ عقل کو کھا جاتا ہے
☆ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا اس کی قدر کرو۔
☆ نیکی بدی کو کھا جاتی ہے۔

محمد اعجاز احمد خانیوال

مہکتی کلیاں

☆ خوبصورتی علم وآداب سے ہوتی ہے لباس سے نہیں۔
☆ آنسو بہانا دل کو روشن کر دیتا ہے
☆ حیا اور کم بولنا عقل کی نشانیاں ہیں
☆ زبان ایک خنجر ہے۔
☆ کسی انسان کی نرمی ہی اس کی کمزوری کو ظاہر کرتی ہے کیوں کہ پانی سے نرم کوئی چیز نہیں ہوتی
لیکن اس کی طاقت انسانوں چٹانوں کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہے۔
☆ آنسو کا ہر قطرہ دنیا کی ہر چیز سے مہنگا ہے لیکن کوئی اس کی قیمت اس وقت تک نہیں جان سکتا جب تک اس کی اپنی آنکھوں سے نہ نکلے۔
☆ تین چیزیں سخت ترین ہیں جوانی میں مفلسی سفر میں تنگدستی اور تنگدستی میں قرض۔
☆ جو شخص آنکھ کی التجاء کو نہ سمجھے اس کے سامنے زبان کو شرمندہ تکلف مت کرو۔
☆ رشتے اور سودے میں بہت فرق ہوتا ہے رشتے قائم کیے جاتے ہیں اور سودے طے کیے جاتے ہیں۔
☆ کوئی بھی رشتہ بدن پر پہنے ہوئے لباس کی مانند نہیں ہوتا کہ جسے اتار کر پھینک دیا جائے اور دوسرا بدل لیا جائے
☆ کسی انسان میں خوبی دیکھ کر بیان کرو آخر خامی مل جائے گی۔
☆ اگر آپ کی آنکھ خوبصورت ہے تو آپ کو دنیا اچھی لگے گی لیکن اگر آپ کی زبان خوبصورت ہے تو آپ دنیا کو اچھے لگو گے۔

محمد صفدر کراچی

دنیا میں ایسا کام کرو کہ سب اسے کرنے کی تمنا کریں۔

کشور کرن

کرنیں

☆نفرت کو ہر موقع دو کہ وہ محبت بن جائے مگر محبت کو ایک موقع بھی نہ دو کہ وہ نفرت بنے

☆دوسروں کے آنسوز مین پر گرنے سے پہلے اپنے دامن میں سمیٹ لینا انسانیت کی معراج ہے

☆رب کی محبت گناہ سے دور کر دیتی ہے اور گناہ کی محبت رب سے

خوبصورت بات

☆ہمیشہ اللہ سے مانگو اور بے حساب مانگو کیوں کہ اللہ ہی تو ہے جو دے کر واپسی کا تقاضا نہیں کرتا اس لیے مانگو اسی سے جو دیتا ہے اور کہتا نہیں

احمد کاشف، بیگم پورہ لاہور

سوچنے کی باتیں

☆وہ زندگی ہی کیا جو دوسروں کے کام نہ آسکے

☆وہ مصروفیات ہی کیا جس میں اسلامی باتیں نہ ہوں

☆وہ مذہب ہی کیا جس میں اللہ رسول ﷺ کی بات نہ ہو

☆وہ بہادری کیا جس میں صبر نہ ہو

☆وہ موت ہی کیا جس پر لوگ اشک بار نہ ہوں

☆وہ تحریر ہی کیا جس سے دوست خوش نہ ہو

☆وہ انسان ہی کیا جس میں خوف خدا نہ ہو

☆وہ وعدہ ہی کیا جس میں وفا نہ ہو

☆وہ کمائی ہی کیا جس میں رزق حلال نہ ہو

☆وہ درس گاہ ہی کیا جس میں قرآن کی تعلیم نہ ہو

☆وہ مسلمان ہی کیا جس کو روضہ رسول ﷺ کی زیارت کی چاہت نہ ہو

☆وہ آنکھ ہی کیا جس میں شرم حیا نہ ہو

ہمدان افتخار بیگم پورلاہور

پیار

☆ایک بار ساری فلنگ نے فیصلہ کیا وہ چپ چاپ چھپن چھپائی کھیلیں گے درد کنٹرول شروع کی اور باقی فیلنگ چھپ گئی جھوٹ ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا اور پیار گلاب کے پودوں کے پیچھے سب پکڑے گئے سوائے پیار کے یہ دیکھ کر حسد نے درد کو بتا دیا کہ پیار کہاں چھپا ہے درد نے پیار کو کھینچ کے نکالا تو کانٹوں کی وجہ سے پیار کی آنکھیں خراب ہو گئیں اور وہ اندھا ہو گیا یہ دیکھ کر سب نے درد کو سزا سنائی کہ اسے زندگی بھر پیار کے ساتھ رہنا پڑے گا اس لیے پیار اندھا ہے

اور جہاں بھی جاتا ہے درد اس کے ساتھ جاتا ہے۔

حماد افتخار لاہور.........

روشن خیالات

☆نماز روزے سے بھی بڑھ کر افضل ہے کہ مسلمان کی آپس میں صلح کرادی جائے

☆دانا وہ شخص ہے جو دیکھ کر اس کے مطابق کام کرے

☆زبان کی نرمی انسانی آگ پر پانی کا اثر رکھتی ہے

☆مہمان کے آگے کم کھانا رکھنا بے مروتی ہے اور حد سے زیادہ کھانا رکھنا تکبر ہے

☆ایک بار جب کوئی حصول علم کی ابتدا کر دیتا ہے تو اس پر اپنی جہالت کے پہلو روشن ہو جاتے ہیں یہ احساس اسے علم کی طرف لے جاتا ہے۔

زینب کاشف

زندگی کیا ہے

☆زندگی شمع ہے جو جلتے جلتے آخر بجھ جاتی ہے

☆زندگی قلم ہے جس کی سیاہی ایک دن ختم ہو جاتی ہے

☆زندگی چاند ہے جو ایک روز موت کی آغوش میں جا چھپتا ہے

میری طرف سے سب کو دل کی گہرائیوں سے عید کی خوشیاں مبارک ہوں

احمد کاشف، بیگم پورہ لاہور

میری زندگی کی ڈائری

شاہد رفیق کی ڈائری

جہاں خوشی ہو وہاں غم بھی ہوتے ہیں خوشی اور غم انسان کے مقدر میں لکھے ہوتے ہیں دنیا میں کوئی ایسا ہیں جسے خوشی ملے تو غم نہیں ہے یا غم ہو تو خوشی نہیں ہے خوشی ایک مہمان کی طرح ہوتی ہے جو آتی ہے چلی جاتی ہے غم ہمارے پاس ہی رہتے ہیں خوشی میں سب خوش خوش شریک ہوتے ہیں اور دعا دیتے ہیں مگر غموں میں کوئی شریک نہیں ہوتا ایسے انجان بن جاتے ہیں ایسے منہ موڑ لیتے ہیں جیسے گویا جانتے ہی نہ ہوں جب انسان کو خوشیاں اور غم میں فرق محسوس ہوتا ہے تو وہ غم بہتر لگتے ہیں کیوں کہ غم اپنے ہوتے ہیں خوشی کے چلے جانے کا احساس ہوتا ہے غم کا احساس رات کی تنہائی میں ہوتا ہے جب آنکھ میں آنسو چمک اٹھتے ہیں جن پر کسی کا اختیار نہیں ہوتا یہ تو خوشی میں بھی نکل پڑتے ہیں مگر غموں میں ان کا مزہ ہی کچھ اور ہے کاش کوئی اس دنیا میں ایسا ہوتا جو میرے دکھوں کا مداوا کرتا

رخسانہ جی جب سے آپ نے میرا دل توڑا ہے نہ مرتا ہوں نہ جیتا ہوں تم نے تو اپنی شادی کر لی اور میری زندگی کراب کر دی دل ریزہ ریزہ ہو گیا پتہ نہیں لوگ وفا کیوں نہیں کرتے اب تو مجھے اپنے بھی چھوڑ گئے ہیں سب رشتے توڑ دیئے ہیں اب تو صرف کسی سچے انسان کی تلاش ہے جو مجھے اپنا کہے اور شاید جو دنیا کا حال ہے کوئی بھی وفا دار نظر نہیں آتا ہر انسان دھوکہ دینے کا سوچ لیتا ہے اب تو اس امید پہ زندہ ہوں کہ کوئی تو وفا دار ملے گا جو میرے ٹوٹے دل کو جوڑے

شاہد رفیق سہو کیہ والا

راشد لطیف کی ڈائری

کاش کوئی میرا ہوتا مجھے لاوارث کو اپنا سمجھتا دنیا کے ان حسین لوگوں میں ہمدرد انسان ایسا ہوتا ملاوٹ سے پاک صاف کوئی دوست جو میرے سب غم بٹا لے اور مجھے سچا پیار کرے اور وہ وفا کو پیکر ہو جو میری چاہت کی قدر کرے جو مجھ غریب کو آسرا دے جو مجھ غریب کے قدم سے قدم ملا کر چلے مجھے کبھی گرنے نہ دے میری سوچ سے بڑھ کر ہو اس کے زان پر سچے الفاظ ہوں جس کا دل بھی سچا ہو کیا کوئی ایسا دوست ہے یا پھر میرا خواب ہی رہے گا کیا میرا یہ خواب کبھی پورا ہو گا کاش یہ میرے سپنے سچ ہو جاتے

راشد لطیف صریے والا

ریاض احمد کی ڈائری

میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں کبھی بھی مجھ سے دور مت جانا میں آپ کے بنا نہیں رہ سکتا ایک بار صرف ایک بار مجھے مل جاؤ پھر میں دنیا کو دکھا دوں گا کہ پیار کیسے کیا جاتا ہے میں نے پیار کیا ہے اور کرتا ہی رہوں گا بھی تو مجھے اپنا چہرا دکھا دیا کرو کہاں غائب رہتی ہو آپ کے پاس میرے لیے ٹائم ہی نہیں ہے میں تو دنیا کا ہر کام چھوڑ کر بھی آپ کے پاس آ سکتا ہوں کیا آپ کچھ کچھ وقت میرے لیے نہیں نکال سکتی میں جانتا ہوں عورت مرد کی نسبت زیادہ مجبور ہوتی مگر پھر بھی اگر میرے دل کے جذبات کو سمجھ کر مجھ سے ملنے کا پروگرام بنا لو مہربانی میری جان ورنہ انتظار کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا

ریاض احمد لاہور

تبسم کی ڈائری

جب انسان کو تنہائی ڈستی ہے تو اس

کی ایک ہی خواہش ہوتی ہے کوئی اس کا ہم نشیں بن جائے کوئی اس کے دکھ درد کو سمجھے مگر یہ تو قسمت کی بات ہے کبھی کسی کو بہت زیادہ مل کر بھی کچھ نہیں ملتا اور کبھی کچھ ایسا مل جاتا جس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا مجھے آج بھی یکم اپریل یاد ہے جس کو فول ڈے بھی کہتے ہیں مگر یہ فول ڈے نہیں بلکہ ندیم ڈے ہے کہنا اچھا لگتا ہے کیوں کہ اس دن میری زندگی میں ایک ندیم کی آمد ہوئی جسے کہ ندیم نام سے ہی ظاہر ہے کہ ہم نشیں کو کہتے ہیں اس لیے وہ ایک اچھا ہم نشیں ثابت ہوا میں ان دنوں میٹرک کے پریکٹیکل کی تیاری کرنے سکول جاتا تھا جب ندیم میری زندگی کا حصہ بنا اس سے پہلے بھی میرے طرز مزاح سے بھرپور دوست تھے جن میں عمر دراز آکاش جبرائیل آفریدی ۔اور شبانہ روز کالیں میرے دل کو سکون دیتی تھیں ندیم آیا تو محض ایک خواب بن کر تھا حقیقت کا روپ دھار گیا ہماری کافی کالیں ہوتی تھیں بھائی ندیم مجھ سے کبھی اچھے رویے میں بات کرتا تو کبھی روٹھے ہوئے میں ہم دونوں ہم راز بن گئے جواب عرض گروپ میں ہمارا نمبر شائع ہوا تو ہمارا رابطہ ہوا روٹھنا منانا تو چلتا رہا پھر میں میں اگست 2012 کو ندیم کے ہاؤس پہنچ گیا ین کے حد سے زیادہ پیار نے دل میں یگانگت پیدا کر دی اور اس طرح ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تیس دسمبر کی ملاقات سرد دسمبر ہمیشہ یاد رہے گا اس کے بعد سولہ مارچ کو تیسری یادیں زندہ ہیں تقریب میں مل کر شرکت کرنا میں کبھی نہیں بھول سکتا اس دن ہفتہ تھا بھائی نے میٹرک کے پیپر میں آخری پیپر دینا تھا افسوس کے مجھے ایوارڈ ملا اور بھائی ندیم کو نہ ملا مگر یہ میرا نہیں اس کا اپنا ایوارڈ تھا کیوں کہ ہم میں کوئی فرق نہ تھا نومئی کو جھنگ آمد باعث مسرت ہوئی جہاں ہم سے دس مئی کی شام دربار شاہ جیونہ کروڑیاں پہ رسم چراغاں مل کر انجوائے کی اور پھر گیارہ مئی کو الیکشن دیکھ کر بارہ مئی کو ارمان سنگم ہاؤ پہنچ گئے وہاں بہت بڑی میٹنگ تھی جس میں عمر دراز آکاش ساہیوال کے ایم وکیل عامر جٹ سمیع اللہ ملک شرکت نے شگنی دی پھر ملکر عامر جٹ اور سمیع اللہ کے ساتھ ساہیوال جانا نہیں بھول سکتا تیس جولائی کو ندیم ہاؤس پر جانا کبھی نہیں بھول سکتا اکتوبر کے آخر میں پھر ملاقات دوستی میں یکجہتی ایک عظیم اثاثہ ہے قارئین میں جس عظیم بھائی کی بات کر رہا ہوں وہ کسی تعریف کا محتاج نہیں ہے اس کی عظیم دوستی میرا قیمتی سرمایہ ہے جیسا بھائی محمد ندیم عباس ڈھکو تیری چاہتوں کو سلام ۔

منظور اکبر تبسم ۔ جھنگ

عرفان کی ڈائری

اداسی بے دلی آشفتہ حالی میں ملی کب تھی ہماری زندگی یارو ہماری زندگی کب تھی آج آٹھ جون ہے میں اپنی زندگی کو کسی اور کے نام کر چلا ہوں اس شخص کے نام جو مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رہا ہے آج میری زندگی کا سب سے بڑا دن ہے کیوں کہ جو شخص مجھ کو پانچ سالوں میں روتے دیکھ کر مذاق اڑایا کرتا تھا وہ شخص جو میرے پیار کو تسلیم کرنے سے گریزاں تھا آج وہ شخص صرف اور صرف میرا ہے میں اس کے پیار کو پانے کے لیے کتنی دعائیں مانگتا تھا خدا کی بارگاہ میں ہر روز اس کو پانا منانے کے لیے کیا کیا جتن کرتا تھا آج وہ شخص میرا ہے اب میری زندگی کے لمحات بہاروں کی آکاسی کریں گے میرا پیار اس کے لیے سچا ہے شاید تب سے ہی مجھ کو خدا نے اس کے پیار سے نوازہ ہے جو میرے لیے کسی نعمت سے کم نہیں ہے میری جان پانا خیال رکھنا میں تم کو جلد ہی اپنے پیار کی ہتھکڑی لگا کر اپنا بنا لوں گا

عرفان ۔ راولپنڈی

ایم ظہیر عباس کی ڈائری

یہ محبت بھی بڑی عجیب شے ہے اس کو حاصل کرنے کے لیے انسان اپنی جان تک داؤ پر لگانے کو تیار ہو جاتا ہے یہ محبت انسان سے وہ وہ کام کرواتی ہے جو کبھی سوچے بھی نہ ہوں میری جان میں تمہیں بہت یاد کرتا ہوں یاد بھی کیوں نہ کروں کیوں کہ میں تمہیں بہت پیار جو کرتا ہوں اگر میں تم سے اس وقت اپنی محبت کا اظہار کر دیتا تو اس وقت اب تنہا ہو جاتا میں اب خودکشی کرنے پر مجبور ہوں جب بھی دل اداس ہوتا ہے تو میں اپنی ڈائری کھول کو اس سے باتیں کرتا ہوں کیوں کہ یہی وہ سہارا ہے ہم راز ہے ناں اس لیے میری دعا ہے کہ تو سدا خوش ہے آمین آخر میں اپنی پیاری بہن کو سلام آئی مس یو مائی سسٹر۔

ایم ظہیر عباس جنڈ اٹک

رائے اطہر کی ڈائری

میری زندگی کی ڈائری کا ایک ورق تیرے نام سے بھرا ہوا ہے میں نے اپنی زندگی میں نہ کبھی کسی دوسرے نام کو آنے دیا ہے اور نہ کبھی آنے دوں گا تم ہی میری زندگی ہو میرے افسانوں میں میری تحریروں میں میری تصویروں میں عیاں ہوتی ہے اے جان میں ایسا تو نہ تھا جب سے تم میرے دل کی دھڑکن بنی ہو تب سے میں ہر سانس بھی اپنی ڈائری میں شاعری کے روپ میں لکھنے لگا میں جب بھی کاغذ پہ لکھنا شروع کرتا ہوں تو خود بخود کوئی نہ کوئی غزل شعر یا افسانہ بن جاتا ہے میری ڈائری کے ہر پتے پر تیری تصویریں اور تعریفیں ہی ہیں کبھی کبھی میرے دل میں ایک عجیب خیال آتا ہے کہ تم میری سوچ کا مرکز کیوں بنی میری آنکھوں کا منظر میرے دل کی دھڑکن میری سانسوں کی روانی میرے درد کی راحت دن کا اجالا راتوں کی نیند صرف تم ہی کیوں ہو ایس کیوں تمہارے بغیر خود کو اکیلا محسوس کرتا ہوں میرے قریب آس پاس لاکھوں لوگ مجود ہیں لیکن ایس تیری کمی ہے اور رہے گی سویٹ ایس کیلیے

آنکھوں سے میری اس لیے لالی نہیں جاتی
یادوں سے تیری رات جو خالی نہیں جاتی

رائے اطہر مسعود آ کاش

محمد طفیل صوفی کی ڈائری

میرے بھائیو میں ہاتھ جوڑتا ہوں معاف کرنا سیکھو پی جانا سیکھو اور سہہ جانا سیکھو میرے اللہ کا وعدہ ہے تمہیں عزت دے کر ہی رہے گا تم جھک کر دیکھو پھر اللہ تمہیں کس طرح اٹھاتا ہے نماز پڑھنا آسان ہے روزہ رکھنا آسان ہے حج بھی آسان ہے مسجد میں اذان دینا بھی آسان ہے تو ضع سے جھک کر چلنا گالی دینے والے کو دعا دینا منہ پھیر کر جانے والے کو سلام کرنا نہ پوچھنے والے کو پوچھنے جانا یہ بڑا مشکل کام ہے جو کر جائے گا جنت الفردوس کا وارث بن جائے گا ایک بات بتا دوں سو نفل پڑھنے آسان ہیں گالیاں دینے والے کو دعا دینا مشکل ہے جون کا مہینہ شدید گرمی شدید پیاس کا روزہ آسان ہے جو منہ پھیر کر چلا جائے اسے سلام کرنا مشکل ہے حج کا سفر آسان ہے پڑوسی جو حال پوچھنے نہیں آتا اس کا حال پوچھنا مشکل ہے سبحان اللہ یہ اخلاق ہے بچ جاؤ۔ کہہ دو کہ تیرے کمان میں جتنے تیر ہیں سارے چلا دے ادھر سے ایک کا جواب بھی نہیں آئے گا یہ اخلاق بنا لو جنت الفردوس کی چابی اللہ کا نبی خود پکڑائے گا جس گھر میں معاف کرنے کے قانون نہیں طعنے ہیں انتقامی کاروائیاں ہیں وہ گھر جہنم ہے کہانی بڑی دردناک ہے جاؤ پورے پاکستان میں ایک ایک گھر میں دیکھو سنگ مرمر کی دیواریں آگ بن چکی ہیں اے سی سے نکلنے والی ٹھنڈی ہوا بد اخلاقی کی لگائی ہوئی گرمی کی آگ کو ٹھنڈا نہیں کر رہی فقط ٹھنڈا پانی سینے کی آگ کو ٹھنڈا نہیں کرتا نرم گدے

دار بستر اس کے لیے کانٹے بن
چکے ہیں کو بصورت کوٹھی اور محل اور
محل اس کے لیے تنگ قبرستان
بن چکا ہے ہمارے عمال کی وجہ
سے ہمارے ملک میں عدل مٹ
رہا ہے ہماری ریڈھ کی ہڈی
ہمارے لیے عدل ہے عدل ہے تو
کانٹوں پر بھی نیند کے مزے
پائے گا عدل ہے تو سوکھی روٹی
میں بھی پراٹھے کا مزہ آئے گا عدل
مٹ گیا تو تاج محل میں رہ کر بھی
اس کے دل کو سکون نہیں ہوگا نرم
گدے بھی اس کے اندر کی آگ
کو ٹھنڈا نہیں کر سکتے ساون کی
جھڑیاں اور بھادو کی برسات بھی
اللہ کی قسم اس کے وجود میں سلگنے
والی آگ کو ٹھنڈا نہیں کر سکتی وکیل
اور جج کا قلم بک گیا وہ ملک لٹ گیا
اس میں زندگی موت ہے قبرستان
ہے مردے ہیں جو زندگی کا بوجھ
اٹھائے ہوئے ہیں عدل ہے تو
زندگی ہے اللہ عدل دے انصاف
دے

حکیم طفیل طوفی

محمد عباس جانی کی ڈائری

یوں تو میری زندگی میں بہت سے
دکھ ہیں لیکن ایک دکھ ایسا ہے جسے
میں چاہ کر بھی نہیں بھلا سکتا وہ دکھ
ہے محبت کا اور وہ محبت ہے شاہدہ
جی کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ مجھے
تو اس نے کوئی دکھ نہیں دیا پھر یہ
خیال آتا کہ یہ دکھ کہاں سے آگئے
ہیں میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتے
ان سے نجات کا طریقہ ہے یا تو
مجھے شاہدہ مل جائے یا پھر موت
آجائے تقریباً وہ چار سال سے
مجھ جدا ہے ان چار سالوں میں
اس نے ایک بار بھی ملاقات نہیں
کی پھر بھی میں اس کی آس لگائے
بیٹھا ہوں کہ وہ آجائے اور مجھے اپنا
بنائے اور کہے گی جانی میں تیرے
بن ادھوری ہوں میں تیرے بن
تنہا ہوں میری تنہائیوں کو دور کر دو
مجھے مکمل کر دو اب مجھ سے دور
مت جانا ورنہ میں مر جاؤں گی یہ
سب میں آس لگائے بیٹھا ہوں
اس کے دل میں پتہ نہیں میرے
لیے کیا کچھ ہے خدا جانتا ہے لیکن
وہ جہاں بھی ہے جیسے بھی ہے خوش
رہے اگر اس نے مجھے بھلا دیا تو
پھر خوش رہے کبھی کبھی میرا دل کرتا
ہے کہ اس کو بھول کر نئی زندگی
شروع کر لوں اور اس کے دیئے
ہوئے س لیٹر اور تحفے اس کو لٹا
دوں لیکن یہ کرنا میرے بس میں
نہیں ہے کہ میں اس کے دیئے
ہوئے لیٹروں کو ہی تو پڑھ پڑھ کر
جی رہا ہوں میں جب بھی اس کے
لیٹر پڑھتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس
ہوتا ہے کہ وہ میرے سامنے بیٹھی
ہے اور مجھ سے باتیں کر رہی ہے
اس کی خوشبو میں آج بھی اس کے
لیٹروں میں محسوس کر رہا ہوں ہر
روز اپنے زخموں کو تازہ کرتا ہوں
ہر روز جیتا ہوں ہر روز مرتا ہوں
لیکن پھر بھی اس کی یاد میرا پیچھا
نہیں چھوڑتی میں نے اس کی
جدائی میں اپنا گھر گاؤں چھوڑا
میرے گھر میں اس گاؤں میں ان
گلیوں میں اس کی یادیں وابستہ
تھیں میں جب بھی گھر میں ہوتا یا
گلیوں میں تو اس کے یادیں
میرے پیچھے ہی رہیں میں نے گھر
چھوڑ دیا گاؤں بھی چھوڑ دیا مگر اس
کی یادوں نے میرا پیچھا نہیں
چھوڑا اب تھک ہار کر بیٹھ گیا ہوں
اور یہی سوچ رہا ہوں کہ کاش وہ
ایک بار مجھے سے رابطہ کرے اگر
وہ میری یہ تحریر پڑھ رہی ہے تو پلیز
مجھ سے رابطہ ضرور کرے میں اس
کا انتظار کر رہا ہوں میرا وہی پہلے
والا نمبر ہی چل رہا ہے ایک بار پلیز
ایک بار مجھ سے رابطہ کرو مجھے
بکھرنے سے بچا لو اگر بکھیرا ہے تو
سمیٹ لو اور میری زندگی میں
دوبارہ سے آجاؤ میں بہت بے
چینی سے اس کا انتظار کر رہا
ہوں مجھے امید ہے وہ یری تحریر
دیکھ کر مجھ سے ایک بار رابطہ ضرور
کرے
گی

محمد عباس عرف جانی ائے ایس
چک 75.12.i

میں نے جواب عرض کیوں پڑھنا شروع کیا

میں نے اس لیے جواب عرض شروع کیا کہ میرا بیسٹ فرینڈ نے مجھے جواب عرض گفٹ میں دیا تو مجھے بہت اچھا لگا تب میں آج تک میں ہر ماہ لیتا ہوں اور شوق سے پڑھتا ہوں
----شاہد اقبال چوکی

میری فرینڈ کی مما شگفتہ آنٹی ہر ماہ جواب عرض لے کر پڑھتی تھیں تو میں نے ایک بار اپنی فرینڈ کو بولا کہ مجھے بھی لا دو پھر میری آنٹی راشدہ نے پڑھنا شروع کر دیا تو مجھے بھی شوق ہوتا گیا اور آج تک نہیں چھوڑا
------شازیہ حبیب اوکاڑہ

میں نے جواب عرض اپنے والد کی وجہ سے پڑھنا شروع کیا تھا کیوں کہ وہ شوق سے پڑھتے تھےاور اس میں لکھتے تھے اب وہ اس دنیا میں نہیں ہیں میں نے ان کے رسالوں کو پڑھنا شروع کر دیا اور اسی طرح مجھے رسالے سے پیار ہوتا گیا اور آج بھی اتنی ہی دلچسپی ہے
-------نامعلوم

میں نے چھ سات سال پہلے ایک رائٹر کی کہانی پڑھی تھی میری محبت امر کر دو لکھی نے لکھی بھی قسط وار ناول تھا اس کہانی کی لاسٹ قسط پڑھنے پڑھنے کے لیے میں نے جواب عرض شروع کیا آج تک یہ رشتہ یونہی قائم دائم ہے مگر اس کہانی کا اینڈ آج تک شائع نہیں ہوا یہی کہہ سکتی ہوں کہ میں آج تک اس اینڈ کو پڑھنے کو بے تاب ہوں
---ندا علی عباس سوہاوہ گجر خان

مجھے جواب عرض پڑھتے ہوئے تقریبا سات یا آٹھ سال ہو گئے ہیں اسے پڑھنے کی وجہ اس وقت تین عورتیں اور تین کہانیاں شائع ہوتی تھی میرا بھانجا ایک مرتبہ یہ رسالہ لے آیا میں نے پڑھا تو اچھا لگا اس وقت مجھے اس رسالے کے نام کا پتہ نہ تھا میں آ کر پھر مجھے مل گیا اور میں نے تین عورتیں تین کہانیاں پڑھتی تھی پھر اسے پڑھتے پڑھتے میرا شوق جنون پکڑتا گیا اور آج تک میرا رشتہ اس سے قائم ہے
-----عابدہ رانی گوجرانوالہ

میں نے جواب عرض اس لیے پڑھنا شروع کیا کہ میری امی جان اسے شوق سے پڑھتی تھیں میں نے بھی سوچا کہ پڑھ کر دیکھوں شروع کیا تو دل کو بہت سکون ملا تو اس لیے یہ سکون حاصل کرنے کے لیے میں ہر ماہ جواب عرض لیتا ہوں اور میرا اس کے ساتھ ایک رشتہ قائم ہے
---ضیاقت علی کوٹلی آزاد کشمیر

میں نے جواب عرض اس لئے پڑھنا شروع کیا کہ عالمگیر صاحب مرحوم نے اپنی ماں کا ایک صفحہ شروع کیا ہوا تھا جو مجھے بہت پسند تھا اس کا یک لفظ میرے دل کو اچھا لگتا تھا کہ اپنے ماں کے قدموں کی خاک ایک ذرا سا انسان عالمگیر تو میں نے تب سے جواب عرض سے رشتہ جوڑ رکھا ہے یہ مجھے بہت پیارا ہے
محمد آفتاب احمد، شاد کوٹ
----------ملک دو کوٹہ

میں نے جواب عرض تب شروع کیا جب میں بالکل تنہا رہتا تھا ایک دن ایک دوست کے پاس دیکھا تو دل چاہا کہ پڑھ کر دیکھوں اس سے لے لیا اور پڑھا تو واقعی ہی دل خوش ہو گیا اور تب سے آج تک اس نے مجھے تنہا نہیں ہونے دیا میری تنہائی کا ساتھی جواب عرض آئی لو یو
-------محمد طفیل طوفی کوئٹہ

میں نے جواب عرض اس

لیے شروع کیا کہ اس میں ریاض احمد کی کہانی مجھے بہت اچھی لگتی تھیں جس میں ریاض احمد کی کہانی نہیں ہوتی تھی میں وہ رسالہ نہی لیتی تھی تو میرا جواب عرض پڑھنے کا مقصد صرف ریاض احمد کی کہانیاں ہیں خدا ان کے قلم کو اور بھی نکھارے آمین

سدرہ کنول لاہور

مجھے جواب عرض پڑھنے کا بچپن سے ہی شوق تھا مگر کوئی پڑھنے نہیں دیتا تھا اب میں اپنی مرضی کی مالک ہوں جو چاہوں کروں اب تو میں ہر ماہ جواب عرض لیتی ہوں اور اس کو پڑھنا میرا شوق ہے

حور یہ پری لاہور

جواب عرض تو میری جان ہے میں جواب عرض کو چھوڑ دوں یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا میں گھر رشتہ دار دنیا کا ہر کام چھوڑ دوں گی مگر جواب عرض نہیں یہ مجھے سب سے پیارا ہے میرے گھر والے میری ضد کے آگئے ہار گئے ہیں

ماریہ شہزادی چیچہ وطنی

جواب عرض میں لیے پڑھنا شروع کیا کہ اس میں شعر اچھے لگتے تھے اب تو شعر چھوڑ کر میں خود ایک شاعر بن گیا ہوں جواب عرض کی وجہ سے

عبدالشکور لاہور

جواب عرض میری ایک دوست پڑھتی تھی میں کب بھی اس کے پاس جاتی وہ مجھے کوئی نہ کوئی کہانی سناتی تو مجھے اچھا لگتا ایک دن وہ جو کہانی پڑھ رہی تھی اس نے وہ مجھے سنائی اور تو میں اس سے جواب عرض اپنے گھر لے آئی تب سے آج تک میں نے کسی ماہ کا رسالہ مس نہیں کیا

راشدہ پتوکی

میں جواب عرض اس لیے پڑھتا ہوں کہ میری ایک فرینڈ کی تحریریں آتی ہیں واہ کیا کشش ہے اس جواب عرض میں اس نے میرے ارمانوں کو کھینچ ہی لیا اپنی طرف اب اسے چھوڑنے کو میرا دل بھی نہیں کرتا

فیضان قیصر پنڈی

مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہ جواب عرض ہے ایک دن میں اپنی پھوپھو کے ساتھ ان کی ایک دوست کے گھر گی تو ان کی چار پائی پر پڑا ہوا تھا بارشوں سے بھیگا ہوا پہلے اور اینڈ کے دو تین پیج غائب تھے میں نے اٹھا لیا اور اسے دیکھنا شروع کر دیا پھر ان سے پوچھ کر گھر لا کر پڑھا تو اچھا لگا وب وہ مجھ سے لیتی ہیں کہ پڑھ کے لاتا دیں گی

ماریہ ریاض لاہور

مجھے کشور کرن کی یہ غزل اچھی لگی تھی ہم بہت ہریشان تھے اور شہر تیرا تھا راستے بہت انجان تھے اور شہر تیرا تھا میں نے کشور کرن کی غزلوں کی وجہ سے رسالہ لینا شروع کیا میں ان کی فین ہوں ان کی غزلوں میں مجھے بہت سکون ملتا ہے

فضیلت اسلم بھائی پھیرو

جواب عرض کی تو کیا ہی بات ہے یہ اپنی مثال آپ ہے ایک دن میں بوریت ختم کرنے کے لیے خریدہ تھا تو یہ میرا دوست بن گیا مجھے اس سے دوستی اچھی لگی تب سے اب تک ہم ساتھ ساتھ ہیں

زین ظفر کوئٹہ

مجھے اس رسالے میں اسلامی باتیں بہت اچھی لگتی تھیں میں نے اسلامی صفحہ کی وجہ سے شروع کیا تھا اب تو ون ٹو آل پڑھتا ہوں اللہ پاک اس کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین

زاہد رفیق اسلام آباد

میں نے اس لیے جواب عرض شروع کیا کہ اس کی یاد تڑپاتی تھی اس وہ بے وفا چھوڑ گئی تھی اس کی بے وفائی کا زہر میرے اندر سرایت کرتا جا رہا تھا اس کو کم کرنے کے لیے میں نے جواب عرض کو اپنا ہمسفر بنا لیا اب یہ ہے میں ہوں اور یہ وقت ہے

کامران ممتاز قصور

رشتے ناطے

☒......عمر 38 سال، قد پانچ فٹ، رنگ گورا، تعلیم یافتہ، دیندار، کاروبار، ذاتی مکان، پیسے کی ریل پیل، ملنسار، خوش اخلاق، اس کیلئے پڑھی لکھی، دینی تعلیم لازمی، اچھے بھلے کی پہچان رکھنے والی، بڑوں کی عزت کرنے والی، چھوٹوں سے شفقت کرنے والی، ایسی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ والدین یا خود مختار لڑکیاں رابطہ کریں۔ (چوہدری ناصر محمود، پسرور)

☒......25 سالہ بیوہ کیلئے ایک اچھے کردار کے مالک لڑکے کا رشتہ درکار ہے بیوہ کی تعلیم ایف ایس سی ہے۔ بیوہ کا ذاتی مکان ہے۔ والدین بچپن میں فوت ہو گئے ہیں۔ اچھے اخلاق کا مالک ہو غیر اخلاقی عادت نہ ہوں نشئی اور جواریوں سے معذرت پڑھے لکھے سمجھدار اور خواہشمند حضرات فوری رابطہ کریں (فوزیہ جبیں، ظفروال)

☒......ہمیں اپنی بیٹی کیلئے ایسے لڑکے کی تلاش ہے جو پڑھا لکھا ہو، خوبصورت ہو، ذاتی کاروبار ہو، ذاتی مکان، پڑھی لکھی خوبصورت تعلیم یافتہ والدین کی اکلوتی اولاد وراثت میں مکان، دھوکے باز سے معذرت فوری رابطہ لڑکا خود بھی مل سکتا ہے۔ (نور محمد، قصور)

☒......45 سالہ بیوہ کیلئے رشتہ درکار ہے اپنی کوٹھی، بینک بیلنس، ذاتی گاڑی، ذاتی کاروبار ایسے رشتے کی ضرورت ہے جو گھر داماد رہنا پسند کرے پڑھا لکھا ہو اور کاروبار سنبھال سکتا ہو۔ کاروبار کے سلسلے میں اندرون بیرون ملک جانے کیلئے خوبصورت اور انٹیلی جنٹ لڑکے کی ضرورت ہے لالچی اور خود غرض رابطہ کرنے سے پرہیز کریں۔ (نور فاطمہ، میلسی)

☒......سید فیملی کی دوشیزہ کیلئے رشتہ درکار ہے۔ رنگ سانولا، پڑھی لکھی، وراثت میں مکان، سید فیملی سے رشتہ درکار ہے، لڑکا پڑھا لکھا ہو، خوبصورت ہو، گھر داماد رہنے کو ترجیح دی جائے گی، لالچی اور سید فیملی سے باہر کے رابطہ کرنے سے پرہیز کریں۔ بالمشافہ ملیں یا فوری رابطہ کریں (محمد اصغر، لاہور)

☒......ایسے خوبرو لڑکے کیلئے رشتہ درکار ہے جو شادی کے بعد فوری طور پر بیرون ملک لے جانا چاہتا ہے۔ ایسی لڑکی کا رشتہ درکار ہے جو خوبصورت ہو، پڑھی لکھی ہو، عزت کرنا جانتی ہو، چال باز اور وقت گزار لڑکیاں زحمت نہ کریں۔ (محمد قیصر، بنوں)

☒......مجھے ایسا رشتہ چاہیے جو اپنے پاس رکھے۔ کیونکہ میرے والدین فوت ہو چکے ہیں میری عمر تقریباً 28 سال ہے اور دارالامان میں رہ رہی ہوں کسی پڑھی لکھی فیملی سے رشتہ درکار ہے جو سرکاری ملازم ہو۔ فوری رابطہ کریں (سہیل احمد، یتیم خانہ لاہور)

☒......50 سالہ خوبرو بیوہ کیلئے ایک اچھے کردار کے مالک لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ بیوہ کی تعلیم بی ایس سی ہے اور سکول ہیڈ مسٹریس ہے بیوہ کی ذاتی کوٹھی بھی ہے لڑکا خوبصورت ہو، پڑھا لکھا کم از کم ایف اے پاس ہو کوئی غیر اخلاقی عادت نہ ہو شریف اور باادب خواہشمند حضرات۔ (فرحت نسرین، نوشہرہ)

☒......ہمیں اپنی بیٹی رنگ سانولہ، قد ساڑھے چار فٹ، تعلیم بی اے کیلئے ایسے لڑکے کا رشتہ درکار ہے جو پڑھا لکھا ہو، خوبصورت ہو، ذاتی کاروبار ہو، دھوکے باز سے معذرت فوری رابطہ لڑکا خود بھی مل سکتا ہے۔ (راشد علی، ڈسکہ)

دُکھ درد ہمارے

"دکھ درد ہمارے" کالم کے لیے جو قارئین بھی اپنا دکھ شائع کرانا چاہتے ہیں وہ اپنے دکھ لکھ کر ہمراہ اپنے شناختی کارڈ کی کاپی بھی ارسال کریں۔ "دکھ درد ہمارے" کالم کے لیے جن قارئین کے شناختی کارڈز کی کاپی ہمراہ نہیں آئے گی ان کو "دکھ درد ہمارے" کالم میں جگہ نہیں دی جائے گی۔ ایسے تمام قارئین کے آئے ہوئے خطوط ضائع کر دیتے ہیں۔...... ایڈیٹر

......میری زندگی کی کہانی ایک نشیب فراز کا مجموعہ ہے، کبھی خوشی تو کبھی غم۔ میرے ساتھ کچھ ایسا ہوا کہ میں ایک بہت ہی امیر ماں باپ کی بیٹی تھی۔ بچپن سے ہی ہر چیز میسر، وہ کہتے ہیں کہ سونے کا چمچ منہ میں لے کر پیدا ہونا ویسا ہی حساب تھا میرا۔ ماں باپ کی پہلی اولاد تھی لہٰذا سب سے زیادہ لاڈ پیار بھی حاصل کیا۔ جب میں تین چار سال کی تھی تو اللہ نے مجھے ایک بھائی دیا۔ پھر میں بھائی کے ساتھ مگن ہو گئی اس کو اٹھاتی اس کے ساتھ کھیلتی اسے پیار کرتی حتیٰ کہ بھائی بھی مجھ سے بہت مانوس ہو گیا۔ پھر اچانک وقت کی آندھی ایسی چلی کہ ہماری تمام خوشیاں اڑا کر لے گئی۔ ہوا کچھ یوں کہ میں ابھی کوئی دس گیارہ سال کی تھی اور بھائی پانچ چھ سال کا تھا کہ ابو کا روڈ ایکسیڈنٹ ہو گیا اور ابو انتقال کر گئے۔ ہم لوگ گھر میں اپنے کام کاج میں مصروف تھے کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی دیکھا تو کچھ لوگوں نے ایک چارپائی پر ایک لاش کو ڈالا ہوا تھا اور انہوں نے بتایا کہ یہ آپ کے ابو کی لاش ہے۔ میں تو سنتے ہی بے ہوش ہو گئی۔ خیر ہوش میں آئی تو بہت سارے لوگ ہمارے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے اور پھر ابو کا کفن دفن ہوا اور ساری رسومات کے بعد سب لوگ چلے گئے یوں ہماری بربادی کا سلسلہ شروع ہوا۔ ابو کا کاروبار ختم ہو گیا کیونکہ کوئی سنبھالنے والا نہیں تھا امی نے تھوڑا وقت دیا جس سے تھوڑا بہت کاروبار چلتا رہا اور ہمارا گھر بھی چلتا رہا۔ امی نے بہت زیادہ محنت کی اور ہمیں پڑھایا لکھایا اور پھر جب شادی کا وقت آیا میری منگنی ہوئی پھر شادی کا مقرر وقت آیا شادی ہو گئی سسرال کافی اچھے کھاتے پیتے تھے اور اچھے لوگ تھے۔ میرا شوہر تو بہت اچھا اور مجھ سے بہت پیار کرتا تھا شادی کے ایک سال بعد مجھے بیٹا ہوا بیٹا جب دو سال کا ہوا تو جڑواں بیٹیاں ہوئیں۔ بیٹیاں ابھی ڈیڑھ سال کی ہوئی تھیں کہ اچانک ایک دن ٹیلی فون آیا میں نے جب سنا تو کوئی کہہ رہا تھا کہ یہ بشارت علی کا گھر ہے تو میں نے کہا جی ہاں تو اس نے کہا آپ بشارت علی کی کیا لگتی ہیں میں نے ان سے کہا میں ان کی بیوی ہوں اس نے کہا آپ کے شوہر کی لاش ہسپتال میں پڑی ہے آپ آ کر وصول کر لیں۔ میری تو دنیا ہی اجڑ گئی اور میں بے ہوش ہو گئی جب مجھے ہوش آیا تو میرے سسر نے پوچھا تو میں نے سب کچھ بتایا اور وہ سب بھی رونے دھونے لگے اور پھر بھاگ کر ہسپتال پہنچے وہاں سے لاش وصول کی اور گھر آ کر کفن دفن کیا۔ کچھ عرصہ لوگوں کا آنا جانا لگا رہا

ابھی ہم اس صدمے سے باہر نہیں نکلے تھے کہ ایک دن پولیس کے ساتھ کچھ اور لوگ ہمارے گھر آئے اور کہا کہ آپ یہ گھر خالی کر دیں کیونکہ یہ گھر اب آپ کا نہیں رہا۔ پتہ چلا کہ ہماری فیکٹری کے منیجر نے تمام کاروبار اور تمام جائیداد اپنے نام کروا لی ہے اور یوں ہم دربدر ہو گئے اور آج تک اس حال میں ہیں کہ کبھی روٹی مل جاتی تو کبھی بھوکے سو جاتے ہیں۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ میری مشکلات کو آسان کرے۔ (فرحت جبیں...... سرگودھا)

......میری زندگی کی کہانی کچھ اس طرح ہے میں جب پیدا ہوئی تو میرے گھر میں پہلے ہی بہن بھائیوں کی ریل پیل تھی کیونکہ میرے سے چار بھائی بڑے اور دو بہنیں تھیں جب میں پیدا ہوئی تو کوئی خاص خوشی نہیں منائی گئی کیونکہ اس دور میں لڑکیاں کو تو پہلے ہی زحمت سمجھا جاتا ہے مجھے بچپن سے ہی کوئی خاص پیار نہیں ملا اس لیں میں نے رسالوں کا سہارا لیا میرا شوق صرف رسالوں تک ہی محدود رہ گیا ایک مرتبہ ایک ڈائجسٹ میں میں نے ایک بابا کا اشتہار پڑھا اور ان کو خط لکھ دیا انہوں نے جس طرح کا اشتہار دیا ہوا تھا وہ بڑا ہی سسپنس قسم کا تھا کہ بابا جی اللہ سے براہ راست رابطہ کرتے ہیں میں نے جب ان کو خط لکھا اور اپنے گھر کے حالات لکھے تو کچھ دنوں کے بعد ہی بابا جی اپنے مرید کے ساتھ ہمارے گھر میں آ گئے اور انہوں نے میرے گھر والوں کو ایسے سبز باغ دکھائے کہ میرے گھر والے بھی اس کے مطیع ہو گئے وہ بابا جی تقریباً ایک ماہ تک ہمارے گھر میں ہی ڈیرہ لگا کر بیٹھے رہے اور ایک دن انہوں نے ایسے سبز باغ دکھائے کہ میری والدہ، بڑی بہن، مجھے اور دو میرے بھائیوں کو ساتھ لے کر چلا گیا کہ میں آپ کے بھائیوں کو نوکری دلاؤں گا وہ ہمیں ایک ایسے علاقے میں لے گیا جہاں پر ہمیں کوئی بھی نہیں جانتا تھا اس نے وہاں جا کر میری بڑی بہن سے خود نکاح کر لیا اور میرا نکاح اپنے مرید سے کر دیا دو ماہ بعد کسی طریقے میرے والد اور محلے والوں میں ہمیں ڈھونڈ نکالا اور وہ پیر ہمیں چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ اور ہمیں گھر واپس لے آئے اس کے بعد میرے ہاں بیٹی ہوئی اور میری بڑی بہن کے ہاں بیٹا ہوا چار سال تک انتظار کیا لیکن اس پیر کا کہیں پتہ نہ چلا پھر عالموں سے مشورہ کر کے ایک اور جگہ پر میرے گھر والوں نے میری شادی کر دی شروع شروع میں بہت اچھے دن گزرتے رہے کیونکہ میرا خاوند ڈرائیور تھا اس نے مجھے کبھی بھی پریشانی نہیں آنے دی پھر میرے ہاں بیٹا ہوا اور گھر میں کافی سکون ہو گیا لیکن پتہ نہیں میرے گھر کو کسی کی نظر لگ گئی میرا خاوند نشے کا عادی ہو گیا اور اپنی والدہ کے کہنے پر مجھے مارتا پیٹتا بھی تھا میرے گھر والے بھی پریشان رہنا شروع ہو گئے کہ پہلے بھی بیٹی کو اتنے زیادہ دکھ ملے ہیں اب کیا کریں لیکن میرے خاوند نے تشدد کی حد کر دی مار پیٹ روزانہ کا معمول بن گیا آخر میرے گھر والوں نے تنگ آ کر اس سے طلاق کا مطالبہ کر دیا اس نے اس شرط پر طلاق دینے کا وعدہ کیا کہ بیٹا مجھے دے دو اور طلاق لے لو میرے گھر والوں نے میری ظاہری حالت دیکھ کر بیٹا ان کو دے دیا اور میرا گھر اجڑ گیا ایک سال تک میں اپنے گھر میں بیٹھی رہی پھر مجبوراً میرے گھر والوں نے تیسری جگہ میری شادی کر دی لیکن شروع شروع میں انہوں نے بڑے سبز باغ دکھائے تھے اب شادی کو تقریباً تین سال گزر گئے ہیں لیکن ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہوئی اب میری اللہ سے ہر وقت یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری گود ہری کر دے۔ (نور فاطمہ ...... مانسہرہ)

مختصر اشتہارات

Z کے نام

اے بے وفا تو نے اچھا نہیں کیا میرے ساتھ اگر آپ نے مجھ سے نہیں ملنا تھا تو پھر آپ نے مجھے بلایا کیوں تھا بولو نہ اب۔ (غلام فرید جاوید، حجرہ شاہ مقیم)

آمنہ راولپنڈی کے نام

واہ آمنہ جی کیا خوب صلہ دیا ہے آپ نے میری وفاؤں کا یاد رکھنا، مجھے برباد کر کے تم بھی خوش نہیں رہوگی۔ (غلام فرید جاوید، حجرہ شاہ مقیم)

سب کے نام

میں پاکستان پانچ ماہ رہا محمد بلال کھوفلی، ایم وائی سچا بھائی مسلسل رابطہ میں رہے کریم بٹی سے ملاقات ہوئی الطاف حسین دکھی سے بہت بار ملاقات ہوئی، احسان جٹ ندیم جٹ ابرار بٹ کا بھی شکریہ۔ (شہزاد سلطان، الکویت)

قارئین کے نام

جن دوستوں نے مجھے فون اور ایس ایم ایس کیے میں ان کا تہہ دل سے مشکور ہوں امید ہے یہ سلسلہ آئندہ بھی چلتا رہے گا۔ شکریہ (عاشق حسین طاہر، منڈی نونا نوالی)

ذرا سوچیے؟

جب ہم کسی کے دل کو بڑی بے رحمی سے توڑ دیتے ہیں تو ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن جب یہی رویہ کوئی ہمارے ساتھ کرتا ہے تو ہم پر کیا گزرتی ہے ذرا سوچیے اور پلیز کسی کا دل مت دکھاؤ۔ (عثمان غنی، قبولہ شریف)

F جان کے نام

جان کویت میں نہیں ہوں جسم کویت میں ذہن ہر وقت لاہور کی گلیوں میں ہر وقت تیرے پاس ہوتا ہے فون چالو کرو کال کروں گا۔ (حکیم محمد طفیل طوفی، الکویت)

جواب عرض کی ٹیم کے نام

جواب عرض کی پوری ٹیم کو دل کی گہرائیوں سے سلام، سب دوست ہی بہت اچھا لکھ رہے ہیں کسی ایک کا نام نہیں سب کی ہی شاعری بے مثال ہے غزل، شعر، کہانیاں ماں کے نام سب اپنی مثال آپ ہیں اور اچھا۔ (عامر سہیل راجپوت بھٹی، سمندری)

شاعروں کے نام

امجد حسین تبسم میو نے پانچ کتابیں گفٹ کیں (مجھے بھولا دینا) امین

عاصم کوٹلہ ارب علی خان کی کتاب (قریہ لیلیٰ) ساحر رسول بانیاں گجرات کی کتاب (کوئی لمحہ گماں کا ہو) ان سب کا شکریہ۔ (شہزادہ سلطان کیف، الکویت)

قارئین کے نام

میں شیخوپورہ شہر کے لڑکے لڑکیوں سے دوستی خط و کتابت کرنا چاہتا ہوں مجھ سے رابطہ کریں مجھے خط کا انتظار رہے گا شیخوپورہ کے لوگ پیار کرنے والے ہیں۔ (سید عارف شاہ، جہلم شہر)

قارئین کے نام

مجھے جواب عرض میں اپنے دکھ لکھتے ہوئے 17 سال ہو گئے ہیں مگر جواب عرض کا کوئی قاری چاہے وہ بیرون ملک ہے یا پھر اندرون ملک کسی نے بھی نہ میرے دکھ کم کرنے کی کوشش کی اور نہ ہی میرے الفاظوں پر غور کیا اس دنیا میں غریب کی کوئی نہیں سنتا صرف موت ہی سب کے دکھوں کو ختم کر سکتی ہے۔ (محمد آفتاب شاد، دوکوٹہ)

ایڈیٹر کے نام

جناب ادب سے گزارش ہے کہ

ہماری ذات پر بھی توجہ کیجئے بندہ ناچیز کی تحریروں کو بھی جگہ عنایت کیجئے گا نوازش ہوگی۔ (حماد ظفر ہادی، منڈی بہاؤالدین)

حماد ظفر ہادی کے نام

ہادی میاں جتنی تحریریں تیری رسالے میں لگتی ہیں میرے خیال میں کم ہی کسی کی اتنی لگتی ہوں گی یہ گلے شکوے اچھے نہیں ہوتے بچے آئندہ احتیاط کرنا ایسے گلے شکوے کرنے کی۔ (ادارہ)

شہزادہ التمش کے نام

بھائی جان ہم غریبوں پر بھی رحم کریں ہم جواب عرض کے بہت پرانا لکھنے والوں میں سے ہیں برائے مہربانی ہمارے کوپن ضرور شائع کرنا۔ (تمریز اعوان ارمانی، ہری پور ہزارہ)

تمریز اعوان کے نام

تمریز میاں جتنے بھی کوپن تیرے آتے ہیں میرے خیال میں سب کے تمام رسالے میں لگتے ہیں کبھی رسالہ خرید کر دیکھو تو پتہ چلے نہ کہ آپ کے کوپن لگتے بھی ہیں کہ نہیں۔ (ادارہ)

ایم ولی اعوان کے نام

السلام علیکم جناب محترم بھائی ولی اعوان زندگی کی ہمسفر قدم قدم پر آپ کے ساتھ زندگی کی یادگار لمحات نبھانے والی بھابی مسز اعوان کا اس دنیا سے کوچ کرنے سے دکھ ہوا۔ اللہ آپ کو دلی صبر دے آمین (ایم جبرائیل آفریدی، میانوالی)

علی اعوان کے نام

علی اعوان میری دعا ہے کہ اللہ پاک تجھ کو سارے جہان کی خوشیاں نصیب کرے اور میری زندگی بھی تجھ کو لگا دے آمین۔ (ولی محمد اعوان گولڑوی، لاہور کینٹ)

جبرائیل آفریدی کے نام

میں شکرگزار ہوں جبرائیل آفریدی اور عمر دراز آکاش کا جو مجھے مزید اچھا لکھنے کی دعا دیتے ہیں اور اسپیشل تھینکس میرے استادوں کو، میاں دوست محمد وٹولیہ، ملک عاشق حسین ساجد مظفر گڑھ۔ (آصف سانول، بہاولنگر)

منور سعید کے نام

ویسے تو میرے پیارے استاد منور سعید بہت ہی اچھے استاد ہیں لیکن مجھے صرف اس سے ایک ہی شکایت ہے وہ میری کال اٹینڈ نہیں کرتے۔ (مقصود احمد بلوچ، میاں چنوں)

اقراء سسٹر لاہور کے نام

باجی پلیز دوبارہ لکھنا شروع کریں پلیز تھینکس۔ (نزابت افشاں، مہورہ)

قارئین کے نام

دنیا میں اس ہاتھ کی طرح نہ بنو جو ایک خوبصورت پھول کو توڑتا ہے بلکہ اس پھول کی طرح بنو جو توڑنے والوں کو بھی خوشبو دیتا ہے۔ کے جان ہمیشہ خوش رہو۔ (شاہد اقبال خٹک، جنڈری)

صوبیہ کے نام

پلیز میری جان میرے پیار کا یقین کرو میں بہت زیادہ آپ سے محبت کرتا ہوں اگر ہو سکے تو پلیز مجھے اپنی ایک عدد تصویر ارسال کر دیں شکریہ۔ (مقصود احمد بلوچ، میاں چنوں)

کشور کرن پتوکی کے نام

آپ کی کہانیاں بہت بور ہوتی ہیں پلیز یہ بور کہانیاں ختم کرو اور کوئی اچھی سی کہانی تحریر کرو مہربانی ہوگی۔ (پرنس مظفر شاہ، پشاور)

قارئین کے نام

میں گجرات شہر حافظ آباد کے لڑکے لڑکیوں سے دوستی اور خط و کتابت کرنا چاہتا ہوں رابطہ کریں صرف وفا کرنے والے لکھیں۔ (سید عارف شاہ، جہلم شہر)

مت کرنا اعتبار اس دنیا سے عثمان
اکثر وہی لوگ دھوکہ دیتے ہیں
جن کو ٹوٹ کے چاہا جائے

محمد فیاض غوری

عمر: 31 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکیوں اور لڑکوں سے قلمی دوستی
پتہ: محمد فیاض غوری، اقبال ٹی سٹال نزد آرے والی گلی اسلامی کالونی بہاولپور

بشیر احمد بھٹی

عمر: 54 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: مکان نمبر CD-52 نزد جامع مسجد غوثیہ، فوجی بستی غربی بہاولپور

وسیم سلطان صابر خٹک

عمر: 25 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا
پتہ: ضلع وتحصیل کرک پوسٹ آفس ڈب گاؤں دوڑ خیل

نوید جگنو ہزارہ

عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: دکھی انسانیت کی خدمت کرنا

پتہ: ضلع وتحصیل مانسہرہ ڈاک خانہ ساں نواب بانڈی گلو

ملک ولی محمد اعوان گولڑوی

عمر: آپ کے سامنے ہوں
تعلیم:
مشغلے: غریب لوگوں کی ویلفیئر کرنی، رسالے پڑھنا
پتہ: صدر کینٹ لاہور

خالد فاروق آسی

عمر: 35 سال
تعلیم:
مشغلے: دوستی، شاعری
پتہ: علی پورہ، ملت کالونی فیصل اباد

حماد ظفر ہادی

عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: سٹڈی کرنا
پتہ: حماد الیکٹرک سٹور گوجرہ

محمد انصر ملک

عمر: 19 سال
تعلیم: میٹرک
مشغلے: اچھے لوگوں سے دوستی کرنا جواب عرض پڑھنا
پتہ: ضلع سرگودھا، تحصیل ساہیوال، ڈاک خانہ سیال شریف گاؤں

پوہلہ

واحد ملک

عمر: 29 سال
تعلیم: بی اے
مشغلے: اچھے لوگوں سے دوستی کرنا جواب عرض پڑھنا
پتہ: گوٹھ جعفر آباد تحصیل ٹنگوانی ضلع کشمور سندھ

ممریز بشیر گوندل

عمر: 23 سال
تعلیم:
مشغلے: ایس کو یاد کرنا
پتہ: ضلع منڈی بہاؤالدین، تحصیل ملکوال شہر گوجرہ نزد بینک روڈ

عثمان غنی

عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض کا مطالعہ کرنا، اور اس میں لکھنا
پتہ: ڈاک خانہ خاص الجامعہ اسلامیہ تحصیل عارف والا ضلع پاکپتن شریف قبولہ شریف

منظور اکبر تبسم

عمر: 17 سال

تعلیم:
مشغلے: دکھی انسانیت کی مدد کرنا اور دوستی کرنا
پتہ: گورنمنٹ ہائی سکول براستہ منڈی شاہ جیونہ، تحصیل و ضلع جھنگ

عمر: 45 سال
تعلیم:
مشغلے: دکھی لوگوں کی خدمت جیسے محبت میں ناکامی، شادی کا نہ ہونا، محبوب کا روٹھ جانا جنات وغیرہ اور کالے علم کا توڑ کرنا
پتہ: چائنہ سکیم لاہور

ظہیر ملک پوہلہ

عمر: 21 سال
تعلیم:
مشغلے: پھولوں کی سجاوٹ کرنا
پتہ: پوہلہ پوسٹ آفس سیال شریف، تحصیل ساہیوال، سرگودھا

شہزاد شاہد

عمر: 17 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا
پتہ: مارکیٹ حب، بس اسٹاف لیاری کراچی

مصطفیٰ گل

عمر:
تعلیم:
مشغلے: اچھے لوگوں سے ملنا
پتہ: رانگی واڑہ لیاری کراچی

رائے اطہر مسعود آکاش

عمر: 17 سال
تعلیم:
مشغلے: اچھی موسیقی سننا
پتہ: چک نمبر 144/9R ڈاک خانہ 227/9-R تحصیل فورٹ عباس ضلع بہاولنگر

ریاض احمد

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: ماں کی تلاش
پتہ: ڈاک خانہ رحیم آباد ضلع رحیم یارخان تحصل صادق آباد

آصف خان وصال

عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: ماں باپ کی خدمت کرنا
پتہ: کوہاٹ روڈ نیلم بازار ڈاک خان بوزہ خیل بنوں، بوزہ خیل سورانی

مجید احمد جائی ملتانی

عمر: 25 سال
تعلیم: نہم
مشغلے: قلمی دوستی، لکھنا، پڑھنا کالم نگاری
پتہ: ریکٹ بینکرز 37 کلو میٹر ملتان روڈ نزد مانگا منڈی اظہار اسٹیل

عبدالرحمٰن گجر

عمر:
تعلیم:
مشغلے: اچھے لوگوں سے دوستی کرنا، ایف ایم سننا
پتہ: گاؤں نین رانجھا تحصیل و ضلع منڈی بہاؤالدین

محمد رضوان حیدر پریمی

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: دردمندوں کے درد بانٹنا
پتہ: چک نمبر 163 ای بی محمد نگر ڈاک خانہ خاص اڈا محمد نگر تحصیل عارف والا ضلع پاکپتن

آصف سانول

عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: فوک شاعری دکھی لوگوں سے پیار
پتہ: کھر کالونی تحصیل چشتیاں ضلع بہاولنگر

ڈاکٹر عبدالوحید آرائیں

عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: ڈاکٹر بننا تعلیم حاصل کرنا
پتہ: باندی شہر ضلع نواب شاہ (سندھ)

محمد افضل مری بلوچ

عمر: 40 سال
تعلیم:
مشغلے: پڑھنا اور پڑھانا
پتہ: المدینہ میڈیکل اسٹور مین روڈ قاضی احمد ضلع شہید بینظیر آباد

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام

آصف پردیسی، قصور کے نام

کتنا مشکل ہے یہ سلسلہ عشق بھی اے رانا
محبت تو قائم رہتی ہے مگر انسان ٹوٹ جاتے ہیں
(رانا بابر علی ناز، لاہور)

پاک فوج کے نوجوانوں کے نام

اس پاک وطن کی مٹی پر ہم جان لٹانے
چل نکلے، تیری امانت خون اپنا ہم خون
بہانے چل نکلے، کھائی ہے تیری عزت
کی قسم، ہم اپنا عہد نبھانے چل نکلے
(منظور اکبر تبسم جھنگوی، جھنگ)

R، خوشاب کے نام

دل میں درد ہے آنکھوں میں نمی ہے
آجاؤ جانِ من زندگی میں بس تیری کمی ہے
(عابدہ رانی، گوجرانوالہ)

محمد عباس جانی چک نمبر 75/2L کے نام

جب بھی لب کھولیں تو دعا مانگتے ہیں
ہم تیرے دل تھوڑی سی پناہ مانگتے ہیں
بھلا نہ دینا کبھی دل سے ہمیں جانی
ہم آپ کی عمر بھر کی وفا مانگتے ہیں
(شاہزیب پرنس، چک نمبر 75L2L)

اسد مشکے والے کے نام

ہر قدم پہ تم میرے ساتھ آیا
ایسے دوستوں کو میں نے کبھی نہیں آزمایا
(مصطفیٰ گل، لیاری کراچی)

ارمان سنگم، اعجازہ انلی، فیصل آباد کے نام

وقت کے اک اک پل میں یاد آتے ہو تم
سانس کی اک اک لہر کو چھو جاتے ہو تم
جب ہوتی ہے رات نکلتے ہیں تارے
چاند میں مسکراتے نظر آتے ہو تم
(مریز بشیر گوندل، گوجرہ)

مس فوزیہ کنگن پور کے نام

یاد آتے ہو کچھ اور بھی شدت سے
بھول جانے کا جب بھی ارادہ چاہا
(اسحاق انجم، کنگن پور)

مدھو جی، جدہ کے نام

ہم تو آپ کے شہر میں وفا پانے آئے ہیں مدھو
یہ کون ہیں جو بےوفائی کی باتیں کرتے ہیں
(ایم وائی سچا، جدہ)

ایم وائی سچا، جدہ کے نام

تم کو شہرت ہو مبارک ہمیں رسوا نہ کرو
خود بھی بک جاؤ گے اک روز یہ سودا نہ کرو
(ایم وائی سچا، جدہ)

مس صبا، کلر سیداں کے نام

اک بےوفا کی خاطر یہ جنوں فراز کب تک
جو تجھ کو بھول گیا تو اس کو بھول جا
(ایس انمول، بھابڑہ)

مہر اعظم رضا، شہر خوشاں کے نام

ہر پھول کی قسمت میں کہاں ناز عروساں
کچھ پھول تو کھلتے ہیں مزاروں کیلئے
(ایس انمول، بھابڑہ شریف)

کسی اپنے کے نام

کیسے کرو گے تم میری چاہت کا اندازہ
میرے پیار کا سمندر تیری سوچ سے گہرا ہے
(ایس انمول، بھابڑہ)

قدیر بلوچ، بوٹا کوٹلہ جام کے نام

دوستی کے وعدے نبھاتے رہیں گے
ہر وقت آپ کو ستاتے مناتے رہینگے
مر بھی گئے تو کیا غم ہے اے دوست
ہم آنسو بنکر آپکی آنکھوں میں آتے رہینگے
(سید عبادت علی، ڈیرہ اسماعیل خان)

مائی ویلش کے نام

کبھی نہ چین سے سوئے ہم
تیرے پیار میں جب سے کھوئے ہم
یہ خواب و خیال یہ خواہشیں
کیا کیا حسین محل بنائیں ہم
(شہزادہ سلطان کیف، الکویت)

مائی ویلش اپنا دیس کے نام

میرے دل کی ہے یہ آرزو مجھے تو ہی ملا کرے
مجھے چاہے یونہی عمر بھر نہ شکایتیں نہ گلہ کرے
میری چاہتیں، خواہشیں میری زندگی تیرے لیے
میری رب سے دعا ہے مجھ سے کبھی جدا نہ کرے
(شہزادہ سلطان کیف، بھمبر)

Z ناز، کیچ مکران کے نام

اے اللہ میری آرزو پوری کر دیں
میں Z کو ہمیشہ خوشیاں نصیب کر دیں
(الٰہی بخش شمشاد، کیچ مکران تربت)

کیا آپ ایک اچھے دوست ہیں؟

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں لیکن میرے ساتھ آج تک کسی نے وفا نہیں کی ہے کوئی ہمدرد جو مجھ سے وفا کرے۔ (غلام فرید جاوید، حجرہ شاہ مقیم)

میں واقعی ایک اچھا دوست نہیں ہوں بڑا مشکل ہے ایک دوست ہونا زمانہ بدل چکا ہے۔ (شہزاد سلطان کیف، الکویت)

میں واقعی ایک اچھا دوست نہیں ہوں اچھا دوست ہونے کے لیے بہت سی خوبیوں کا ہونا ضروری ہے وہ شاید مجھ میں نہیں۔ (شہزاد سلطان کیف، الکویت)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں ان دوستوں کا جو دوستی کی قدر جانتے ہیں مگر آج کل زیادہ دھوکہ اور فریب کے سوا کچھ نہیں ہے میرا سلام ہے ان دوستوں کو جو دوستی کے معنی جانتے ہوں۔ (عاشق حسین طاہر، منڈی نوتانوالی)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں جو بھی دانشمند مجھ سے چند لمحوں کے لیے مل جل بیٹھتا ہے مجھ کو یاد کرتا رہتا ہے میرا ایک مخلص دوست ہے ایم ڈبلیو نام ہے۔ (نور حسن، ایبٹ آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست اچھا دوست وہ نہیں ہوتا جو شکل وصورت سے اچھا ہو بلکہ اچھا دوست تو وہ ہوتا ہے جو اخلاق میں اچھا ہو جو سیرت میں اچھا ہو جو دوستی کی قدر کرنا جانتا ہو۔ (عثمان غنی، قبولہ شریف)

میں واقعی ایک اچھا دوست کیسا دوست ہوں بس اتنا لکھوں گا یہ مت سوچنا کہ غافل ہو گئے ہیں تمہاری یاد سے بس تمہیں مصروف سمجھ کر تم سے بات نہیں کرتا۔ (عثمان غنی، قبولہ شریف)

میں واقعی ایک اچھا دوست زیادہ باتیں نہیں کرتا سمندر کی طرح خاموش ہوں دوستی کر کے کوئی بھی دیکھے جگری یار مانے گا مجھے۔ (حکیم محمد طفیل طوفی، کویت سٹی)

میں واقعی ایک اچھا دوست جی ہاں میں اس وقت تک اچھا ہوں جب تک کسی کے کام آتا رہوں گا اس کے بعد اللہ جانے دنیا بڑوں بڑوں کو بھول گئی میں کیا چیز ہوں۔ (ایم وائی سچا، جدہ السعودیہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست جی ہاں میں ایک اچھا دوست ہوں ارم مجھ کو بہت پسند کرتی ہے۔ ارم تم جہاں رہو خوشی سے زندگی گزار آئی مس ارم۔ (ریاض احمد، رحیم یار خان صادق آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں اور میں اپنے دوستوں کے ساتھ ہی وقت اچھا رہتا ہوں اور میرے دوست بھی بولے گئے اچھا ہے دوست۔ (سردار اقبال خان مستوئی، سردار گڑھ)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرا سب سے اچھا دوست میری ماں ہے ماں تجھے سلام۔ (غلام مصطفیٰ عرف موجو، کراچی)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں اچھا دوست ہوں یا نہیں یہ تو میرے چاہنے والے قیمتی دوست بہتر بتا سکیں گے کہ میں اچھا دوست ہوں یا نہیں میں کوشش تو ہر ممکن کرتا ہوں کہ سب کو اچھے اخلاق سے پیش آؤں۔ (ولی محمد اعوان گولڑوی، صدر کینٹ لاہور)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں مگر میرے دوست اچھے نہیں ہیں بہت سے دوست وقت گزاری کرتے ہیں چند ہیں جو مخلص ہیں جو مخلص

ہیں ان کو دل سے سلام۔ (آصف سانول، بہاولنگر)

میں واقعی ایک اچھا دوست نہیں ہوں کیونکہ میرے دوستوں کو مجھ سے بہت شکایتیں ہیں کیونکہ میں ان کی بات نہیں مانتے لیکن میرے دوست دنیا کے سب سے اچھے دوست ہیں۔ (رائے اطہر مسعود آکاش)

میں واقعی ایک اچھا دوست شاید میں اچھی دوست ہوں لیکن یہ میری دوستیں بتا سکتی ہیں کیونکہ میں نے انہیں ہر موڑ پر اپنوں سے بڑھ کر اہمیت دی۔ (عابدہ رانی، گوجرانوالہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرا بہترین دوست ایس ہے میری جان کی یادیں اور اس کے ساتھ بیتے ہوئے لمحے ہیں کیونکہ وہ میری زندگی کے حسین تر لمحے ہیں۔ (محمد شعیب ایس ایس، گاؤں گنڈا کس)

میں واقعی ایک اچھا دوست وہ ہے جو ہر کسی کو خوشی دے محبت اس کا شیوہ ہو لوگوں کی عزت اس کی عزت ہو یوں تو ہر ہاتھ ملانے والا دوست نہیں ہوتا ہے الحمدللہ جواب عرض ہزاروں مخلص دوست دیئے ہیں اگر نام لکھنے بیٹھ جاؤں تو صفحات کم پڑ جائیں سبھی سدا خوش رہیں آمین۔ (مجید احمد جائی ملتانی، ملتان)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرا دوست کے قبول میں ایک بہترین دوست ثابت ہوا ہوں وہ ایم فل کر چکا ہے اور ہر بات شیئر کرتا ہے۔ (عبدالسلام چوہدری، بہاولنگر)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں پہلے میرے دو دوست تھے طارق اور زاہد وہ تو میری تعریف کرتے ہیں اب جواب عرض سے کچھ دوست بنائے ہیں انشاء اللہ ان کو بھی شکایت نہ ہوگی۔ (آصف سانول، چشتیاں)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں لیکن بہت بے وفا ہوتے ہیں اب تو لوگوں میں وفا تو ہے ہی نہیں۔ (ایم عبدالوحید آرائیں، باندی)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں خود کو اچھا نہیں کہتا اگر میرے دوست مجھے اچھا سمجھتے ہیں تو سیر یہ میری خلوص محبت ہے کیونکہ میں کبھی کسی دوست کو شکوہ کا موقع نہیں دیتا۔ (آصف سانول، بہاولنگر)

میں واقعی ایک اچھا دوست نہیں ہوں کیونکہ میں جس سے بھی دوستی کرتا ہوں وہی دغا دے کر چلا جاتا ہے کاش کوئی ایسا نہ کرے۔ (اقصد علی فراز، گاؤں کوٹلی مستانی)

میں واقعی ایک اچھا دوست نہیں ہوں کیونکہ میرے ساتھ کوئی بھی اچھا نہیں رہا ہے۔ اور نہ میں کسی کی دوستی ہوں۔ (ثوبیہ حسین، کہوٹہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں یہ آپ میرے دوستوں سے پوچھ سکتے ہیں عمر یز بشیر گوندل آپ ہی بتا دیں رانا نذر زخمی سے پوچھ لیں۔ (حماد ظفر ہادی، منڈی بہاؤالدین)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں لیکن آج تک میں نے جس سے بھی دوستی کی ہے اس نے ہی میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے مجھے آج تک اس چیز کی سمجھ نہیں آئی کہ اس طرح کیوں ہوتا ہے۔ (مقصود احمد بلوچ، خانیوال)

میں واقعی ایک اچھا دوست یہ میں نہیں بتا سکتا کہ میرے دوست بتا سکتے ہیں کہ میں اچھا دوست ہوں یا۔ لیکن ہاں میں یہ ضرور بتا سکتا ہوں کہ میں ہر انسان کے ساتھ انسانیت سے ملتا ہوں۔ (شاہد اقبال خٹک، کرک جندری)

میں واقعی ایک اچھا دوست انشاء اللہ میں اپنے دوستوں میں ہی پورا دوستی میں ہی اترتا ہوں اور کسی دوست کو شکایت کرنے کا موقع نہیں دیتا۔ (سردار اقبال خان مستوئی، سردار گڑھ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں میرے جو بھی دوست ہے وہ سب ہی میرے ساتھ مخلص اور اچھے دوست ہے اور ہر مشکل وقت میں میرا ساتھ دیتے ہیں۔ (سردار اقبال خان مستوئی، سردار گڑھ)

غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو کیسا لگتا ہے؟

میری رائے میں خوشی ملتی ہے تو ہر طرف آسمان پر خود کو اڑتا محسوس کرتا ہوں دل آج بہت خوش ہے میرا۔ (ولی اعوان گولڑوی، کینٹ لاہور)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو بہت خوشی ہوتا ہے ایسا خوشی جیسا غم ہوتا بھی نہیں اس لیے خدا ہم کسی کو ایسا خوشی دے کہ غم آنے پر اس کا خوشی ختم نہیں ہوتا، آمین۔ (آصف خان وصال گلوتہ بنوں)

میری رائے میں انسان کی زندگی عجیب قسم کا ہوتا ہے اگر غم کے بعد خوشی ملے آپ کو انسان بڑا خوش قسمت سمجھتا ہے مگر غم تو لازم ہوتا ہے۔ (مصطفیٰ گل، لیاری)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی کب ملے، عمر بھر صرف اور صرف غم ہی ملے ہیں مجھے دل کا سکون صرف اور صرف سچائی سے ملتی ہے۔ (فیاض احمد، صادق آباد)

میری رائے میں تو دونوں زندگی کا حصہ ہے اگر غم نہ ہوں تو خوشی کا کیسے پتہ چلے گا غم ہو یا خوشی ہمیں صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے زندگی ایک دوڑ ہے غم کیا خوشی کیا؟ (رائے اطہر مسعود آکاش، 214/9-R)

میری رائے میں عرض ہے کہ غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو پرانے دکھ درد سب بھول جاتے ہیں زندگی پھر سے جیسے حسین لگنے لگتی ہے پھر پتہ بھی نہیں چلتا کہ وقت کیسے پر لگا کے اڑ جاتا ہے۔ (عابدہ رانی، گوجرانوالہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملے تو اچھی بات ہے مگر اب تو بہت مشکل نظر آتی ہے۔ (محمد اسحاق انجم، کنگن پور)

میری رائے میں وہ لوگ بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں جنہیں خوشیاں میسر آتی ہیں خوشی کا اک لمحہ ہزار لمحوں سے بہتر ہوتا ہے خوشی کے لمحات کو انجوائے کرنا چاہیے غم کو زندگی ویران کرتے ہیں۔ (مجید احمد جائی ملتانی، ملتان)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی جس کو اچھا نہیں لگتا مگر اب اس کالم کو بند ہی کر دیں کوئی نیا کالم اس کی جگہ شروع کرو اب یہ کافی پرانا ہو گیا اس پلیز توجہ دیں۔ (یونس عبدالرحمٰن گجر، نین رانجھا)

میری رائے میں ہے کہ غم کے بعد خوشی آ ہی جائے تو اس لمحے کو اس طرح کھینچ کرو کہ زندگی بھر وہ خوشی آپ کے پاس رہ جائے۔ (محمد رضوان حیدر پریکی، عارفوالہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو بہت ہی اچھا لگتا ہے۔ (محمد خادم خنک، ڈیرہ مراد جمالی)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو اچھا لگتا ہے کیونکہ خوشی تو آخر خوشی ہے مگر غم بھول نہیں جاتا کیونکہ اس کا زخم گہرا ہوتا ہے۔ (عبدالسلام چوہدری، بہاولنگر)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملے تو ایسا لگتا ہے جیسے غم تھا ہی نہیں لیکن غم تو آخر غم ہوتا ہے چاہے زمانہ بیت جائے غم یاد رہتا ہے۔ (آصف سانول، بہاولنگر)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے پھولوں پر بہار آ گئی ہو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ کسی کو غم نہ دے۔ (ایم عبدالوحید آرائیں، باندی)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملے تو اچھا لگتا ہے مگر مجھ سے تو شاید خوشیاں روٹھ ہی گئیں ہیں ایک خوشی مل جائے تو اس سے زیادہ غم مل جاتے ہیں۔ (آصف سانول، بہاولنگر)

میری رائے میں ابھی تک تو امید پر ہیں کہ خوشی ایک نہ ایک دن ضرور آئے گی۔ (وسیم سلطان صابر خنک، کرک دوڑ خیل)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو بہت ہی اچھا لگتا ہے۔ (نور جہاں، ڈیرہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی کب ملے، عمر بھر صرف اور صرف غم ہی ملے ہیں مجھے دل کا سکون صرف اور صرف سچائی سے ملتی ہے۔ (فاطمہ بی، فتح جھنگ)

میری رائے میں جب خوشی ملتی ہے تو انسان خود کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہے پر خوشی تو کچھ پل کی ہوتی ہے۔ (ثوبیہ حسین، کہوٹہ)

میری رائے میں جب خوشی ملتی ہے تو ظاہری سی بات ہے انسان خوش ہی ہوگا اور سارے غم بھول جاتا ہے۔ (ثوبیہ حسین، کہوٹہ)

میری رائے میں ہمیں تو آج تک خوشی ملی ہی نہیں جب ملی تو ضرور آگاہ کریں گے۔ (اقصد علی فراز، الدین)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو بہت اچھا لگتا ہے لیکن ہمیں تو جب بھی خوشی ملی ہے غم بھی اس کے پیچھے ہوتے ہیں۔ (اقصد علی فراز، منڈی بہاؤالدین)

میری رائے میں جب مجھے غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو اس وقت میری آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور وہ آنسو غم کے نہیں ہوتے بلکہ وہ خوشی کے آنسو ہوتے ہیں۔ (مقصود احمد بلوچ، خانیوال)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے خزاں کے بعد بہار آئے۔ (نزاہت افشاں، اٹک)

میری رائے میں بہت اچھا لگتا ہے مگر اب اس کوپن کی جگہ کوئی اور کوپن نکال دیں یہ پرانا ہو گیا ہے۔ (حماد ظفر بادی، گوجرہ)

میری رائے میں ہے کہ غم کے بعد خوشی ملے تو جیسے پت جھڑ جانے کے بعد بہار آئے تو کتنی راحت ملتی ہے۔ (عبدالمجید احمد، سنٹرل جیل فیصل آباد)

میری رائے میں ہمیں تو خوشی ملی ہی نہیں

آپ تمام دوستوں سے اپیل ہے کہ وہ میرے لیے دعا کریں کہ رب تعالیٰ مجھے خوشی عطا کرے۔ (تیمور حسین، پھلوال)

میری رائے میں خوشی ایک ایسا چیز ہے کہ انسان اللہ کو بھی بھول جاتا ہے جب غم آ جائے تو انسان کو پھر ہوش آتا ہے اور اپنے رب کو پھر کثرت سے یاد کرتا ہے غم کے بعد خوشی آنے سے جان آتا ہے خدا ہر کسی کو غم سے دور رکھے۔ (شاہد اقبال خٹک، کرک جنتدری)

میری رائے میں مجھے تو آج تک کوئی خوشی ملی ہی نہیں ہے جس کا میں اندازہ کر سکوں کہ غم کے بعد خوشی کو کیسے محسوس کیا جاتا ہے ہمیں تو زندگی میں غم ہی غم ملے ہیں۔ (مقصود احمد بلوچ، میاں چنوں)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملے تو بہت اچھا لگتا ہے۔ (حماد ظفر بادی، منڈی بہاؤالدین)

میری رائے میں غم کے بعد جب انسان کو خوشی ملتی ہے تو پھر خوشی ملتی ہے تو اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے تو پھر جب غم ملتے ہیں تو اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے۔ (سردار اقبال خان مستوئی، سردار گڑھ)

میری رائے میں غم کے بعد جب انسان کو خوشی ملتی ہے پھر اپنے رب کو ہی بھول جاتا ہے اور یاد نہیں کرتا خوشی میں رہے کر۔ (سردار اقبال خان مستوئی، سردار گڑھ)

میری رائے میں خوشی کی کوئی قیمت نہیں جو غم کے بعد ملتی ہے جیسے میں نے اگر بہت دوست کھو دیئے تو کوئی بات نہیں بہت اچھے دوست پائے بھی ہیں۔ (پرنس مظفر شاہ، پشاور)

میری رائے میں جب مجھے غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو اپنے آپ کو خوش نصیب ہی انسان سمجھتا ہوں کہ یہی خوشی ہے۔ (سردار اقبال مستوئی، سردار گڑھ)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو اس کا اپنا ہی مزہ ہے اللہ تعالیٰ کسی کو غم نہ دے کیسی ہے خوشی۔ (ممریز بشیر گوندل، گوجرہ)

میری رائے میں خوشی ملی ہی نہیں پتہ نہیں کب غم کہیں اور ڈیرہ لگائیں گے شاید ہم کو کچھ پل جائے تو ہی خوشی ہو گی نا کدھر ہے خوشی بتاؤ ذرا۔ (ممریز بشیر گوندل، گوجرہ)

میری رائے میں غم کے بعد جب کوئی خوشی ملتی ہے تو وہ اچھی ہوتی ہے مگر وہ انسان کو مغرور کر دیتی ہے اور انسان اپنے رب کو بھول جاتا ہے۔ (آفتاب اواس، جنڈ)

میری رائے میں انسان اپنے آپ میں خاصی تبدیلی محسوس کرتا ہے کبھی کبھار تو آنکھیں اتنی مسکراتی ہیں کہ خوشیوں کے آنسو چھلک کر سنبھلتے ہی نہیں غم کے بعد خوشی کفارہ گناہ ہے۔ (محمد جنید حیدر حیدری، تلہ گنگ)

میری رائے میں جب انسان کو غم ملتا ہے تو کہتا ہے کہ اللہ کی مرضی ہے جب خوشی ملتی ہے تو کہتا ہے فلاں وجہ سے خوشی ملی ہے نہیں بھائیو خوشی کے وقت بھی اللہ کو یاد کیا کرو۔ (نامعلوم)

میری رائے میں غم کے بعد جب انسان کو خوشی ملتی ہے تو پھر خوشی منی ہے تو اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے تو پھر جب غم ملتے ہیں تو اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے۔ (روبینہ، ملتان)

ماں سے پیار کا اظہار

* ...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں ماں کے قدموں تلے جنت ہے میں کرتا ہوں اپنی ماں سے بہت بہت پیار۔ (عبدالوحید آرائیں، ضلع نواب شاہ)

* ...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا تھا مگر میرے نصیب میں ماں کا پیار طویل مدت تک نہیں تھا اے خدا میری ماں کو جنت میں جگہ عطا فرما۔ (آصف ساتول بہاولنگر)

* ...... میں اپنی ماں سے اتنا پیار کرتا تھا جتنا چکوری چاند سے کرتی ہے مگر افسوس میری ماں کا پیار میرے مقدر میں نہیں تھا۔ (آصف ساتول، بہاولنگر)

* ...... ماں ایک عظیم ہستی ہے جس کی کوئی مثال نہیں میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن میں ماں کی تعریف کر سکوں ہمیں ماں باپ دونوں کی قدر کرنی چاہیے۔ (رائے اطہر مسعود آکاش)

* ...... تمام دوستوں سے میرا پیغام ہے کہ اپنی ماں کی عزت اور احترام کریں ماں کے بغیر دنیا ویران ہے اے خدا سب کو ماؤں کی خدمت کرنے کی توفیق دے۔ (مصطفیٰ گل)

* ...... مائیں تو اپنی اولاد کے لیے سائباں ہوتی ہیں گھنی چھاؤں کی طرح جو اولاد کو کسی دکھ میں نہیں دیکھ سکتی خدا میری ماں کو سلامت رکھے۔ (عابدہ رانی، گوجرانوالہ)

* ...... ماں دنیا کا واحد رشتہ ہے جس میں کوئی لالچ نہیں ہوتا ماں دنیا کا ایک انمول تحفہ ہے ہمیں اس تحفے کی قدر کرنی چاہیے۔ (اطہر مسعود آکاش، فورٹ عباس)

* ...... ماں مقدس ہستی ہے ماں میں وفاداری ہے ماں کا پیار سچا ہے اللہ سب کی ماؤں کا سایہ قائم رکھے۔ (عبدالسلام چوہدری، بہاولنگر)

* ...... میں اپنی ماں کے پیار کا اظہار نہیں کر سکتی کہ وہ اپنی ہے میرے پاس الفاظ نہیں ماں کی قدموں کی خاک ہوں۔ (ثوبیہ حسین، کہوٹہ)

* ...... میں اپنی ماں سے بہت زیادہ محبت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ میری ماں کو لمبی زندگی دے کیونکہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ (مقصود احمد بلوچ، خانیوال)

* ...... دوستو والدین کی خدمت کرو دوستو صرف ماں کی خدمت کرو بلکہ باپ بھی حقدار ہے اس کا بھی احترام کرو اور والدین کو کبھی ناراض مت کرو۔ (شاہد اقبال خٹک، کرک جندری)

* ...... اے ماں جب میں بچہ تھا تو لوری دیتی تھی مجھے خاموش کرنے کے لیے مگر ماں اب تو تو اس دنیا میں نہیں اللہ آپ کو جنت فرمائے۔ (سردار اقبال، سردار گڑھ)

* ...... ماں ایسی ہستی ہے جس کا کوئی ثانی نہیں ماں کی خدمت کرو دوستو۔ (محمد شعیب گنڈاکس)

* ...... اے امی جان جب سے تو ہر دنیا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے پاس چلی گئی ہے اور مجھے اس دنیا میں تنہا چھوڑ دیا ہے۔ (سردار خان، سردار گڑھ)

* ...... ماں ہی تو ایک ایسا رشتہ ہے جو دنیا میں نہ ہو تو کوئی میں اپنا نہیں لگتا ہے۔ (ملک عبدالمجید احمد، فیصل آباد)

* ...... میری ماں مجھ سے بہت پیار کرتی تھی اور آج بھی مجھے میری بہت ہی یاد ہے جو اس دنیا میں نہیں ہے اللہ اسے جنت عطا فرمائے۔ (سردار اقبال مستوئی، سردار گڑھ)

* ...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں کیوں کہ ماں جیسا اس دنیا میں کوئی نہیں۔ ماں آئی لو یو (جاوید ساگر، ڈسکہ)

* ...... ماں ایک ایسی ہستی ہے جس کا کوئی ثانی نہیں ماں کی خدمت کرو دوستو آئی لو یو ماں۔ (عمریز بشیر گوندل، گوجرہ)

* ...... میرے والدین انتہائی شریف اور رحم دل ہیں آئی لو یو والدین۔ (عمریز بشیر گوندل، گوجرہ)

* ...... ماں تو ماں ہوتی ہے یہ ایک ٹھنڈی چھاؤں ہے اور اس ماں کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ (آفتاب اداس، جنڈ)

* ...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ میری ماں کو جنت میں جگہ دے آمین، (اشفاق دکھی، دوکوٹہ)

* ...... میں اپنی ماں سے بے حد پیار کرتا ہوں اور اللہ میری ماں کو جنت میں جگہ دے آمین، (اشفاق دکھی، دوکوٹہ)

* ...... ماما میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں پر آپ کی اور میری اکثر لڑائی رہتی ہے پلیز ماما آپ میری بات سمجھا کریں کچھ اپنی منوائیں کچھ میری مانیں (سباء ملک اعوان، دیپالپور)

* ...... ماں میری جان ہے وہ نہ ہوتی تو شاید میں زندہ نہ ہوتی (نورین، ساہیوال)

* ...... میں اپنی ماں سے بہت زیادہ پیار کرتی ہوں (انجم نذیر، وہاڑی)

* ...... مجھے اپنی ماں سے بہت پیار ہے ماں اللہ کی طرف سے انمول تحفہ ہے، دوستو والدین کا احترام کرو اور ان کی عزت کرو۔ (قمر اداس ایم L، 75/12)

* ...... ماں تیری عظمت کو سلام ماں جیسا انمول موتی دنیا میں نہیں ماں مجھے ہمیشہ دعاؤں میں یاد رکھنا (توصیف انور، لاہور)

* ...... ماں سے پیار کا اظہار لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری ماں کو ہمیشہ میرے سر پر سلامت رکھے۔ (اریب انور، لاہور)

* ...... ماں جیسی عظیم ہستی کا نعم البدل دنیا میں نہیں جس کے سر پر ماں سلامت ہے اسے دنیا میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ (فہد انور، لاہور)

* ...... ماں میرے لیے ہر وقت دعا کیا کر کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہر میدان میں کامیاب کرے۔ ماں تو ہے تو سب کچھ ہے تیرے سوا یہ دنیا سونی ہے۔ (انیب انور، لاہور)

* ...... میری ماں ایک انمول ہیرا ہے اس سے بڑھ کر میرے لیے اور کچھ بھی نہیں میری ماں مجھ سے بہت پیار کرتی ہے۔ (توقیر انور، لاہور)

* ...... میری امی جان، میرے ابو جان، میری بہنیں میرا سب کچھ ہیں اللہ تعالیٰ میری پوری فیملی کو تاحیات خوش و خرم رکھے اور محبت دے سب کو (عبدالستار نیازی، مکران بلوچستان)

* ...... ماں کیلئے دعا یا رب میری ماں کو تا قیامت زندہ رکھنا میں رہوں یا نہ رہوں میری ماں کا خیال رکھنا میری خوشیاں بھی لے لے۔ (یونس عبدالرحمٰن، نین رانجھا)

* ...... اے ماں تیری دعاؤں کی بدولت میں پاک آرمی میں خوش ہوں میری ماں کی دعائیں میرے ساتھ ہر پل رہتی ہیں، میں ہر آزمائش سے گزر جاتا ہوں۔ ماں تجھے سلام (محمد اسماعیل آزاد، کھوکھرہ)

* ...... ماں جیسی ہستی دنیا میں کہاں نہیں ملے گا بدل چاہے ڈھونڈے سارا جہاں (عبدالغفار تبسم، لاہور)

* ...... میری ماں دنیا میں سب سے اچھی ماں ہے ماں ایک ایسا رشتہ ہے جیسے گلاب کا بہار سے۔ (نامعلوم)

* ...... اگر بن جائے سارا پانی سیاہی اور درخت قلمیں تو پھر بھی میں اپنی ماں کی تعریف مکمل نہ کر سکوں اللہ میرے والدین کو سلامت رکھنا آمین (مسٹر ایم ارشد وفا، گوجرانوالہ)

* ...... ماں کو ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کیا کرو کیونکہ اگر ماں ناراض ہو تو دنیا کی تمام خوشیاں ہمارے کسی کام کی بھی نہیں میری زندگی کا سرمایہ میری ماں ہے۔ (عثمان غنی، جنم، بھلوال شریف)

* ...... میری امی بہت ہی اچھی ہیں وہ میری ہر بات مانتی ہیں اللہ تعالیٰ میری امی کا سایہ ہم پر ہمیشہ قائم رکھے آمین (عمران عباس پرنس، خانیوال)

* ...... میری امی جان میری زندگی کے لیے اک خوشبو کی مانند ہے اور میرے پھول ہونے کی حیثیت خوشبو کے بغیر ادھوری ہے خدا سے دعا ہے اللہ تعالیٰ میری امی جان کو تندرستی دے آمین (ایم خالد محمود سانول، مروٹ)

* ...... ماں تجھے سلام، مجھے اپنی ماں سے بے حد پیار ہے میری ماں دنیا کی تمام ماؤں سے بہتر ہے۔ (عبدالستار نیازی، بلوچستان مکران)

* ...... یہ وہ سمندر ہے جس کی گہرائی ناپی نہیں جاتی۔ (عصمت علی عاصی بلوچ، دبئی یو اے ای)

اس دوست سے جس کو میں نے بہت چاہا مگر اس نے وفا نہیں کی۔ (ایم عبدالوحید آرائیں، باندی، سندھ)

جواب عرض کے کچھ دوستوں نے جو دوستی تو رکھتے ہیں مگر رابطہ نہیں کرتے امید ہے سمجھ تو ضرور گئے ہوں گے۔ مائنڈ نہ کرنا ڈئیر۔ (آصف سانول، بہاولنگر)

ان لوگوں سے جو دوستی محض لالچ کیلئے کرتے ہیں خدا راہ ایسا نہ کیا کریں کسی کے جذبات کے ساتھ نہ کھیلیں۔ (رائے اطہر مسعود آکاش)

بے وفا و شہود والوں سے کہ جس نے مجھ سے بہت بڑا دھوکہ دیا اور میرا زندگی کو برباد کر دیا زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔ (مصطفیٰ گل، لیاری کراچی)

ان لوگوں سے جن سے میں نے محبت کی لیکن مجھے محبت کے بدلے نفرت ملی میرے اپنوں نے میری زندگی کا فیصلہ کیا۔ (عابدہ رانی، گوجرانوالہ)

شکوے سے شکوہ ہے کہ یہ فضول ٹاپ کیوں ہے جب شکوہ کسی مسئلے کا حل نہیں تو پھر موجود کیوں ہے۔ (عبدالسلام چوہدری، بہاولنگر)

شازیہ وقاص سے کہ اس نے جواب عرض میں لکھنا چھوڑ دیا ہے شازیہ جی لوٹ آؤ آپ کے بغیر جواب عرض کی نگری ویران ہے لوٹ آؤ نہ شازی۔ (آصف سانول، بہاولنگر)

اپنے آپ سے کہ لوگوں سے وفا کرتا ہوں کچھ اپنے آپ سے گلہ ہے کہ میں یہ کیوں کرتا ہوں مجھے سمجھ میں نہیں آتا۔ (شاہد اقبال خٹک، کرک جندری)

اپنے کزن رحمت اللہ سے جو مجھے کام کرتا نہیں ہے اور میری بات بھی نہیں مانتا۔ (سردار اقبال خان، سردار گڑھ)

اپنے آپ سے کہ بہت جلدی ہر کسی پر اعتبار کر لیتا ہوں بعد میں اکیلا تڑپتا ہوں۔ (محمد شعیب گنڈا کس)

ان لوگوں سے جو دوسروں کو دکھا دیتے ہیں اور ہر آدمی کے ساتھ فراڈ کرتے رہتے ہیں۔ (سردار اقبال خان، سردار گڑھ)

شکوہ تو آدمی اپنوں سے کرتا ہے جب اپنے ہی ناں ہوں تو کس سے کریں۔ درحقیقت میں شکوہ نہیں کرت۔ (ملک عبدالمجید احمد، فیصل آباد)

منظور اکبر سے کہ وہ اپنے آپ کو بہت بڑا آدمی سمجھتا ہے اور مجھے یاد نہیں کرتا پتہ نہیں اس کو کیا ہو گیا ہے۔ (پرنس مظفر شاہ، پشاور)

اپنے دوست رشید خان مستوئی سے مدینے پاک جو گیا ہوا ہے وہ مجھے مل کر بھی نہیں گیا۔ (سردار اقبال مستوئی، سردار گڑھ)

وقت کی بے رحم ہواؤں سے جو اپنے تیز بہاؤ کے ساتھ میرے مقدر کی ہر خوشی بہا کر نہ جانے کہاں لے گئیں اور دکھ میرے آنگن کے پھول بن گئے۔ (جاوید ساگر ڈسکہ)

ان دوستوں سے جو میرا نام یوز کرتے ہیں پلیز ایسا مت کریں بڑی مہربانی ہوگی پلیز احتیاط کریں میرے دوستوں کو تنگ مت کریں۔ (ممریز بشیر گوندل، گوجرہ)

ان دوستوں سے جو دوستوں کو بے وفائی کرتے ہیں۔ (ڈاکٹر محمد رفیع احمد آباد اوکاڑہ)

مجھے شکوہ ہے آر سے جس نے بغیر کسی غلطی کے مجھے چھوڑ دیا پلیز واپس آ جاؤ میں تو مر جاؤں گا تیرے بغیر پلیز۔ (قمر اعجاز گوندل، گوجرہ)

ان لوگوں سے جو غریب وگوں سے ہمدردی نہیں کرتے اور غریب لوگوں کا ساتھ نہیں دیتے۔ (آفتاب اداس، جنڈ)

میری دوست فاخرہ سے جس نے مجھے چھوڑ دیا اور آج تک حال تک نہ معلوم کیا۔ (ندیم، بہاولنگر)

اپنے پیارے بھائی سے جو مجھ سے پیار تو کرتا ہے مگر ساتھ نہیں دیتا۔ (مظہر، دوکوٹہ)

مجھے شکوہ ہے اپنے استاد سے جو مجھے لاہور آنے کا کہتا ہے اور لاہور نہیں آتا۔ (اشفاق دکھی، دوکوٹہ)

مجھے کسی سے کوئی شکوہ نہیں شاید مجھ میں ہی کوئی کمی ہے پھر شکوہ کیسا کرنا۔ (ثوبیہ حسین، کہوٹہ)

ان لوگوں سے جو اپنے والدین کا کہنا نہیں مانتے اور اپنی من مانی کرتے ہیں۔

آئینہ روبرو

ماہ جولائی کا شمارہ میرے ہاتھ میں ہے بہت ہی پسند آیا سب سٹوریاں اچھی تھیں جن میں سب کچھ کھودیا ڈاکٹر سدرہ ۔ تیری جدائی مار گئی ایم یعقوب ڈی جی خان ۔ محبت عذاب ماضی حاجی انور لانگ ۔ ہم تو بس آپ کے ہیں انیسہ ناز ۔ میرا مان ٹوٹ جائے گا مس افشاں ۔ جھوٹی محبت ندیم عباس ڈھکو ۔ محبت رنگ بدلتی ہے ۔ پیار کی جیت نزاکت علی ۔ افغانی محبت پرنس مظفر شاہ ۔ شیشے کی گڑیا رفعت محمود ۔ بدنامی کی موت مصباح محبوب ۔ آخری عشق نزالہ مغل ۔ اک ماں کی بددعا شاراحمد حسرت ۔ ان سب کی سٹوریاں اچھی تھی اور شاعری میں ولی محمد عوان کی شاعری بہت پسند آئی ریاض صاحب میری کچھ تحریریں ہیں آپ کے پاس ان کو جگہ دیں آخر میں میرا پیارا بھائی شاہد رفیق سہو کا حادثہ ہوا ہے وہ ہسپتال میں ہے اس کے لیے تمام قارئین دعا کریں اللہ اس کو صحت اور تندرستی دے آمین میری طرف سے سب کو دلی عید مبارک قبول ہو۔

-----------------------------------راشد لطیف صبرے والا۔

اسلام علیکم ۔ ماہ جون کا شمارہ میرے ہاتھ میں ہے بہت ہی پیاری سٹوریاں ہیں جن میں جلتے خوبوں کی راکھ ملک عاشق حسین ساجد ۔ کیا کھویا کیا پایا ماجدہ رشید ۔ محبت وفا کے پھول سمیرا ریاض وہ ہمسفر تھا میرا سائرہ ارم ۔ میں محبت غم اور مکان ۔ سلامت رہے دوستی عافیہ خان ۔ باقی سٹوریاں بھی تقریباً سبھی اچھی تھیں میری سٹوری ایسی دولت کس کام کی کو پسند کیا گیا شکر گزار ہوں ۔ جناب عرفان راولپنڈی ۔ ندیم عباس ڈھکو ۔ پرنس مظفر شاہ فرمان کراچی راشد بھکر ۔ اکبر سرگودھا ۔ راشد لطیف ۔ ساجد حسین ڈھکو ۔ خضدار بلوچستان ۔ ایم ظہور ۔ کرن ڈسکہ ۔ عائشہ سرگودھا ۔ فوزیہ ۔ نرگس سرگودھا شازیہ کھاریاں شبیر احمد کراچی ۔ جنت کراچی ۔ ہاجرہ شاہ مقیم ۔ کرن سرگودھا ۔ ایمن پشاور تنویر سہو ملتان ۔ ثنا پشاور ۔ سلیم آزاد کشمیر ۔ سعدیہ ناز اسلام آباد ۔ رائے مظہر قادر پور ۔ عمیر مظفر گڑھ ۔ صنم نارووال ۔ نعیم ۔ مقصود احمد بلوچ ۔ مظہر دبئی ۔ عبدالحکیم ۔ کنزہ کراچی ۔ مریم گجروالہ ۔ فاطمہ ملیسی آصف جاوید ساہیوال ۔ راؤ ندیم ملتان وقاص ساگر خانیوال ۔ فرحانہ کبیر والہ ۔ سعدیہ کہوٹہ ایمن آزاد کشمیر ۔ ایم عاصم بوٹا چوک متیلہ جن دوستوں کے نام نہیں لکھ سکا معذرت چاہتا ہوں میری طرف سے سب کو دلی عید مبارک قبول ہو۔

-----------------------------------شاہد رفیق سہو چک جسو کانویں کبیر

امید ہے کہ آپ سب بھی خیریت سے ہوں گے پچھلے چار سال سے قاری ہوں پچھلے تین ماہ سے رابطہ کر رہی ہوں تحریریں بھی ارسال کیں مگر نجانے کیوں شائع نہیں کیں خیر ہم بھی ہمت ہارنے والے نہیں ہیں پھر حاضر ہو گئے مگر اب کے بار اگر ہم سے لاپرواہی کی ہم سے منہ موڑا تو پیارے بھیا ہم بھی آپ سے خفا ہو جائیں گے میں اپنی پہلی کاوش محبت رنگ بدلتی ہے بھیج رہی ہوں امید ہے آپ اسے جلد شائع کر کے حوصلہ افزائی کریں گے ریاض بھائی آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میری شاعری شائع کریں مگر نہیں کی اب پلیز کر دیں میں شدت سے تحریریں

چھپنے کی منتظر ہوں والسلام میری طرف سے سب کو دلی عید مبارک قبول ہو۔

سیدہ حیا عباس شاہ مرالی چکوال

ادارہ جواب عرض میں اپنا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی پہلے میں اپنی تحریریں بھیجتی تھی مگر ادارہ جواب عرض تک نہیں پہنچ پاتی تھی مگر اب بھائی ریاض نے میری تحریریوں شائع کر کے میری بہت حوصلہ افزائی کی ہے اس کے بعد میری باتوں کو بہت سے لڑکے اور لڑکیاں مائنڈ کریں گے مگر سوری میں اس وقت تک قلم اٹھاؤں گی جب تک میری سانسیں چل رہی ہیں کیوں کہ آج کے دور میں لڑکیاں اپنی نا سمجھی کی وجہ سے برباد ہو رہی ہیں تو میری بہنوں خود کو برباد نہ کرو اس دور میں کوئی کسی کو پیار نہیں کرتا سب ٹائم پاس ہیں اگر ایک بار والدین کا اعتبار ٹوٹ جائے تو پھر قائم نہیں ہوتا لڑکے لڑکیون کو پھنسانے کے لیے کئی حربے کرتے استعمال کرتے ہیں پلیز ایسا نہ کریں لڑے کے ایک ڈائیلاگ سے لڑکی موم کی طرح پگل جاتی ہے کیا کوئی آپکی بہن سے ساتھ ایسی بدتمیزی کرے تو آپ برداشت کر سکتے ہیں کبھی نہیں ہاں اگر کسی سے پیار کرو تو اس سے سچا پیار کرو اسے بدنام نہ کرو کیوں کہ سچا پیار کرنے والوں کی خدا بھی مدد کرتا ہے میں پیار کے خلاف نہیں ہوں پلیز میری باتوں کا مائنڈ مت کرنا آکر میں سب کہانیاں بہت ہی اچھی تھی کس کس کی تعریف کروں سب نے بہت ہی مزہ دیا بشرطیکہ اس پر کوئی عمل کرے ایم ولی اعوان کا شکریہ ان کو میری باتیں اچھی لگیں اور جن لوگوں نے مجھے ویلکم کہا ان کی بھی شکر گزار ہوں اگر اس طرح سے میری حوصلہ افزائی کرت رہے تو میں اس سے بھی اچھا لکھنے کی کوشش کروں گی آخر میں جواب عرض کی پوری ٹیم کو دل کی اتھا گہرائیوں سے سلام اللہ جواب عرض کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین میری طرف سے سب کو دلی عید مبارک قبول ہو۔

زاراز کیہ مانانوالہ شیخوپورہ

اسلام علیکم ۔انکل ریاض نے مجھے کہا تھا بیٹا آپ لوگ سٹوری لکھو میں تمہارے ساتھ ہوں ایف ایس سی میڈیکل کی سٹوڈنٹ ہوں مگر پھر بھی میں نے دو سٹوریاں لکھ کر بھیجی انکل جی اگر آپ وہ شائع کر دیں تو آپ کی مہربانی خیر میں نے بھائی خالد شاہان بورے والا کے کہنے پر دونوں رسالے لیے جواب عرض کے پہلے غزلوں والے ورق پر اپنی غزل دیکھ کر دل خوش ہو گیا ہم نے تو اپنی نادیہ کو اپنے دل کی بات سنا دی ہے مگر جب بھائی ندیم عباس نے بتایا کہ آپی نادیہ تو ایسا کرتی ہے ناولوں کو پسند نہیں کرتی تو دل ٹوٹ گیا مجھے معلوم ہے جب یہ خط ان کو سنایا جائے گا تو یا میری خیر نہیں یا بھائی جان کی باقی لگتا ہے شادی کی تیاریاں فل زور شور سے ہوں گی سٹوری تو کوئی پڑھی نہیں کیوں کہ ابھی ایک پیپر باقی ہے ہاں سب لیٹر ضرور پڑھے ہیں سب نے بہت خوب لکھا ہے انشاء اللہ نیکسٹ خط میں بتاؤں گی کہ سب سے زیادہ کس شہر کے لوگ ہیں کہانیوں کے بارے میں تصرہ بعد میں ہوگا میری طرف سے انکل ریاض احمد۔انکل ریاض حسین شاہد۔آپی نادیہ تبسم۔صباء میواتی۔فرخندہ جبیں۔حمیرہ زویا ۔آپی کشور کرن۔بھائی خالد شاہان۔ساجدہ بتول شازیہ رانی۔فاطمہ،ارم شہزادی۔نائیلہ۔فوزیہ۔کرن۔عابدہ ۔تمام شاہین گروپ کو سلام میری طرف سے سب کو دلی عید مبارک قبول ہو۔

مصباح کریم میواتی پتوکی۔

سلام الفت قبول ہو۔آپ کو پہلی فرصت میں خط لکھ رہا ہوں امید قوی ہے کہ آپ خیر خیریت سے ہون گے اور میرا خط پلیز شائع کرنا بڑی امید کے ساتھ کہانیوں میں قدم رکھ رہا ہوں ایک غزل کیساتھ۔کافی عرصے سے ماہنامہ کا مطالعہ کر رہا ہوں کافی رسالوں میں اپنا قیمتی قلم چلا چکا ہوں کافی حوصلہ افزائی ہوئی ہے الحمد اللہ کافی

شہرت اور ایوارڈ بھی ملے ہیں آپ کے ماہنامہ سے شاکر بھائی اور جبرائیل نے متعارف کروایا امید روشن ہے کہ ویلکم کہا جائے گا آخر میں ماہنامہ کو خدا پاک شہرت و ترقی عطا فرمائے اور خاص کر جو بیمار ہیں ان کو خدا پاک صحتیاب کرے اور تندرستی عطا فرمائے آمین میری طرف سے سب کو دلی عید مبارک قبول ہو۔

ایم ولی اعوان گولڑوی

اسلام علیکم۔ دکھ سکھ اپنے نمبر میرے ہاتھ میں ہے سب سے پہلے تو بات ہو جائے ٹائٹل کی بہت خوبصورت ہے ماڈل کے ساتھ ماڈل کی جیولری زبردست۔ ماڈل پہ ہی تو ہم مر مٹے تھے اور اندر سے کھول کر دیکھا تو اسلامی صفحہ پڑھا تو ایمان اور بھی مضبوط ہو گیا پھر ماں کی یادیں۔ کشور کرن آپی کی محبت ماں سے واقعی آپی بیٹے چھوڑ کر جا سکتے ہیں ماں کو مگر بیٹی نہیں ماں کے لیے الفاظ کم پڑ جاتے ہیں پھر بھی آپ نے ماں سے پیار کا اظہار کیا خوب کیا ہے زبردست گڈ جی آپیا اللہ تعالیٰ آپ کی امی کو سلامت رکھے صحت و تندرستی عطا فرمائے آمین۔ کشور کرن آپی اس ماہ کے شمارے میں آپ کی کوئی سٹوری نہیں آئی۔ کیوں؟ عشق تیرے وچ جوگی ہو یا ہادی کیا خوب لکھا ہے آپ نے بہت اچھا عنوان رکھا ہے آپ نے گڈ ہادی۔ انکل اس دفعہ آپی کشور کرن کیوں نہیں تھی مگر ان کی بہت ساری شاعری پڑھ کے لگا کہ وہ محفل میں موجود ہیں گلے شکوے ختم ہو گئے تمام رائٹرز نے بہت اچھا لکھا ہے خرم شہزاد مغل بھی بہت اچھا لکھ رہے ہیں سائرہ ارم۔ سمیرا ریاض۔ رفعت محمود۔ ثمینہ بٹ۔ ماجدہ آپی آپ بھی بہت اچھا لکھ رہی ہیں آخر میں یہ کہوں گی انکل اور بھائی ریاض سے کہ انکل جی آپ کا بہت شکریہ آپ نے مجھ خوش نصیب کو بھی جواب عرض میں جگہ دے دی اور آخر میں یہ بھی کہوں گی کہ۔

سوچتے ہیں بنا ہی ڈالیں اب۔۔۔۔۔ کاٹی فرق اداس لوگوں کا۔۔۔ وسلام میری طرف سے سب کو دلی عید مبارک قبول ہو۔

عافیہ گوندل جہلم

اسلام علیکم۔ میں کافی عرصے بعد جواب عرض میں حاضر ہوا ہوں حالات نے کچھ ایسے موڑ پر لا کھڑا کیا تھا کہ میں جانتا ہوں یا میرا خدا جانتا ہے دوستو میں نے یہ سوچا کہ کیوں ناں جواب عرض خرید لوں جو دکھی دلوں کا ساتھی ہے میں جواب عرض پڑھتا گیا اور میرے دکھ کم ہوتے گئے خدا پاک کا لاکھ احسان ہے کہ آج مجھے ایک اچھی کمپنی میں جاب مل گئی ہے میں جواب عرض کی پوری ٹیم کا شکر گزار ہوں جو ہمہ وقت قارئین کی خدمت میں لگے رہتے ہیں میں ان دوستوں کا شکر گزار ہوں جو بورے والا سے تعلق رکھتے ہیں فیصل آباد کے تمام دوست اور ڈی جی خان کے لوگوں کا شکر گزار ہوں جو لکھنے پر میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں آخر میں دعا ہے کہ اللہ پاک جواب عرض کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین میری طرف سے سب کو دلی عید مبارک قبول ہو۔

فیض اللہ مجاور۔ دربار سخی سرور

ماہ جون کا شمارہ ملا بہت انتظار رہتا ہے جناب جون میں میری ایک کہانی تھی اس کے علاوہ میں جواب عرض کی پوری ٹیم کا شکر گزار ہوں جنہوں نے میری کہانی شائع کی میں ان تمام دوستوں کا شکر گزار ہوں جو میری جنہوں نے میری کہانی کو پسند کیا ان دوستوں کے نام یہ ہیں راشد لطیف۔ ریاض احمد۔ اسحاق انجم۔ بابر علی۔ ظفر اقبال۔ عابد حسین۔ طاہر عمران۔ محمد آصف۔ محمد الیاس۔ اکرم علی۔ عبداللہ۔ شاہد اقبال۔ امین کراچی جو مجھے ہر روز فون کرتا ہے اور بھی بہت سے دوست ہیں جنہوں نے مجھے فون پر مبارکباد دی میں ان دوستوں کا دل سے شکر گزار ہوں ریاض صاحب آپ سے ایک درخواست ہے جو دوست دوسرے رسالے میں اپنی کہانیاں بھیجتے ہیں ان کو رسالے سے دور کر دیں میری ان دوستوں سے بھی درخواست ہے کہ جو دوست جواب عرض سے پیار کرتے

ہیں وہ بھی ریاض احمد سے درخواست کریں ریاض صاحب بہت سے دوست مجھے جواب عرض سے الگ کرنا چاہتے ہیں مگر میں انشاء اللہ تازندگی جواب عرض کے ساتھ رہوں گا اگر کسی دوست کو میری بات بری لگی ہو تو میں معافی چاہتا ہوں اب اجازت دیں پوری ٹیم جواب عرض کو سلام خاص کر ریاض احمد کو ڈھیروں سلام میری طرف سے سب کو دلی عید مبارک قبول ہو۔

محمد سلیم منیو کا ٹھا کلاں چونیاں

اسلام علیکم۔ جون کا جواب عرض مجھے بہت جلد مل گیا جب میں نے اپنا خط اور کچھ اشعار دیکھے تو میری خوشی کی انتہا ہی نہ رہی جو میں اپنی تحریر میں بیان نہیں کر سکتا میں آپ کا دل سے شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے پھر لکھنے کا موقع دیا اس بار تو بہت ہی خوبصورت انداز میں ہر کسی نے اچھے انداز میں تحریر کیا تھا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا بہت اچھا لگا اس کے بعد غزلیں جو بہت ہی خوبصورت انداز میں بیان کی گئیں جسے پڑھ کر پتہ چلتا ہے کہ ابھی دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں اس کے بعد کہانیوں کی طرف آیا سب سے پہلے جلتے خوابوں کی راکھ جو بہت ہی اچھی تھی جسے پڑھ کر بہت ہی اچھا لگا اس کے بعد مجھے تلاش ہے ایم جبرائیل آفریدی کی۔ اور تقریبا سب ہی اچھی تھیں میں نے جواب عرض اس بار تو ایک ہی دن میں پڑھ لیا اس کے بعد جناب میری ایک گزارش ہے کہ میرے کو پن بھی شکریہ کر کے شکریہ کا موقعہ دیں وسلام میری طرف سے سب کو دلی عید مبارک قبول ہو۔

وقاص انجم۔ جڑانوالہ

سب سے پہلے جواب عرض کی پوری ٹیم کو سلام اس کے بعد اپنے تمام دوستوں اور عزیزوں کا مشکور ہوں جنہوں نے میری حوصلہ افزائی کی کہ جون کا جواب عرض آج ہی لیا ہے مطالعہ کر کے بہت اچھا لگا خرم شہزاد مغل۔ ثمینہ بٹ۔ ایم جبرائیل آفریدی۔ امداد علی۔ سمیرا ریاض ماجدہ رشید۔ عافیہ خان۔ محمد آصف دکھی۔ سائرا ارم کی اور سب کہانیاں اچھی تھی شگفتہ ناز آزاد کشمیر۔ ذوالفقار تبسم۔ اور آپی کشور کرن آپ نے جو ماں کے بارے میں لکھا بہت اچھا تھا مجھے بہت پسند آیا اللہ آپ کی امی جان کو صحت تندرستی عطا فرمائے آمین۔ عرفان اداس۔ ثوبیہ حسین۔ عرفان راولپنڈی۔ رائے اطہر کی شاعری اچھی تھی آخر میں ان دوستوں کا بہت مشکور ہوں جو مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں اور ثوبیہ حسین آپ کا بھی مشکور ہوں آپ نے میری شاعری پسند کی اللہ پاک جواب عرض کے تمام رائٹرز کو سدا خوش رکھے اور لمبی عمر دے تا کہ وہ مزید لکھیں اگر میری طرف سے کسی کو کوئی بات بری لگی ہو تو معافی چاہتا ہوں اللہ پاک جواب عرض کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین میری طرف سے سب کو عید مبارک

ضیاقت علی، کوٹلی

پیارے انکل ریاض صاحب اور جواب عرض کی پوری ٹیم کو محبت بھرا سلام قبول ہو جون کا شمارہ ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی اور اپنی کہانی محبت کے پھول اور کچھ غزلیں اور اسلامی صفحہ سب کو باری باری رسالے میں جگہ دیں کسی بھی نئے لکھاری کو مایوس مت کریں اسلامی صفحہ بہت پیارا تھا اور غزلیں بھی بہت اچھی تھیں اور کہانیوں میں ملک عاشق حسین ساجد۔ ماجدہ شید لاہور۔ ثمینہ بٹ لاہور۔ سمیرا ریاض۔ امداد علی سائرہ ارم۔ رفعت محمود۔ فرزانہ سرور۔ محمد آصف دکھی۔ عافیہ خان گوندل۔ عمر حیات شاکر۔ محمد یاسن ناز۔ جاوید نسیم۔ آپ سب کو میری طرف سے مبارک ہو۔ اے آر راحیلہ اور آپی کشور کرن کو بھی سلام۔ سر ریاض صاحب میں اپنا نمبر لکھ کر بھیج رہا ہوں ضرور شائع کرنا پہلے جواب عرض میں میرا نمبر نہیں شائع ہوا جس کی وجہ سے دوستوں سے رابطہ نہیں ہو پاتا وسلام اللہ پاک جواب عرض کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے آمین اور سب کو عید مبارک۔

-------------------- بشارت علی پھول باجوہ تھوتھیاں خورد شیخوپورہ

اسلام علیکم زندگی میں پہلی بار ایک سٹوری لکھ رہی ہوں اگر آپ کو پسند آئے تو شائع کر کے شکریہ کا موقعہ دیں مجھے نہیں پتہ تھا کہ کہانی کیسے لکھتے ہیں اس لیے مجھے جیسے ٹھیک لگا میں نے لکھ دیا کہانی صیح لگے تو شائع کیجئے گا

-------------------- سیدہ درہ آب کاظمی

جون کا شمارہ ملا سب سے پہلے ورق گردانی کی جس میں پہلے کہانیوں پر آتے ہیں بے ضمیر لڑکی محمد آصف دکھی ۔ چاردنوں کا پیار خرم شہزاد ۔ اجڑی ہوئی محبت امداد علی ۔ بے وفا دکھی شوکت ۔ میں محبت غم اور مسکان فرزانہ سرور ۔ یہ سب سٹوریاں بہت اچھی تھیں غزلوں میں آپی کشور کرن ۔ غلام فرید ۔ جاوید کاشف ۔ باقی باقی سب غزلیں بھی اچھی تھی اشعار بھی اچھے تھے ثوبیہ حسین جی آپ نے اس دفعہ میرے کسی سوال کا جواب نہیں دیا میں تو آپ سے دل سے دوستی کرنا چاہتا ہوں مگر آپ ہیں کہ سنتی بھی نہیں ہیں اس کو میں آپ کی مجبوری سمجھوں یا غرور آخر میں سب کو میری طرف سے سلام اور عید مبارک ۔

-------------------- اکمل زخمی روڈو سلطان جھنگ

آج کا کام کل پر چھوڑتے ہوئے غیر حاضری کا س دورانیہ بڑا طویل ہوتا چلا گیا ارے بھائی ہم تو ٹھہرے حکومت پاکستان کے ایک ادنا سے ملاز بہر حال ہم دریا پر پلکوں سے دستک دے کر باریابی کے تہہ دل سے ملتمس ہیں یاد رکھنے والے احباب کی عین نوازش اور بھول جانے والوں سے کیا گلہ عہد حاضر کے تلخ تقاضوں اور سفاک رویوں اور عالم نفسانفسی کا یہی تقاضہ ہے مگر اتنی بے رخی بھی اچھی نہیں ہے کہ بزم میں ہمیں کوی جگہ ہی نہ ملے سیاچین میں ڈیوٹی ہونے کی وجہ سے شمارہ حاصل کرنا مشکل سے بھی مشکل ہوتا ہے اس لیے مجھے بغیر کوپن سے مواد بھیجنا پڑتا ہے میں جلد ہی ٹرانسفر ہو کر سیالکوٹ جا رہا ہوں پھر جواب عرض کے تمام گلے شکوے دور کر دوں گا ثوبیہ حسین کہوٹہ ۔ عابدہ رانی گوجرانوالہ ۔ اسد رحمن بھنگو ۔ صنوبر جٹ ششماہی پل شورکوٹ سٹی ۔ مہر جمشید لگوانہ سیال چکسوئم ۔ اور غلام حسین مٹھو ۔ اینڈ چوہدری رفاقت حسین نوری چوک سب کو میری طرف سے بہت بہت سلام اور عید مبارک ہو ۔

-------------------- عامر شہزاد چکسوئم شورکوٹ سٹی ۔

اسلام علیکم ۔ ماہ مئی کے جواب عرض میں ہر ماہ کی طرح اس بار بھی کہانیاں اچھی تھیں سب نے خوب محنت کی ہے غزلیں بھی اچھی تھیں جن میں آپی کشور کرن ۔ عابدہ رانی ربینا محمود اکمل ۔ ایم اصغر ساگر کی غزلیں اچھی تھی شعری میں صائمہ لیاقت ۔ عثمان غنی ۔ سید ہمراز ۔ کی شاعری بہت اچھی تھی اور اکمل بھائی میں رائٹر تو نہیں ہوں پر کوشش کروں گی کبھی لکھنے کی آپ کا بہت شکریہ اور آخر میں پڑھنے لکھنے والوں اور جواب عرض کے پورے سٹاف کو سلام سب کو عید مبارک ۔

-------------------- ثوبیہ حسین کہوٹہ

سب سے پہلے تمام قارئین اور جواب عرض کے پورے سٹاف کو سلام جون کا جواب عرض دکھ سکھ اپنے بہت ہی اچھا تھا اسلامی صفحہ اور ماں کی یاد پڑھ کر سکون ملا کہانیوں میں عشق تیرے وچ جوگی ہویا حماد ظفر بادی کی کہانی سب سے الگ تھی جس میں ایک سبق تھا اور میں امید کرتا ہوں حماد ظفر بادی اسی طرح ہی لکھتے رہیں گے باقی تمام سٹوریاں بھی اچھی تھی اللہ کرے جواب عرض اسی طرح ترقی کرتا رہے آمین ۔ اور ریاض احمد صاحب یہ میرا زندگی میں پہلا خط ہے میں امید کرتا ہوں کہ جو بھی تحریریں میں نے ارسال کی ہیں انہیں جلد شائع کریں گے میری

دعا ہے اللہ تعالیٰ تمام لکھنے پڑھنے والوں کو سدا مسکراتا اور خوش رکھے آمین میری طرف سے عید مبارک۔

-------محمد زبیر شاہد ملتان

جنوری کا شمارہ ہاتھ میں ہے تقریباً دو سال بعد جواب عرض اور آپ کی محفل میں حاضر ہوا ہوں تمام لوگوں سے معذرت خواہ ہوں آمنہ جی شاید آپ کو کہانی لکھنے کی کچھ زیادہ جلدی تھی جنوری کے شمارے میں تو کچھ خاص مزہ نہیں آیا شاید زیادہ دیر پڑھنے کا اتفاق ہوا اس لیے خیر۔ محترم قارئین بعض اوقات ذرا سی بات بڑھ جائے تو زندگیاں تباہ کر دیتی ہے جواب عرض سے دوری شوق نہیں ہے میں گھر والوں اور تمام دوستوں کی نظر سے گر گیا آمنہ جی آپ تو میرے حالات اور صدمات کو سمجھ سکتی ہیں آپ نے کہانی لکھ کر میری کردار کشی کی ہے اللہ آپ کو سلامت رکھے جواب عرض کے تمام قارئین کو ڈھیروں سلام اب چونکہ سب کچھ بدل چکا ہے مگر میں کوشش کروں گا کہ ایک بار پھر قلم کو جنبش دوں اور اپنے حالات اس کاغذوں پر اتار سکوں میری تحریر میں اثر نہ بھی ہوا تو اتنا ضرور ہو گا کہ میرا دل بہل جائے گا میں کسی کی کردار کشی تو نہیں کروں گا مگر اپنی کہانی جواب عرض میں ضرور پیش کروں گا اس امید کے ساتھ دوبارہ قلم اٹھائی شہزادہ بھائی آپ مجھے حوصلہ بخشیں گے میری آپ سے التجاء ہے کہ اگر آپ میری تحریروں کو جواب عرض میں تھوڑی سی جگہ بخش دیں گے تو شاید میں کسی کی نظروں سے معتبر ہو جاؤں گا دعا گو ہوں کہ اللہ پاک جواب عرض کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین خدارا میری ان ٹوٹی پھوٹی تحریروں کو جواب عرض میں جگہ ضرور بخش دیجئے گا شکریہ آخر میں میری طرف سے دلی عید مبارک۔

-------راجہ فیصل مجید۔ مندرہ

ماہ مئی کا شمارہ میرا نصیب تمام تر رعنائیوں کے ساتھ ہاتھ لگا بہت اچھا لگا پورا پڑھ چکا ہوں اور پڑھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ عرصہ دراز ایک خوبصورت شمارہ ہاتھ آیا کیوں کہ اس میں تقریباً تمام کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں محبت کے بھرم سے سدھیر احمد راولپنڈی نے بہت خوبصورت تحریر لکھی ہے گڈ سدھیر صاحب میرے دوست عاشق حسین نے جلتے خوابوں کی راکھ میں دھوم مچادی ویلڈن عاشق صاحب۔ فقیر محمد بخش صابر نے پچھتاوا کہانی لکھ کر ماہ جنوری کے شمارے کی کمی پوری کر دی فن ٹاسٹک سٹوری پر مبارک باد قبول ہو انتظار حسین ساقی کو سٹوری تیرے عشق نچایا بجناوے شمارے کو چار چاند لگا دیئے بہت خوب ساقی صاحب ذوالفقار علی سانول نے میرے دوست پرنس عبدالرحمن گجر کی کہانی تیری یادیں میری زندگی تحریر کی ہے سانول صاحب آپ نے چھکا لگا دیا زبردست شاہد رفیق کا ایسی دولت کس کام کی ایک منفرد سٹوری تھی گڈ شاہد صاحب اور آخر میں یونس ناز کی انتقام کی تو بات ہی اور ہے یار جواب عرض میں آتے ہی آپ نے چھکے لگانے شروع کر دیئے ویری گڈ یونس ناز بھائی باقی ایک رائٹر کی کہانی اچھی نہیں تھی میں اس کا دل نہیں توڑنا چاہتا لہٰذہ وہ مزید محنت کریں باقی دوستوں کا بھی شکریہ جو مجھے یاد کرتے ہیں اور ادارہ جواب عرض کا بہت بہت شکریہ جو مجھے شمارے میں ہر ماہ جگہ دیتے ہیں تمام پڑھنے والوں کو پرنس کا سلام آخر میں سب کو میری طرف سے دلی عید مبارک

-------پرنس مظفر شاہ۔ پشاور

سب سے پہلے ادارہ جواب عرض کا مشکور و ممنوع ہوں جو مجھ جیسے دکھی انسان پر اپنی شفقت کا سایا قائم فرماتے ہیں میری کاوشوں کو توقف کیساتھ قابل اشاعت بناتے ہیں شہزادی عالمگیر کی محبتیں چاہتیں عنا عتیں میں کبھی نہیں بھول سکتا وہ آج بھی ہمارے دلوں میں رہتے ہیں ان کی پاسیں آج بھی زندہ ہیں وہ ایک عظیم انسان تھے التمش صاحب بھی ادارہ کو محنت اور لگن سے چلا رہے ہیں آج قارئین کے لیے سچی داستاں کہاں ہے تیرا پیار

سجا لے کر حاضر ہوں امید ہے پسند آئے گی پہلے بھی کاوشیں پسند کی گئی تمام دوستوں کا مشکور ہوں امید ہے یہ بھی جلد قابل اشاعت ہو جائے گی میں اپنے پیارے دوستوں کا بہت مشکور ہوں جو میرے دکھ کو اپنا دکھ سمجھتے ہیں بھائی جان ریاض احمد صاحب۔ملک ندیم عباس ڈھکو۔عمر دراز آکاش۔میر عابد علی ساحل۔رانا بابر علی ناز طالب حسین پردیسی اور دوسرے تمام۔بہن بھائیوں کا بہت مشکور ہوں جو ہم پہ شفقت فرماتے ہیں بھائی جان ندیم عباس ڈھکو آپ کی چاہت کو نہیں بھول سکتا حاجی انور لانگ صاحب۔ریاض حسین شاہد صاحب ملک عاشق حسین ساجد صاحب آپ کی رہنمائی کا بہت شکریہ انشاء اللہ جلد ملیں گے آخر میں سب کو دلی عید مبارک قبول ہو

---------------------------منظور اکبر۔جھنگ

ماہ جون کا جواب عرض کا شمارہ فیصل آباد کے مشہور بک سٹال سے ملا محترم شہزاد فیصل صاحب آپ کی شفقت ہے جواب عرض اپنی تمام تر خوبیوں سے موصول ہوا آپ جس محنت اور کلوص سے جواب عرض کو ترتیب دیتے ہیں اس کی مثال شاید ممکن نہ ہو جناب ملک عاشق حسین ساجد بھی جس خلوص ومحبت کے ساتھ جواب عرض میں اشاعت ہیں۔جس اصلاح پر وہ کہانیاں لکھتے ہیں آپ کی عظمت کو سلام محترم ریاض احمد صاحب جواب عرض میں شائع ہونے والی ساری تحریریں اور ترتیب وزیبائش آپ ہی کی عظمت کا آئینہ ہے۔جس میں آپ نے نو آموز شعرء اور شعارات کو لکھنے کا موقعہ دیا آپ میری غزلیں جواب عرض میں شامل اشاعت کرتے ہیں ان کا بے حد شکریہ تنہا امداد بھائی کی ایک سٹوری اجڑی ہوئی محبت پڑھ کر دل میں بہت درد ہوا محترم آپ جہاں رہیں خوش رہیں میری طرف سے اشفاق احمد بٹ دوست محمد وٹو۔مقصود احمد بلوچ۔خالد فاروق۔ذیشان ریاض۔فاطمہ زارا محمود سب دوستوں کو رمضان شریف مبارک اور عید کی خوشیاں بھی مبارک ہوں

-----------------------ملک علی رضا۔فیصل آباد

اسلام علیکم۔امید ہے کہ جواب عرض کی پوری ٹیم خیریت سے ہوگی اور جواب عرض کو منزل مقصود تک لے جانے کے لیے بھر پور ساتھ دے رہی ہوگی بلکہ وہ قارئین ورائٹرز حضرات بھی ساتھ نبھاتے رہیں گے میں بھی معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ میں بھی جواب عرض کافی سالوں سے پڑھ رہا ہوں جس میں بعض ایسے حضرات حصہ لیتے ہیں جو محبت کو ایک کھیل تماشہ بنا کر مغربی طرز عمل کو اپنا کر اسے فروغ دینے میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں برائے مہربانی اسے حضرات سے اپنے پرچے کو پاک وصاف کریں جو دین اسلام ملک پاکستان کی عزت غیرت مان کے دشمن ہیں اور بے دینی بے شرمی بے حیائی کو ہم پر مسلط کرنا چاہتے ہیں اسی گزارش کے ساتھ عرض کرتا ہوں جناب آپ کی خدمت میں پہلی مرتبہ پاکستان کے مقبول ومعروف ادب جناب محمد اسلم اکبر صاحب کی رائے کو مدنظر رکھ کر داغ دار محبتیں اسٹوری لے کر حاضر ہوا ہوں امید ہے کہ آپ خوش آمدید کہیں گے اور اپنی بزم میں باقاعدہ شامل ہونے کی دعوت دیں گے شکریہ آخر میری طرف سے سب دلی عید مبارک قبول ہو

-----------------------محمد اسلم آزاد۔شہر لہڑی سبی۔بلوچستان

جون کا شمارہ اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے اور میں نے اسے مکمل پڑھ لیا ہے پہلے اسلامی صفحہ پر ماں کا پیج پلیز ماں کے بارے میں ہر ماہ زیادہ سے زیادہ لکھا کریں اس کے بعد غزلوں سے ہوتے ہوئے کہانیوں کی دکھی نگری میں آیا تو کافی پرانے نام دیکھنے کو ملے خاص کر یونس ناز۔رفعت محمود۔ایم جاوید نسیم۔ملک عاشق حسین سمیرا ریاض ایم جبرائیل آفریدی۔کیا ہی اچھا ہو کہ سلیم اختر۔ریاض احمد تربیلہ ڈیم اسلام آباد۔نورین خان نائلہ

طارق گلشن ناز دعا باغبانپورہ بھی لوٹ آئیں تو جواب عرض میں چار چاند لگ جائیں بعد میں ماجدہ رشید ثمینہ بٹ
۔فرزانہ سرور۔عافیہ خان گوندل۔خرم شہزاد۔شوکت علی انجم کی کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں باقی مجید جانی
ذوالفقار سانول شادی کے بعد کافی انجوائے کرلیا اب لکھنا شروع کردو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پرنس عبدالرحمن
میں ان قارئین کا بہت مشکور ہوں جنہوں نے میری کاوش کو پسند کیا اور میری حوصلہ افزائی کی خاص کر
مصباح چوکی ناز یہ قصور۔ثنا شورکوٹ۔نورین ملکوال۔فائزہ سیالکوٹ۔ندا پنڈی بھٹیاں اور غلام جعفر ملتان۔محمد
باقر وباڑی بھائی آپ سب لوگ آج کل کدھر چلے گئے ہو حافظ اسلم بھلوال سعدیہ بہالپور۔کلثوم کوٹ موہن
۔محمد افضل لاہور۔عاشی جی چھانگا مانگا سے۔بہت بہت شکریہ آپ دوستوں کا جنہوں نے میری حوصلہ افزائی کی
آخر میں سب کو میری طرف سے دلی عید مبارک اور ڈھیروں دعائیں وسلام۔
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اللہ دتہ چوہان پنڈی بھٹیاں

اسلام علیکم۔سب سے پہلے جواب عرض کے سارے رائٹروں کو سلام ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ سب خوش
رہو ماہ جواب عرض کا رسلہ بہت ہی اچھا تھا اپنی مثال آپ تھا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا ذکر نبی پڑھ کر دل
باغ باغ ہو گیا اس کے بعد غزلیں بھی پڑھ کر دل خوش ہوا اس کے بعد ہر دل عزیز آپی کشور کرن کی ذاتی شاعری
پڑھ کر بہت خوشی ہوئی آپی جی مبار کباد قبول ہو اپنے چھوٹے بھائی اظہر سیف دکھی کی طرف سے آپی ہر وقت خوش
رہا کرو اللہ آپ کو ڈھیروں خوشیاں عطا فرمائے آمین۔اس کے بعد کہانیاں سب کی اچھی تھیں امداد علی۔ندیم تنہا
۔خرم شہزاد۔محمد تسلیم منیو۔ماجدہ رشید۔سمیرا ریاض۔دکھی شوکت علی انجم۔کی کہانی بھی اچھی تھی سائرہ ارم۔رفعت
محمود۔محمد آصف دکھی۔ایم جاوید تسیم چوہدری۔فرزانہ سرور۔ایم ولی اعوان۔محمد شہزاد کنول دبئی۔اس کی کہانی بھی
اچھی تھی محمد یونس ناز ایم جبرائیل آفریدی۔عافیہ گوندل۔عمر حیات شاکر۔عشق تیرے وچ جوگی ہویا کہانی بھی
اچھی تھی سب کو اچھا لکھنے پر اظہر سیف کی طرف سے مبار کباد قبول ہو میں اپنے دوستوں کو بہت زیادہ مشکور ہوں
وہ مجھے اپنے دلوں میں یاد کرتے ہیں دوستو میں بھی سب کو یاد کرتا ہوں یہ نہیں کہ میں تم کو بھول گیا ہوں یار و نہیں
نہیں دوستو اپنے کیوں بدل جاتے ہیں جن کے بنا ایک پل بھی آدمی زندہ نہیں رہ سکتا بس اس سوال کا جواب
چاہیے مس کلر سیدہ۔صبا جی میں آپ کو بہت مس کرتا ہوں آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں ہو سکے تو اچھا دوست سمجھ
کر مجھ سے رابطہ ضرور کریں پلیز سب کے سب دوست مجھ سے ضرور رابطہ کریں پلیز خوش رہو آمین آپ سب کو
میری طرف سے عید مبارک آپ سب کا دوست دکھی۔
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اظہر سیف سکھیکی منڈی

اسلام علیکم۔سب سے جو پوری ٹیم محنت اور لگن کے ساتھ ہمہ وقت کوشاں ہے جس سے پوری دنیا کے دکھی
لوگ اس کا مطالعہ کر کے مستفید ہو رہے ہیں جواب عرض ایک دکھی مرض کی دعا ہے جو پڑھتا ہے شفا پالیتا ہے اور
سارے غم جواب عرض سے شیئر کر لیتا ہے میں شہزادہ صاحب کا کن لفظوں میں شکریہ ادا کروں جس کے لیے
میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جو کسی بھی تعریف کے محتاج نہیں میں تقریبا تین سال بعد پھر جواب عرض کی دکھی نگری
میں حاضر ہوا ہوں یہ ان دوستوں کی شفقت اور حوصلہ افزائی ہے جو کہ فیصل آباد۔ملتان۔ڈیرا غازیخان کا رہائشی
قارئین ہیں جو بار بار مجھے جواب عرض میں لکھنے پر مجبور کرتے ہیں میں پختون بہن بھائیوں کا شکر گزار ہوں جو
بہت محبت اور پیار کرتے ہیں قارئین اب میں فیصل آباد آ گیا ہوں کیوں کہ انسان کو زندہ رہنے کے لیے کچھ نہ کچھ
اور اپنے ماں باپ کے لیے کرنا پڑتا ہے فیصل آباد کے لوگوں سے گزارش ہے کہ وہ مجھ سے رابطہ کریں آخر میں اللہ

تعالیٰ شہزادہ صاحب اوران کی ٹیم کے رزق حلال میں اضافہ فرمائے آمین اللہ تعالیٰ شہزادہ عالمگیر صاحب مرحوم کی قبر کوروشن فرمائے آمین آخر میں سب دوستوں کو دلی عید مبارک قبول ہو۔

------------------فیض اللہ مجاور۔دربار سخی سرور۔

جون کا جواب عرض میرے ہاتھوں میں ہے آج ہمارا آخری پیپر تھا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے میرے سب پیپر اچھے ہوگئے ہیں اب آپ لوگوں کی محفل میں حاضر رہیں گے جون کا شمارہ جلد ہی مل گیا تھا مگرا یگزام کی وجہ سے پڑھ نہ سکے اب سکون سے پڑھیں گے بس نو جون کو بھائی محمد سلیم اختر کی شادی ہے اس کے بعد ہم فارغ ہو جائیں گے کہانی کی طرف دکھ سکھ اپنے رفعت محمود۔مجھے تلاش ہے ایم جبرائیل آفریدی۔ہو جو میرے دل میں ہے محمد سلیم مٹیو۔محبت کا چاند گرہن بھائی شعیب مٹیو۔اسلام آباد اور باقی جن کی بھی سٹوری شامل جون ہے سب کو میری طرف سے مبارک باد ہو بھائی محمد شعیب اور سلیم مٹیو اگر ہم میواتی لوگ اپنے ناموں کے ساتھ میواتی لکھتے رہیں تو ایسا نہ ہو کہ پنجابی بھائی ناراض ہو جائیں میں نے تو صرف میواتی اس لیے لکھا تھا کہ ندیم عباس تین چار تھے تاکہ ان میں پہچان رہے میری گزارش ہے کہ ہم لوگ اپنے نام ہی لکھا کریں گے غزلوں کی طرف سے آپی کشور کرن پتوکی۔مصباح کریم میواتی پتوکی۔انیل غزل۔بھائی اسحاق انجم سب سے بہت اچھا لکھا اور آپی نادیہ میواتی پتہ چلا ہے کہ آپ کے بھائی کی شادی ہے انشاء اللہ ہم ضرور آئیں گے ہمارا طرف سے سوری کے آپ کے بھتیجے نعمان حنیف کی بر تھڈے پر نہ آ سکے میری طرف سے آپ کو اور آپ کی تمام فیملی کو سلام ہو انشاء اللہ ہم شادی پر تمام خطائیں بھلا دیں گے میری طرف سے ندیم عباس ڈھکو۔طالب حسین میواتی۔محمد نوید میواتی حافظ طالب حسین پتوکی نیز تمام پتوکی والوں کو میری طرف سے ویری ویری سلام ہو اور دلی عید مبارک بھی قبول ہو۔

------------------محمد ندیم عباس۔میواتی پتوکی

اسلام علیکم۔جواب عرض کے تمام قارئین اور جواب عرض کے پورے سٹاف کو محبت بھرا اسلام جولائی کا شمارہ اس دفعہ بہت بہت لیٹ ملا مقررتاریخ سے پورے دس دن بعد غصہ تو اتنا چڑھا کہ لیکن ساتھ اتر بھی گیا ہاتھ میں جواب عرض ملا ایویں کہاں اتر نا تھا چھڈو جی مٹی پاؤ سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا ساتھ ہی دل میں سکون اتر گیا کشور کرن آپی اتنا اچھا لکھتی ہیں کہ قسم سے سامنے ہوتی تو آپ کا منہ چوم لیتی قاسم سے فن ٹاسک یار۔علی شان کا کالم پڑھ کے رونا بھی بہت آیا اور اچھا بھی بہت لگا آپ اکا اپنی ماں سے محبت کا اظہار بہت اچھا لگا پھر جناب ہم لمبی سی چھلانگ لگا کر آئینہ روبرو میں پہنچ گئے اپنا خط نہ پا کر مایوسی ہوئی لیکن کشور کرن آپی سے اپنی تعریف سن کر پھیلی بھی اور تھوڑی سی زیادہ پھیلتی تو ساتھ بھائی بیٹھا تھا موہ ہاتھ تو لازمی جوڑتا خیر کشور آپی جو بندہ ہو ہی تعریف کے قابل ہو اس کی تعریف تو بنتی ہی ہے ناں بہت اچھا اچھا لکھتی ہیں آپ کی شاعری پڑھ کر مزہ آجاتا ہے واقعی آپ شاعرہ ہیں کہانی آپ کی زلف محبوب پڑھی اچھی لگی لیکن ابھی تو تبصرہ ابھی کوئی تبصرہ کروں گی آخری قسط کے بعد ہی آپ کو شاباش ملے گی ہاں کشور آپی کیا میں آپ سے دوستی کی امید رکھوں آپ کا نام پیارا ہے بلکہ بہت ہی پیارا ہے بس آپ کو دیکھنے کی ضرورت ہے اب ہاں ایک بات کوئی کشور کرن آپی صرف میری یعنی ماہ بدولت کی آپی ہیں اگر کسی کو برا لگے تو سوری لیکن کیا کروں میری زبان بہت چلتی ہے معاف کرنا ساتھیو آپ بھی آپی کشور کرن برا مت مانناویسے جس جس کو برا لگا ہو تو۔۔۔تو۔۔تو۔۔۔جلدی جلدی مجھ سے معافی مانگ لو میرے جانے کا ٹائم ہو گیا ہے وہ کیا ہے ناں کہ سائن آؤٹ بھی کرنا ہے سوری سوری اینڈ اینڈ ساری کہانیاں اچھی تھیں ندیم عباس ڈھکو۔سوری یار اتنی ناراجگی اچھی نہیں ہوتی بھائی ہو ناں معاف بھی کر دو کوئی ریپلائے نہیں کیا وجہ

ہے بہت لمبا خط ہو گیا معذرت انشاء اللہ بقیہ تبصرے اگلے خط میں تب تک آپ کا اور میرا حامی و ناصر خدا پامان اور سب کو میری طرف سے عید کی خوشیاں مبارک ہوں

-------------------ندا علی عباس۔ سوہاوہ گجر خان

اسلام علیکم۔ چند دن ہوئے میں شہر گیا وہاں بک سٹال پر ماہ جولائی کا پرچہ دیکھ کر میرا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا ایسا کو بصورت پرچہ نکالنا آپ ہی کا کام ہے اس مہنگائی کے دور میں یہ ایک میاری پرچہ ہے آپ کی محنت اور قارئین کی دعاؤں سے ہی جواب عرض کامیاب جا رہا ہے سرورق بہت حسین اور دلکش تھا تمام تحریریں ہر لحاظ سے بہتر تھیں اس کے تمام سلسلے انگوٹھی میں نگینے کی طرح فٹ ہیں مثلاً پسندیدہ اشعار۔ غزلیں کہانیاں آئینہ روبرو۔ دکھ درد ہمارے۔ گلدستہ ماں کی عظمت دیگر تمام عنوان اپنی اپنی جگہ پر بہتر تھے جواب عرض ماہ مئی میں میری شاعری شائع کرنے کا بہت شکریہ اس جذبے سے سرشار ہو کر آپ کو خط تحریر کر رہا ہوں کسی قریبی شمارے میں جگہ دے دیں آپ کا تعاون ہمارے ساتھ ہو آپ میری حوصلہ افزائی کریں گے خدا آپ کی عمر دراز کرے صحت دے اگر تحریر میں کچھ خاص ہو تو معذرت زندگی نے وفا کی تو پھر ملیں گے آئندہ شمارہ جواب عرض کا عید مبارک کا ہو گا سب کو میری طرف سے دلی عید مبارک قبول ہو۔

-------------------محمد اسلم جاوید۔ فیصل آباد

اسلام علیکم۔ میں سب سے پہلے تو شاف جواب عرض کو دل سے ماہ رمضان کی مبارک باد پیش کرتی ہوں ہو سکتا ہے جب تک یہ خط شائع ہو تب شاید رمضان کا آخری عشرہ ہو اور میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس ماہ رمضان کے روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر ایک کو صحت اور تندرستی عطا فرمائے اللہ سب کو توفیق دے کیا پتہ اگلے ماہ رمضان میں میں نے آپ کی بزم میں ہونا ہے یا نہیں نجانے ہر سال میں کتنے لوگ ہم سے بچھڑ جاتے ہیں اس لیے اگر ہو سکے تو سب کو مجھے بھی معاف کر دینا کیوں کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اور میں تمام پردیسیوں کے لیے دعا کرتی ہوں کہ وہ اپنے وطن لوٹ کر اپنے پیاروں میں عید کی خوشی کو دوبالا کریں خدا سب کو اس خوشی پر ملا دے خدارا ان رشتوں کو جدا مت کرنا ایک عید ہی تو ہے اپنے بچھڑے ملنے کی آس جو نہیں ملتے ان کی چپ چاپ گزر جاتی ہے اور جن کو اپنے ملتے ہیں ان کی خوشی تو دیکھنے والی ہوتی ہے اللہ پاک سب کو خوش رکھے جن پیسوں کے لیے تم اپنے بوڑھے ماں باپ کو ان ہیروں کو چھوڑ کر پردیس چلے جاتے ہو لیکن ہوتا کیا ہے وہ ہیرے کھو جاتے ہیں اور دولت مل جاتی ہے ایسی دولت کو کیا کرنا جس میں سکون ہی نہ ہو کیوں کہ یہ وہ انمول ہیرے ہیں جو ایک بار کھو جائیں تو زندگی بھر نہیں ملتے اک آپ ہی تو ہوتے ہو اپنی ماں کی آنکھوں کی روشنی اگر آپ بھی چھوڑ گئے تو اس ماں کا کیا ہو گا کبھی سوچا تو میرے خیال میں اتنا ہی کافی ہے باقی سب قارئین بہت محنت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو کامیابی عطا فرمائے آمین سب کو میری طرف سے عید کی خوشیاں مبارک ہوں۔ اور میں یہاں ایک اور بات کہنا چاہوں گی کہ نئے لکھنے والے بہن بھائی یا بچے اپنا دل چھوٹا مت کریں کہ ہمیں تو لکھنا نہیں آتا یا پھر شاید ہماری تحریر شائع ہو یا ناں مگر ایسا مت سوچو آپ اپنے دل کی بات لکھ کر دوسروں تک پہنچاؤ ایک ماہ ویٹ کریں دو ماہ کریں تین ماہ کریں آخر ایک دن آپ اپنی تحریر اپنی آنکھوں سے ضرور دیکھو گے مایوسی کو قریب مت آنے دینا میری تحریر آٹھ ماہ بعد میرے سامنے آئی تھی اس لیے آپ سب نئے لکھنے والوں کو ویلکم زیادہ سے زیادہ لکھو ایک دن کامیاب ہو جاؤ گے دوسری بات اگر کوئی تمہاری تحریر کو اچھا کہے یا برا یا پھر صرف بور مگر آپ لوگوں کو ٹینشن لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہنے والا تو کہہ دیتا ہے مگر دل کی بات سنو اور اس کام کو درست کرنے کی

کوشش کرو ایک دن آپ کو بور یا برا کہنے والا ہی اچھا کہے گا اپنے آپ کو اس قابل کرو کہ ہر کوئی آپ کی تعریف کرے اور پھر آپ یہ بھی مت سوچو کہ تمہاری لفظ ٹوٹے پھوٹے ہیں ادارہ جواب عرض آپ کے ٹوٹے لفظوں کو درست کر کے ایک نکھار دے کر آپ کے اور دنیا کے سامنے لاتا ہے ہم سب کو شکریہ ادا کرنا چاہیے ادارے کا وہ دیر سے شائع کرتے ہیں مگر مایوس نہیں کرتے دیر بھی نہیں ہوتی کیوں کہ ہو سکتا ہے ان کا کوئی اپنا طریقہ ہو شائع کرنے کا کہ وہ ہر تحریر کو اس کی باری آنے پر شائع کرتے ہوں مگر آپ لکھتے جاؤ بس لکھتے جاؤ آپ کا قلم ضرور ایک دن نکھار پکڑے گا دل چھوٹا مت کریں اور لکھنا مت چھوڑیں شکریہ۔ فی امان اللہ۔

کشور کرن پتوکی

جون کا شمارہ میرے ہاتھ لگا ورق ورانی کی تو میرے کو ین تھے پلیز میری باقی چیزیں بھی لگا دیا کریں خیر گلے شکوے تو ہوتے ہی رہیں گے بہر حال بھائی بہت بہت شکریہ ہماری حاضری تو لگتی ہی ہے ناں میں نے جواب عرض پورا تو نہیں پڑھا صرف ایک کہانی پڑھی ہے حکیم ایم جاوید نسیم چوہدری کی توبہ کتنا لمبا نام ہے جاوید صاحب کیا یہ کہانی حقیقی ہے جو آپ نے حسن علی کا نمبر بھی دیا ہے بہر حال اچھی ہے غصہ مت کیجئے گا اور میری طرف سے تما قارئین کو عید کی خوشیاں مبارک ہوں

عابدہ رانی۔ گوجرانوالہ

ماہ نامہ جون جواب عرض کا تازہ شمارہ اس مرتبہ جلدی مارکیٹ میں آ گیا تھا سب ہی کالم زبردست تھے کہانیوں میں ایم جاوید نسیم چوہدری۔ فرزانہ سرور۔ ملک عاشق حسین ساجد۔ رفعت محمود۔ خرم شہزاد۔ میرا ریاض۔ عافیہ گوندل۔ محمد عاصف دھی۔ ثمینہ بٹ اور محمد شہزاد کنول کی کہانیاں پسند آئیں شاعری میں آپی کشور کرن کی شاعری بے مثال تھی اور آپی کشور کرن کی ایک بات سے مجھے اتفاق ہے کہ نئے لکھنے والوں کی اگر حوصلہ افزائی ہوتی رہے تو ان کی تحریروں میں نکھار آ جاتا ہے اور پھر وہ محنت اور لگن سے لکھنے کی کوشش کریں گے اور اگر ان کی حوصلہ شکنی کی جائے تو پھر مایوس ہو کر وہ لکھنا چھوڑ دیں گے اور ہر رائٹر اپنے طرز انداز میں لکھتا ہے ضروری نہیں کہ وہ انداز دوسرون کو بھی پسند آئے مگر انسان کو ہمت سے کام لینا چاہئے مایوس اور بزدل لوگ کبھی ترقی نہیں کر سکتے اس کے علاوہ ہر رائٹر نے اپنی تحریر کے ساتھ کوب انصاف کیا ہے میری طرف سے جواب عرض کے جملہ رائٹرز قارئین کو شاعر اور افسانہ نگاروں کو عید الفطر کی خوشیاں مبارک ہوں دعا ہے کہ یہ عید آپ س کے لیے مسرتوں کا پیغام لائے اور غم کا سایا آپ کے پاس سے نہ گزرے آمین۔

محمد یونس ناز۔ ڈنوی کوٹلی

اسلام علیکم جون کا شمارہ ملا میرے پیارے دوست عمر دراز نے گفٹ کیا ناول کے تمام سلسلے ایک سے بڑھ کر ایک تھے سب سے پہلے حماد ظفر ہادی کی کہانی پڑھی بہت اچھی لگی باقی کہانیوں میں محبت وفا کے پھول وہ ہمسفر تھا میرا مجھے تلاش ہے دکھ سکھ اپنے جلتے خوبوں کی راکھ معصوم قاتل۔ اور ویران گلشن سب ہی اچھی کہانیاں تھیں میں کسی بھی ڈائجسٹ میں پہلی بار لکھ رہا ہوں امید ہے کہ آپ ہمیں کسی قریبی شمارے میں جگہ دے کر حوصلہ افزائی کر کے شکریہ کا موقع دیں گے میں بھی اپنی ایک سٹوری کیا یہی پیار ہے ارسال کر رہا ہوں اسے بھی جواب عرض کی زینت ضرور بنائے گا آکر میں جواب عرض کے پورے شاف کو خاص کر ریاض احمد اور جمال الدین صاحب کو محبتوں بھرا اسلام اور جواب عرج کے لیے ڈھیروں دعائیں اور سب کو میری طرف سے عید مبارک۔ واسلام۔

شاہد رضا۔ جڑانوالہ

اسلام علیکم۔ محترم ریاض احمد صاحب آفس مینجر ماہ نامہ جواب عرض ماہ جون کا شمارہ اب میرے ہاتھ میں ہے سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھ کر ذہن کو تازہ کیا اس کے بعد غزلیں پڑھیں جو کہ سب ہی اچھی تھیں اس کے بعد آپی کشور کرن کی ذاتی شاعری پڑھی بہت خوشی ہوئی میری طرف سے مبارک باد قبول ہو اس کے بعد آتے ہیں کہانیوں کی طرف جس میں سب کی کہانیاں اچھی تھیں مثلاً عاشق حسین ساجد۔ ثمینہ بٹ لاہور۔ امداد علی ندیم تنہا ۔خرم شہزاد مغل ۔ محمد سلیم مٹھو ۔ رفعت محمود راولپنڈی ۔ ماجدہ رشید لاہور ۔سمیرا ریاض ۔ سائرہ ارم ۔ فرزانہ سرور ۔محمد آصف دکھی ایم جبرائیل آفریدی ۔ محمد شہزاد کنول دبئی ۔ عمر حیات شاکر ۔ محمد یونس ناز ۔ میرے محترم جناب پیارے اظہر سیف دکھی سکھیکی منڈی جس نے مجھے کہانی لکھنے پر مجبور کیا تو جناب کے اصرار پر میں نے کہانی لکھی اور لکھ کر بھیج دی جناب محترم ریاض احمد صاحب ماہنامہ جواب عرض جون میں شائع کر کے میرا دل جیت لیا میں بھائی صاحب کا بہت شکر گزار ہوں جس نے مجھے اتنی مہنگائی میں بھی یاد رکھا کہانیاں لکھنے والوں کو اور سب رائٹروں کو میری طرف سے سلام قارئین سے اپیل کرتا ہوں کہ میرے ساتھ رابطہ کریں میں ایک اچھا رائٹر بننا چاہتا ہوں ان سب کو سلام ۔ مس فوزیہ کنول مس صبا کلر سیداں ۔ آپی کشور کرن پتوکی ۔ مس راحیلہ صاحبہ ۔ مس صبا ملک ۔ سمیرا ریاض ۔ ماجدہ رشید لاہور ۔ سائرہ ارم ۔ انیلہ غزل حافظ آباد ۔ سونیا یوسف ۔ فرزانہ سرور میاں چنوں ۔سدھیر احمد ناز یورپ ان سب کو اور جن کا نام نہیں لکھ سکا ان کو بھی میری طرف سے سلام اور عید مبارک ۔ آپ کا اپنا دکھی

------------شوکت علی انجم سکھیکی منڈی۔

اسلام علیکم ۔ میں پانچ سال سے جواب عرض کی قاری ہوں اور پہلی بار خط لکھ رہی ہوں امید ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے اور جلد میں ایک سٹوری لے کر حاضر ہوں گی اور اللہ میرے بھائیوں کو خوشیاں دے جو میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں راشد لطیف صبر ے والا اور شاہد رفیق سہو جو مجھے لکھنے کا حاصلہ دیتے ہیں آخر میں جواب عرض کے لیے دعا گو اور سب کو دلی عید مبارک قبول ہو۔

------------مہناز ۔ ڈی جی خان

اسلام علیکم ۔ دوستو میں اپنے دوستوں کے ہزاروں خط پڑھتا ہوں اور دلی خوشی ہوتی ہے کہ میں سب کے دلوں میں موجود ہوں دوستو اسی طرح ہم محبت چاہت اور لگن سے کام کرتے رہیں گے آپ سب کا تعاون ہی ہمارا کامیابی ہے اور میں نئے لکھنے والوں کو ویلکم کہتا ہوں اور جو چھوڑ گئے ہیں ان کو دوبارہ جواب عرض کی نگری میں آنے کی دعوت دیتا ہوں دیکھو یہ خوشیاں مل جل کر گزرنی چاہئیں اس محفل میں بہت سکون ہے اور ہاں ہم نے دو کوپن نئے شروع کئے ہیں ان کے لیے بھی لکھ کر بھیجیں تا کہ جلد از جلد شائع ہو سکے ایک کوپن ۔ میں نیجواب عرض پڑھنا کیوں شروع کیا۔ اور دوسرا ماں کی یاد میں تو جتنی جلدی ہو سکے ان میں لکھیں اور سب کی باری آنے پر اس کی ہر چیز لگا دی جائے گی ۔ کسی کو بھی کسی شکائت کا موقع نہیں ملے گا ہم سب ایک ساتھ چل رہے ہیں اور چلتے ہی رہیں گے اور میری طرف سے تمام قارئین کو دلی علید مبارک قبول ہو۔

------------ریاض احمد باغبانپورہ لاہور

اسلام علیکم سر میں اپنی ڈائری بھیج رہا ہوں امید ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے اگر آپ یہ لگا دیں تو ہم پر آپ کا بڑا احسان ہوگا ۔ آخر میں میری طرف سے سب کو دلی عید مبارک قبول ہو۔

------------محمد طفیل طوفی ۔ کویت

میری نظر تیری منتظر ہر ماہ کی طرح مل جواب عرض ادارہ جواب عرض اور تمام قارئین کو دل کی تہہ گہرائیوں

سے رمضان کا بابرکت رحمتوں برکتوں کا مہینہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ سب کو اس گرمیوں کے روزے رکھنے کی توفیق دے آمین تو بصورت جواب عرض دلہن کی طرح سجا ہوا یکم جولائی کو ہی مل گیا تھا انتہائی خوشی ہوئی گھر جا کر اسے پڑھنا شروع کر دیا اسلامی صفحہ اور ماں کی یاد میں پڑھ کر تو دل بھر آیا اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اللہ تعالیٰ ہر ماں کو زندگی بھر ہر سکھ اور خوشیاں عطا فرمائے جو اپنی اولاد کیلئے اپنا ہر سکھ قربان کر اس کے لیے خوشیاں ڈھونڈتی ہیڈ اتی صفحہ میں اپنی رائے قارئین کے ساتھ شیئر کرنا بہت اچھا لگا ہم ادارے کے اس فیصلے کو ویلکم کہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس ادارے کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے ہم سب جواب عرض کے ساتھ ہیں جس طرح آپی کشور کرن نے کہا اک وعدہ جو ہم نے نبھا کے رکھا ہے اور ایسے قارئین بھی ساتھ جڑے ہوئے ہیں سب کی ذاتی شاعری اور غزلیں اپنی مثال آپ تھیں غزلوں میں اپنا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور ہزاروں دعا ئیں دل سے نکلی جواب عرض کی ہر ایک کہانی زبردست تھی زلف محبوب کے دوسرے حصے کا انتظار رہے گا اور افغانی محبت میں بھائی مظفر شاہ ٹھیک کہا کیوں کہ اگر زرینہ کی شادی ہو گئی تو وہ بھی اپنے دکھ بھول جائے گی اور اپنی زندگی میں مگن ہو جائے گی یہ مکافات عمل ہے شیشے کی گڑیا کیوں بدنام ہے محبت ہم تو بس آپ کے ہیں بہت اچھی لگیں رضا بھائی آپ نہ پچھتاؤ آپ کی نیت ٹھیک تھی آپ دس روپے دینے گئے تھے سو پریشان نہ ہوں اللہ آپ کے عقیدت کے پھول قبول فرمائے میرا مان ٹوٹ جائے گا محبت رنگ بدلتی ہے جھوٹی محبت اور دیوانگی کہاں جا کے ٹھہری بہت پسند آئیں اور منظور اکبر کی آخری بات سے اتفاق کرتے ہیں اور لڑکے لڑکیوں کو کبھی بھی راہ چلتی محبت میں نہیں پڑنا چاہئے خاص کر لڑکیوں کو اپنا بہت سا خیال رکھنا چاہئے سب کہانیوں کے نشیب فراز سے گزرتے کہیں ہنسی کہیں خوشی اور کہیں پہ دکھ درد دلوں پر گہرا اثر چھوڑ جاتے ہیں اور پھر اس وقت خوشی دوگنی ہو جاتی ہے جب جواب عرض کی محفل گلدستہ میری زندگی کی ڈائری مختصر اشتہارات میں نے جواب عرض کیوں شروع کیا اور دکھ درد ہمارے اور آئینہ روبرو میں سب قارئین بیٹھے ہیں اور بھرپور انداز میں شیئر نگ کرتے ہیں اور ایک دوسروے کا دکھ درد بانٹتے ہیں تو بہت اچھا لگتا ہے خطوط میں تنزیلہ حنیف حسن رضا نظامی اور آپی کشور کرن کے خطوط اچھے لگے آخر میں سب قارئین اور ادارہ جواب عرض کی بہت بہت سلام اور دلی عیدم مبارک قبول ہو۔

------------------------------------عبدالجبار رومی انصاری چوہنگ لاہور۔

اسلام علیکم امید ہے میری طرف سے تمام لکھنے والوں کو سلام ہو پرویز ملک پر یاد عا اچھے لکھاری ہیں دعا ہے ہمیشہ اچھا لکھتے رہیں شعیب شرازی کی کہانی اچھی تھی ارمان سنگم کا شمار بھی اچھا لکھنے والوں میں سے ہے اللہ سب کو خوشیاں دے اور اپنے امن وامان میں رکھے پریاد عا کا میں بڑا فین ہوں ہو سکے تو مجھ سے ربطہ کرو کچھ شاعری بھیج رہا ہوں پر یاد عا اور کومل آفریدی کے نام ضرور شائع کرنا اور آخر میں میری طرف سے سب کو عید یارک۔

------------------------------------ارشد محسن صائم علی پوبلہ

اسلام علیکم ماہ جون کا شمارہ جتنی مشکلات کے بعد ملا وہ تو میں جانتا ہوں یا میرا خدا ریاض احمد بھائی آپ جان گئے ہوں گے کہ مجھے کتنی بے چینی سے جواب عرض کا انتظار رہتا ہے جتنا خرچہ میں کالیں کر کر کے کرتا ہوں اتنا میں لاہور جا کر لا سکتا ہوں میں اپنی تحریر نہ پا کر غموں اور سوچوں کی وادیوں میں چلا گیا۔ ندا صاحبہ آپ کا بہت شکریہ جواب عرض میں بے شمار نمبر اور ایڈریس شائع ہوتے ہیں آپ ان کے ہی رابطہ کر لیں اور امید کرتا ہوں کہ آئندہ ایسے لیٹر نہیں لکھیں گے محمد عباس جانی آپ کے لیٹر کا پہلا حصہ پڑھ کر خوشی ہوئی آپ نے اتنی محبت سے نوازا مگر آخر میں جو الفاظ آپ کے لیٹر سے پڑھنے کو ملے بے حد افسوس ہوا انعم چاند میری بہن ہے اور اگر کوئی

کوپن جواب عرض میں مختصر اشتہارات کیلئے استعمال کریں

آپکے دیئے گئے ان اشتہارات کا مضمون بے حد مختصر، واضح اور خوشخط انداز میں ہونا چاہیے

اگر اشتہار کمرشل ہے تو اس کی فیس ۸۰۰ روپے ارسال کریں۔ ورنہ اشتہار ضائع کر دیا جائے گا......ایڈیٹر

....

....

....

نام .... مکمل پتہ ....

....

کوپن کالم ملاقات کیلئے

یہ کوپن ہمیں کالم "ملاقات" کیلئے کاٹ کر ارسال کریں

جواب عرض

اور اس میں اپنا تعارف لکھ دیجیے۔ کوپن کے ساتھ کسی قسم کی کوئی فیس یا ڈاک ٹکٹ ارسال نہ کریں۔ دین کے اخیر آپ کا تعارف شائع نہیں کیا جائے۔

نام .... عمر ....

مشغلے ....

مکمل پتہ ....

....

صادق ....

اس کوپن کے ہمراہ اپنی ایک عدد تصویر ارسال کریں، ہم شائع کریں گے۔ ایڈیٹر

آپ کی بہن کے بارے میں ایسی تحریر لکھے تو آپ پر کیا گزرے گی بتایئے گا ضرور۔سر ریاض احمد میرے ایگزام ہو رہے ہیں سر میں نے پھر بھی ادارہ کو کچھ تحریریں ارسال کیں ہیں میں تمام قارئین کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جو میری تحریروں پر مجھے اپنی رائے دیتے ہیں اور مجھے ساہیوال کے قارئین سے ایک شکوہ کے وہ مجھ سے کبھی رابطہ نہیں کرتے پتہ نہیں کیوں آپ اپنی قیمتی رائے مجھے فیس بک پر بھی دے سکتے ہیں میرا اوارد کا نمبر لگا ہوا ہے رابطہ کر لیں اور جون کے جاوب عرض کے بارے میں کوئی تبصرہ نہیں کر سکتا کیوں کہ ایگزام ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے لمبی تحریریں پڑھ نہ سکا آ کر میں تمام قارئین کو محبتوں بھرا اسلام اور دلی عید مبارک قبول ہو

---------------------ندیم عباس ڈھکو ساہیوال

جون کا شمارہ بہت جلد مل گیا بہت اچھا لکھا سب نے میں کافی دیر کی جواب عرض کی قاری ہوں لیکن کبھی لکھنے کی جسارت نہیں کی آج پہلی بار لکھنے کی جسارت کر رہی ہوں یہ سوچ کر کہ آپ مجھے لکھنے کی جگہ دیں یا نہ دیں میں آپ کی بے حد مشکور ہوں میں اس رسالہ کے لیے کہانیاں بھی لکھنا چاہتی ہوں اور آپ جگہ دیں تو باقی ماشاء اللہ سب ہی اچھا لکھ رہے ہیں کہانیوں میں عشق تیرے وچ جوگی ہو یا۔معصوم قاتل۔وغیرہ اور آپی کشور کرن چنوکی کی شاعری بہت ہی اچھی تھی آپی میں آپ کی فین ہوں اور ہمیں بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا گاڈ آپ کو اور لکھنے کی ہمت دے آمین۔اور شاہ میر آپ کی سالگرہ اگست میں ہے سم تھنگ سم تھنگ آپ کی بھی تو ابھی سے چھپی بر تھڈ ے جمیلہ بی بی ہمیں چھٹرامت کرو آئی سمجھ اپنا خیال رکھئے گا کیوں کہ آپ سب لوگ میرے پاس نہیں ہو آخر میں جواب عرض کے ہمیشہ ترقی کرتا ہے اور سب کو میری طرف سے دلی عید مبارک قبول ہو۔

---------------------نیہا گجر۔اوکاڑہ

جولائی کا جواب عرض ملا دیر سے مگر مل گیا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی چلو کوئی گل نہیں سب کہانیاں اچھی تھی جن میں محمد خان انجم۔ڈاکٹر سدرہ۔حاجی انور لانگ۔منظور اکبر تبسم۔اور آپی کشور کرن موجود ہیں اور جن کے نام میں نہیں لکھ سکا معذرت پلیز ناراض مت ہونا میری طرف سے تمام لکھنے اور پڑھنے والوں کو رمضان مبارک ہو اور دل سے عید بھی مبارک ہو اللہ سب کو خوش رکھے اور آپ کی زندگی میں کبھی غم نہ آئے آمین اور ریاض احمد صاحب سے درخواست ہے میں کچھ تحریریں ارسال کر رہا ہوں انہیں شائع کر دینا اور اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں کہ آپ کی زندگی میں ہر آنے والا دن عید اور ہر رات چاندرات ہو دعاؤں کا طلبگار۔

---------------------محمد زبیر شاہد ملتان

اسلام علیکم سب کو میرا چاہتوں بھرا اسلام محبت قبول ہو اور میں بہت مشکور ہوں کہ میری تحریروں کو جگہ دے کر آپ نے مجھے شکریہ کا موقع دیا اور اس بار میری تحریروں کے ساتھ میرے شہر کا نام نہیں تھا پلیز شہر کا نام بھی لکھنا اور سب کو میری طرف سے رمضان اور عید کی خوشیاں مبارک ہوں اس ماہ رمضان میں میری دعا ہے سب ہی خوش رہیں اور اللہ سب کو یہ روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور خوشیوں بھری عید کی خوشی ہر کسی کی زندگی میں لائے آمین۔اور آل شاف کو قارئین افسانہ نگار اور شاعر اور جتنے بھی اس جواب عرض کے شائقین ہیں ان سب کو میری طرف سے دل کی گہرائیوں سے عید کی خوشیاں مبارک ہوں ہو سکے تو مسلمان دوسرے مسلمان کو معاف کر دیا کرو ہو سکتا ہے آپ کی یہ نیکی اللہ کو کتنی پسند آئے اور آپ کی نماز روزے قبول ہوں دعاؤں میں یاد رکھنا

---------------------محمد آفتاب شاد کوٹ ملک دو کوٹہ

ماہنامہ

جواب عرض

J